حق چار یار ؓ

ختمِ نبوت زندہ باد

یا اللہ مدد

اصل کلمۂ اسلام

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

بسلسلۂ تحفظِ خلافتِ راشدہ

مولانا محمد علی صاحب سعید آبادی کے کتابچہ

"اصل حقیقت" کا جواب

مسمّٰی بہ

کشفِ خارجیت

مؤلفہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

بانی و امیر تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ

شائع کردہ

تحریک خدام اہل سنت چکوال

پاکستان



حق چار یار

خلافت راشدہ

اصلی کلمۂ اسلام

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

بسلسلہ تحفظ عقیدہ خلافت راشدہ

مولانا محمد علی صاحب سعید آبادی کے کتابچہ

"اصل حقیقت" کا جواب

مسمّٰی بہ

کشفِ خارجیت

حضرۃ مولانا الحاج قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

بانی و امیر تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

شائع کردہ

تحریک خدّام اہل سنّت چکوال

پاکستان



حق چار یار

خلافت راشدہ

اصلی کلمہ اسلام

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

بسلسلہ تحفظ عقیدہ خلافت راشدہ

مولانا محمد علی صاحب سعید آبادی کے کتابچہ

"اصل حقیقت" کا جواب

مسمّٰی بہ

کشفِ خارجیت

حضرۃ مولانا الحاج قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

بانی وامیر تحریکِ خدّام اہل السنّۃ والجماعۃ پاکستان

شائع کردہ

تحریک خدّام اہل سنّت چکوال

پاکستان

(قیمت ۲۰/ روپے)

خدامِ اہل السنّت کی دُعَا

از حضرت مولینا قاضی مظہر حسینؒ صاحب بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۲ محرم ۱۳۹۳ھ ——— ۶ فروری ۱۹۷۳ء

خدایا اہل سُنت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسُولُ اللہ کی سُنّت کا ہر سُو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیت سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجِ نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا
انھوں نے کر دیا تھا روم و ایران کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختمِ نبوت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولؐ پاک کی عظمت۔ محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر اِک سنی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہلِ سنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں

الحمد للہ! تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

فہرست مضامین

کتاب "کشفِ خارجیت" بجواب "اصل حقیقت"

عنوانات	صفحات
پیش لفظ	۱۵
"اصل حقیقت" کے مؤلف کون ہیں؟	۲۹
مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور دورِ خلافت راشدہ	۳۲
اصل حقیقت یا تبرّا نامہ	۴۵
حق "چار یارؓ" کا گرز	۵۰
کتاب خارجی فتنہ اور علمائے اہل سنت کے تائیدی تبصرے	۵۰
ماہنامہ البلاغ کراچی	۵۱
ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک	۵۲
ماہنامہ ضیائے حرم لاہور	۵۳
ہفت روزہ لولاک فیصل آباد	۵۴
ماہنامہ الخیر ملتان	۵۴
ماہنامہ بینات کراچی	۵۵
جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے سید بلوی صاحب کی علیحدگی	۶۰
رائے گرامی مولانا محمد ایوب بنوری شیخ الحدیث دار العلوم سرحد پشاور	۶۱
رائے گرامی مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ	۶۲
رائے گرامی مولانا سید حامد میاں صاحب لاہور	۶۳
رائے گرامی مولانا محمد عبید اللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔	۶۴
رائے گرامی مولانا سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم لاہور	۶۵

عنوانات	صفحات
رائے گرامی مولانا محمد تقی صاحب عثمانی جسٹس آف سپریم کورٹ پاکستان	٦٦
مولانا صوفی عبدالحمید صاحب مہتمم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ	٦٧
رائے گرامی مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال (سرگودھا)۔	٦٨
تبصرہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔	٧١
علوی صاحب کا مرض	٧٥
خمینی مجاہد ملت ہے (خدام الدین)	٧٦
مولوی کفایت حسین شیعہ کی روح جنت الفردوس میں (خدام الدین)	٧٧
میری دوسری تصنیف پر تائیدی تبصرے (خدام الدین)۔	٧٩
نعیم صدیقی صاحب کا تبصرہ۔	٨٥
علوی صاحب کا سہارا بھی مؤلف اصل حقیقت کے کام نہ آیا۔	٩٧

عنوانات	صفحات
مولانا محمد کرم الدینؒ کا مسلک	٩٩
جھوٹ کا مرثیہ	
مؤلف اصل حقیقت کا جھوٹ نمبر ۱۔ نمبر ۲۔	١٠١
آفتاب ہدایت امیر شریعت کی نظر میں۔	١٠٥
میری قید کی نوعیت	١٠٨
مجھ پر جھوٹ نمبر ۱۔۲ کے الزام کا جواب۔	١١٠
مولانا دبیرؒ علمائے مظاہر العلوم سہارنپور کی فہرست میں۔	١١٣
شیخ الادب کے خطوط۔	١١٧
مولانا دبیرؒ کی فارسی نظم	١١٩
آفتاب ہدایت پر شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب کی تقریظ	١٢١
آفتاب ہدایت پر امام اہلسنت کی تقریظ	١٢٢
میری قید اور مزید ابتلاء	١٢٣
حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ کا اختلاف	١٢٧

عنوانات	صفحات
المہنّد علی المفنّد (اکابر دیوبند کی اعتقادی دستاویز)۔	۱۳۱
مؤلف اصل حقیقت کا جھوٹ نمبر ۲	۱۳۲
حضرت مولانا حسین علیؒ صاحب کی شخصیت اور آپ کے تلامذہ	۱۳۳
شیخ الحدیث غورغشتیؒ وغیرہ	۱۳۵
شرح تحفہ ابراہیمیہ (از مولانا صوفی عبدالحمید سواتی)	۱۳۶
مؤلف اصل حقیقت کا جھوٹ نمبر ۳ ۔	۱۳۸
مولانا دبیرؒ اور مرزا قادیانی کا مقدمہ	۱۴۰
میاں شہاب الدین کون تھے	۱۴۳
مولانا محمد حسنؒ صاحب فیضی	۱۴۴
کتاب مواہب الرحمٰن از مرزا قادیانی ۔	۱۴۷
کتاب سیف چشتیائی اور سرقہ کی حقیقت (مؤلفہ حضرت پیر گولڑویؒ)	۱۴۸
مؤلف اصل حقیقت کی بددیانتی	۱۵۶
مؤلف مہر منیر کا اعتراف	۱۵۹
آفتاب ہدایت اور حضرت پیر صاحب کا فتویٰ	۱۶۰
حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر	۱۶۳
مرزا قادیانی کی سزایابی	۱۶۵
مؤلف اصل حقیقت کی علمی خیانت ۔	۱۶۶
مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی شہادت	۱۶۸
مولانا کرم الدین کی شخصیت (مجسٹریٹ) ۔	۱۶۹
حضرت گنگوہی مقتدائے زماں ہیں (حضرت گولڑویؒ)	۱۷۰
مؤلف اصل حقیقت کا جھوٹ نمبر ۴	۱۷۲
مسئلہ حیات النبیؐ کا شدید اختلاف	۱۷۳
مولانا غلام اللہ خان صاحب کا رجوع ۔	۱۷۵

عنوانات	صفحات
حضرت قاری محمد طیبؒ صاحب کی تحریر کی تصدیق	۱۷۶
مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کا عقیدہ	۱۷۸
مماتی علماء کی تصدیق	۱۷۹
حضرت گنگوہیؒ کا عقیدہ	۱۸۰
حضرت لاہوریؒ کا عقیدہ	۱۸۰
المہند علی المفند کا حوالہ	۱۸۱
فتویٰ دار العلوم دیوبند	۱۸۱
مقام حیات (علامہ خالد محمود)	۱۸۲
تسکین الصدور (شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب)	۱۸۲
مولانا بنوریؒ کا جامع ارشاد	۱۸۷
فرضی جھوٹ نمبر ۳ کا جواب	۱۸۸
میرے سوال کا جواب دیں۔	۱۹۴
جواہر القرآن اور مولانا عثمانیؒ کی تقریظ۔	۱۹۶
ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن (مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب)۔	۱۹۷

عنوانات	صفحات
حضرت مولانا خیر محمدؒ صاحب جالندھری کا ارشاد	۲۰۲
حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی کی تقریظ۔	۲۰۳
حضرت مولانا تھانویؒ کی کتابوں میں گمراہ کن کرامتیں مذکور ہیں (سجاد بخاری)	۲۰۴
مسئلہ حیات النبی اور مولانا غلام اللہ خان کی دو متضاد تحریریں۔	۲۰۶
کتاب "عدالت صحابہ کرام" اور مولانا سندیلوی کی تقریظ	۲۱۰
مؤلف اصل حقیقت کا جھوٹ نمبر ۵۔	۲۱۴
حضرت آدم علیہ السلام کی خطائے اجتہادی (مولانا مہر محمد)	۲۱۶
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۶	۲۱۷
مولانا حافظ مہر محمد کی فروگزاشتیں	۲۲۰

عنوانات	صفحات
مولانا مہر محمد عباسی کے مخالف ہیں	۲۲۱
مفتی محمودؒ بھی خطائے اجتہادی کے قائل ہیں۔	۲۲۲
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۷	۲۲۳
جمعیت علمائے اسلام سے میرا اختلاف	”
۸ جماعتوں کا اجلاس ڈھاکہ	۲۲۵
مکہ مکرمہ میں مولانا شمس الدین صاحب قاسمی کی ملاقات	۲۲۸
میری تصانیف کے بنگلہ تراجم	۲۲۹
جمعیت علمائے اسلام سے میرا استعفاء۔	۲۳۰
جمعیت علماء اسلام کا اسلامی منشور	۲۳۴
مسلمان کی تعریف	۲۳۶
سُنّی مطالبات اور میرا احتجاج مکتوب بنام مفتی محمودؒ۔	۲۳۷
مولانا مفتی محمودؒ اور سندیلوی صاحب	۲۴۱
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۸	۲۴۴
مکتوب مرغوب بنام مولانا نور الحسن شاہ بخاری۔	۲۴۶
تنظیم اہل سنّت اور تحفظ حقوق اہل سنّت کا اختلاف	۲۴۹
مکتوب محمودؒ نمبر ۱ بنام خادم اہل سنّت	۲۵۱
مکتوب محمودؒ نمبر ۲	۲۵۴
مکتوب مولانا ہزاروی نمبر ۱	۲۵۶
” ” نمبر ۲	۲۵۷
” ” نمبر ۳	۲۵۹
مفتی صاحبؒ اور مولانا ہزارویؒ	۲۶۰
مفتی صاحب کیخلاف مرتضیٰ پویا کا بیان۔	۲۶۱
مولانا حامد میاں صاحب کا جائزہ	۲۶۲
مولانا عطاء المنعم صاحب بخاری کا اختلاف	۲۶۴
مؤلف ”اصل حقیقت“ کا جھوٹ نمبر ۹	۲۶۵

عنوانات	صفحات
نظم۔ خدام اسلام میدان عمل میں (مولانا دبیرؒ)۔	۲۶۶
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۱۰	۲۶۸
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۱۱	۲۶۹
حضرت معاویہؓ خلیفہ برحق ہیں۔ (خادم اہل سنت کی تقریر ملتان)	۲۶۹
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۱۲	۲۷۳
" کا جھوٹ نمبر ۱۳، نمبر ۱۴	۲۷۴
سارے اصحاب جنتی ہیں (خادم اہل سنت کی تقریر ملتان)۔	۲۷۵
جانشین امیر شریعت کا مکتوب بنام خادم اہل سنت عفرلہ۔	۲۷۸
جوابی مکتوب	۲۸۱
مولانا عطاء المنعم صاحب بخاری کی تقریر ملتان۔	۲۸۴
حضرت حسین کی تین شرائط۔	۲۸۸
چکوال میں مولانا عطاء المنعم صاحب کی تشریف آوری۔	۲۹۰

عنوانات	صفحات
مولانا عطاء المنعم صاحب کی تقریر بمقام تلہ گنگ ضلع چکوال	۲۹۱
نبراس کی عبارت کی بحث۔	
باردیانت کون ہے؟	۲۹۳
فوٹو اسٹیٹ کاپی جواب شافی ص ۴۱، ص ۱۴۲۔	۲۹۵، ۲۹۶
حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت	۲۹۹
حافظ ابن حجر بھی شیعی پروپیگنڈے سے متاثر تھے (مولانا سندیلوی)	۳۰۱
کیا مولانا سندیلوی عباسی صاحب سے متاثر ہیں؟	۳۰۲
مولانا سندیلوی کتاب "خلافت معاویہؓ و یزید" کے مؤید ہیں۔	۳۰۵
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۱۵	۳۰۵
عباسی کے تلامذہ کی فہرست	۳۰۸
کیا حضرت علیؓ بھولے بھالے تھے	۳۱۲
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۱۶	۳۱۲
باب دوم۔ خطائے اجتہادی کی بحث۔	۳۱۷

عنوانات	صفحات
مؤلف کا جھوٹ ۱۷	۳۲۰
مولانا سندیلوی کا مسلک	۳۲۵
مؤلف کا جھوٹ ۱۸	۳۲۷
حضرت مجدد الف ثانی کی عبارت	۳۲۹
حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی عبارت	۳۳۰
علامہ ابن حزم	۳۳۱
ایک سوال	۳۳۲
حضرت علیؓ کے مصیب ہونے کی دلیل	۳۳۴
اہم سوال	۳۳۵
حل اشکال (حضرت معاویہؓ معذور تھے)۔	۳۳۶
سندیلوی صاحب نہ توقف کے قائل ہیں نہ تصویب کے۔	۳۳۹
حضرت علی المرتضیٰ پر سندیلوی تنقیدیں۔	۳۴۱
مؤلف کا جھوٹ ۱۹	۳۴۱
مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ کا موقف (عبارت اعلاء السنن)	۳۴۵

عنوانات	صفحات
ارجاء کا مطلب	۳۵۲
مؤلف کا جھوٹ ۲۰	۳۵۴
محدث عثمانی بھی اجتہادی خطا کے قائل ہیں۔	۳۵۴
محدث سہارنپوریؒ بھی چاریاری ہیں۔	۳۵۹
ذکر مناقب چار یار عبادت ہے	〃
مولانا ظفر احمد عثمانیؒ بھی چاریاری ہیں۔	۳۶۲
اعلان حق چار یارؓ	۳۶۳
مدح صحابہؓ واجب ہے۔	
تحریک مدح صحابہ (حضرت مدنیؒ)	۳۶۵
مجتہد کے صواب پر یقین بھی ہوسکتا ہے۔ (محدث عثمانیؒ)	۳۶۷
حضرت مجدد الف ثانی کا ارشاد (مشاجرات صحابہ)	۳۶۹
حضرت علیؓ قطعاً مصیب ہیں (ابن حزمؒ)۔	۳۷۰

عنوانات	صفحات	عنوانات	صفحات
مسلک خطائے اجتہادی کف لسان کیخلاف نہیں (حضرت مجددؒ)	۳۷۱	علامہ خالد محمود بھی خطائے اجتہادی کے قائل ہیں۔	۴۰۴
مشاجرات صحابہؓ کی بحث کیضرورت	۳۷۴	مولانا نور الحسن شاہ بخاری بھی خطائے اجتہادی کے قائل ہیں۔	۴۰۵
مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی بھی احتیاط پر قائم نہ رہ سکے۔	۳۷۶	حضرت قاری محمد طیب صاحب کا ارشاد۔	۴۰۶
براءۃ عثمانؓ کی عبارتیں	"	گرامی نامہ حضرت قاری صاحب بنام خادم اہل سنت غفرلہ	۴۰۷
اعلاء السنن اور براءۃ عثمان کے مضمون کا تضاد۔	۳۸۴	مودودی صاحب اہل حق سے ہیں۔ (مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)	۴۰۹
یزید اور حجاج فاسق تھے۔ (مولانا ظفر احمد عثمانیؒ)۔	۳۸۷	اعتراض نمبر ۲ کی بحث (کیا حضرت علیؓ کی خلافت عبوری تھی؟)	۴۱۱
متقدمین کون ہیں؟	۳۸۹	مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۳	۴۱۴
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۱	۳۹۰	مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۴	۴۱۷
قرآن کے السابقون کون ہیں	۳۹۴	مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۵	۴۲۰
مولانا سندیلوی کے متقدمین	۳۹۶		
ابن تیمیہؒ و ابن قیم بھی متقدمین ہیں (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند)	۳۹۷		
تحریر علامہ خالد محمود صاحب	۳۹۸		
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۲	"		

عنوانات	صفحات	عنوانات	صفحات
فتاوی کراچی - مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۶ -	۴۲۱	حضرت معاویہ رض معذور تھے	۴۴۸
کیا میرے چیلنج کا کوئی جواب ہے ؟	۴۲۲	صحابہ کرام آپسمیں اختلاف کا حق رکھتے تھے -	۴۴۹
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۷	۴۲۴	اجتہادی خطا ماننا عقیدہ اہل سنت میں داخل ہے	
ایک اور بد دیانتی	۴۲۶	(ابن کثیر محدث) -	۴۵۲
(نقل فتاوی) فتوی بنوری ٹاؤن -	۴۲۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گناہ کی نسبت	
فتوی دارالعلوم کراچی -	۴۲۹	(ایک سخت علمی اشکال کا حل)	۴۵۳
فتوی دارالافتاء، والارشاد کراچی	۴۳۴	خلافت صدیقی کے متعلق ایک اہم سوال کا جواب (سقیفہ	
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۸ -	۴۳۵	بنی ساعدہ کی بحث)	۴۵۵
حضرت ابوبکر صدیق رض کی خلافت منصوص تھی (مولانا سندیلوی)	۴۳۸	سوال دوم اور اسکا جواب	
حکمین کی خطائے اجتہادی	۴۴۴	(آیت استخلاف و آیت تمکین)	۴۵۶
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۹	״	مؤلف کا جھوٹ نمبر ۳۰	۴۵۹
مؤلف کی بد دیانتی -	۴۴۵	حضرت شاہ اسمعیل شہید کا ارشاد	۴۶۰
حکمین کی نافرمانی اور گناہ صورتاً ہے نہ حقیقتاً -	۴۴۶	حضرت علی رض مفترض الطاعۃ ہیں (ابن حزم رح)	۴۶۱

عنوانات	صفحات
امام اہل سنت مولانا لکھنویؒ	۴۶۲
حضرت معاویہؓ امام مفترض الطاعۃ ہیں۔ (عباسی)	۴۶۳
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد	۴۶۴
شیعہ عقیدہ امامت اور سنی عقیدہ خلافت راشدہ کا فرق۔	۴۶۵
صحابہ معیار حق ہیں۔	۴۶۸
خلفائے راشدین محفوظ ہیں نہ کہ معصوم	۴۷۱
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۳۱	۴۷۲
حضرت علیؓ بھی خطائے اجتہادی سے محفوظ نہیں۔	۴۷۳
بشارت الدارین کی عبارت میں تلبیس	۴۷۴
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۳۲	۴۷۶
اگر حضرت علیؓ نہ ہوتے تو خوارج کا حکم معلوم نہ ہوتا۔ (امام اعظم)	۴۷۹
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۳۳	۴۸۲
مؤلف اصل حقیقت کا جھوٹ نمبر ۳۴	۴۸۴
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۳۵-۳۶	۴۹۱
خلافت علوی میں غیر ملکی فتوحات نہ ہونے کی حکمت	۴۹۴
اعتراض نمبر ۳ کی بحث	۴۹۵
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۳۷	۴۹۷
مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اور ان کا مضمون	۵۰۲
سید الشہداء کی بحث	۵۰۳
سید الشہداء کا وسیع مفہوم (حدیث نبوی)	۵۰۴
حضرت حسینؓ کو سید الشہداء کہنا رسالت کی توہین ہے (مولانا عبید اللہ انور)	۵۰۵
حضرت عمرو بن العاصؓ نے غلط بیانی سے کام لیا۔ (مولانا عبید اللہ انور)۔	۵۰۷

عنوانات	صفحات	عنوانات	صفحات
خدام الدین کے نئے تبصرہ نگار	۵۰۹	بنائے ہے ہیں۔ (حضرت مدنیؒ)	۵۳۰
کتاب دفاع حضرت معاویہ رضؓ	۵۱۲	لفظ امام کا استعمال	۵۳۱
خمینی کون ہیں؟	۵۱۵	امام اہل سنتؒ اور لفظ امام	۵۳۴
میں نے تحفہ خلافت اور "دعوتِ		اہل سنت و نظریہ امامت	
اتحاد کا جائزہ" سے زیادہ نفع		(مولانا سندیلوی)	۵۳۵
اٹھایا ہے (مولانا منظور نعمانی)	۵۱۶	مولانا اعظمی نے خود امام حسنؓ	
ایک علمی و تاریخی شاہکار "ایرانی		و امام حسینؓ کے الفاظ لکھے ہیں	۵۳۷
انقلاب" (حضرت مولانا محمد منظور نعمانی)	۵۱۷	یزید ناپاک و خبیث تھا۔	
کتاب "آتشکدہ ایران" (اختر کاشمیری)	۵۱۷	(مولانا اعظمی)	۵۳۷
کتاب "سفرنامہ ایران" ۔		حضرت معاویہؓ کے گستاخ کو	
(اسعد گیلانی)	۵۱۹	تین کوڑے اور یزید کو امیرالمومنین	
خمینی مودودی اتحاد و ملاقات	۵۲۰	کہنے پر بیس کوڑے۔ (مولانا اعظمی)	۵۳۸
میاں طفیل صاحب کا انٹرویو	۵۲۱	ائمہ اہل بیت اپنے وقت کے	
جماعت اسلامی ہند کی قرارداد	۵۲۲	قطب ہیں (شاہ ولی اللہ محدث	
ابوبکرؓ و عمرؓ نے قرآن کی مخالفت کی		دہلویؒ)۔	۵۴۰
(خمینی)۔	۵۲۴	حضرات اہل بیت دینی و	
ایران میں قالین تبرا۔	۵۲۸	روحانی پیشوا ہیں۔ (شاہ	
مودودی صاحب ایک نیا مذہب		عبدالعزیز محدث دہلویؒ)	۵۲۹

عنوانات	صفحات
لَولاَ السنَان لَهلكَ النعمان صحیح ہے ۔ (حضرت مدنیؒ) ۔	۵۴۳
حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ سے استفادہ کیاہے ۔	۵۴۷
(مولانا سندیلوی اور مفتی رشید احمد کا اختلاف) ۔	۵۴۷
علیہ السلام کا استعمال	۵۴۹
مسلمانوں کے ناموں میں اہل تشیع کا اثر ۔	۵۵۲
آخری گزارش ۔	۵۵۵
خواب میں حضرت معاویہؓ کی زیارت	۵۵۷
ضمیمہ	
کتاب "تاریخ نواصب" حصہ اوّل (ایک تقیہ باز مصنف)	۵۵۹
حضرت ابراہیم وغیرہ انبیاء نے تقیہ کیا (تقیہ باز مصنف) ۔	۵۶۱

عنوانات	صفحات
امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تقیہ کیا (تقیہ باز مصنف)	۵۶۲
صحابہ کرام نے بھی تقیہ کیا ۔ (تقیہ باز مصنف) ۔	۵۶۲
امام شافعیؒ کا تقیہ ۔ (تقیہ باز مصنف) ۔	۵۶۲
امام بخاری ۔ امام غزالی وغیرہ ناصبی ہیں (تقیہ باز مصنف)	۵۶۳
اس تقیہ باز گستاخ مصنف کی گرفتاری ۔	
مولانا عبداللہ صاحب خطیب اسلام آباد کا مکتوب گرامی ۔	۵۶۴
مولانا عبیداللہ صاحب انور کا سانحہ وفات	۵۶۵
نظم :- ہیں ابوبکر و عمر عثمان علی برحق امام (خادم اہل سنت غفرلہٗ)	۵۶۷

یا اللہ مدد

پیش لفظ

میری کتاب "خارجی فتنہ حصہ اوّل" کے جواب میں ۸۰ صفحات کا ایک کتابچہ بنام "قاضی مظہر حسین چکوالی کے خارجی فتنہ کی" اصل حقیقت" مؤلفہ مولانا محمد علی صاحب سعید آبادی (تلمیذ حضرت سندھیؒ) چند ماہ پہلے کراچی سے شائع ہوا تھا جس کا جواب بنام "کشفِ خارجیت" ملّت سنّیہ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ کتابچہ" اصل حقیقت" کے مؤلف مولانا محمد علی سعید آبادی مرحوم نہیں بلکہ کوئی اور صاحب ہیں۔ چنانچہ میں نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتیں پیش کر دی ہیں جن سے خلافت راشدہ کے متعلق ان کا عقیدہ واضح ہے جو جمہور اہل سنت کے مطابق ہے۔ لیکن مؤلف" اصل حقیقت" کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں مؤلف موصوف نے جو زبان استعمال کی ہے اور اس مختصر کتابچہ میں جتنی کذب بیانی اور بہتان تراشی کی ہے اس کا ارتکاب مولانا سندھیؒ کا کوئی تلمیذ رشید نہیں کر سکتا۔ یہ کتابچہ" اصل حقیقت" نہیں" بے حقیقت" اور

"خلافِ حقیقت" ہے۔ یہ ایک تبرّا نامہ اور "جھوٹ کا مربہ" ہے
جس کا مؤلف کوئی سبائی خارجی ہی ہو سکتا ہے۔ اس رسالہ
نے اس کی خارجیت کو بے نقاب کر دیا ہے اس لئے اس جوابی
کتاب کا نام "کشفِ خارجیت" رکھا گیا ہے۔

(۲) جن حضرات نے زیرِ بحث کتابچہ کا مطالعہ کیا ہے۔ ان میں
سے کئی حضرات غالباً فرمائینگے کہ اس کے جواب کی ضرورت
ہی کیا تھی۔ کیا گالی نامے کا بھی کوئی جواب ہوا کرتا ہے۔ اس
پہلو سے تو یہ بات صحیح ہے لیکن بندہ نے بعض دوسری وجوہ
کے پیشِ نظر اس کا جواب لکھا ہے۔ ایک وجہ تو یہی ہے کہ اس
خارجی گروہ کی خارجیت کا پردہ چاک کیا جائے جو محبین صحابہ
کا عنوان اختیار کر کے اہلِ سنت میں اپنے نظریات فاسدہ پھیلانا
چاہتے ہیں۔ اور خصوصیت سے وہ دیوبندی حلقوں میں کام کر
رہے ہیں حالانکہ نہ وہ سنّی ہیں نہ دیوبندی۔ نہ بریلوی نہ اہلحدیث
ان کا طریقِ کار کمیونسٹوں کا سا ہے بلکہ اس خارجی گروہ میں کمیونسٹ
بھی شامل ہیں جو سوادِ اعظم اہل السنّت والجماعت میں تفرقہ
ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے اس جدید خارجی گروہ کے
لٹریچر سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان کے مشن کے چار خاص ارکان ہیں

(۱) جھوٹ (۲) بہتان۔ (۳) فریب۔ (۴) تبرّا۔

چنانچہ کتابچہ "اصل حقیقت" ان ارکانِ اربعہ پر مشتمل ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ مؤلف اصل بحث "مشاجرات صحابہ" سے گریز کرتے ہوئے ان علماء کو زیر بحث لے آئے ہیں جن سے میرا مسلکی یا سیاسی اختلاف ہوا ہے اور اس میں بھی انہوں نے اپنے مشن کے تحت جھوٹ اور بہتان تراشی سے خوب کام لیا ہے حتیٰ کہ میرے والد مکرم رئیس المناظرین حضرت مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو بھی زیر بحث لے آئے اور مرحوم کے جو مقدمات دجال و کذاب مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی سے ہوئے تھے اور جن کا سرکاری ریکارڈ بھی محفوظ ہے اور جس میں مولانا مرحوم کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اس میں بھی افترا پردازی کر کے قادیانیوں کو خوش کیا جس کی تفصیل کتاب ہذا میں پیش کی گئی ہے۔ چونکہ ان کے پیش کردہ غیر متعلقہ امور و اختلافات سے بہت کم لوگ واقف ہیں اسلئے ان بہتانات کا جواب دینا بھی ضروری تھا تاکہ ناواقف قارئین کہیں ان کی افترا پردازیوں سے متاثر ہو کر زیر بحث اصل مسئلہ" کے متعلق بھی کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں اور گو ان غیر متعلقہ مباحث کے جواب کی وجہ سے کتاب کی ضخامت بڑھ گئی ہے۔ لیکن اہل فہم و دیانت حضرات کو اس سے انشاء اللہ تعالیٰ علمی اور مسلکی نفع ہو گا

(۳) اصل زیر بحث مسئلہ تو "مشاجرات صحابہ کا ہے۔ جس میں مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی سابق استاذ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن

نے جمہور اہل السنّت والجماعت کے عقیدہ سے شدید اختلاف کیا ہے بلکہ بعض اکابر محققین اہل سنّت کے متعلق آپ نے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جمہور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ جنگ جمل و صفین میں قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق و صواب پر تھے اور گو فریق ثانی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کی رائے بھی بوجہ مجتہد صحابی ہونے کے حق کے دائرہ میں ہی تھی لیکن اس قضیہ میں ان سے اجتہادی غلطی ہوگئی اور اجتہادی غلطی کوئی قابل مذمت امر نہیں ہے کیونکہ اس پر بھی حسب حدیث نبوی ایک اجر ملتا ہے۔ لیکن مولانا سندیلوی جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کی اجتہادی غلطی تسلیم نہیں کرتے بلکہ بہ نسبت حضرت علی المرتضیٰ اس جنگ میں حضرت معاویہؓ کو اقرب الی الحق قرار دیتے ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کے تحت چوتھا موعودہ خلیفہ راشد تسلیم کرنیکے باوجود آپؓ پر تنقیدیں کرتے ہیں اور چونکہ یہ سندیلوی نظریہ بالکل غلط ہے اس لئے بندہ نے مولانا سندیلوی کی ضخیم کتاب "اظہار حقیقت (جس میں انہوں نے جمہور اہل سنّت کے عقیدے کا رد کیا ہے) کے جواب میں ضخیم کتاب "خارجی فتنہ حصہ اوّل" شائع کی ہے جس میں عقیدہ اہل السنت والجماعت کا پوری طرح اثبات اور تحفظ کیا گیا ہے اور الحمد للہ علماء اہل السنّت والجماعت نے بھی میری اس کتاب کی تائید و تصویب

کی ہے۔ چنانچہ ان علمائے کرام کے "تائیدی تبصرے" کتابی صورت میں بھی علیحدہ شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں ماہنامہ بینات کراچی کے فاضل ایڈیٹر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زیدمجدہم کا تائیدی تبصرہ بہت مفصل ہے۔ اور اس میں انھوں نے اپنے پیر بھائی مولانا سندیلوی صاحب موصوف سے یہ گزارش کی ہے کہ وہ اپنے اس غلط نظریہ سے رجوع کرلیں۔ واللہ الموفق۔

مولانا سندیلوی کی بنیادی کمزوری

حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے نزاع و قتال کی بحث میں مولانا سندیلوی صاحب نے قرآن مجید کی آیت استخلاف اور آیت تمکین کی بنیاد کو بالکل نظرانداز کردیا ہے۔ حالانکہ اس بحث کی بنیاد بھی مقدس آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر مہاجرین صحابہ کرام کو خلیفہ بنانے کا وعدہ اور اعلان فرمایا ہے۔ اور اس وعدہ خداوندی کا مصداق خلفائے اربعہ ہی بنتے ہیں (یعنی امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ (اور انہی حضرات خلفاء کو چار یار کہا جاتا ہے) ان آیات کے تقاضے کو نظرانداز کرنے کا یہ انجام ہوا کہ مولانا سندیلوی نے دَور خلافت مرتضوی میں بھی حضرت معاویہؓ کو سیاست و حکومت کی اہلیت و بصیرت میں حضرت علیؓ پر ترجیح دی۔ (حالانکہ اس سے

یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخصیت کے متعلق وعدہ فرمایا تھا (یعنی حضرت علی المرتضیٰ) وہ حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت فتنہ سبائیت اور ان پیچیدہ حالات و واقعات میں ایسی بصیرت نہیں رکھتے تھے جو حضرت امیر معاویہؓ کو حاصل تھی اور اسی بنا پر مولانا موصوف حضرت معاویہؓ کو اقرب الی الحق قرار دے رہے ہیں کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اللہ تعالیٰ نے چوتھے درجہ میں حضرت علیؓ کا بطور وعدہ جو انتخاب فرمایا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ العیاذ باللہ) اور پھر یہ غلط نظریہ قائم کر لیا کہ حضرت معاویہؓ سے اس جنگ میں اجتہادی غلطی کا بھی صدور نہیں ہوا بلکہ غلطیاں حضرت علی المرتضیٰ سے سرزد ہوئی ہیں اور اس جنگ و قتال میں حضرت معاویہؓ اقرب الی الحق تھے۔ مولانا سندیلوی کی قائم کردہ غلط بنیاد کا یہ غلط نتیجہ ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج !

مولانا موصوف نے مشاجرات صحابہ کے سلسلے میں اپنی کتاب اظہار حقیقت جلد دوم میں اہل السنت والجماعت کے خلاف جو نظریات پیش کئے ہیں یہ ایک ایسا پل ہے جس کو عبور کر کے خارجیت کی حد میں داخل ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خارجی گروہ کے بعض افراد نے مولانا سندیلوی کا گھیراؤ کیا ہوا

ہے۔ وہ بظاہر ان کا دفاع کرتے ہیں لیکن حقیقتاً انہوں نے اپنے باطل نظریات کی اشاعت کے لئے انکو ڈھال بنایا ہوا ہے

مؤلف اصل حقیقت کے تین بنیادی جھوٹ

مولف موصوف نے پہلے تو تین عدد جھوٹ اور تین عدد بددیانتی کا الزام مجھ پر لگایا ہے جس کا جواب دے کر ان کے افتراءات کی قلعی کھول دی گئی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ میں نے اپنی کتاب میں نہ کوئی جھوٹ بولا ہے نہ بددیانتی کی ہے۔ البتہ کسی امر میں غلط فہمی ہو جائے تو وہ اور بات ہے لیکن مؤلف صاحب کے قلم سے جتنے جھوٹ اس مختصر کتابچہ میں سرزد ہوئے ہیں ان کو نمبروار میں نے کتاب ہذا میں پیش کر دیا ہے جو غالباً ۷۳ ہیں اور علمی خیانتیں اور عیاریاں ان کے علاوہ ہیں۔ لیکن تین ان کے جھوٹ ایسے ہیں جو ان کے مشن خارجیت کی بنیاد ہیں۔

(۱) مجھ پر شیعہ عقیدہ امامت کا الزام۔
(۲) جماعت اسلامی کا معنوی شاگرد کہنا۔
(۳) مولانا لعل شاہ صاحب بخاری کا معنوی شاگرد قرار دینا۔

یہ جھوٹ انہوں نے عمداً تراشے ہیں اور بار بار انکا ذکر کیا ہے ورنہ ان کا ضمیر بھی گواہ ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں کیونکہ سالہا سال سے میں تحریری و تقریری طور پر شیعہ عقائد

کا ابطال کر رہا ہوں جن میں سرفہرست شیعہ عقیدہ امامت ہے چنانچہ ردِ شیعیت میں میری حسبِ ذیل تصانیف شاہد ہیں • سنی مذہب حق ہے • بشارت الدارین • پاکستان میں کلمہ اسلام کی تبدیلی کی ایک خطرناک سازش • سنی شیعہ دینی مدارس کا اتحادی فتنہ • دفاعِ صحابہ • میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں • خدام کے اعلان حق۔ خلافت راشدہ حق چار یار" سے بھی شیعہ عقیدہ امامت کی تردید ہوتی ہے۔ اصلی کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ اور یا اللہ مدد کے عنوانات نہ صرف کتابوں اور قراردادوں بلکہ سنی عید کارڈوں۔ سنی کیلنڈروں اور ویگنوں اور سوزوکیوں پر بھی نمایاں نظر آتے ہیں مگر خارجی مؤلف اس کے باوجود بھی ہماری جماعت کو گلابی شیعہ قرار دے رہے ہیں۔ کیا اس سے بڑا جھوٹ بھی کوئی اور ہو سکتا ہے۔

(۲) ردِ شیعیت کی طرح ردِ مودودیت میں بھی بندہ کام کر رہا ہے۔ میری کتابیں • مودودی مذہب • علمی محاسبہ • :- مودودی صاحب کے نام کھلی چٹھی اور • میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ" ملک بھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اور جمعیت علمائے اسلام سے میرے مستعفی ہونے کی وجہ بھی انکا مودودی جماعت اور شیعوں سے اشتراک کرنا ہے جس کی

تفصیل کتاب ہذا میں موجود ہے لیکن اسکے باوجود بھی مؤلف صاحب مجھ پر جماعت اسلامی کے معنوی شاگرد ہونے کا بہتان لگا رہے ہیں:
(۳) مولانا لعل شاہ بخاری مؤلف" استخلاف یزید" کے بعض ان نظریات پر میں نے تنقید اپنی کتاب" خارجی فتنہ حصہ اول میں کردی ہے جو اہل سنت کے خلاف ہیں۔ جس کے رد عمل میں ان کے ایک خاص شاگرد مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے میرے نام:۔
"کھلی چٹھی" شائع کی۔ جس کے جواب میں میری کتاب" دفاع حضرت معاویہؓ" شائع ہو چکی ہے۔ جس میں مولانا لعل شاہ صاحب کی ان عبارات کی نشاندہی کی گئی ہے جن سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص و توہین لازم آتی ہے۔

گوئبلز کون ہے

مؤلف صاحب لکھتے ہیں:۔ چنانچہ گوئبلز کی اس شریرانہ عبارت کے جواب میں ہم قارئین کرام سے صرف یہ گزارش کرینگے الخ (اصل حقیقت ص۶۵)
اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔
گوئبلز جرمنی کا مشہور پروپیگنڈسٹ جس نے جھوٹ کی نشر و اشاعت کے اصول مدون کئے ہیں۔ ان کا سب سے اہم اصول یہ ہے کہ جب کسی کو بدنام کرنا ہو تو تابڑ توڑ اس پر جھوٹے الزامات لگاؤ۔ اس جھوٹ کو خوب پھیلاؤ۔ مسلسل پھیلاؤ۔ اسقدر جھوٹ بولو کہ خود تمہیں اپنا جھوٹ سچا معلوم ہونے لگے"۔ ——

اب میں قارئین کرام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ :۔ "اصل حقیقت" کا بھی مطالعہ کریں اور میری اس کتاب "کشف خارجیت" کا بھی اور پھر دیانت و امانت کی بنا پر فیصلہ کریں کہ گوئبلز کون ہے۔ مؤلف اصل حقیقت یا خادم اہل سنت۔ جن حضرات علماء نے میری کتاب "خارجی فتنہ حصہ اوّل کی بھرپور تائید و تصویب کی ہے ان میں سے تو کسی کو میرا جھوٹ نظر نہیں آیا لیکن مؤلف صاحب کو کس خوردبین سے نظر آ گیا۔؟ کیا اس کی وجہ یہی نہیں ہے کہ مؤلف صاحب خود گوئبلز کے فلسفہ پر عمل کر رہے ہیں۔ وہ تو پھر بھی غیر مسلم تھا جس کو قرآن کی وعید لعنۃ اللہ علی الکاذبین پر یقین نہیں تھا۔ لیکن فنکاری تو مؤلف اصل حقیقت" کی ہے کہ حُب صحابہ اور حُب حضرت معاویہ کا بھی ورد کر رہے ہیں اور جھوٹ پر جھوٹ بھی لکھتے جا رہے ہیں تو کیا یہ جرمنی کے غیر مسلم گوئبلز سے جھوٹ کے فن میں سبقت نہیں لے گئے۔؟

حبّ حضرت معاویہؓ کی آڑ

اس خارجی گروہ نے تو حُبّ معاویہؓ کو ایک آڑ بنایا ہوا ہے اپنے جراثیم پھیلانے کے لئے۔ بات تو صرف اتنی تھی کہ حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ کرنے میں حضرت معاویہؓ سے اجتہادی خطا ہو گئی (اور آپ ان حالات میں معذور تھے) اور جن اکابر

اہل سنّت نے حضرت معاویہ رضؓ کے لئے باغی اور جائر وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان کی مراد بھی اس کی صورت ہے نہ کہ حقیقت حضرت معاویہ رضؓ مجتہد ہیں آپ کی رائے گو غلط تھی لیکن اجتہادی خطا ہونے کی وجہ سے وہ خلاف حق نہ تھی اسلئے آپ کی یہ خطا نہ قابل ملامت ہے نہ قابل مذمت ہے ——— میں نے جابجا خارجی فتنہ حصہ اوّل میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی وغیرہ اکابر اہل سنّت کی عبارات اسی توجیہ و تاویل میں پیش کردی ہیں۔ علاوہ ازیں خود مولانا سندیلوی بھی یہ تسلیم کرتے ہے کہ: کسی صحابی کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت بے ادبی نہیں۔ اسلئے جو حضرات یہ مسلک رکھتے ہیں ان پر اس مسلک کی وجہ سے کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ (اظہار حقیقت جلد دوم ص۲۶۵) اور جمہور اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ کرنے میں حضرت معاویہ رضؓ سے اجتہادی غلطی سرزد ہوئی تھی۔ لیکن مؤلف مذکور نے تو ایک آڑ لینی تھی۔ میری کتاب "خارجی فتنہ حصہ اوّل" نے چونکہ خارجی گروہ کی کمر توڑ دی ہے وہ مجھے کس طرح معاف کرسکتے تھے۔ انھوں نے اس عقیدہ "خطائے اجتہادی" کی بنا پر ہی مجھ پر بہتان تراشیاں کیں اور اس کو بغض معاویہ رضؓ پر مبنی قرار دیا۔ اور بار بار اس بہتان کو دہرایا تاکہ گوئبلز کے فلسفہ کے تحت ناواقف سُنی مسلمان اس جھوٹ پر یقین کرلیں کہ جو شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کی "خطائے اجتہادی" مانتا ہے وہ حضرت معاویہ رضی کا دشمن ۔گلابی شیعہ اور شیعہ ہے ۔ دراصل وہ اس راستے سے عقیدہ اہل سنت کو مجروح کرکے سلف اور خلف سے اعتماد اٹھا کر ان اپنے نظریات کو سنی عقائد کے نام سے پھیلانا چاہتے ہیں ۔میں نے ایک شیعہ مصنف مولوی سجاد حسین مؤلف "رسالہ سجادیہ" کی کتاب "تقریر دلپذیر" کے ٹائیٹل سے یہ عبارت "دفاع صحابہؓ" میں پیش کی ہے کہ :۔

"اسلام میں صرف دو فرقے ہیں ایک شیعہ اور دوسرا خارجی ۔سنی کوئی نہیں"۔

چونکہ اہل السنت والجماعت کے عقائد حقہ سے شیعیت کا ابطال ہوتا ہے اس لئے مذکورہ غالی شیعہ مصنف نے یہ پروپیگنڈا چلایا کہ سنی کوئی فرقہ ہی نہیں ۔ اسلام میں یا شیعہ ہیں یا خارجی ۔یہی ٹیکنیک مؤلف" اصل حقیقت" بھی پیش کر رہے ہیں کہ :۔ باربار کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر ناواقف سنی مسلمان یہی سمجھیں کہ حضرت معاویہ رضی کی اجتہادی خطاء ماننے والا سنی نہیں شیعہ یا گلابی شیعہ ہے تاکہ اسکے بعد سلف و خلف صالحین اہل سنت سے نفرت کرنیکا دروازہ کھل جائے ورنہ اگر مؤلف صاحب ذرہ برابر بھی خلوص و دیانت رکھتے تو وہ اصل مسئلہ پر دلائل سے بحث کرتے ۔لیکن انہوں نے بجائے اسکے " اصل حقیقت "کے نام سے " جھوٹ کا مربہ" پیش کردیا ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

مولانا سندیلوی کی خدمت میں

مولانا موصوف سے گذارش ہے کہ وہ خارجی گروہ کے گھیراؤ سے نجات پانے کی کوشش کریں۔ مؤلف اصل حقیقت جیسے لوگ اس قسم کے کتابچے لکھ کر آپ کی شخصیت کو اور زیادہ مجروح کر رہے ہیں۔ کیا آپ کے دفاع کے لئے اس قسم کی دروغ بافی اور جھوٹ نویسی ضروری ہے۔ بندہ نے تو جمہور اہل سنّت کے عقیدے کے مطابق قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کا اپنی کتاب "خارجی فتنہ حصہ اوّل" میں دفاع کیا ہے اور آپ بھی یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت کوئی بے ادبی نہیں ہے۔ تو پھر آپ نے مشاجرات صحابہ کی بحث میں ایک ضخیم کتاب "اظہار حقیقت" شائع کر کے دین کی کیا خدمت کی ہے:۔ آپ کے اس طرز عمل سے دیوبندی حلقوں میں تشویش پائی جاتی ہے۔ اہل سنت کو تو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا البتہ عباسی گروہ کو اپنے نظریات کی اشاعت کیلئے ایک سہارا مل گیا ہے

متقدمین بھی خطائے اجتہادی کے قائل ہیں

مولانا سندیلوی کا یہ دعویٰ (کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کے قائل صرف متاخرین ہیں اور متقدمین میں سے کوئی نہیں) خلاف حقیقت ہے کیونکہ متقدمین بھی اجتہادی خطا کے قائل ہیں۔ چنانچہ میں

نے خارجی فتنہ حصہ اوّل میں محققین متقدمین حضرات کی بھی عبارتیں نقل کر دی ہیں مثلاً امام ابوبکر جصّاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ۔ امام عبدالقاہر بغدادی متوفی ۴۲۹ھ۔ علامہ ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ۔ صاحب ہدایہ امام مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ اور علامہ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ بھی (عند البعض) متقدمین میں سے ہیں ازروئے تحقیق متقدمین و متاخرین جمہور اہل السنّت والجماعت مشاجرات صحابہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کے قائل ہیں۔ اور یہ عقیدہ عقائد اہل سنّت میں شمار کیا جاتا ہے جس کی تفصیلات کتاب ہذا اور خارجی فتنہ حصہ اول میں مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مذہب اہل السنت والجماعت کی اتباع۔ خدمت اور استقامت عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم اہل سنّت مظہر حسین غفرلہٗ
۱۰ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

يا الله مدد

اَلحمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسُولہٖ
مُحمّدِ المصطفٰی وَعلٰی خُلفاءِہٖ الرّاشدِینَ الّذین
ھُمْ قدوۃ ائمۃ الصّدق والصّفاء وعلٰی آلہٖ و
اَصْحَابِہٖ الّذین ھم نجومِ الحقّ والھدٰی -

تقریبًا ۵ ماہ قبل ایک کتابچہ صفحات ۸۰ بنام :-
" قاضی مظہر حسین چکوالی کے "خارجی فتنہ" کی اصل حقیقت"
از مولانا محمد علی صاحب سعید آبادی (تلمیذ حضرت سندھیؒ)
تحریک خدام صحابہؓ فیڈرل بی ایریا کراچی نے شائع کیا ہے۔ جس پر نہ تاریخ تصنیف درج ہے اور نہ پریس کا نام۔ اور جن مولانا محمد علی صاحب سعید آبادی کو اس کتابچہ کا مؤلف ظاہر کیا گیا ہے وہ بعد ازاں وفات پا چکے ہیں۔ چنانچہ جنگ کراچی ۶ راپریل ۱۹۸۴ء مطابق ۳ ر رجب ۱۴۰۴ھ میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے :- "مشہور انقلابی عالم مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے شاگرد مولانا محمد علی سعید آبادی جو عرصہ دراز سے تبوک سعودی عرب میں مقیم تھے اور آجکل پاکستان آئے ہوئے تھے انتقال کر گئے۔ کل ان کی یاد میں ایک قرآنی مجلس شریف نگر کراچی میں منعقد ہوگی"۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔ آمین۔

اس کتاب کے مؤلف کون ہیں	مولانا محمد علی سعید آبادی مرحوم

ایک غیر معروف شخصیت ہیں۔ قبل ازیں ان کی کسی تصنیف یا کسی علمی مضمون کی اشاعت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ اس کتابچہ کی اشاعت کے بعد ہم نے کراچی کے بعض علماء و احباب سے ان کے متعلق دریافت کیا لیکن ان کا کوئی سراغ نہ مل سکا کہ وہ کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں ان کی وفات کے بعد ہی اس بات کا علم ہوا کہ وہ عرصہ دراز سے سعودی عرب میں مقیم تھے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتابچہ کے مصنف تو کوئی اور صاحب ہیں اور مولانا سعید آبادی کے نام کو استعمال کیا گیا ہے اور حضرت سندھیؒ کا تلمیذ لکھ کر کتابچہ کا وزن بڑھانے کی بیجا کوشش کی گئی ہے۔ حسب ذیل امور قابل لحاظ ہیں:۔

(۱) مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی عمر اسیؔ سال سے متجاوز بتائی گئی ہے جو طویل عرصہ سعودی عرب رہے ہیں۔ ان کو ردِ شیعیت اور ردِ مودودیت میں میری تصانیف کے مطالعہ کا کب موقع ملا ہے جس کا کتابچہ میں حوالہ دیا گیا ہے۔

(۲) ان کو میرے والد حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ۔ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب آنجہانی کے مقدمات کی تفصیلات کہاں سے ملیں۔ مہر منیر سوانح حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ کی فرصت کیسے ملی؟

(۳) اس کتابچہ میں مؤلف یہ بھی لکھتے ہیں کہ:۔

یہ سب بالتفصیل بتانے کیلئے تو کم از کم "خارجی فتنہ" ہی کے

برابر ضخامت رکھنے والی کتاب کی ضرورت ہی خود ہمارے پاس اس کے جواب میں کئی سو صفحات پر مشتمل مسودہ موجود ہے کاش کوئی صاحب اسے شائع کرادیں تو یہ جھوا لی صاحب کی پیدا کردہ الجھنوں کا بہترین علاج ہوگا الخ

(ص ۳۶)

اس جوابی مسودہ کے مرتب کرنے میں کتنا وقت لگتا ہے ؟ اس کے لئے سعید آبادی صاحب نے اس بڑھاپے میں کتنا وقت خرچ کیا ہوگا. سعودی عرب سے واپسی پر وہ کتنا عرصہ پاکستان میں رہے ہیں؟ یہ امر محل اشکالات ہے

(۴) بندہ نے تو "خارجی فتنہ حصہ اول" میں اپنے پیش کردہ موقف کی تائید میں حضرات اکابر دیوبند کی عبارات پیش کی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رح کی عبارات نقل کی ہیں۔ اور یہ سب حضرات مشاجرات صحابہ (جنگ صفین) میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطائے اجتہادی کے قائل ہیں۔ اور حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رح ان حضرات کے مسلک ہی کے متبع تھے۔ وہ ان حضرات کا تذکرہ امام ولی اللہ امام محمد قاسم اور امام محمود حسن (شیخ الہند) کے الفاظ سے کرتے تھے مولانا سندھی رح حجۃ اللہ البالغہ علماء کو سبقاً پڑھاتے تھے جس سال (۱۹۳۹ء میں) حضرت مولانا سندھی انگریزی دور استبداد میں ۲۵ سالہ

طویل جلا وطنی گزار کر واپس دیوبند تشریف لائے تھے بندہ دارالعلوم دیوبند کا متعلم تھا۔ حضرت مولانا مرحوم کی زیارت کی اور آپکے ارشادات سُنے۔ آپ خصوصی طور پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مسلک کی عوت دیتے تھے۔ انکی جماعتی پالیسی سے خواہ دوسرے علماء کو اختلاف رہا ہو۔ لیکن عقیدتًا و مسلکًا وہ سُنی دیوبندی تھے۔ انکا ایک مقالہ بنام " امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف " حضرت مولانا محمد منظور نعمانی زید فضلہم کے ماہنامہ " الفرقان " کے ولی اللہ نمبر " میں شائع ہوا تھا۔ جو پھر کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اسکی " تقریب " میں حضرت مولانا نعمانی موصوف ۵ کے تحت لکھتے ہیں :۔

حضرات اہل علم خصوصًا اصحاب درس سے گزارش ہے کہ وہ اس مقالہ کو سرسری نظر سے نہیں بلکہ غور و تعمق کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں اور جہاں جہاں ضرورت سمجھیں ایک دفعہ سے زیادہ غور فرمائیں۔ میں نے خود بھی بعض مقامات کا چند چند بار اور بہت غور سے مطالعہ کیا تو مراد کو سمجھ سکا "۔

(محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ۔ مدیر الفرقان بریلی۔ ذیقعدہ ۱۳۵۹ھ)

مولانا عبیداللہ سندھی اور دور خلافت راشدہ

اسی مذکورہ مقالہ میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ مہاجرین و انصار کے دینی اعلیٰ مقام کے متعلق۔ آیت السبقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین

اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (سورۃ التوبہ آیت ۱۰۰) کے تحت فرماتے ہیں :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تعلیم سے جو جماعت قرآن پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوئی اس کا وہ مرکزی حصہ جس کا ہر قول و فعل خدا تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے وہ مہاجرین و انصار کا پہلا طبقہ تھا اس کی اتباع قرآن پر عمل کرنے کے لئے قیامت تک مسلمانوں کے لئے ضروری ہے جو چیز اُس زمانہ میں متعین ہوگی اُسی کو اسی شکل میں اور اسی معنی میں قائم رکھنا اتباع بالاحسان ہے۔ زمانے کے تغیرات سے جو نئی چیز قابل بحث پیش آئے وہ اس جماعت متبعین بالاحسان کا فیصلہ ماننا ضروری ہوگا۔ یہ اس دور کے مابعد کے اجماع کا حاصل ہے۔ اس طرح اجماع قرآن کی حکومت قائم کرنے والی جماعت کے متفقہ فیصلے یا اغلبیت کے فیصلوں کا نام ہوگا الخ (ص۳۱)

تبصرہ حضرت علی المرتضیٰ سمیت چاروں خلفائے مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ اسلئے ان کی اتباع اندروئے قرآن مابعد والوں کے لئے ضروری ہوگی۔

(۲) حضرت مولانا سندھی خلافت راشدہ کے دور کو دو حصوں میں تقسیم

بقیہ صفحہ گزشتہ لہ :۔ اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں امت سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ (ایمان لانے میں) انکے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا۔ اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہونگی جنمیں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے۔ یہ بڑی کامیابی ہے (ترجمہ حضرت تھانوی)

کرتے ہیں۔ ایک "وفاقی" جو حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت تک ہے کہ اس میں باہمی کوئی اختلاف واقعہ نہیں ہوا۔ دوسرا حضرت علی المرتضیٰ کا دور خلافت ہے جسمیں باہمی اختلاف پیدا ہو گیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں "مگر آیات احکام پر عمل کرنے کے لئے ہمیں دور نبوت اور خلافت راشدہ کا طرز عمل معلوم ہونا ضروری ہے۔ اسکے لئے ہمیں ایک فقہ کی کتاب درکار ہے جس میں تصریح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز یوں ادا کرتے تھے مسلمانوں سے زکوٰۃ اس طرح وصول کرتے تھے۔ بیع و شرا و معاملات اس طرح طے ہوتے تھے۔ غرض جمیع آیات احکام کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے وفاقی دور (یعنی شہادت عثمانؓ تک) سے معلوم ہونی چاہیئے اور یہ چیز مؤطا میں ملتی ہے۔ حضرت علیؓ کے زمانے میں جب باہمی جنگیں شروع ہوئیں تو حضرت علیؓ مدینہ منورہ چھوڑ کر عراق تشریف لے گئے یعنی اہل مدینہ نے جو علم سیکھا تھا اس پر فتنہ کا کوئی اثر نہیں پڑ سکا۔ اسکے بعد بنی امیہ کے دور میں سیاسی مرکز دمشق بنا مگر انہوں نے علمی مرکز مدینہ طیبہ ہی کو تسلیم کیا۔ اس سے اہل مدینہ کا توارث بہت سے مسائل کو آسانی سے حل کرنیکا سبب بنا۔ اور یہ توارث مؤطا میں ملتا ہے۔ السنۃ التی لا اختلاف فیہا عندنا کذا وکذا (یعنی جس سنت میں کوئی اختلاف نہیں ہے وہ ایسا ایسا ہے) کا جملہ امام مالک جب ارشاد کرتے ہیں تو اس سے یہی توارث مراد ہوتا ہے جو خلافت راشدہ سے شروع ہو کر بنی امیہ

کے دور تک قائم رہا۔" (ایضاً ص۵)

تبصرہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا سندھی بنی امیہ کے دور کو خلافت راشدہ کا دور نہیں قرار دیتے اور ان میں اسلئے فرق کرتے ہیں کہ حسب آیاتِ قرآنی خلافت راشدہ کا دوران خلفاء کا ہے جو مہاجرین اولین میں سے ہیں اور وہ صرف خلفائے اربعہ ہی ہیں اور یہ خلافت راشدہ کا اصطلاحی مفہوم ہے۔ رشد و ہدایت کا صرف لغوی معنیٰ مراد نہیں جس کا مصداق حضرت حسنؓ۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی بنتے ہیں۔ اس سے اس خارجی گروہ کا یہ استدلال باطل ہو جاتا ہے جو صحابہ کرام کے لئے قرآنی الفاظ اولئك هم الراشدون سے پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ شرعی اصطلاح میں خلافت راشدہ کا مصداق حقیقتاً قرآن کے صرف چاروں خلفائے راشدین ہی ہیں۔

(۳) فرماتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے خلافت راشدہ کے آخری وقت تک یعنی شہادت عثمان (۳۵ھ) تک شاہ صاحب (یعنی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ) کی تحقیق میں مسلمانوں میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ اس دور کو وہ دور اجماع کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل ازالۃ الخفاء میں مذکور ہے۔ شہادت عثمان کے بعد اختلاف شروع ہوا۔ اب اجماع وہی مستند ہوگا جو مذکورہ دور اول کے تتبع میں منعقد ہو۔ شاہ صاحب اس دور کو خیر القرون قرار

دیتے ہیں۔ اس کی پوری تفصیل ازالۃ الخفاء میں مذکور ہے (ایضاً مقالہ ۳)

تبصرہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خلافت راشدہ کا دور صرف حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت تک ہے بلکہ اسکا یہ مطلب ہے کہ اجماعی اور منتظمہ خلافت راشدہ کا دور حضرت عثمان تک ہے اسکے بعد حضرت علیؓ کی خلافت کا دور بھی خلافت راشدہ کا ہے مگر وہ خلافت راشدہ غیر منتظمہ ہے۔ محمود احمد صاحب عباسی نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ازالۃ الخفاء سے ایک عبارت کا غلط ترجمہ کرتے ہوئے جو یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے کہ حضرت علیؓ کا دور خلافت، خلافت راشدہ میں شامل نہیں۔ اس کا مفصل جواب میں نے اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ اول میں دیدیا ہے ملاحظہ ہو (ص۰۰ تا ص۱۰۱) اس میں بندہ نے ص۹۹ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حسب ذیل عبارت بھی پیش کی ہے۔ "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مستفیضہ میں اس بات کی خبر دی کہ آپ کی وفات کے بعد خلافت نبوت و خلافت رحمت ہوگی اور اس کے بعد ملک عضوض (مار کاٹ کی بادشاہت) اور جو آنحضرت کی وفات کے متصل واقع ہوئی وہ خلفائے اربعہ کی خلافت تھی تو انکی خلافت خلافت نبوت و رحمت ہوئی" (ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم فصل ہفتم ص۴۰۲)

اس سے واضح ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث خلفائے ثلٰثہ کی طرح حضرت علی المرتضٰی کی خلافت کو بھی خلافت نبوت و رحمت قرار دیتے ہیں۔

(ب) علاوہ ازیں حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں :۔
" میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے نبوّت کا اختتام ہوگیا اور وہ خلافت جس میں باہم مسلمانوں میں تلوار نہ تھی حضرت عثمان کی شہادت سے ختم ہوئی اور اصلی خلافت حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی معزولی سے ختم ہوگئی ۔ اور ملک عضوض یعنی گزندہ کا وہ زمانہ ہے جس میں بنی امیہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی لڑائیاں رہیں اور بنی امیہ سختیاں کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کی حکومت قائم ہوگئی اور جبر و سرکشی کا زمانہ عباسیوں کا ہے اس لئے کہ انہوں نے کسریٰ اور قیصر کی رسم و آئین کے مطابق خلافت کی بنیاد ڈالی تھی"۔ (حجۃ اللہ البالغہ مترجم مولانا عبدالحق صاحب حقانی مقدمہ ص ۱۷) ۔
(۴) خود حضرت مولانا سندھی بھی حضرت علیؓ کی خلافت راشدہ کے قائل ہیں ۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔ خلافت راشدہ کے چاروں خلفاء قریش میں سے تھے"۔ (مولانا عبید اللہ سندھی ص ۲۲۳ ، از پروفیسر محمد سرور)
نیز اسی کتاب میں ہے :۔ رسولؐ اللہ کے بعد آپ کے تربیت یافتہ صحابہ آپ کے کاموں کو جاری رکھتے ہیں یہ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی جماعت تھی ۔ انہوں نے آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ چنا ۔ حضرت ابوبکرؓ کے بعد ان کی رائے سے حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اور یہی جماعت تھی جنہوں نے بالاتفاق حضرت عثمانؓ کو عمرؓ کی جگہ منتخب

کیا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری چند سالوں تک یہ جماعت متفق اور متحد رہی اور اسکے بعد ان میں آپس میں اختلافات پیدا ہونے لگے حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے اور السابقون الاولون کی کل جماعت نے نہیں بلکہ انکے غالب حصّہ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا یا۔ (ایضاً ۲۲۴/۲۲۵)۔

اس سے واضح ہوا کہ مولانا سندھی انتخاب خلافت کیلئے السّابقون الاولون کو اہمیت دیتے ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کو بھی چونکہ السابقون الاوّلون کے غالب حصّہ نے خلیفہ منتخب کیا اسلئے آپ بھی چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ اور اسی کتاب میں ہے:۔ حضرت علیؓ کی شہادت کیساتھ رسولؐ اللہ کی تربیت یافتہ جماعت کا دورِ اقتدار ختم ہوتا ہے اور اب عربوں کی قومی حکومت شروع ہوتی ہے (ص ۲۲۶)

فرمائیے! مولانا سندھی حضرت امیر معاویہؓ کے دور کو خلافت راشدہ کے بجائے قومی حکومت قرار دیتے ہیں۔

(۵) ولید بن عبدالملک متوفی ۹۶ھ کی خدمت خلق کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا سندھی فرماتے ہیں:۔

یہ ایک عرب بادشاہ کی حکومت ہے خلیفہ راشد کی خلافت نہیں۔ خلیفہ راشد کی حکومت تو گویا آئیڈیل حکومت ہے اس کی نظیر پھر مسلمان پیدا ہی نہیں کر سکے۔ مگر قریش کے یہ بادشاہ اور سردار بھی سقدر اجتماعیت کے مالک تھے۔ وہ اگرچہ اپنے گھروں میں اور اپنے خاندان

کے افراد کے لئے قیصر و کسریٰ سے بھی زیادہ شاندار زندگی مہیا کرتے ہوں (اور اس کا ہم انکار نہیں کر سکتے) مگر وہ انسانی اجتماع کو اور اس کی ضرورتوں کو نظر انداز نہیں ہونے دیتے تھے۔" (امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف ص۶۴)

(۶) اس کتاب کے ص۶۴ کے حاشیہ میں مولانا نور الحق صاحب علوی نے حضرت مولانا سندھیؒ کی ایک کتاب التمہید سے بارہ خلفاء کے سلسلہ میں یہ عبارت پیش کی ہے اخرج الشیخان واللفظ لمسلم۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال الاسلام عزیزًا الی اثنتی عشرۃ خلیفۃ من قریش۔ قلت ھم الخلفا الاربعۃ الراشدون ثم التحق بھم معاویۃؓ بعد صلح الحسنؓ الخ یعنی یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش کے بارہ خلیفوں تک اسلام غالب رہیگا صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے اور یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔ اس کے بعد مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہ چار خلفائے راشدین ہیں اور حضرت حسنؓ کی صلح کے بعد پھر پانچویں خلیفہ ان کے ساتھ حضرت معاویہؓ شامل ہیں الخ۔ اس میں بھی حضرت سندھیؒ نے صرف چار کو خلفائے راشدین قرار دیا ہے اور حضرت معاویہؓ کی خلافت کو بھی پانچویں نمبر پر حضرت حسنؓ کی صلح کے بعد ہی تسلیم کیا ہے۔ اور یہی مسلک اہل السنت والجماعت کا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت

کے دور میں اور کوئی خلافت کا حقدار نہ تھا جس کی تفصیلی بحث ہم نے "خارجی فتنہ حصہ اوّل" میں کر دی ہے۔ کیا مولانا محمد اسحٰق سندیلوی اور زیر بحث کتابچہ "اصل حقیقت" کے مؤلف حضرت سندھیؒ کی اس تحقیق کو تسلیم کرتے ہیں ؟

(۷) مسئلہ خلافت و امامت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں :۔ خلافتِ راشدہ کے دَور کے بعد مسلمان دو حصّوں میں تقسیم ہو گئے ۔ اہل سنّت اور شیعہ اہل بیت۔ ہمارے اصول پر اختلاف کا حل نہایت سہل ہو گا۔ ابوبکر صدیقؓ کی تقدیم کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ اس قدر کمالاتِ نفسیہ کے مالک تھے کہ پوری جماعت صحابہ میں ان کے مقابل نظر نہیں آیا۔ ہمارے نزدیک مرکزی جماعت (سنٹرل کمیٹی) نے فیصلہ کیا کہ ابوبکر مقدم ہوں ۔ اس لئے وہ واجب الاتباع تھے۔ اگر جماعت علیؓ یا عثمانؓ یا عمرؓ کو مقدم کر دیتی تو مسلمانوں پر انہی کی اطاعت ضروری ہوتی ۔ اس منصب کے لئے جس قدر اہلیت امیدواروں میں ضروری ہے اس میں یہ ہر چہار حضرات کامل اہلیت کے مالک ہیں۔ مسلمانوں کو ان کے ذاتی اوصاف دیکھ کر مسئلہ خلافت میں ایک کو ترجیح دینے کا فکر پیدا ہی نہیں کرنا چاہیے تھا جس سے یہ تحزّبِ الاحزاب پیدا ہوا۔ جو جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم کو چلانے کے لئے چھوڑی وہ مہاجرین اور انصار کے پہلے طبقہ میں سے ایسے لوگ تھے جن پر یہ صادق آتا ہے رضی اللہ

عنہم ورضوا عنہ یہ جملہ اس طرف مشیر ہے کہ ان کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اور مرضی ہے اس لئے کسی کو ان کی اطاعت سے چون وچرا کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ بظاہر یہ مرکزی کمیٹی کی تشخیص میرا اپنا فکر ہے مگر قرۃ العینین اور ازالۃ الخفاء کو غور سے پڑھئے تو آپکو شاہ صاحب کا اصلی مطمح نظر یہی نظر آئیگا۔ میرا کام اس میں ان کی بات کو عام سمجھدار طبقہ تک پہنچانے کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ (ایضاً امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف ص۶۲)۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مندرجہ عبارت کے حاشیہ **تبصرہ** میں لکھتے ہیں:۔ واضح رہے کہ مولانا (سندھیؒ) کا منشا یہاں صحابہ کرام کے نفس الامری فرق مراتب اور تفاضل باہمی کا انکار کرنا نہیں ہے بلکہ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ انتخاب برائے خلافت کی بنیاد انکے ذاتی اور شخصی کمالات کی زیادتی پر نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق صرف سابقین اولین کے فیصلے سے ہے اور اس باب میں یہ فیصلہ ہی اصل چیز ہے" ہم کہتے ہیں کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے یہاں مہاجرین وانصار کے لئے انتخاب خلیفہ کا حق ثابت کرکے شیعہ عقیدہ امامت کا بلیغ انداز میں ابطال کیا ہے۔ علاوہ ازیں خود حضرت علی المرتضیٰ نے بھی اپنے دور خلافت میں اپنی خلافت کے لئے بھی یہی استدلال پیش کیا ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو جو خطوط لکھے تھے ان میں یہ بھی

ہے کہ:۔ انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علیٰ ما بایعوھم علیه ولم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد و انما الشوری للمهاجرین و الانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماما کان ذلك لله رضیً الخ" میری بیعت اس امر پر ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت کی ہے۔ اب کسی حاضر شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اختیار کرے اور نہ ہی کسی غائب کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ رد کر دے۔ شوریٰ صرف مہاجرین و انصار کا حق ہے اگر وہ کسی مرد کی بیعت پر اجتماع کر لیں اور اس کو امام بنا لیں تو یہ بات اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل ہو گی۔ الخ۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کے نزدیک خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق تھی کیونکہ مہاجرین و انصار نے ان کو امام و خلیفہ بنا لیا تھا۔

(۲) امام اہل السنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی لکھتے ہیں:

لہ شیعہ علماء کے نزدیک نہج البلاغہ میں جو خطبات و ارشادات ہیں وہ لفظ بلفظ حضرت علی المرتضیٰ کے ہیں۔ چنانچہ نہج البلاغہ مترجم مرزا یوسف حسین لکھنوی میں شیعہ مجتہد سید محمد کاظم شریعت مدار (ایران) کی تقریظ میں یہ ہے۔ الغرض بعد از کلام ربانی سعادت و علم و دانش کا سرچشمہ اگر ہے تو خطبات علی علیہ السلام ہے الخ علاوہ ازیں اس کے متعلق سید محمد صادق صاحب نجم العلماء لکھنو لکھتے ہیں

باقی ص پر

حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت بوجہ خلافت کے نہیں ہے بالفرض اگر حضرت عبداللہ بن مسعود خلیفہ ہو جاتے یا حضرت علیؓ پہلی خلافت کے لئے منتخب کر لئے جاتے تب بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ افضل امت ہوتے۔ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے افضل امت ہونے پر ان کی خلافت سے پہلے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قریب قریب اجماع ہو چکا تھا بلکہ ان کی افضلیت ہی کی وجہ سے خلافت اُن کو ملی۔ البتہ خلافت ملنے کے بعد چونکہ فرائض خلافت کو انہوں نے باحسن وجوہ انجام دیا اور دین کی نہایت بے نظیر خدمات انجام دیں اس سے ان کے فضائل میں اور اضافہ ہو گیا الخ (تحفۂ خلافت" ص۸۲ ناشر جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام مدنی محلہ جہلم) یہاں جو بات انتخاب خلیفہ کے متعلق امام اہل سنت نے لکھی ہے وہی اپنے الفاظ میں مولانا سندھی نے پیش کی ہے۔ البتہ یہ اپنی جگہ حقیقت ہے کہ خلفائے اربعہ کی بہ ترتیب خلافت حقتعالیٰ کی پسندیدہ ہے اور اس نے آیت استخلاف اور آیت تمکین کے وعدہ کے تحت مہاجرین و انصار کو اسی طرح انتخاب خلفاء کی توفیق عطاء فرما

بقیہ حاشیہ ص : شیعوں کے مختلف الخیال طبقے اور فرقے سب اس کعبہ حقیقت کا طواف کرتے نظر آتے ہیں کہ نہج البلاغۃ حضرت علی علیہ السلام کے خطبوں فرمانوں خطوں اور حکیمانہ ارشادوں کا وہ مجموعہ ہے جسے علامہ سید رضی علیہ الرحمۃ نے تالیف کر کے دنیائے علم و ادب کے سامنے پیش کرنے کا فخر حاصل کیا اس میں ایک لفظ اور ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جسے الحاقی کہا جا سکے الخ (ایضاً ص۱۳)۔

دی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔
(۸) خلفائے اربعہ راشدین کے متعلق حضرت مولانا سندھیؒ کا عقیدہ و مسلک وہی ثابت ہوا جو جمہور اہل سنت کا ہے۔ اپنی کتاب تمہید میں بھی خلفائے اربعہ راشدین کا مستقل ذکر کیا ہے اور اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کا۔ علاوہ ازیں حضرت معاویہؓ کے متعلق مولانا سندھیؒ لکھتے ہیں:۔

"ہم امیر المؤمنین معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی فتوحات اور قسطنطنیہ پر ان کے حملہ کو جس قدر عزت و احترام سے دیکھتے ہیں سلطان محمود غزنوی (متوفی ۴۲۱ھ) کی محنتوں کی بھی ہم ویسی ہی قدر کرتے ہیں۔ ہمارے ذہن سے عربی عجمی فرق کے زائل ہونے کا ایک نمونہ ہے"۔ (ایضاً حکمت امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت کا اجمالی تعارف ص۹۵)

تبصرہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اتباع میں حضرت مولانا سندھیؒ سلطان محمود غزنوی کے بڑے مداح ہیں مندرجہ عبارت میں حضرت معاویہؓ کی تنقیص مقصود نہیں ہے۔ فتوحات اسلامیہ میں حضرت معاویہؓ سے سلطان محمود غزنوی کی مشابہت مراد ہے لیکن یہ بات خارجی گروہ تو نہیں تسلیم کریگا۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

جن بڑے بڑے فتنوں کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی وہ چار ہیں۔ اول فتنہ ناگوار حکومت کا۔ یہ فتنہ اس حالت پر صادق آتا ہے جسمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد

صحابہ میں شورشیں پیدا ہوئیں یہاں تک کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت قائم ہوگئی ھدنۃ علی دخن ہے۔ یعرف امرہ وینکر کہ ان کے حکم کی تعمیل بھی کی جائیگی اور ان سے انکار بھی کیا جائے گا۔ اسلئے کہ ان کی سیرت سلاطین کے طرز پر تھی نہ خلفاء کی روش پر" (ایضاً حجۃ اللہ البالغہ مترجم ص۱۳۷)۔

بہر حال مندرجہ بالا عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولینا عبید اللہ سندھی کے نزدیک خلفاء اربعہ حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ خلافت کے لئے کامل اہلیت کے مالک ہیں اور نمبر ۵) کے تحت مولانا سندھی کی یہ عبارت نقل کی جاچکی ہے کہ:۔ "خلیفہ راشد کی حکومت تو گویا آیڈیل حکومت ہے۔ اس کی نظیر پھر مسلمان پیدا ہی نہیں کر سکے"۔ بہر حال خلافت و امامت کے مسئلہ میں حضرت مولانا سندھی نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصانیف ازالۃ الخفاء۔ قرۃ العینین اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ کیا مؤلف کتابچہ:۔ "اصل حقیقت" کا حامی گروہ حضرت سندھی پر بھی اسی طرح تبرا بازی کریگا جس طرح مجھ پر کی ہے۔

اصل حقیقت یا تبرا نامہ

کتابچہ "اصل حقیقت" کے مؤلف نے مجھ خادم اہل سنت یا میرے والد صاحب مرحوم پر حسب ذیل الفاظ میں تبرا بازی کا مظاہرہ کیا ہے

:- چکوالی فرقہ کے گلابی شیعہ ص۱۶ - چکوالی صاحب کسی بگڑے ہوئے
قاضی کی طرح ص۱۷ چکوالی کے فتنہ پرداز ذہن ص۱۹ - چکوالی کی مسجد
ضرار کس فتنہ کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے ص۲۰ - خودغرضی - انانیت -
حبّ جاہ اور نفسانی پروپیگنڈا - سوائے تخریب کے کوئی تعمیری کام
نہیں ص۲۱ - شرم وحیاء کا نقاب ہٹا کر بغض معاویہ رضؓ پر مبنی اس
تنقید میں ص۲۶ - اتہام طرازی ص۲۷ - بدنیتی ص۲۹ - دل و دماغ
بد دیانتی سے مسموم ص۳۰ - چور کی داڑھی میں تنکا ص۳۱ - علمائے دیوبند
پر اس تبرّا کے بعد چکوالی صاحب ص۳۲ چکوالی صاحب کی منتقمانہ
طبیعت ص۳۵ - چکوالی صاحب نے کیا کیا دھوکے بازیاں کی ہیں -
کتنے جھوٹ بولے ہیں - حضرات حکمین اور حضرت معاویہؓ اور ان کے
رفقاء پر خفی وجلی الفاظ میں کیا کیا تبرّے کئے ہیں - ذاتی دشمنی پر
اتنی ضخیم کتاب ص۳۶ - یہ دوغلی چال چل کر وہ اپنی بدنیتی کو خود
عالم آشکارا کر رہے ہیں ص۳۸ - اس تحریر سے ان کے والد کی یہ
اخلاقی کمزوری بھی معلوم ہوئی کہ وہ براہ راست مطالعہ کئے بغیر ہی
صرف پروپیگنڈے کی بنیاد پر ہی لوگوں کے مخالف ہو جاتے تھے
ص۳۹ - والد صاحب کی اخلاقی بزدلی ص۴۱ - چکوالی صاحب بہت
سی بری باتوں میں اپنے والد سے مشابہت رکھتے ہیں - وقتِ
ضرورت غلط بیانی اور دھوکہ دہی بھی چکوالی صاحب کو والد سے
وراثت میں ملی - (والد صاحب کی) واضح اور ثابت شدہ فریب دہی -

خود چکوالی صاحب کی غلط بیانیوں اور دھوکہ دہی کے بعض واقعات
چکوالی صاحب کے والد محترم کی دھوکہ دہی ۔ چکوالی صاحب کے
والد گرامی قدر بھی مخالفت میں مغضوب الغضب ہو جاتے تھے ۔
اس حالت میں اپنی جماعت کی بھلائی برائی کا احساس بھی انہیں
نہیں رہتا تھا یہی حالت چکوالی صاحب کی ہے ص ۴۲ ۔ کاش
چکوالی صاحب نے اپنے والد سے صرف رد شیعیت وراثت میں لی
ہوتی ۔ رد علمائے حق اور دوسری کمزوریاں اُن سے نہ لی ہوتیں ۔ انکے
(یعنی والد صاحب کے) معاصرین کو ان کے متعلق یہ بھی شبہ تھا کہ
کہیں دشمنان اسلام سے خاموشی سے رقم لے کر تو انہوں نے اپنے
بزرگوں پر تہمت طرازی نہیں کی ؟ اسی قسم کا شبہ بعض حضرات خود
چکوالی صاحب بھی کرتے ہیں ص ۴۳ ۔ (چکوالی صاحب) پورس کے ہاتھی
چکوالی صاحب کا جھوٹ ۲ ص ۴۴ ۔ چکوالی صاحب کا صریح جھوٹ
اور دھوکہ دہی کی نازیبا کوشش ۔ چکوالی صاحب کی غلط بیانی ۔ چکوالی
صاحب کی یہ تہلکہ خیز بد دیانتی ص ۴۶ ۔ چکوالی صاحب کی بد دیانتی
۲ ۔ لعل شاہ صاحب کے معنوی شاگرد چکوالی صاحب کی یہ پستی ۔
شرمناک ذہن ۔ اس صریح جھوٹ کو آگے بڑھاتے ہوئے بغض و حسد
میں اندھے چکوالی کو کچھ حجاب نہ آیا ص ۴۷ ۔ چکوالی صاحب کی بد دیانتی
۳ ۔ اہل سنت پر ایک اور غلط الزام ۔ چکوالی صاحب تو لحم اخیہ
کھانے پر تلے ہوئے ہیں ص ۴۹ ۔ یہ ارتکاب حماقت و گمراہی یا تو ذہنی و

قلبی مرض کی وجہ سے ہے یا پھر سندیلوی دشمنی کے زیر اثر ص۵۰۔ چکوالی فرقہ کے گلابی شیعہ ص۵۴۔ چکوالی صاحب جیسے غالی حضرات گلابی شیعہ ہیں ص۵۵۔ لعل شاہ بخاری جیسے ان کے معنوی استاد اور مودودی صاحب جیسے لوگوں کے متبعین سے ان کی ہمخیالی۔ چکوالی بحق مودودی ص۵۹ مودودیوں کے معنوی شاگرد چکوالی صاحب ص۶۰۔ چکوالی صاحب بھی اپنے معنوی اُستاد ماہر القادری و لعل شاہ بخاری کی تقلید میں۔

(مودودیوں کو اب تک ایسے ایجنٹ کہاں سے ملے ہوتے جیسے لعل شاہ اور چکوالی کی شکل میں انھیں مل گئے ہیں۔ پورس کے ان ہاتھیوں نے لعل شاہ جیسے اور چکوالئے تمام گلابی شیعے حبّ علیؓ کی آڑ میں بغض معاویہؓ کا مظاہرہ کرنیوالے ص۶۱۔ پنجاب کے ان رافضیوں کے ایماء پر پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر چکوالی صاحب بھی حضرت علیؓ کے مخالفین پر فتوی بازی کے اس جنون میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اسی لئے متقدمین و متاخرین اہل سنّت کے مسلک سے ہٹ کر انھوں نے یہ نیا گمراہانہ مسلک نکالا ہے۔ بغض معاویہؓ کو چھپانے کے لئے۔ (نفرت انگیزی کی مہم)۔ چکوالی صاحب کا مجرم ضمیر بھی اس جھوٹی الزام تراشی پر غالباً انہیں ملامت کر رہا ہوگا ص۶۶۔ چکوالی گوئبلز کی اس شر برانہ عبارت ص۶۶ چکوالی گوئبلز کے جھوٹ کا پول تو کھل چکا مگر جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کے لئے ص۶۷۔ چکوالی صاحب کے اس قسم کے تبرائی الفاظ۔ چکوالی صاحب تو مسلک رفض کی تائید میں ان پیشواؤں سے

بھی آگے نکل گئے ص۲۔ چکوالی صاحب کی ان عبارتوں میں رافضیوں کا تصورِ امامت جھلک رہا ہے یا نہیں؟ اگر ان عقائد و تصورات کے باوجود چکوالی صاحب سنی مسلمان ہیں تو پھر رافضیوں نے کیا قصور کیا ہے ص۳۔ چکوالی صاحب نے حضرت علیؓ پہ طنز بھی کی ہے ص۶۔ چکوالی صاحب کے رافضیت زدہ دل و دماغ میں جو تعفن ہے۔ یہ بات بھلا باطنی شیعوں کو کہاں پسند آسکتی ہے۔ اسی لیے چکوالی صاحب بھی (جن میں اپنے والد کے بریلویانہ اثرات اب تک باقی ہیں) ص۷۔ چکوالی صاحب گلابی شیعہ ص۸۔

مقامِ عبرت

کتابچہ "اصل حقیقت" کے مندرجہ بالا الفاظ سے قارئین حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھیؒ کے کسی تلمیذ کی یہ زبان ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ خلفائے راشدین اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے متعلق مولانا سندھیؒ کی مذکورہ عبارتوں کو پیش نظر رکھیں۔ مندرجہ بالا خارجیانہ بہتانات و افترآت اور مغلظات کا مرتکب حضرت سندھی کا شاگرد ہو سکتا ہے۔ یہ اس بات کے قوی قرائن ہیں کہ مؤلف "اصل حقیقت" یا تو حضرت سندھیؒ کے شاگرد ہی نہیں اور اگر ہیں تو یہ ان کی عبارتیں نہیں بلکہ ان کے نام کو استعمال کیا گیا ہے اور یہ پہلا فراڈ ہے جو اس خارجی گروہ نے کتابچہ "اصل حقیقت" کی اشاعت میں کیا ہے۔ کراچی کے

لہ ان مغلظات کو پڑھ کر تو رافضی بھی یہ کہنے ہونگے کہ: یہ خارجی تو ہمارے بھی استاذ نکلے ہیں

بعض علماء نے اس کتابچہ کے اصل مؤلف کی نشاندہی بھی کی ہے۔ لیکن اس کا اظہار اس لئے مناسب نہیں کہ ممکن ہے اس کے بجائے کوئی اور صاحب ہوں۔ لیکن مولانا محمد علی سعید آبادی اب تو مرحوم ہو چکے اس کے بعد وہ ردِّ خارجیت میں میری کتابوں کا جواب کس سے لکھوائیں گے اور کس کے نام سے شائع ہوگا۔ واللہ اعلم۔

حق چار یارؓ کا گرز بندہ نے بتوفیق اللہ تعالیٰ "حق چار یارؓ" کے گرز سے بذریعہ کتاب "خارجی فتنہ حصہ اول" جدید ناصبیت اور خارجیت کا بُت پاش پاش کر دیا ہے۔ اب اس کے بکھرے ہوئے ٹکڑے کسی کے جوڑنے سے جڑ نہیں سکتے۔ البتہ وہ اپنے کرب و اضطراب کے اظہار کے لئے اس بت کے ٹکڑے اکٹھے کر کے اسکا تابوت بنا کر ملک بھر میں ماتمی جلوسوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے دلوں کو تسلی دے سکتے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ جب کتاب خارجی فتنہ حصہ دوم سامنے آئیگی تو خدا ہی جانتا ہے انکا کیا حشر ہوگا ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

کتابِ خارجی فتنہ اور علمائے اہل سنّت کے تائیدی تبصرے

خارجی گروہ کی یہ تلملاہٹ اور بوکھلاہٹ اسوجہ سے ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ

میری کتاب "خارجی فتنہ حصہ اول" اہل السنت والجماعت کے علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ اور خارجی لٹریچر سے متاثر کئی لوگوں کے شبہات دور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے چند علمی مُوقر رسائل میں اس کی پرزور الفاظ میں تائید شائع ہو چکی ہے۔ سنّی علمائے کرام کے تائیدی تبصرے علیحدہ کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ جن کے مرتب ہمارے جماعتی ساتھی جناب قاری شیر محمد صاحب علویؔ نائب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں۔ یہاں پر ان تائیدی تبصروں کے بعض اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں:۔

۱۔ ماہنامہ البلاغ کراچی

یہ ماہنامہ مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بانی دارالعلوم کراچی کے دور سے جاری ہے۔ اس کے شمارہ اکتوبر نومبر ۱۹۸۲ء میں لکھتے ہیں:۔ ——— زیر تبصرہ کتاب خارجیت اور ناصبیت کے فتنہ کا تریاق ہے۔ موصوف نے مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی (کراچی) کا مسلک بیان کرنے کے بعد اس پر تبصرہ فرمایا ہے اور ان کے خیالات پر تنقید کی ہے اور بتایا یہ گیا ہے کہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت ہے اور اصحاب رسول سے بیزاری اور ان کی مخالفت رفض و شیعیت ہے۔ اور محبت اہل بیت کے باوجود صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر سنّیت ہے۔ مولانا مظہر حسین صاحب نے دو حصوں میں ان کے خیالات پر تنقید کی ہے اور پہلے حصہ میں

مشاجرات صحابہ کے بارے میں اکابر علمائے حق کے اقوال اور ان کے تحریری اقتباسات پیش کیئے ہیں اور ہر طرح مسلک اہل سنت کی ترجمانی فرمائی ہے۔ یہ کتاب محض تحفظ مسلک حق کی خاطر تحریر کی گئی ہے اس کی اشاعت سے کسی کی توہین یا دلآزاری مقصود نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو صحیح اہل السنت والجماعت کے مسلک کا پابند بنائے جو افراط و تفریط اور غلو سے مبرا ہے۔

(۲) ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

یہ ماہنامہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب زید فیضہم کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔ اسکے شمارہ مارچ ۱۹۸۳ء میں تبصرہ نگار لکھتے ہیں :- " دراصل خوارج فرقہ سبائیہ (جو اسلام کا سب سے پہلا فرقہ ہے جس کا بانی ابن سبا ایک یہودی نومسلم تھا جس نے حضرت عثمان کے مخالفین کو ایک شیرازہ میں مجتمع کیا تھا) کی دوسری شاخ ہے۔ اور پہلی شاخ نے اپنے کو علویہ یا شیعان علیؓ کے لقب سے مشہور کیا خوارج کی تردید خود صحابہ کرام سے منقول و مذکور ہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی زیر تبصرہ کتاب میں ما انا علیہ و اصحابی کے اصول کے پیش نظر اصلاً خوارج اور ضمناً اہل تشیع کا زبردست نوٹس لیا ہے۔ محمود احمد عباسی اور اسکے پیروکاروں سے ٹھوس علمی بنیادوں پر گفتگو کی ہے۔ اس کتاب میں بھی ان کی باقی تصنیفات کی طرح تحریر شستہ اور لہجہ متین ہے جو ہر طبقہ

کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔

(۳) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور

اسکے سرپرست جناب مولانا پیر کرم شاہ صاحب ازہری جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان ہیں۔ اسکے تبصرہ نگار جناب طالب ہاشمی صاحب لکھتے ہیں:-

زیر نظر کتاب مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی (کراچی) کا مسلک اور خارجی فتنہ میں مولانا قاضی مظہر حسین نے سندیلوی صاحب کے افکار و نظریات کا بھرپور انداز میں جائزہ لیا ہے اور ان کے تمام گمراہ کن دلائل کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں۔ قاضی صاحب کے دلائل اتنے محکم ہیں کہ کسی سلیم الطبع شخص کے لئے ان کا رد کرنا ممکن ہی نہیں۔ انہوں نے جو بات لکھی ہے پورے حوالے اور دلیل کے ساتھ لکھی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ سندیلوی صاحب جس ناصبیت کے علمبردار ہیں اس کی حدیں خارجیت کے ساتھ ملتی ہیں اور یہ کہ رفض۔ خارجیت اور ناصبیت ایک ہی درخت کی تین شاخیں ہیں۔ ہم قاضی صاحب کی بیش بہا اس علمی کاوش کو بنظر تحسین دیکھتے ہیں اور تمام اہل علم سے اس کے مطالعہ کی بہ زور سفارش کرتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ کتاب ناصبیت کے سر پر گرز البرز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسکے پڑھنے سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ تمام شبہات اور وسوسے دور ہو جاتے ہیں جو روافض، خوارج اور

نواصب کے زہریلے پروپیگنڈے سے بعض ذہنوں میں پیدا ہو گئے ہیں"۔ (ضیائے حرم جولائی ۱۹۸۳ء)۔

(۴) ہفت روزہ لولاک فیصل آباد

یہ ہفت روزہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان ہے جس کے بانی حضرت مولانا تاج محمود صاحب مرحوم ہیں۔ اس کے شمارہ ۲۸ جون ۱۹۸۳ء میں تبصرہ نگار لکھتے ہیں:

"اس کتاب میں مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کے نظریات پر بحث کی گئی ہے جو انہوں نے ایک کتاب کی صورت میں پیش کئے ہیں۔ قاضی صاحب پر اللہ رب العزت کی بے شمار رحمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلک اعتدال کے علمبردار ہیں۔ افراط و تفریط سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے بزرگوں۔ اکابر اساتذہ، سلف صالحین کے نظریات و عقائد کے ترجمان رہے ہیں۔ مسلک اعتدال سے کسی نے لغزش کی نہیں اور قاضی صاحب تیغ براں لیکر ٹوٹے نہیں۔ خارجیت کے اثرات کا سیلاب اہل سنت میں آتے دیکھ کر قاضی صاحب نے پل باندھنے کی کوشش کی ہے۔ ہر گھر میں جو اہل سنت کا دعویدار ہے اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

(۵) ماہنامہ الخیر ملتان

یہ ماہنامہ مرجع العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار میں شائع ہو رہا ہے۔ اس کی اشاعت فروری

۱۹۸۴ء میں تبصرہ نگار فرماتے ہیں :-

"کتاب میں مرکزی بحث اہل السنّت والجماعت کے اس موقف کو مدلّل و مبرہن کرنے پر کی گئی ہے :-

(۱) حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کا اختلاف حق و باطل کا اختلاف نہیں بلکہ صواب وخطاء کا ہے اور اجتہادی خطاء حق کے دائرہ میں ہی ہوتی ہے نہ اس سے خارج۔ مودودی صاحب جنگ صفین میں حضرت معاویہ کو حقیقتاً باطل پر سمجھتے ہیں اور سندیلوی صاحب اور عباسی صاحب حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا کے بھی قائل نہیں ہیں۔ لیکن اہل حق اس افراط و تفریط کے خلاف اعتدال پر قائم ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس موضوع پر قاضی صاحب نے قلم اٹھایا ہے وہ جمہور اہل سنت کا مختار اور راجح موقف ہے۔ اس لئے مصنف نے عقلی اور نقلی دلائل اور اسلاف کی غیر مبہم عبارات و تصریحات کا کافی ذخیرہ اس سلسلے میں پیش کیا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ قاضی صاحب موصوف نے اہل سنّت کی صحیح صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔ مگر مولانا سندیلوی کے نظریات پر تنقید کرتے ہوئے کچھ ایسے جملے ان کے قلم سے نکل گئے ہیں جو اُن کے مقام سے کمتر اور مولانا سندیلوی پر جارحانہ تنقید کے زمرے میں آتے ہیں"۔

(۶) ماہنامہ بیّنات کراچی

اس ماہنامہ کے بانی :- استاذ العلماء حضرت مولانا

محمد یوسف صاحب محدث بنوری ہیں۔ اس کی اشاعت ربیع الاوّل ۱۴۰۴ھ۔ جنوری ۱۹۸۴ء میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زید فضلہم نے میری کتاب "خارجی فتنہ حصہ اوّل" پر مفصل تائیدی تبصرہ تحریر فرمایا ہے۔ مولانا موصوف نے اس تبصرہ میں بڑی عرق ریزی سے کتاب خارجی فتنہ کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ اور اس امر کی پوری صراحت کر دی ہے کہ:۔ ——— مندرجہ بالا اقتباسات سے جناب مصنّف (یعنی خادم اہل سنّت غفرلہ) کے مباحث کا خلاصہ اور ان کی تنقیدات کا نمونہ قارئین کے سامنے ہے۔ بنیادی طور پر دو مسئلے مصنّف کا اصل ہدف ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے۔ انکی خلافت قرآن کریم کی موعودہ خلافت ہے اور اس کا انکار یا اس کی تنقیص خلافت راشدہ کا انکار یا اس کی تنقیص ہے۔ دوم یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں جو مشاجرات و محاربات رونما ہوئے ان میں حضرت علی حق بجانب تھے جو حضرات ان کے خلاف صف آرا ہوئے وہ خطا پر تھے مگر یہ سب حضرات نیک نیت تھے انہوں نے جو کچھ کیا اپنے اجتہاد کے مطابق رضائے الٰہی کے لئے کیا۔ اس لئے وہ اپنی اس اجتہادی خطا پر بھی عنداللہ اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ ان پر طعن و تشنیع روا نہیں"۔

بلاشبہ ان دونوں مسئلوں میں جناب مصنّف نے اہل حق کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے۔ اہل حق پر جس طرح روافض

کی تردید لازم ہے۔ اسی طرح خوارج و نواصب کی تردید بھی ان پر لازم ہے اور جس طرح خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے دفاع کرنا ضروری ہے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے مدافعت کرنا بھی اہل حق کا فریضہ ہے۔ جناب مصنف کو حقتعالیٰ شانہ جزائے خیر عطاء فرمائیں کہ انھوں نے اہل حق کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیا ہے الخ (ص۴۷)۔

(۲) مولانا لدھیانوی موصوف تحریر فرماتے ہیں:۔ "جناب مصنف مدفیضھم کے مقصد سے اتفاق اور زیر بحث مسائل میں انکے موقف کی مکمل تائید کے باوجود ہمیں انکے انداز بیان سے اختلاف ہے الخ؎

(۳) نیز مولانا موصوف فرماتے ہیں:۔ حضرت قاضی صاحب نے مولانا پر جو تنقیدات کی ہیں اگرچہ ان کا لب و لہجہ بہت ہی تیز و تند ہے لیکن مولانا کی عظمت و بلندی اور ان کی بے نفسی و للہیت کا تقاضا ہے کہ وہ اس "داروئے تلخ" کو نسخہ شفا سمجھتے ہوئے نوش کرینگے۔ ع

شفا بایدت داروئے تلخ نوش کن۔ الخ

(۴) نیز لکھتے ہیں:۔ خلاصہ یہ کہ حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ اہل حق کے موقف و مسلک سے ہمیں نہ صرف اتفاق ہے بلکہ یہی ہمارا عقیدہ و ایمان ہے۔ لیکن موصوف نے حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب کے خلاف جس درشتی و تندی کا اظہار کیا ہے ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ اب اگر مولانا محترم (یعنی مولانا سندیلوی) اس شدت سے قطع نظر

کرکے اصلاح طلب امور کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائیں تو یہ اُن
کی للّٰہیت و بے نفسی کا کمال ہوگا الخ (ص ۵)
جناب مولانا محمد یوسف صاحب موصوف پیر بھائی ہیں مولانا محمد اسحٰق صاحب
سندیلوی کے۔ ہمیں خوشی ہے کہ آپ نے پیر بھائی ہونے کے رشتہ سے
بالاتر ہو کر بندہ کے پیش کردہ مسلک حق کی کھل کر تائید کی ہے اور
مولانا سندیلوی کو یہ بھی مخلصانہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اصلاح طلب امور
کی اصلاح فرمائیں۔ فجزاہم اللّٰہ احسن الجزاء۔ باقی رہا بندہ کے تند
تیز لہجہ کی شکایت تو اس کا تعلق طرز تحریر سے ہے نہ کہ اصل مسئلہ
سے۔ اور میرے لب و لہجہ میں درشتگی کا باعث بھی مولانا سندیلوی
کے وہ الفاظ ہیں جن میں انہوں نے بڑے بڑے ائمہ فقہ اور محدثین
پر سخت الفاظ میں تنقید کی ہے اور مشاجرات صحابہ کے بارے
میں صدیوں کے متفق علیہ مسلک حق کو صرف متاخرین کی طرف
منسوب کرکے یہ لکھا ہے کہ :-

"یہ مسلک اس قدر مشہور ہوا کہ مذکورہ بالا مسالکِ
اکابر سلف اس کے پیچھے چھپ گئے۔ لیکن شہرت و
صحت لازم ملزوم نہیں۔ جنگ جمل و صفین پر جو بحث
صفحاتِ سابقہ میں کی گئی ہے اُسے دیکھ کر ہر قاری سہولت
کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ مسلک باوجود شہرت
و مقبولیت عام درحقیقت بالکل غلط بے دلیل بلکہ خلافِ

دلیل ہے الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص۴۶۱)
"مولانا سندیلوی نے محدثین۔ مفسرین۔ فقہاء و متکلمین مجددین و عارفین کے متفق علیہ صدیوں کے مسلک کو بالکل غلط۔ بے دلیل اور خلاف دلیل قرار دے کر ان سارے محققین اہل سنت کے علمی اعتماد کو کھلم کھلا مجروح کیا ہے اگر اہل السنت و الجماعت کا یہ ایک متفق علیہ مسئلہ اس طرح مجروح کیا جاسکتا ہے تو پھر کسی مسئلہ پر بھی اعتماد نہیں رہتا جو سلف و خلف سے ہمیں ملا ہے۔ مولانا سندیلوی کا یہ علمی پندار بندہ کے لئے ناقابل برداشت تھا اسلئے سندیلوی صاحب کی علمی خیانتوں اور تضاد بیانیوں کا پردہ چاک کیا ہے اور اسکا اعتراف مولانا لدھیانوی کو بھی ہے اور اس سے آگے بڑھ کر جو مولانا سندیلوی نے حضرت علی المرتضیٰ کو قرآن کا موعودہ خلیفہ راشد ماننے کے باوجود تنقید کا نشانہ بنایا ہے چنانچہ خارجی فتنہ" سے یہ عبارتیں مولانا لدھیانوی نے بینات ص۳۹/۴۳ میں بھی نقل فرمائی ہیں۔ قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر یہ تنقیدیں کسی قلبی مرض کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اگر سندیلوی صاحب اپنی ان تحریرات سے رجوع کرلیں تو ان کی زندگی میں یہ ان

کے لئے بڑی سعادت مندی ہوگی۔
اگر میرے قلم سے ایسے الفاظ نکلے ہیں جو حقتعالیٰ کے ہاں ناجائز اور غیر پسندیدہ ہیں تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں اور اپنی رضا کیموافق یہ فانی زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائیں آمین بجاہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

جامعہ اسلامیہ سے سندیلوی صاحب کی علیحدگی

مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی

جو سالہا سال تک جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شعبۂ دعوت وارشاد کے صدر اور مجلس دعوت وتحقیق کے رکن رہ چکے ہیں۔ (چنانچہ ان کے رسالہ "جواب شافی" کے ٹائیٹل پر بھی ان کی ان دونوں حیثیتوں کا ذکر ہے) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کے مذکورہ بیّنات کے تبصرے سے اتنے مشتعل ہوئے ہیں کہ انہوں نے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ اور جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب اور دوسرے اکابر حضرات نے ان کا استعفاء بلا توقف منظور کر لیا ہے۔ یہ کتنا بڑا انقلاب ہے۔ جس جامعہ کی علمی وتحقیقی خدمت کو وہ اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے۔ اسی جامعہ کی اس صحیح تنقید سے برافروختہ ہو کر علیحدہ ہو گئے ہیں۔ کیا یہاں یہ اعتراض نہیں واقع ہوتا ہے کہ مولانا سندیلوی پہلے جامعہ کے حامی تھے اب مخالف اور مولانا

محمد یوسف صاحب لدھیانوی وغیرہ علماء پہلے مولانا سندیلوی کے نیاز مند تھے اب ان کو پوچھتے بھی نہیں۔ کیا یہ ساری ذاتی حسد کی کارستانیاں ہیں ؟ تو پھر مجھ کو مؤلف اصل حقیقت کی طرف سے اس امر پر کیوں بار بار مطعون کیا جاتا ہے کہ پہلے سندیلوی صاحب کی کتاب "اظہار حقیقت" کی تعریف لکھی تھی۔ اب کیوں مخالفت شروع کردی ہے اور پہلے ان کو سرپرست لکھا۔ اب ان کے خلاف لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل میں اس کا مناسب جواب دیدیا تھا لیکن پھر بھی کتابچہ " اصل حقیقت" میں اس کو چھیڑا گیا ہے۔ جسکا مزید جواب اپنے موقع پر آجائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علاوہ مذکورہ رسائل کے جن دوسرے حضرات نے "کتاب خارجی فتنہ حصہ اول" وغیرہ پر اپنے تحریری تبصرہ لکھے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) رائے گرامی حضرۃ مولانا محمد ایوب صاحب بنوری شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم سرحد پشاور

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی کی علمی اور تصنیفی خدمات قابل قدر ہیں۔ جب کبھی ان کی تصانیف کے مطالعہ کا موقع ملتا ہے وفور علالت کے باوجود پڑھنے کو جی چاہتا ہے پوری تصنیف نہ کبھی پڑھ سکوں تب بھی سطحی نظر دوڑائے بغیر تجسس کو تسکین حاصل نہیں ہوتی۔ حال ہی میں حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی کی چند تصانیف وتالیفات، خارجی فتنہ۔ سنی مذہب حق ہے۔ عقیدہ

عصمتِ انبیاء اور مودودی۔ حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں صحابہ کرام اور مودودی۔ میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ۔ وغیرہ سب دستیاب ہوئیں۔ ان کی افادیت مسلّم ہے۔ پڑھنے سے حق کی نشاندہی اور مذہبی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ مدلل جوابات۔ قاری کے فہم و ادراک کو بیدار کرنے والے پرمغز خیالات۔ حقائق سے لبریز۔ مرصّع تحریر حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی ہی کا طرّہ امتیاز ہے۔ سنّی کاز کے لئے ان کی مؤثر تگ و دو اور باطل قوتوں کا کامیاب تعاقب۔ اکابر کے خیالات و افکار خصوصًا شیخ مدنیؒ کی دوربین سوچ کی صحیح ترجمانی ہے۔ خداوند کریم کے حضور دست بدعا ہوں کہ اللہ رب العزت حضرت قاضی صاحب مدظلہٗ کی عمر میں برکت عطاء فرمائے۔ ان کے قلم کی قوت و کاٹ اور تحریک کی جوانی کو قائم و دائم رکھے۔ آمین۔ والسلام

۱۴/۲-۴-۱۴۰۴ھ - ۲۰-۱۱-۸۳

(۸) رائے گرامی حضرت مولانا محمد مالک صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

تاریخ اسلام پر نظر کرنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے دو عظیم فتنوں نے امت میں انتشار و تفریق اور عمارت اسلام میں تخریب کا عمل جاری کیا۔ ایک فتنہ رافضیت و تشیع کا اور دوسرا خارجیت کا۔ امت کی فلاح و کامیابی بھی اسی میں مضمر ہے کہ اصحابی کالنجوم

کا اعتماد کامل رکھتے ہوئے سفینہ اہل بیت میں پناہ لے تب ہی وہ فتنوں کی موجوں سے ہدایت ونجات کے ساحل تک پہنچ سکتا ہے اس مقصد عظیم سے ہمکنار بنانے کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی کتاب "خارجی فتنہ" اہم ترین ذریعہ اور سامان ہے۔ حضرت مولف زید مجدہم نے اپنی اس تالیف میں بڑی کاوش سے ایسے حقائق جمع کر دیئے ہیں۔ جو مختلف قسم کی کتابوں اور عبارتوں سے پیدا شدہ اوھام کو الحمدللہ دور کر رہے ہیں۔ خداوند عالم مولف زید مجدہ کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور مسلمانوں کو اس تالیف کے ذریعہ نفع پہنچائے۔ آمین۔ ۱۰ ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ

(۹) رائے گرامی حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی تصنیف خارجی فتنہ حصہ اول کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ متعدد مقامات کا مطالعہ کیا۔ مشاجرات صحابہ اور ان کے بعد کے واقعات میں وہ حضرات اکابر دیوبند کے مسلک و تحقیقات پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ بحمداللہ میں بھی ان ہی اکابر کے مسلک کو حق جانتا اور مانتا ہوں اور اس دور پرفتن میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان اکابر رحمہم اللہ کے مسلک سے انحراف نہ کیا جائے۔ حضرت قاضی صاحب مدظلہم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ

انھوں نے فتنۂ خارجیت اور یزیدیت پر قلم اٹھایا اور اکابر دیوبند سے لیکر حضرت مجدد رحمہم اللہ تک اکابر دیوبند کے اقوال اور قرآن و حدیث فقہ اور تاریخ کے حوالجات جمع کر کے ان فتنوں اور غلط خیالات کی تردید شروع کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور توفیق مزید دے۔

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

(۱۰) رائے گرامی حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

میں نے خارجی فتنہ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کو جستہ جستہ پڑھا حضرت قاضی صاحب زید مجدہٗ نے اہل حق کے مسلک کو مفصل اور مدلل بیان فرما کر تمام اہل السنت والجماعت پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ حضرت قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فرق باطلہ اور افراط و تفریط میں مبتلا افراد کے تعاقب کا خاصہ ملکہ عطا فرمایا ہے۔ خارجی فتنہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں حضرت قاضی صاحب نے مولانا اسحٰق سندیلوی کے مسلک پر نہایت محققانہ انداز میں تنقید فرما کر مشاجرات صحابہ جیسے نازک مسئلہ کو واضح فرمایا ہے حق تعالیٰ قاضی صاحب کی سعی کو مشکور فرمائیں اور اس کتاب کو مقبول اور نافع بنائیں آمین۔ آمین۔ این دعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

۲۸/۲۔ ۱۹۸۴ء

(۱۱) رائے گرامی حضرت مولانا سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم لاہور

دنیا میں جو بھی فتنہ پیدا ہوتا ہے برگ و بار ضرور لاتا ہے۔
محمود احمد عباسی پاکستان میں "فتنہ یزیدیت" کا بانی ہے۔ اسکے گمراہ کن نظریات پھیلتے جا رہے ہیں، آج یہ حال ہے کہ جدید دانشوروں کی خاصی تعداد اس کے تصنیفی دام تزویر کا شکار ہو چکی ہے اور حیف صد حیف کہ بعض عالمانِ دین بھی اس ضال و مُضل کی تحقیقی خرافات پڑھ پڑھ کر جادۂ اہل سنّت سے ہٹ گئے ہیں۔ عباسی کے ان متاثرین میں اس وقت سرِ فہرست مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی ہیں جو اسوقت عباسی مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ کاش مولانا اس مقام پہ نہ ہوتے اللہ تعالیٰ نے فتنوں کی سرکوبی کا سامان بھی پیدا کر دیا ہے۔ اس فتنہ کی بیخ کنی کیلئے اللہ تعالیٰ نے زبدۃ العلماء عمدۃ الصلحا مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کو منتخب فرمایا ہے۔ ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔ حضرت قاضی صاحب مدظلہ نے کتاب خارجی فتنہ لکھ کر اہل السنّت والجماعت کی صحیح صحیح ترجمانی کی ہے۔ اور خوارج و نواصب پر ضرب کاری لگائی ہے۔ اس کتاب کے مندرجات علماء اہل سنّت دیوبند کے عقائد و نظریات پہ مبنی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ حضرت سیّد احمد شہید۔ حضرت

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ اسرارہم کے بھی عقائد و نظریات تھے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہم سب کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت مؤلف مدظلہم کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

۲/۴۷ کریم پارک، لاہور ۲۶ رجمادی الاولی ۱۴۰۴ھ - ۲۹ رفروری ۱۹۸۴ء

(۱۲) رائے گرامی حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی جسٹس آف سپریم کورٹ

کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل کی تائید میں سب سے پہلا گرامی نامہ حضرت مولانا موصوف کا ہی آیا تھا۔ اور چونکہ آپ نے یہ لکھا تھا کہ اسکی اشاعت مقصود نہیں اسلئے ابتک یہ خط شائع نہیں کیا گیا اور حضرت مولینا موصوف کی خدمت میں بعد از سلام مسنون معذرت خواہ ہوں کہ بندہ نے اُن کو اس کا جواب بھی نہ دیا۔ بہرحال بعد ازاں چونکہ "خارجی فتنہ" پہ تائیدی تبصرہ ماہنامہ البلاغ میں شائع ہوچکا ہے اور حضرت مولانا اس کے ایڈیٹر بھی ہیں۔ اسلئے مولانا دام مجدھم کا حسب ذیل مکتوب گرامی شائع کیا جا رہا ہے۔

مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت تمام ہوں۔ آمین۔ آپ کی طرف سے مختلف قرار دادیں اور پمفلٹ آپکی کرم نوازی سے موصول ہوتے رہتے

ہیں چونکہ ان میں کوئی جواب طلب بات نہیں ہوتی اسلئے جواب نہیں دیتا۔ لیکن ان سے جناب کی سرگرمیوں کا علم ہوتا رہتا ہے اور دعاگو بھی رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جناب کو جزائے خیر عطاء فرمائیں۔ آمین۔ تازہ کتاب "خارجی فتنہ جلد اوّل" موصول ہوئی۔ سرسری طور پر دیکھی دل بہت خوش ہوا۔ آپ نے مسلک حق کی خوب ترجمانی فرمائی ہے آجکل اس معاملے میں جو افراط و تفریط چل رہی ہے آپ نے اس سے ہٹ کر اعتدال کا جو راستہ اختیار فرمایا ہے وہی علماء حق کا طریقہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ یہ عریضہ محض اپنے جذبات کے اظہار کے لئے لکھا ہے۔ اس کی اشاعت مقصود نہیں

والسلام۔ ۱۹/۵/۱۴۰۳ھ

(۱۳) رائے گرامی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

حضرۃ صوفی صاحب موصوف اپنے گرامی نامہ میں بعد از سلام مسنون تحریر فرماتے ہیں :۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہونگے۔ جناب والا کی مرسلہ کتاب "خارجی فتنہ" اور "دفاع صحابہ" وصول ہوچکی تھی یاد فرمائی کا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے خارجیت اور ناصبیت کا تعاقب فرمایا ہے یہ فتنہ رفض و شیعیت سے کم خطرناک نہیں البتہ ایک بات محسوس ہورہی ہے کہ کتابوں میں طوالت

زیادہ ہے۔ اگر قدرے اختصار ہوتا تو بہتر ہوتا"۔

یکم ربیع الاول ۱۴۰۳ھ - ۱۸ دسمبر ۱۹۸۲ء

(ب) ایک دوسرے مکتوب گرامی میں ان صوفی صاحب موصوف زید فضلہم تحریر فرماتے ہیں:۔ "شیخ الحدیث صاحب (یعنی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب دام مجدہم) سے آپ کی کتاب پر تبصرہ کے لئے کہا تھا۔ انہوں نے اپنی بیماری کی وجہ سے معذرت کی۔ آجکل سابقہ امراض کے علاوہ انھیں کمر میں شدید درد اٹھ گیا ہے۔ دعاء فرمائیں۔ میرے ناقص خیال میں اس پر ہمارے جیسے لوگوں کے تبصرہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ جناب والا کا اسم مبارک اور نام نامی ہی سند کافی ہے۔ آپ اہل حق کے ترجمان اور سلف کے امین ہیں"۔

(۲ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ ۲۵ جنوری ۱۹۸۴ء)

(۱۴) رائے گرامی حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی، مؤلف ہدایۃ الحیران مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

حضرت مفتی صاحب موصوف زید فضلہم نے میری کتاب "دفاع صحابہؓ" کے متعلق قاری شیر محمد صاحب علوی (لاہور) کے استفسار پر یہ تحریر فرمایا تھا کہ:۔ گزارش ہے کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کا مقالہ "دفاع صحابہؓ" احقر نے حرفاً حرفاً سنا۔ اس مقالہ

میں فاضل مصنف نے مذہب اہل السنت والجماعت کی ترجمانی کا حق ادا کیا ہے۔ رافضیت اور خارجیت دونوں ہی فتنوں سے اہل السنت والجماعت کو آگاہ کرنے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ مقالہ، ناظرین کرام کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے بالخصوص مقالہ کا وہ حصہ جس میں پاکستان میں خارجیت وناصبیت کے فروغ پانے کے خطرے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے سُنّی علماء اور مشائخ کے لئے یقیناً لمحۂ فکریہ ہے۔ حضرات اکابر علمائے کرام اور مشائخ عظام اور خصوصیت سے مدارس دینیہ کے اہل حل وعقد اور مدرسین حضرات اس کا سدّباب کرنے کی طرف اپنی مساعی کو بروئے کار لاکر مذہب اہل السنت والجماعت کے تحفظ کا فرض انجام دیں۔ یہ مقالہ مبسوط اور تفصیلی ہے اس پر کسی اضافے کی ضرورت نہیں ہے۔ مزید تائید کے لئے دو باتوں کا مختصر طریقے پر عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین چاروں خلفاء کی خلافت کو حق اور خلافت راشدہ تسلیم کرنا مذہب اہل السنت والجماعت کا متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ ہے ایک سُنّی شخص کے لئے جس طرح حضرات خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے انکار کی گنجائش نہیں ہے اسی طرح خلافت راشدہ کے چوتھے ستون حضرت علیؓ کی خلافت کا انکار یا اس کو مشکوک بنانے کی کسی کوشش کی بھی گنجائش مذہب اہل السنت والجماعت میں نہیں ہے۔

دوسری بات قابل عرض یہ ہے کہ جو لوگ یزید کو خلیفہ عادل اور راشد قرار دے کر حضرت حسینؓ کو باغی قرار دینے کی سعی میں مصروف ہیں۔ انکا یہ نظریہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک باطل ہے یہ نظریہ خوارج کا تو ہو سکتا ہے اہل السنت والجماعت کے مذہب میں اسکی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو روافض و خوارج کے باطل نظریات سے محفوظ اور اہل السنت والجماعت کے مذہب حقہ پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ۲۹ جمادی الاولی ۱۴۰۲ھ

(نوٹ) حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی دام فضلہم مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور نے حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی کی مندرجہ تحریر پر یہ الفاظ لکھ کر اپنے تصدیقی دستخط ثبت کئے ہیں
" اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا "

مذکورہ بالا حضرات نے بندہ کی کتاب "خارجی فتنہ" یا " دفاع صحابہ" کے مباحث کی مسلک و عقیدہ اہل حق کے اعتبار سے مکمل تائید و تصویب کر دی ہے اور بندہ کے پیش کردہ مسلک و موقف پر کسی قسم کی کوئی جرح اور تنقید نہیں فرمائی۔ لیکن اسکے برعکس کتابچہ" اصل حقیقت" کے مولف نے "کتاب خارجی فتنہ" وغیرہ کی بنا پر بندہ کو بغض معاویہؓ رکھنے والا گلابی شیعہ وغیرہ قرار دیا ہے۔ العیاذ باللہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤلف مذکور فی الواقع خارجی گروہ کا نمائندہ ہے۔ اور وہ کتاب خارجی فتنہ حصہ اول میں پیش کردہ اہل السنت والجماعت

کے مسلک حق کو مجروح کرکے نا واقف لوگوں کو سنّیت سے ہٹا کر خارجیت کی طرف دھکیلنا چاہتا ہے۔ بلکہ صدیوں پہلے کے جن اساطین امت اور اکابر ملت کے حوالجات بندہ نے اس مسلک حق کی تائید و تصویب میں پیش کئے ہیں انکو بھی مطعون و مجروح کرنا چاہتا ہے۔

تبصرہ خُدّام الدین لاہور

مؤلف "اصل حقیقت" ص۱۳۱ پر لکھتے ہیں :۔ ان فتاویٰ کے بعد اب وہ تبصرہ بھی ملاحظہ فرمالیں جو چکوالی صاحب کی کتاب "خارجی فتنہ" پر پاکستان کے مذہبی رسالوں میں مقبول ترین ہفت روزہ خدّام الدین لاہور نے کیا تھا۔ حق کے بیباک ترجمان حضرت مدیر خدام الدین مولانا سعید الرحمٰن علوی نے تحریر فرمایا کہ :۔

" اپنی ادارتی زندگی میں پہلی بار کسی کتاب کے تعارف کے سلسلہ میں میرا قلم رُک رہا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہمارے یہاں دینی معتقدات اور تاریخی روایات کو اس طرح گڈمڈ کردیا گیا ہے کہ ایک جویائے حق کے لئے بڑی ہی کٹھن صورت پیدا ہوجاتی ہے ماضی قریب میں رفض و سبائیت کے نام لیواؤں کی مکروہ فطرت کا تجزیہ کرتے ہوئے بعض اہل قلم نے بہت کچھ لکھا لیکن ہمیں اعتراف ہے کہ وہ ردعمل میں ایسی باتیں کر گئے جو کسی طرح مناسب نہ تھیں ردعمل کے طور پر جذباتیت سامنے آتی ہے اور جذباتیت بہرطور اچھی نہیں۔ پھر کچھ ایسے حضرات سامنے آئے جنہوں نے دو انتہاؤں

کے درمیان ہوکر حقائق کو نکھارا۔ اور حضرات صحابہ علیہم الرضوان کی قرآن وسنّت میں متعین حیثیت قائم رکھتے ہوئے تاریخی روایات کی چھان پھٹک کی۔ اس قسم کے باہمت افراد کا ہاتھ بٹانا وقت کی ضرورت تھی کہ ایک طرف رفض وسبائیت کا طوفان بلاخیز ختم ہوتو دوسری طرف ردعمل کی تحریکوں کو دائرہ عمل میں رکھا جاسکے لیکن افسوس کہ ایسا کرنے کے بجائے ان شخصیات کو نشانہ پہ رکھ لیا گیا جس کی افسوسناک مثال یہ کتاب ہے۔ ہمیں ذاتی طور پہ یہ معلوم ہے کہ مولانا محمد اسحٰق سندیلوی نے کراچی جیسے شہر میں کتنا اہم کام سرانجام دیا لیکن انھیں خارجی ثابت کرنے کی یہ کوششیں کسی طرح مستحق قرار نہیں دیجا سکتیں۔ دراصل یہ المیہ اس لئے رونما ہورہا ہے جیسا کہ ہم نے عرض کیا معتقدات دینی اور تاریخی روایات کو گڈمڈ کردیا گیا ہے۔ اور اختلاط کا نتیجہ بہرطور صحت مند نہیں ہوتا۔ ایران میں خمینی کے خونی انقلاب اور پاکستان میں اسکے بڑھتے ہوئے اثرات پہ قابو پانے کے لئے اہل سنت کے دعویدار بزرگوں کا باہمی ربط وارتباط ضروری ہے۔

اسی جذبہ صادقہ کے تحت ہم اپنے مخدوم ومعظم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہم سے درخواست کرینگے کہ جن حضرات پہ انھیں اس قسم کی بدگمانی ہے ان سے مجلسی گفتگو کا اہتمام فرمائیں اور علمی انداز سے مسائل کو حل کرکے امت کی بہتری کا سامان فراہم کریں اللہ رب العزت مسلک حقہ کے خدام کو اس پُرپیچ دور میں جادہ اعتدال

پر رہنے اور مسائل کو احسن طریق سے نمٹانے کی توفیق دے۔ کاش! قاضی صاحب جیسے عظیم المرتبت انسان کے بالغ قلم سے ایسی تحریر منصۂ شہود پر نہ آتی۔

(خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور ص۲۴ مؤرخہ ۱۳ مئی ۱۹۸۳ء)

مؤلف" اصل حقیقت نے خدام الدین کے سابق ایڈیٹر مولوی

(تبصرہ) سعید الرحمٰن صاحب علوی کا مندرجہ تبصرہ اپنے حق میں پیش کر کے" ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کی مثال پیش کی ہے۔ جن حضرات مذکورین نے بندہ کی کتاب" خارجی فتنہ حصہ اول" کی کھل کر تائید کی ہے اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نے بینات میں یہاں تک لکھدیا ہے کہ:۔ جناب مصنف کو حقتعالیٰ شانہ جزائے خیر عطاء فرمائیں کہ انہوں نے اہل حق کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیا ہے" (ص۴۷) البلاغ نے ان الفاظ سے تائید فرمائی کہ: ہر طرح مسلک کی ترجمانی فرمائی ہے"۔ ماہنامہ الخیر میں یہ لکھا ہے کہ: ظاہر ہے کہ جس موضوع پر قاضی صاحب نے قلم اٹھایا ہے وہ جمہور اہل سنت کا مختار اور راجح موقف ہے اسی طرح دوسرے حضرات نے بھی پوری پوری تائید فرمائی ہے تو ان حضرات کے علم و فضل کے مقابلہ میں علوی صاحب کی کیا حیثیت ہے اور مؤلف مذکور نے جس مقبول ترین خدام الدین کے ایڈیٹر کی حیثیت سے ان کے تبصرہ کا وزن بڑھانے کی کوشش کی تھی تو اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ کیونکہ علوی صاحب کو اب خدام الدین سے علیحدہ کر دیا گیا ہے

اور وہ تنکا بھی ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

(۲) علوی صاحب صرف مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کی اندھی عقیدت سے مغلوب ہو گئے ہیں ورنہ وہ جن اکابر دیوبند اور جن سلف و خلف اکابر ملت کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ سندیلوی صاحب نے مشاجرات صحابہ اور یزید کے بارے میں ان کے تحقیقی مسلک کو گلی کے ایک تنکے کے برابر بھی نہیں سمجھا اور پھر یہ تاریخ کا مسئلہ نہیں قرآن و حدیث کا مسئلہ ہے کیا قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ آیت استخلاف اور آیت تمکین سے ثابت نہیں ہے جس کا چوتھا مصداق حضرت علی المرتضیٰ تھے اور باوجود اس حقیقت کے تسلیم کرنے کے سندیلوی صاحب حضرت علی المرتضیٰ کی غلطی تو مانتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خطا کے بھی قائل ہیں لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ آپ کو بہ نسبت حضرت علی المرتضیٰ کے اقرب الی الحق مانتے ہیں۔ علوی صاحب مضمون نگار تو ہیں لیکن اب تک انہوں نے خلافت راشدہ کے مسئلہ کو نہیں سمجھا۔ جس کا مفصل و مدلل بیان میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل میں پایا جاتا ہے۔

(۳) علوی صاحب پر لازم تھا کہ وہ سندیلوی صاحب کی تائید میں مسلک اہل السنّت والجماعت کا کوئی مستند حوالہ پیش کرتے۔ یا میرے پیش کردہ موقف کی تردید میں کسی محقق اہل السنت والجماعت کی کوئی تحریر پیش کرتے۔ ویسے فرضی قیل وقال سے تو اس قسم کے

اہم علمی مسائل حل نہیں ہو سکتے۔

علوی صاحب کا مرض

مولوی سعید الرحمٰن صاحب علوی دراصل پاکستان کے موجودہ یزیدی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے خدام الدین میں کراچی کی جس سنّی کونسل کا تعارف کرایا ہے۔ یہ اُسی یزیدی گروہ کی کونسل ہے۔ چنانچہ خدام الدین ۲۲ر اپریل ۱۹۸۲ء (۸ رجب ۱۴۰۲ھ) ص ۱۷ پر ادارہ کے تحت بعنوان "پاکستان سنّی کونسل (تعارف۔ اپیل۔ قرارداد یں) لکھتے ہیں:۔

گذشتہ ربیع الاوّل میں سنّی کونسل کراچی کے زیر اہتمام مشہور تاریخی مقام خالقدینا ہال میں بارہ روزہ محافل سیرت منعقد ہوئیں جن میں کراچی کے خطباء و علماء بالخصوص خطیب العصر شاہ بلیغ الدین صاحب کے علاوہ لاہور کے متعدد علماء نے بھی شرکت کی۔ جن میں ہفت روزہ خدام الدین کی مجلس ادارت کے رکن مولانا سعید الرحمٰن شاہ ولی اللہ سوسائٹی کے معتمد مولانا عبد الرؤف بھی شامل تھے۔ الخ۔ یہ خطیب العصر شاہ بلیغ الدین کٹر یزیدی ہیں۔ انکی ایک تقریر کی کیسٹ میں نے خود سُنی ہے جسمیں امیر المومنین یزید زندہ باد کے بار بار نعرے لگائے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں شاہ بلیغ الدین صاحب نے حضرت علی رض کی تنقیص کی ہے۔ اس کیسٹ کا حوالہ انشاء اللہ تعالیٰ خارجی فتنہ حصّہ دوم میں آئیگا۔

یہاں سوال یہ ہے کہ سُنّی اور اہل السنّت والجماعت کی اصطلاح

کس مذہب و مسلک کی ہے اور مشاجراتِ صحابہ اور حسین و یزید کی بحث میں اہل السنّت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے۔ علوی صاحب میرے سامنے جہلم میں حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی زید فضلہم سے بیعت ہوئے تھے۔ تعجب ہے کہ سلسلہ چشتیہ مدنیہ دیوبندیہ میں داخل ہو کر بھی آپ حامی یزید ہیں حالانکہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رح نے یزید کے بارے میں تصریح فرمائی ہے کہ "فاسق بیشک تھا"۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح بانی دار العلوم دیوبند یزید کو فاسق اور پلید لکھتے ہیں اور یزید کا فسق اہل السنّت والجماعت کے ہاں متفق علیہ ہے۔ ع

بہ بیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

خمینی مجاہد ملت ہے (خدام الدین)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۲ دسمبر ۱۹۸۰ء

ص۲۰ پر ایک مضمون بعنوان: "اسلام اور فرقہ بندی" حکیم انیس احمد صدیقی صاحب کا شائع ہوا ہے جس کا ایک عنوان "شیعہ سنّی بھائی بھائی" ہے اس میں لکھا ہے کہ :- اصول اسلام میں اتحاد کے بعد خلافت و امامت اور بعض دوسرے مسائل میں اختلافات موجود ہیں جن کو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن شیعہ حضرات میں ایسے حضرات بھی ہیں جو اہل السنّت والجماعت اور شیعوں کو دو آنکھوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت قائداعظم محمد علی جناح رح۔

حضرت مجاہد ملت غازی دین متین علامہ آیت اللہ خمینی دامت برکاتہم سربراہ حکومت ایران اور جسٹس سید امیر علی مرحوم جنہوں نے انگریزی میں تاریخ اسلام لکھی ہے وغیرہ وغیرہ الخ معلوم ہوا ہے کہ حکیم انیس احمد مضمون نگار موصوف مودودی جماعت سے وابستہ ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ خمینی صاحب کو مذکورہ القاب سے خدام الدین میں ہی نوازا گیا ہے۔ اس عبارت کا حوالہ دے کر میں نے مولوی سعید الرحمٰن علوی کو لکھا تھا کہ خدام الدین کو آئندہ کے لئے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی طرف منسوب لکھنا چھوڑ دیں۔ تو انہوں نے معذرت کا خط لکھا تھا کہ یہ مضمون میری غیر حاضری میں شائع ہوا ہے لیکن یہ ریکارڈ میں تو آ گیا۔ اس مضمون کی تردید خدام الدین میں شائع ہونی چاہیے تھی لیکن مختصر نوٹ کے سوا کوئی تفصیلی رد شائع نہیں ہوا۔ یہ دعویٰ کہ خمینی صاحب متعصب شیعہ نہیں ہیں بالکل جھوٹ ہے۔ خمینی صاحب کے عقائد کی تفصیل میری کتاب "میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ" میں ملاحظہ فرمائیں

مولوی کفایت حسین کی روح جنت الفردوس میں

مولوی کفایت حسین پشاوری کٹر شیعہ عالم تھے۔ ان کی جد وجہد سے ہی پشاور میں شیعیت کی اشاعت ہوئی لیکن خدام الدین نے ان کی روح کو بھی جنت الفردوس میں پہنچا دیا۔ چنانچہ لکھا ہے :۔ مولوی صاحب (یعنی مظہر علی اظہر) کی روح اپنے رفقائے حیات شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ۔ امیر شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔ مفکر احرار چودھری افضل حق۔ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی۔ ضیغم احرار شیخ حسام الدین۔ مجاہد ملت ماسٹر تاج الدین انصاری۔ مولوی محمد علی جالندھری۔ سید ابوالحسنات حافظ کفایت حسین کی روحوں سے ملاقات کے لئے جنت الفردوس میں جا پہنچی"۔ (خدام الدین ۱۵ نومبر ۱۹۶۸ء صلا)

کتابچہ" اصل حقیقت" کے مؤلف جو مجھے گلابی شیعہ قرار دے رہے ہیں اب خدام الدین کے متعلق بھی تو فتوے دیں کہ وہ کس قسم کا شیعہ ہے؟ مولوی کفایت حسین لکھنؤ کے شیعہ مدرسۃ الواعظین کے سند یافتہ تھے۔ ان کو پشاور میں صرف تبلیغ شیعیت کے لئے ہی بھیجا گیا تھا۔ یہ کامیاب حافظ نہ تھے۔ نا واقفی سے سنی علماء نے بھی ان کو حافظ مشہور کر دیا۔ یہ ایک مرتبہ چک بیلی ضلع راولپنڈی میں میرے والد حضرت مولانا محمد کرم الدینؒ صاحب کے مقابلہ میں مناظرہ کے لئے آئے تھے۔ آمنے سامنے فریقین کے اسٹیج تھے۔ ان پر حضرت والد مرحوم کا کچھ ایسا رعب پڑا کہ مناظرہ شروع ہونے سے پہلے باتوں باتوں میں ہی یہ اسٹیج سے گھوڑے پر سوار ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ اس جلسہ میں اہل سنت کے مشہور مبلغ مولانا شاہ نواز صاحب مرحوم بھی موجود تھے۔ مولوی کفایت حسین مولانا شاہنواز صاحب سے مناظرہ کرنے پر اصرار کر رہے تھے لیکن والد صاحب مرحوم نے فرمایا مناظرہ میں کرونگا۔ اسلئے وہ گھبرا کر فرار ہو گئے تھے۔ یہ ہزاروں سنی مسلمانوں

کا چشم دید واقعہ ہے۔

میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ (خدام الدین) | میری اس

کتاب پر مولوی سعید الرحمٰن صاحب علوی نے جو تبصرہ لکھا ہے درج ذیل ہے:۔

" میاں طفیل محمد صاحب مودودی صاحب کی جماعت اسلامی کے آجکل امیر ہیں۔ اسی حوالہ سے رابطۂ عالم اسلامی کے ممبر اور بہت کچھ ہیں۔ ایران کے خونی انقلاب اور اسکے قائد خمینی صاحب کے مداح ..... ہمارے مخدوم مولانا قاضی مظہر حسین صاحب جو جماعت اسلامی کے معاملے میں اپنے اکابر مولانا مدنی۔ مولانا لاہوری۔ شیخ الحدیث اور مولانا غلام غوث ہزاروی قدس سرہم کے مشن کے وارث ہیں" نے میاں صاحب کی اس دعوت کا تجزیہ کیا اور بڑے بے لاگ طریق سے ثابت کیا کہ شیعہ سنی معاملہ محض ایسا ویسا نہیں کہ مل بیٹھ کر حل ہو جائیگا۔ اس کی پشت پر صدیوں کا شیعہ لٹریچر اور ان کی تاریخ ہے۔ وہ قرآن کی تحریف کے قائل ہیں۔ وہ صحابہ کے ایمان کے منکر ہیں اور ان جیسے متعدد عقائد رکھتے ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ تو اتحاد کیسا؟ بہرطور یہ خوبصورت اور قیمتی رسالہ اس قابل ہے کہ ہر سنی فرد کے ہاتھ میں ہو اس کا انفرادی اور اجتماعی مطالعہ کیا جائے تاکہ شیعہ سنی مسئلہ کی حقیقت کے ساتھ ساتھ شیعہ جماعت اسلامی باہمی تعلق کا اندازہ

ہوسکے. ہم اس بروقت رسالہ کی اشاعت پر قاضی صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اور ان کی درازیٔ عمر و صحت کے لئے دعاگو ہیں۔ (خدام الدین لاہور ۲۶ اگست ۱۹۸۳ء ص۲۴)۔

علوی صاحب کے اس تبصرہ نے تو کتابچہ "اصل حقیقت" (تبصرہ) کے مؤلف صاحب کے اس جھوٹے پروپیگنڈے کو بالکل بے نقاب کر دیا کہ :۔

"مودودیوں کے معنوی شاگرد چکوالی صاحب" ص۶ "چکوالی صاحب کے رافضیت زدہ دل و دماغ میں جو تعفن ہے"۔ (ص۴۲) "اگر ان عقائد و تصورات کے باوجود چکوالی صاحب سنی مسلمان ہیں تو پھر رافضیوں نے کیا قصور کیا ہے"؟ (ص۴۳) "چکوالی فرقہ کے گلابی شیعہ"۔ (ص۵۴) "چکوالی کے معنوی استاد لعل شاہ بخاری اور جماعت اسلامی" (ص۲۰)

کتاب دفاع صحابہؓ پر تبصرہ (خدام الدین) | کتاب مطرقۃ الکرامۃ ردِ شیعیت میں

محدث العصر حضرت مولانا مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ صاحب بذل المجہود شرح ابی داؤد کی تصنیف ہے اس پر بندہ نے ایک مقدمہ لکھا جو "دفاع صحابہ" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی سعید الرحمٰن علوی موصوف لکھتے ہیں قریباً ایک صدی بعد تحریک خدام اہل سنت نے "مطرقۃ الکرامۃ" کو بڑے

اہتمام سے چھاپا جس پر تبصرہ ان سطور میں ہو چکا ہے۔ مظہرۃ الکرامۃ کے ابتدائیہ کے طور پر امیر تحریک ترجمان اہل السنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہم نے ایک انتہائی مؤثر و مدلل تحریر لکھی جسے بیحد سراہا گیا۔ اس تحریر و مقالہ کو افادہ عام کی غرض سے الگ سے شائع کیا گیا ہے جو وقت کی اہم ضرورت تھی الخ (خدام الدین ۱۹ نومبر ۱۹۸۲ء ص ۲۶)۔

علوی صاحب موصوف تو بندہ کو" ترجمان اہل سنت قرار دے رہے ہیں لیکن مؤلف" اصل حقیقت" مجھے گلابی شیعہ کہہ کر اپنا دل ٹھنڈا کر رہے ہیں۔

(۲) میں نے" دفاع صحابہ" میں مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کے نظریہ پر تنقید کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ:۔ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے ایک استاذ مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی صدیقی ہیں جو غالباً استاذ ہیں مولوی عظیم الدین صاحب کے۔ محمود احمد عباسی۔ عظیم الدین اور حکیم فیض عالم وغیرہ مصنفین نے تو حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسین کے خلاف تیز لہجہ اختیار کیا ہے اور مولانا محمد اسحٰق صاحب موصوف تقریباً بات انہی کی کرتے ہیں لیکن لہجہ کچھ نرم اختیار کرتے ہیں۔ وہ پوری طرح حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق اہل سنت کے عقیدہ سے متفق نہیں ہیں الخ (ص ۵۳) نیز لکھا تھا کہ:۔ مولانا موصوف (یعنی سندیلوی صاحب) بھی یزید کو ایک صالح اور عادل خلیفہ قرار دیتے ہیں جس کی وضاحت انہوں نے ایک غیر مطبوعہ مکتوب میں کر دی ہے الخ (ص ۵۴) یہاں میں نے وضاحت

سے مولانا سندیلوی کے نظریات پر کڑی تنقید کی ہے۔ جس کا جواب مولانا سندیلوی نے "جواب شافی" رسالہ میں دیا جس کے جواب الجواب میں بندہ نے "کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل" میں دیا ہے اور اس میں "دفاع صحابہؓ" کے مضمون کی ہی تفصیل ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ مولوی سعید الرحمٰن صاحب علوی میرے کتابچہ "دفاع صحابہؓ" کی تو پوری پوری تائید کرتے ہیں۔ لیکن کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل پر تنقیدی تبصرہ لکھتے ہیں، جس کا سہارا مؤلف "اصل حقیقت" لے رہے ہیں۔ یہاں بھی علوی صاحب پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپ نے پہلے "دفاع صحابہؓ" میں مولانا سندیلوی پر میری تنقید کی تائید کی اور اب اسکے برعکس کتاب "خارجی فتنہ حصہ اوّل" میں کیوں تنقید کر رہے ہیں۔ اس تضاد بیانی کی وجہ کیا ہے؟

کتاب مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت

اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی سعید الرحمٰن صاحب علوی لکھتے ہیں: ۔حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کا یہ بابرکت رسالہ ہند و پاک میں متعدد بار چھپ چکا ہے۔ حضرت شیخ کے خلوص و للّٰہیت کے سبب اسکا نفع بار بار سامنے آیا اور محسوس ہوا کہ بہت سے لوگ فکری گمراہی سے بچ گئے۔ مودودی صاحب اب اس دنیا میں نہیں لیکن ان کی فکر موجود ہے اور دینی طور پر اس میں جو مضرات ہیں وہ

بھی اپنی جگہ پر موجود اس لئے اس زہر کا تریاق بہت ضروری ہے الخ
اس تبصرہ کے آخر میں لکھتے ہیں :۔ ایک مرد خدا کی تحریر میں جو علمی پختگی
سوز و گداز اور خلوص و للّٰہیت ہونی چاہیئے وہ سب باتیں کتاب میں
موجود ہیں۔ حضرت مدنی کے مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کا
ٹھوس اور جامع مقدمہ نیز قدیم نسخہ کے ساتھ چھپنے والا حضرت قاری محمد
طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا مضمون شامل کتاب ہے قیمت
۶۔۵۰ روپے ہے۔ مکتبہ عثمانیہ نزد مدرسہ حنفیہ اشرف العلوم (رجسٹرڈ) ہرنولی
ضلع میانوالی کے کارپرداز اس کی اشاعت پر مستحق تبریک ہیں"۔ (خدام الدین
۱۲ رجون ۱۹۸۱ء ۲۳/۲۴)۔
علوی صاحب نے میرے اس مقدمہ کی بھی پوری تائید کر دی ہے۔ زیر
تبصرہ کتاب کے ابتدائیہ میں بندہ نے بعنوان "عرض حقیقت" یہ لکھا ہے
کہ :۔ مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت "شیخ الاسلام حضرت مولانا سید
حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند قدس سرہٗ کی وہ بلند پایہ
علمی اور تحقیقی کتاب ہے جسمیں مودودی عقائد کے ابطال کے سلسلے میں
مسئلہ عصمت انبیاء اور مسئلہ معیار حق پر مدلل بحث کر کے یہ ثابت کیا
گیا ہے کہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی تحریرات سواد اعظم اہل سنت
کے عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف ہیں اور مودودی جماعت کے دستور
میں انکا یہ عقیدہ کہ :۔ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی،
معیار حق نہیں ہے کتنی گمراہیوں کا دروازہ کھولنے والا ہے"۔ اسی

مقدمہ میں بندہ نے لکھا ہے کہ :- کتاب خلافت و ملوکیت سے اہل السنت والجماعت کے قلوب مجروح ہوئے ہیں اور اہل تشیع کو اس سے مسرت پہنچی ہے۔ چنانچہ شیعوں کے مذہبی رسائل اور اخبارات میں جہاں ان کی مذہبی کتابوں کا اشتہار ہوتا ہے وہاں عموماً مودودی صاحب کی خلافت و ملوکیت بھی ان میں شامل ہوتی ہے الخ اسی مضمون میں بندہ نے بعنوان "حضرت معاویہؓ لکھا ہے کہ" خلافت و ملوکیت میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے سب سے زیادہ مودودی صاحب نے جن کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے اور شیعہ بھی صحابہ کرام میں سب سے زیادہ جن کے خلاف بغض و عناد کا اظہار کرتے ہیں وہ حضرت امیر معاویہؓ ہی ہیں الخ۔ اس مضمون میں بندہ نے شیعہ عقیدۂ امامت و کلمۂ اسلام وغیرہ پر تنقید کی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ بہر حال اہل السنت والجماعت کو اس خطرناک مودودی فتویٰ سے کہ شیعہ کے پیچھے سُنّی اور سُنّی کے پیچھے شیعہ کی نماز جائز ہے۔ مودودی فتنہ کی اصلیت کو سمجھنا چاہیے اور شیعیت کی طرح مودودیت کو بھی اسلام کے خلاف ایک خطرناک سازش یقین کر کے مذہب اہل السنت والجماعت اور اصلی کلمۂ اسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تحفظ کے لئے انتہائی جدوجہد کرنی چاہیے کیونکہ ایمان و اسلام مسلمان کے لئے سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے۔ وما علینا الا البلاغ (۲۲ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ ۲۴ مارچ ۱۹۷۶ء)۔

اس مضمون میں بندہ نے شیعیت اور مودودیت کے متعلق اپنا تصور حق بالکل واضح کر دیا ہے اور مودودی جماعت کے ذمہ دار افراد بھی یہی سمجھتے ہیں کہ مودودیت کے بارے میں میرے اندر کوئی لچک نہیں۔

نعیم صدیقی کا تبصرہ

نعیم صدیقی صاحب ایک شاعر اور ادیب ہیں۔ مودودی جماعت اسلامی سے سالہا سال سے وابستہ ہیں اور مودودی صاحب کے جاری کردہ ماہنامہ ترجمان القرآن (اچھرہ لاہور) کے ان دنوں ایڈیٹر ہیں۔ ان کے پاس تبصرہ کے لئے دو کتابیں بھیجی گئی تھیں (۱) کھلی چٹھی بنام قاضی مظہر حسین صاحب مؤلفہ سید مہر حسین بخاری (۲) قاضی مظہر حسین چکوالی کے خارجی فتنہ کی اصل حقیقت مؤلفہ مولینا محمد علی سعید آبادی" ان دونو کتابوں پر تبصرہ کرتے ہوئے نعیم صدیقی صاحب لکھتے ہیں:۔" یہ دو رسائل تبصرے کے لئے آئے ہیں مگر ان صفحات میں ایسی بحثوں پر کیا تبصرہ لکھا جائے۔ جو ہماری توجہات کو حال کے تباہ کن فتنۂ الحاد اور فلسفہ ہائے مادیت سے ہٹا کر بار بار کی دہرائی ہوئی صدیوں پہلے کی تاریخ پر لے جاتے ہیں:۔ کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا معاملہ کیسا تھا۔ یوں بھی جہاں تک (بواسطہ ہم علاقیت) میں مجملاً قاضی مظہر حسین صاحب کو جانتا ہوں۔ بغیر ان کے ادب میں کمی کئے انھیں "مظہر مباحث" سمجھتا ہوں۔ وہ سالہا سال سے نت نئے قضیے چھیڑتے رہتے ہیں اور اسی میں انکا

علم اور ان کی عزیز عمر کھپ رہی ہے۔ قاضی صاحب کے لئے ہم ہی کافی تھے کہ وہ ساری ناوک اندازیاں ہم پر شوق سے کرتے رہتے۔ کجا کہ وہ طرح طرح کے مناظروں اور قضیوں کو اٹھاتے رہتے ہیں۔ کیا انکی کوشش سے علاقہ میں دس بیس افراد بھی کھرے مسلمان بن سکے۔ رشوت مال حرام تشدد۔ اسراف۔ برادری پرستی۔ رسم پرستی۔ شرک اور دوسری بلاؤں میں کچھ کمی آئی یہی معیار ہوتا ہے دین برحق کی علمبرداری میں کامیابی کا۔ اسی طرح ان کے خلاف جو اصحاب لکھتے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ آؤ اور آج کی سُپر پاورز کی سامراجیت اور آج کے فلسفیوں اور تہذیبی قدروں کے تباہ کن سیلاب کو دیکھو کہ مسلمان خاص طور پر اس کی زد میں آکر تباہ ہو رہے ہیں۔ کچھ ان کا توڑ کرو۔ الخ۔

(ترجمان القرآن جلد ۱۰۱ عدد ۳ مئی ۱۹۸۴ء)۔

نعیم صدیقی صاحب نے بندہ کے متعلق اپنا نظریہ واضح کردیا ہے اس کے باوجود جو مؤلف "اصل حقیقت" بندہ کو جماعت اسلامی کی معنوی اولاد لکھ رہے ہیں یہ ان کا کتنا بڑا سفید جھوٹ ہے۔ یہی ان کی خارجیت کی دلیل ہے۔

——— (۲) صدیقی صاحب موصوف سے یہاں مختصراً یہ عرض کرتا ہوں کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی بحث تو آپ کے قائد اعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت" میں خود تفصیلاً لکھی ہے جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صریح توہین

کی ہے۔ مودودی صاحب نے ہی اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں سورہ تحریم کی آیات کے تحت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زبان درازی کرنے والیاں لکھا ہے۔ مودودی صاحب نے ہی تفہیمات اور تفہیم القرآن میں عصمت انبیاء علیہم السلام کو مجروح کیا ہے۔ مودودی صاحب نے ہی "جماعت اسلامی کے دستور" میں صحابہ کرام کے معیار حق ہونے کی نفی کی ہے۔ مودودی صاحب نے ہی اپنے مضامین مجموعہ "رسائل مسائل" میں اکابر اسلام کی پگڑیاں اچھالی ہیں اور مودودی صاحب نے ہی اپنی کتاب "تجدید و احیائے دین" میں مجددین امت پر اپنا تنقیدی نشتر چلایا ہے۔ بندہ نے اور دوسرے اکابر اہل حق نے تو مودودی صاحب کے نظریات باطلہ کی دلائل سے تردید کی ہے۔ کیا آپ نے اپنے مرشد اعلیٰ مودودی صاحب سے یہ کہا تھا کہ آپ نے یہ صدیوں پہلے کے مسائل پھر از سر نو کیوں چھیڑے ہیں۔ کیا مودودی صاحب نے اضطراری حالت میں متعہ کو حلال نہیں قرار دیا۔ کیا مودودی صاحب نے لاہوری مرزائیوں کے متعلق یہ نہیں لکھا تھا کہ یہ نہ مسلمان ہیں نہ کافر۔ تعجب ہے کہ مودودی صاحب کا ان زیر بحث مسائل کو چھیڑنا تو تحقیق حق ہو اور اگر اسکا علمی طور پر جواب دیا جائے تو یہ تخریب کاری کے ضمن میں آجائے۔ کیا مودودی صاحب کی زندگی میں یہ مادی اور الحادی فتنے

زور دوں پر نہ تھے ؎

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا فہم کرشمہ ساز کرے

(۳) شیعوں نے امت مسلمہ کے اجماعی کلمۂ اسلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر اس تیسری جزو کا اضافہ کیا یعنی عَلِیٌّ وَلیُّ اللّٰه وصیّ رسولِ اللّٰه وخلیفته بلا فصل اور اس پر توحید و رسالت کی طرح ایمان لانا ضروری قرار دیا۔ پاکستان میں شیعہ اردو لٹریچر کا ایک طوفان ہے جس میں صراحتاً خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان ذوالنورین اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو صراحتاً غیر مومن اور منافق لکھا گیا ہے۔ اسی طرح محمود احمد عباسی اور اس کی پارٹی نے قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ اور شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی عظیم جنتی شخصیتوں کو مجروح کیا ہے۔ اور ہم نے ان کے جوابات دیکر ان حضرات صحابہ۔ خلفائے راشدین۔ اہل بیت اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شرعی عظمتوں کا تحفظ کیا ہے تو کیا جنتی شخصیتوں کا دفاع ضروری نہیں ہے اور کیا اصلی اور اجماعی کلمۂ اسلام کا تحفظ ضروری نہیں ہے جو اسلام کا اصل الاصول ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے ماہنامہ ترجمان القرآن میں ملک غلام علی صاحب نے (جو فی الحال وفاقی شرعی عدالت

کے جسٹس ہیں) حضرت مولانا تقی صاحب عثمانی (حال جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان) کے اُن مضامین کا جواب دیا ہے جنہیں انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے مودودی الزامات کا جواب دیا تھا پھر مولانا تقی عثمانی صاحب موصوف نے جواب الجواب میں مضامین لکھے جو کتابی صورت میں " بنام حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق شائع ہو چکے ہیں۔ ملک غلام علی صاحب نے محمود احمد صاحب کی کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" پر بھی اسی ماہنامہ "ترجمان القرآن" میں تنقید کی ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا دفاع تو ضروری ہے لیکن صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور امہات المومنین کا اگر اہل السنت والجماعت کی طرف سے دلائل کی بناء پر دفاع کیا جائے تو یہ آپ کے نزدیک غیر ضروری اور ناپسندیدہ ہے۔ اس فرق کی کوئی علمی اور شرعی وجہ بھی تو بتائیں؟

(۴) ایران کے انقلابی سربراہ خمینی صاحب نے (جو شیعوں کے نزدیک نائب امام مہدی ہیں) اپنی کتاب "کشف الاسرار" میں صراحتاً ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو قرآن کا مخالف قرار دیا ہے (انکی بعض عبارتیں ہیں نے اپنی کتاب " میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ" میں درج کر دی ہیں) لیکن باوجود اسکے مودودی صاحبان اس ایرانی شیعی انقلاب کو "اسلامی انقلاب" قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مودودی جماعت کے ایک سرکردہ لیڈر اسعد گیلانی صاحب نے اپنے سفرنامہ ایران میں

خمینی شیعی انقلاب کو اسلامی انقلاب قرار دیا ہے۔ اور آپ کے ماہنامہ ترجمان القرآن ماہ مئی ۱۹۸۴ء میں بھی آخری صفحہ پر اس "سفر نامہ ایران" کا اشتہار درج ہے۔ کیا امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کو قرآن کا مخالف قرار دینا اور ایام حج میں قریباً ۱½ لاکھ ایرانیوں کا ہنگامہ آرائی کرنا اور حکومت سعودیہ کے خلاف احتجاجی جلوس نکالنا۔ حجاج کرام کو پریشان کرنا۔ حرم مکہ، مسجد نبوی اور روضہ مقدس کے آداب شرعی کی بےحرمتی کرنا اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ ماتمی جلوسوں میں خواہ ایران میں ہوں یا پاکستان میں منہ پیٹنا۔ سینہ کوبی اور زنجیر زنی وغیرہ محرمات کا ارتکاب کرنا۔ طہران کی لاکھوں کی آبادی میں ایک سُنّی مسجد کی اجازت نہ دینا۔ سُنّی مسلمانوں کو علیحدہ نماز جمعہ پڑھنے کی ممانعت کرنا وغیرہ کیا آپ کے نزدیک یہ سارے اسلامی اور قرآنی انقلاب کے آثار و نشانات ہیں جن کی آپ مدح سرائی کرتے ہیں۔ آخر آپ کس اسلام کو مانتے ہیں۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔

کتاب سُنّی مذہب حق ہے

ایک شیعہ مصنف مولوی عبدالکریم مشتاق نے اہل السنت و الجماعت سے دس سوالات کئے تھے جس کے جواب میں بندہ نے کتاب "سُنّی مذہب حق ہے" ۱۹۷۰ء میں شائع کی۔ مولوی سعید الرحمٰن صاحب علوی نے اس پر خدام الدین میں تائیدی تبصرہ شائع کیا جس کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔ "ایک شیعہ مصنف عبدالکریم مشتاق

کے کچھ سوالات بریلوی مکتب فکر کے ایک عالم مولانا محمد یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ کے پاس بغرض جواب آئے جو انہوں نے جواب کیلئے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے پاس ارسال کر دیئے قاضی صاحب موصوف جو رفض و سبائیت کے سلسلہ میں مفید خدمات انجام دے رہے ہیں، نے انتہائی مدلّل جواب لکھے۔ اور پھر اپنی طرف سے اہل شیعہ سے تین سوال کئے۔ اور انھیں شاہ صاحب کے پاس ارسال کر دیا۔ شاہ صاحب نے قاضی صاحب کے ایک معتمد کو خط میں لکھا:۔ اگر وہ جوابات چھپ جائیں تو ہزاروں انسان ہدایت یافتہ ہونگے۔ جوابات نہایت مدلّل بلکہ لاجواب ہیں" ــــــ ضرورت ہے کہ شیعہ مذہب سے مکمل آگاہی حاصل کی جائے۔ قاضی صاحب کا یہ رسالہ اس سلسلہ میں اچھا رہنما ثابت ہوگا۔ ہم برادران اہل سنّت سے اس رسالہ کی بکثرت اشاعت کی درخواست کرینگے تاکہ ہم اپنی ملّی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو سکیں۔ یہ رسالہ چار روپیہ میں دفتر تحریک خدام اہل سنّت چکوال ضلع جہلم سے دستیاب ہے"۔

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۸ مئی ۱۹۷۹ء)

حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں

مولوی سعید الرحمٰن صاحب علوی

سابق ایڈیٹر خدام الدین کی فرمائش پر" امام الاولیاء حضرت لاہوری نمبر"

کیلئے بندہ نے ایک طویل مضمون بتاریخ ۱۳ر رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹ر اگست ۱۹۷۸ء مکمل کیا تھا۔ جو حضرت لاہوری نمبر (ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ مطابق مارچ ۱۹۷۹ء) میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں بندہ نے شیعیت۔ مودودیت۔ خارجیت اور یزیدیت وغیرہ تمام عصری فتنوں کی نشاندہی کر کے شیخ التفسیر حضرت لاہوری کا مسلک حق واضح کر دیا تھا۔ اور آخر میں بعنوان "اعتذار" میں نے یہ لکھا تھا کہ بندہ نے بجائے واقعات کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے حضرتؒ کے عقیدہ۔ مسلک اور نصب العین کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ حضور رحمت للعالمین۔ خاتم النبیین۔ شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ معیار حق ما انا علیہ و اصحابی اور علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین کے نصب العین کے آئینہ حق نما میں حضرت لاہوری کی عظیم شخصیت کو دیکھا جائے۔ اور اس طویل نویسی پر یہ خادم اہل سنت معذرت خواہ ہے"۔

اس مضمون کو تحریک خدام اہل سنت چکوال نے کتابی صورت میں بھی شائع کر دیا۔ چونکہ اس مضمون میں بندہ نے مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کی کتاب "اظہار حقیقت" کے پیش نظر ان کے بعض افکار پر تنقید کی تھی جو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہما کی باہمی جنگ کے سلسلہ میں پیش کئے ہیں۔ اس مسئلے میں اکابر اہل سنت کی

عبارتیں پیش کیں اور یزید کے فاسق ہونے کے متعلق بھی اکابر اہل سنت کی بعض عبارات درج کیگئی تھیں لیکن اسکے باوجود مولوی سعید الرحمٰن علوی نے مسلکی اعتبار سے میرے مضمون کے کسی حصہ پر کوئی تنقید نہیں کی۔ چونکہ یہ مضمون اسی خدام الدین میں شائع ہوا تھا جس کی آڑ میں مؤلف" اصل حقیقت" میرے خلاف دروغ گوئی کر رہے ہیں۔ اور یہ مضمون مقبول بھی ہوا۔ اسلئے خدام الدین کے شائع کردہ اس مضمون کی افادیت کو کم دکھانے کے لئے" مؤلف" اصل حقیقت نے مولینا سندیلوی سے متعلق میری تنقیدی عبارت کو نقل کرتے ہوئے یہ بھی لکھدیا ہے کہ:۔ بغض معاویہؓ پر مبنی اس تنقید میں چکوالی صاحب نے دو چالاکیاں کی ہیں پہلی یہ کہ مضمون چونکہ خدام الدین میں چھپیگا اس لئے عام لوگوں پر یہ تاثر پڑیگا کہ خدام الدین والے بھی اس تنقید میں چکوالی صاحب کے ہمخیال ہیں مگر چکوالی صاحب کی یہ چالاکی دھری کی دھری رہ گئی کیونکہ مدیر خدام الدین ان سے زیادہ ذہین نکلے اور انہوں نے چکوالی صاحب کے پھیلائے ہوئے خانہ جنگی کے اس جال سے بچنے کے لئے اس مضمون کے شروع ہی میں ایک ادارتی نوٹ لکھ کر اس مضمون کا زہر نکال پھینکا۔ مدیر محترم نے لکھا کہ:۔

صاحب مضمون چونکہ ایک جماعت کے بانی اور سربراہ ہیں اس لئے ان کے مقالہ میں کہیں کہیں جماعتی رنگ جھلکتا ہے۔ ہم نے دیانتداری کے پیش نظر مقالہ من وعن شائع کر دیا ہے" (ادارہ خدام الدین

لاہور) اسی طرح مدیر خدام الدین نے نہایت عقلمندی اور حاضر دماغی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس مضمون کے ابتدا ہی میں یہ بتا دیا کہ ہم اس کے تمام مندرجات سے متفق نہیں۔ جکوالی صاحب نے اپنے اس مضمون میں دوسری چالاکی یہ کی کہ بغض معاویہ رضؓ پر مبنی اس تنقید کے فوراً بعد حضرت امام اہل سنت؛ (یعنی سندیلوی صاحب) پر محمود عباسی صاحب کے خیالات اپنانے اور حضرت علی رضؓ کو خلیفہ راشد نہ ماننے کا الزام عائد کر دیا تاکہ مضمون پڑھنے والا جکوالی صاحب کی معاویہ رضؓ دشمنی پر غور کرنے کے بجائے حضرت امام اہل سنت کی علی رضؓ دشمنی پر حیرت کرنے لگے بلکہ اس الزام تراشی کے دو صفحے بعد ایک اور الزام بدبدی ہونے کا بھی لگا دیا تاکہ پڑھنے والے کے متاثر ہونے میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو وہ بھی پوری ہو جائے۔ آخر یہ فنکاریاں جکوالی صاحب میں نہیں ہوں گی تو اور کس میں ہوں گی ؟ ۔ قتل کے کیس میں آٹھ سال قید کاٹ کر بھی اگر وہ یہ حرکتیں نہ سیکھتے تو تعجب ہوتا۔" (اصل حقیقت صـ ۲۷) ۔

الجواب مدیر خدام الدین علوی صاحب نے میرے مضمون کی کسی جزء پر مسلکی اعتبار سے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ صاحب مضمون چونکہ ایک جماعت کے بانی اور سربراہ ہیں اس لئے ان

کے مقالہ میں کہیں کہیں جماعتی رنگ جھلکتا ہے۔

فرمائیے! جماعتی رنگ کو کیا کوئی ذی عقل و انصاف شخص مسلکی و اعتقادی اختلاف قرار دے سکتا ہے؟ مؤلف مذکور کی یہ تنقید تو صرف اپنا دل بہلانے کے لئے ہے ع

دل کے خوش کرنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

مسلکی اعتبار سے تو کسی سُنّی عالم نے میرے اس مضمون پر کوئی تنقید نہیں کی (۲) مجھ پر بار بار معاویہ دشمنی کا بہتان لگانا یہی تو آپ کی خارجیت ہے اور ہمالیہ پہاڑ سے بھی بڑا جھوٹ جو اپنی یزیدی پارٹی کو مطمئن کرنے کے لئے آپ استعمال کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسی مضمون میں بندہ نے قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی عبارات پیش کی تھیں۔ اور اسی سلسلے میں ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت میں حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو جس طرح اپنی روایتی تنقید کا ہدف بنایا ہے اسکا جواب دیکر ان حضرات کا دفاع کیا تھا چنانچہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پالیسی پر مودودی تنقید کے متعلق میں نے یہ لکھا تھا کہ :۔ یہ آیت تمکین اور سورۃ النور کی آیت استخلاف اس بارے میں نص ہیں کہ یہ چاروں خلفاء اپنے اپنے دور خلافت میں خلیفہ راشد تھے۔ اور گو ان میں باہمی فضیلت

حسب ترتیب خلافت ہی پائی جاتی ہے۔ لیکن اپنے زمانہ میں وہ
خلافت کے پورے اہل تھے اور خلافت کا بار مکمل طور پہ اٹھانے
کی اہلیت رکھتے تھے۔ کیونکہ ان حضرات کا انتخاب حسب وعدہ خود
اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اب انکی اہلیت اور قابلیت پہ اعتراض
کرنا ان پہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب پہ اعتراض ہے العیاذ باللہ
اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ مہاجرین صحابہ میں
سے نہیں ہیں اسلئے وہ اس خلافت راشدہ موعودہ کا مصداق
نہیں بن سکتے۔ البتہ امام حسن کی صلح کے بعد آپ اہل السنت
والجماعت کے عقیدہ میں خلیفہ برحق ہیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰؓ
سے ان کا اختلاف اجتہادی ہے جس کی نوبت قتال باہمی تک
پہنچ گئی تھی اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ راشد کی مخالفت انھوں نے
از روئے اجتہاد نیک نیتی سے کی ہے اس لئے ان کی اس خطاء کو
اجتہادی قرار دیا جائیگا لیکن بحیثیت جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی
ہونے کے ان پہ لعن طعن کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ روافض کرتے ہیں
یا مودودی صاحب نے تنقید کے نام پہ ان کو ہدف ملامت بنایا ہے
چنانچہ "خلافت و ملوکیت میں لکھا ہے الخ (ایضاً ص۸۳)۔
اب ناظرین کرام ہی بندہ کی پیش کردہ عبارت سے یہ نتیجہ نکال لیں کہ کیا
اسی کا نام معاویہ دشمنی ہے جس کا الزام مؤلف "اصل حقیقت" مجھ پر
لگا رہا ہے۔ یا یہ حُبِّ معاویہ اور دفاع معاویہ ہے کہ ان کو نیک نیتی

سے اختلاف کرنے والا۔ اور جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی قرار دیا جارہا ہے۔ اور اجتہادی خطا میں تو ایک اجر ہی ملتا ہے۔ اسے کون تنقیص و توہین کر سکتا ہے اور بندہ نے تو اس میں واضح طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق رافضی اور مودودی نظریہ کا رد کر دیا ہے۔ مگر اصل حقیقت تو یہی ہے کہ یہ خارجی گروہ سبائیت کی دوسری شاخ ہے جو حبِ معاویہؓ کی آڑ میں اہل السنت والجماعت کے متفق علیہ مسلک کو مجروح کرنے کی بالارادہ کوشش کر رہا ہے۔ جو کوئی بھی حضرت علی المرتضیٰ کو قرآن کا موعودہ خلیفہ راشد قرار دے کر حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا کا قائل ہو (اور جمہور اہل السنت والجماعت کا یہی قول ہے) تو یہ اس کو دشمن معاویہ قرار دیکر اپنے خارجی مشن کی تکمیل کرتے ہیں۔

علوی صاحب کا سہارا بھی کام نہ آیا

مؤلف "اصل حقیقت" نے "خارجی فتنہ" حصہ اول پر علوی صاحب کے تبصرہ کی آڑ میں بندہ پر تبرا بازی شروع کر دی لیکن ان کو یہ سہارا بھی کام نہ آسکا۔ کیونکہ میں نے علوی صاحب کے ہی پھر پور تائیدی تبصرے خدام الدین کے حوالہ سے یہاں پیش کر دیئے ہیں۔ جس میں انھوں نے میری تصانیف اور مضامین کی مسلکی اعتبار سے پوری تائید کی ہے اور صاف صاف لکھ دیا ہے کہ:۔

"قاضی صاحب موصوف جو رفض و سبائیت کے سلسلہ میں مفید خدمات انجام دے رہے ہیں" (تبصرہ "سُنّی مذہب حق ہے" خدام الدین

۱۸ رمئی ۱۹۷۹ء) ۔

(ب) کتاب "دفاع صحابہ" کے تبصرہ میں لکھتے ہیں :۔ مطرقۃ الکرامۃ کے ابتدائیہ کے طور پر امیر تحریک ترجمان اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہم الخ (خدام الدین ۱۹ نومبر ۱۹۸۲ء ص ۲۶)

(ج) "میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے علوی صاحب لکھتے ہیں :۔ ہمارے مخدوم مولانا قاضی مظہر حسین صاحب جو جماعت اسلامی کے معاملہ میں اپنے اکابر مولانا مدنی ۔ مولانا لاہوری شیخ الحدیث اور مولانا غلام غوث قدس اسرارہم کے مشن کے وارث ہیں" (خدام الدین ۲۶ اگست ۱۹۸۳ء ص ۲۴)

یہ تو ہیں مؤلف "اصل حقیقت" کے ممدوح مولوی سعید الرحمٰن صاحب علوی کے تائیدی تبصرے ۔ لیکن مؤلف صاحب مذکور باوجود اسکے اپنی تحریک خارجیت کے جراثیم پھیلانے کے لئے خوف خداوندی سے خالی ہو کر یہ بہتان لگا رہے ہیں کہ چکوالی گلابی شیعہ ہے ۔ جماعت اسلامی کا معنوی شاگرد ہے ۔ معاویہ دشمنی اس کا مقصد ہے وغیرہ ۔ خدا جانے علوی صاحب کے مذکورہ تبصروں کے بعد وہ کہاں پناہ لینگے ۔ واللہ الہادی ۔

علوی صاحب کی خدمت میں

مولوی سعید الرحمٰن صاحب علوی کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ صرف صحافی ہی نہ بنے رہیں حضرات اکابر دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ

کی عقیدت کا جس طرح اپنی تحریرات میں اظہار و اعلان کرتے رہتے ہیں اسکا تقاضا یہی ہے کہ مشاجرات صحابہ اور یزیدیت کے بارے میں بھی آپ ان حضرات کی تقلید کر کے فلاح دارین حاصل کریں ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

وما علینا الا البلاغ -

مولانا محمد کرم الدین کا مسلک

اپنے والد گرامی فخر اہل سنت ابوالفضل حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک میں نے "آفتاب ہدایت" طبع سوم کے مقدمہ میں لکھدیا تھا کہ آخری عمر میں آپ کو اکابر دیوبند سے عقیدت پیدا ہوگئی تھی اور آپ نے شیخ العرب و العجم حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں بیعت کی درخواست بھی پیش کی تھی لیکن اسکے باوجود مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی نے اپنے پمفلٹ بعنوان: قاضی مظہر حسین صاحب (چکوال) کے اعتراضات کا جواب شافی کے آخری صفحہ ۲۰ پر بعنوان: "فتویٰ بھیں ضلع جہلم" والد صاحب مرحوم کا وہ فتویٰ نقل کردیا جس میں آپ نے دیوبندی اکابر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری محدث کا نام لے کر تکفیر کی تھی۔ (بحوالہ الصوارم الہندیہ مؤلفہ مولوی حشمت علی خانصاحب ط۱۱۱ شائع کردہ مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال. مطبوعہ

اردو ڈائجسٹ پرنٹرز ۲۴ سرکلر روڈ لاہور)۔
بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اوّل میں مولانا سندیلوی کے جواب میں حضرت والد مرحوم کے مسلک کے بارے میں پھر وضاحت کردی تاکہ جو لوگ حقیقت حال سے واقف نہیں ہیں ان کی غلط فہمی دُور ہو جائے۔ لیکن مولف" اصل حقیقت" نے پھر اس سلسلے میں خامہ فرسائی کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔
چکوالی صاحب کے منتقمانہ مزاج اور کینہ پروری کا ایک اور ہدف شیخ العصر آیۃ من آیات اللہ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان مرحوم ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۳۵۶ھ میں آج سے تقریباً پچاس سال قبل اہل حق (دیوبندی) اور اہل ہوا (بریلوی) کا ایک مناظرہ ہوا جس میں اہل حق کے مناظر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی اور سرپرست شیخ العصر حضرت مولانا حسین علی تھے اہل ہوا کی طرف سے صدر جناب کرم الدین صاحب (قاضی مظہر کے والد) اور مناظر جناب حشمت علی صاحب تھے۔ جو اہل ہوا کے ہاں مظہر اعلیٰحضرت کہلاتے تھے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس مناظرے میں اہل حق کو زبردست فتح اور اہل ہوا کو شکست فاش ہوئی۔ قاضی مظہر حسین چکوالی اپنے والد کی یہ رسوا کن شکست آج تک نہیں بھلا سکے۔ بلکہ حضرت مولانا حسین علیؒ کے خلاف ان کا بغض حضرت مولانا کے شاگردوں (شیخ القرآن ورفقاءہم) تک کے متعلق سرایت کر گیا ہے اور قاضی جی آجتک کسی نہ کسی بہانے سے ان حضرات کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔ مثلاً چکوالی صاحب

اپنے مدرسہ کی سالانہ روداد ۱۹۸۰ء ۱۹۸۱ء) کے ص۱۹ پر حضرت مولینا حسین علیؒ کے شاگردِ خصوصی حضرت مولانا غلام اللہ خان اور انکے رفقاء کے خلاف لکھتے ہوئے یہ اپیل کرتے ہیں کہ: صحیح العقیدہ علمائے دیوبند ان علماء سے انقطاع کرلیں۔" اب پھر یہی بات "شہادت حسینؓ" نامی پمفلٹ کے دیباچہ میں دوہرائی ہے۔" (اصل حقیقت ص۱۸/۱۹)۔

جھوٹ کا مربہ
جھوٹ نمبر ۲

مؤلف "اصل حقیقت" نے اس عبارت میں جو جھوٹ بولے ہیں، حسب ذیل ہیں جھوٹ نمبر ا "قاضی مظہر حسین چکوالی اپنے والد کی یہ رسوا کن شکست آج تک نہیں بھلا سکے"۔ حالانکہ میں نے آفتاب ہدایت طبع سوم کے مقدمہ میں خود مناظرہ سلانوالی کے متعلق یہ لکھ دیا ہے کہ: ــــــ غالباً ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ سلانوالی ضلع سرگودھا میں علمائے دیوبند و علمائے بریلی کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی ماکان ومایکون کے موضوع پر ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہوا جس میں مولانا مرحوم علماء بریلی کی طرف سے صدر مقرر ہوئے۔ اس مناظرہ سے واپس آکر آپ نے دیوبندی مناظر مولانا منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان کی تہذیب و متانت کی بہت تعریف فرمائی۔ اس کے علاوہ خدا جانے آپ نے اس مناظرہ سے کیا کیا اثرات لئے۔ اگلے سال رمضان ۱۳۵۶ھ میں احقر نے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بخوشی اجازت دیدی اور خود اعلیٰ حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ مدنی

شیخ الحدیث دیوبند مدظلہ کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ لکھا کہ میں اپنے فرزند کو دارالعلوم میں حضرت کے زیر سایہ تعلیم دلانا چاہتا ہوں"۔ حضرت والا مدظلہ نے سلہٹ (آسام) سے جواب تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ :۔ آپ اپنے لڑکے کو ابتدائے شوال میں دیوبند بھیجدیں۔ میں نے حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب کو اس کے متعلق لکھدیا ہے۔ وہ مہربانی فرمائینگے"۔

حضرت کے گرامی نامہ کو مولانا مرحوم نے اپنے لئے باعث افتخار جانا اور فرمایا کہ" آج ہندوستان کی ایک بڑی شخصیت کا خط آیا ہے۔ یہ الفاظ آپ نے بڑی عقیدت سے کہے تھے"۔

ناظرین اندازہ فرمائیں۔ حضرت والد مرحوم اس مناظرہ سے واپسی پر دیوبندی مناظر کی تعریف کرتے ہیں۔ (اور بریلوی مناظر مولوی حشمت علی خان صاحب کے متعلق والد صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ ان کے الفاظ غیر مہذبانہ ہوتے تھے۔ اور بار بار کہتے تھے "میں ناظر تو منظور" جس کا ذکر کرنا میں نے آفتاب ہدایت میں مناسب نہیں سمجھا تھا) پھر بندہ کو دارالعلوم میں داخل کرایا۔ تو کیا یہ طرز عمل مناظرہ سلانوالی کی شکست کا انتقام لینے کی دلیل ہے یا اکابر دیوبند کی عقیدت و عظمت کی۔

(ب) میں نے آفتاب ہدایت کے مقدمہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب میں وہاں سے فارغ ہو کر گھر آیا تو جناب والد مرحوم سے اکابر دیوبند کے حالات بیان کئے۔ حضرت مدنی مدظلہ کے بعض

ارشادات سُنائے جو میں نے قلمبند کر لئے تھے تو آپ نے حضرت کے متعلق فرمایا کہ آپ ولی اللہ ہیں"۔ قطب العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ اور امام العالم حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند کے حالات سُن کر فرطِ عقیدت سے والد صاحب کی آنکھیں بعض وقت آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں الخ ——— فرمائیے! یہ اکابر دیوبند سے فرطِ عقیدت و عظمت کا اظہار ہے یا مناظرہ سلانوالی کی شکست کے انتقام کا۔ اس کے بعد میں نے لکھا ہے کہ:۔ غرضیکہ اکابر دیوبند کے متعلق جو پہلے شبہات تھے وہ زائل ہو گئے اور یہ حضرات اکابر کی کرامت ہے" ——— پھر میں نے اسی مقدمہ آفتاب ہدایت میں بعنوان" حضرت مولانا مدنیؒ سے بیعت" کے تحت لکھا ہے کہ:۔ اب زندگی کی آخری منزل میں جب مصائب کا ہجوم ہوا اور منزل آخرت قریب نظر آئی تو کسی مرشد کامل سے استفاضہ ضروری سمجھا۔ اکابر دیوبند سے عقیدت تو پیدا ہو چکی تھی۔ اس غرض کے لئے جامع علوم و معارف قدوۃ الواصلین شیخ العصر حضرت مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں بیعت کیلئے درخواست بھیجی۔ حضرت مدظلہ نے اپنے کرامت نامہ میں ارشاد فرمایا کہ تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے سابق شیخ کے تلقین کردہ وظیفہ پر عمل کریں میں آپ کے لئے اور آپ کے عزیز کے لئے حسن خاتمہ کے لئے دعاء کرتا ہوں"۔ اس کے بعد جناب والد صاحب مرحوم فرمایا

کرتے تھے کہ جب سے بیعت کا تعلق اختیار کیا ہے حضرت مولانا مدنیؒ سے غائبانہ مجھ کو فیض حاصل ہوتا ہے" ۔ اس کے بعد جلد ہی مولینا انتقال فرما گئے ۔ حضرت مدنیؒ سے میرے والد صاحب مرحوم کا بیعت ہونا اور مناظرہ سلانوالی کا تذکرہ میں نے آفتاب ہدایت کے حوالہ سے " خارجی فتنہ حصہ اوّل از صفحہ ۴۸ تا ۵۰ میں بھی لکھدیا ہے اور میری اسارت کے دوران حضرت والد صاحب کی دار العلوم دیوبند کے شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو خط و کتابت رہی اس کا بھی ص۵۱ پر حال لکھا ہے اور حضرت شیخ الادب کے بعض خطوط بنام مولانا محمد کرم الدینؒ بھی درج کر دیئے ہیں علاوہ ازیں سلانوالی مناظرہ میں دیوبندی مناظر حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زید فیضہم کا مکتوب گرامی بھی نقل کر دیا ہے جو حضرت والد مرحوم کے حالات پہنچنے پر انہوں نے مجھے لکھا تھا۔ اس میں مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ :۔ جناب کی تفصیلی سرگزشت معلوم کر کے دل میں محبت و عظمت پیدا ہوئی اور حضرت والد ماجدؒ کے تذکرہ میں جو تحریر فرمایا ہے اس سے ان کی شخصیت کے بارے میں صحیح معلومات حاصل ہوئے ۔
جزاکم اللہ تعالیٰ (۲۸ اپریل ۱۹۸۱ء)

قارئین حضرات اندازہ فرمائیں حضرت والد صاحب نے مناظرہ سلانوالی میں دیوبندی مناظر کی تعریف کی پھر مجھے دار العلوم دیوبند بھیجا۔ بندہ کے حالات بتانے پر حضرت مدنیؒ کے متعلق فرمایا کہ آپ ولی اللہ ہیں

اور میری اسارت کے دوران حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کی درخواست بھیجی۔ حضرت نے دعائیں دیں۔ میری قید کے دوران حضرت شیخ الادب کی خدمت میں دعاء کی درخواست کرتے رہے دارالعلوم میں بندہ کے لئے بخاری شریف کا ختم ہوتا رہا۔ جیل کے دوران شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ اپنے کرامت ناموں سے بندہ کو مشرف فرماتے رہے جو مکتوبات شیخ الاسلام میں شائع ہو چکے ہیں حضرت شیخ الادب کے شفقت نامے بھی بندہ کو مطمئن کرتے رہے لیکن ان تمام حالات کے باوجود مؤلف "اصل حقیقت" لکھتے ہیں کہ چکوالی میں بریلویت کے جراثیم ہیں۔ اور مناظرہ سلانوالی کی شکست کی وجہ سے اس کو حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ اور ان کے تلامذہ سے بغض ہے تو اسے سوائے خارجیت کے ہتھکنڈوں کے اور کیا نام دے سکتے ہیں۔

آفتاب ہدایت امیر شریعت کی نظر میں

آفتاب ہدایت طبع سوم جب بندہ کے تحریر کردہ مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی تو امیر شریعت مجاہد ملت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اس کے دو نسخے منگوائے تھے۔ ایک نسخہ انہوں نے جماعتی لائبریری میں رکھا اور ایک اپنی صاحبزادی کو جہیز میں دیا۔ مولانا حافظ عطاء المنعم صاحب بخاری ابن امیر شریعتؒ نے بندہ کے نام اپنے خط میں اس مقدمہ

کی بڑی تحسین کی تھی۔

(۲) امیر شریعتؒ نے اپنے ایک مقدمہ میں حضرت والد صاحب مرحوم کو بطور گواہ صفائی طلب کیا تھا جس میں مرزائیوں کی جرح کے جواب میں مولانا مرحوم نے مسکت جواب دیئے تھے۔ مشہور مبلغ اہل سنت مولانا حافظ اللہ داد صاحب گجراتی مرحوم بیان کرتے تھے کہ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے خود بتایا تھا کہ جب مرزائی وکیل سوال کرتا تھا تو میں سوچتا تھا کہ مولوی کرم الدین صاحب کیا جواب دینگے لیکن جب آپ جواب دیتے تھے تو ہم ان کی ذہانت اور حاضر جوابی سے حیران ہوجاتے تھے۔ حافظ اللہ داد صاحب مرحوم نے ہمیں کئی بار حضرت بخاری صاحب کی یہ بات سنائی تھی۔

(۳) جناب والدؒ صاحب نے ایک دفعہ خود بیان کیا تھا کہ بٹالہ ضلع گورداسپور میں انجمن شباب المسلمین کا جلسہ تھا جس میں میری تقریر بھی تھی اور مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی بھی۔ منتظمین جلسہ نے میری تقریر کا اعلان کیا تو میں نے کہا کہ میری تقریر کے بعد متصل مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی تقریر نہ رکھیں ممکن ہے کہ وہ میری تقریر سے اختلاف کریں۔ لیکن منتظمین نے میری تقریر کے بعد ہی بخاری صاحب کی تقریر رکھ دی۔ میں نے تقریر شروع کی تو بخاری صاحب اور مولانا حبیب الرحمٰنؒ صاحب لدھیانوی دونوں میری تقریر میں آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے شیعیت کی تردید کی اور ان کی کتابوں سے انکے

عقائد باطلہ بیان کئے۔ میری تقریر کے بعد بخاری صاحب اسٹیج پر آئے تو یہ کہا کہ میں نے مولوی کریم الدین صاحب کی تقریر سُنی ہے جب وہ شیعوں کے عقائد بیان کرتے تھے تو میں یہ سمجھتا تھا کہ میرے سینہ پر کوئی ہتھوڑے مار رہا ہے کہ تُو ان شیعوں کو ساتھ ملاتا ہے۔ جنکے ایسے ایسے عقائد ہیں۔ یہ تھی امیر شریعتؒ کی حق گوئی اور حق پسندی۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مؤلف رُمح الدیان کی معذرت

میں نے آفتاب ہدایت کے مقدمہ میں جب یہ لکھا کہ والد صاحب مولانا محمد کریم الدینؒ متوفی جولائی ۱۹۴۶ء حضرات اکابر دیوبند کے عقیدتمند ہو گئے تھے اور میری اسارت کے زمانہ میں حضرت الشیخ المدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں بیعت کی درخواست بھیجی تھی وغیرہ تو مولانا محمد عبدالعزیز صاحب نقشبندی مرتضائی خطیب جامع مسجد کوٹ غلام محمد خاں قصور ضلع لاہور نے اپنے رسالہ "رُمح الدیان لرجم العدوان" مطبوعہ ۱۳۷۵ھ میں میرے اس بیان کو جھوٹ پر مبنی قرار دیا تھا۔ جس پر میں نے ان کو نوٹس دیا تھا کہ میں نے آفتاب ہدایت کے مقدمہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ جناب والد صاحب مرحوم نے دارالعلوم دیوبند کے لئے جو رقم مولانا راشد حسن صاحب عثمانیؒ کے ہاتھ بھیجی تھی ان کی رسید جو دارالعلوم دیوبند سے آئی تھی وہ بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ آپ تنے دنوں

تک مجھ سے تحریری معذرت کریں ورنہ میں عدالت میں آپ کے خلاف دعویٰ دائر کرونگا۔ تو مولانا غلام محمد خان صاحب نے مجھے اپنا تحریری معذرت نامہ بھیجدیا تھا۔ وہ تو مان گئے (جنہوں نے مذکورہ رسالہ دراصل ایک اور دیوبندی عالم کے ایک رسالہ کے جواب میں لکھا تھا) لیکن خارجیت کی ادائیں نرالی ہیں۔ "مؤلف" اصل حقیقت کسی طرح ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ خواہ کتنا ہی رسوا ہونا پڑے اور خارجی سبائیت کی یہی علامت ہے۔

میری قید کی نوعیت

مؤلف صاحب یہ بھی طعنہ دے رہے ہیں کہ :۔ قتل کے کیس میں آٹھ سال قید کاٹ کر بھی اگر وہ یہ حرکتیں نہ سیکھتے تو تعجب ہوتا"۔ (ص ۲۷)۔

یہ قتل اپنے گاؤں کی ایک لڑائی میں ہوا تھا۔ فریق مخالف کے ایک جوان نے (جو دوسرے گاؤں سے آیا تھا) پہلے مجھ پر وار کیا تھا۔ میں نے اس کا دفاع کیا جس میں اسے کاری ضرب لگی۔ وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ میں نے اسکا تعاقب کیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آخر وہ ہسپتال میں وفات پا گیا۔ میں نے شیخ الادب حضرت مولٰینا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جیل سے یہ سارا واقعہ لکھ دیا تھا۔ اور یہ بھی رہائی کے بعد عرض کیا تھا۔ کہ کیا میں مرحوم کے ورثہ سے معافی مانگوں تو شیخ الادب نے فرمایا تھا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے قارئین اس قتل کی نوعیت معلوم کر سکتے

ہیں۔ مؤلف مذکور کا تو مشن ہی حقائق کا انکار کرنا ہے۔ اتنا بھی ناواقف حضرات کی تسلی کے لئے لکھ دیا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

(ب) جیل سے بندہ ۱۹۴۹ء میں رہا ہوا۔ پھر ۱۹۵۲ء میں امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی عملی قیادت میں جو ایک تاریخی تحریک چلی تھی اس میں قریباً ۹ ماہ جیل میں نظربند رہا۔ جس پر حضرت الشیخ المدنیؒ نے بندہ کو اپنے کرامت نامہ میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ :۔

"نظربندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والانامہ نہ آیا تھا۔ مگر یہ خیال نہ تھا حق تعالیٰ آپ حضرات کے اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارۂ سیئات اور ترقی درجات کرے۔ آمین (مکتوبات شیخ الاسلام جلد چہارم مکتوب ۳۵)۔

فسادی ملّا مظہر حسین (شیعہ واویلا)

ہفت روزہ رضاکار لاہور

یکم فروری ۱۹۷۹ء میں بعنوان "حکومت کی توجہ کے لئے" یہ لکھا گیا کہ :۔ "مشہور فسادی ملاں مظہر حسین آف چکوال ضلع جہلم ہروقت شیعوں کے خلاف نفرت پھیلانے میں مصروف رہتا ہے لیکن اس فسادی ملاں کی مذبوحی حرکات کے خلاف حکومت کوئی نوٹس نہیں

لیتی۔ ابھی حال ہی میں اس فسادی ملاں نے "سنی قرار دادیں" کے عنوان سے اشتہار شائع کیا ہے اور ساتھ ہی قرار دادیں ارسال کرنے کے لئے مطبوعہ فارم تقسیم کئے ہیں۔ جن میں حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ جلوسہائے عزا بند کئے جائیں کیونکہ ان جلوسوں سے سنیوں کی دلآزاری ہوتی ہے"۔ (نامہ نگار چکوال)

——— محرم اور چہلم کے جلوسوں میں بندہ کئی بار ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں نظر بند رہ چکا ہے۔ کئی کیس چلائے چلائے گئے ہیں بہرحال شیعہ کیا کہتے ہیں اور مؤلف اصل حقیقت کیا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں کہ چکوالی گلابی شیعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائیں۔ آمین۔

مجھ پر جھوٹ نمبر ۱، نمبر ۲ کا الزام اور اسکا جواب | مؤلف اصل حقیقت

بعنوان "چکوالی صاحب کا جھوٹ نمبر ۱" لکھتے ہیں:۔ خارجی فتنہ کے ص ۴۷ ، ۴۸ پر چکوالی صاحب اپنے والد کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔ علمائے دنیا نے ان بزرگوں (علمائے دیوبند) پر کفر و الحاد کے فتوی لگائے اور اتنا مکروہ پروپیگنڈہ کیا کہ بہت سے نیک لوگوں میں بھی غلط فہمیاں پھیل گئیں۔ علمائے دیوبند کی عبارتوں میں کتر بیونت کرکے قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔ مصنفین کی مراد سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی۔ مولانا کرم الدین صاحب مرحوم بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے اور

آپ کو اگرچہ حضرات علمائے دیوبند کے خلاف غلو نہ تھا ـــــ (اور) اکابر دیوبند کی تصانیف مبارکہ کو براہ راست مطالعہ کرنے اور ان کے پیش کردہ حقائق کو سمجھنے کا بہت کم موقعہ مل سکا۔ الخ

اس میں چکوالی صاحب نے یہ صریح جھوٹ بولا ہے کہ میرے والد صاحب کو حضرات دیوبند کے خلاف غلو نہ تھا۔ کوئی ان سے پوچھے کہ کفر کا فتویٰ دینا اور اتنی تلخ زبان استعمال کرنا کیا غلو نہ ہونے کی نشانی ہے"۔ (اصل حقیقت ص ۳۸)۔

الجواب (۱) کتاب حسام الحرمین مترجم مؤلفہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی ۱۳۲۴ھ میں شائع ہوئی ہے۔ اور فتویٰ بھی "الصوارم الہندیہ" مرتبہ مولوی حشمت علی خان صاحب بریلوی میں شائع ہوا ہے۔ اس فتویٰ بھی میں تاریخ درج نہیں۔ میں نے بھی "الصوارم الہندیہ" مولانا سندیلوی کے پمفلٹ "جواب شافی" کے جواب کے بعد دیکھی ہے دار العلوم دیوبند جانے سے سالہا سال پہلے کا یہ فتویٰ ہے جس کا مجھے قبل ازیں علم ہی نہ تھا۔ تو میری اس بات کو کون اہل عقل و دیانت جھوٹ قرار دے سکتا ہے۔ مؤلف صاحب مولانا سندیلوی سے ہی جھوٹ کی تعریف سمجھ لیں۔

(۲) میں نے کبھی حضرت والد صاحب مرحوم سے اکابر دیوبند کے خلاف کوئی بات نہیں سنی۔ مؤلف صاحب نے خارجی فتنہ حصہ اول سے مذکورہ جو عبارت نقل کی ہے یہ میرے مقدمہ آفتاب ہدایت کی

عبارت ہے جو میں نے آفتاب ہدایت کے حوالہ سے خارجی فتنہ میں درج کی ہے۔ مؤلف پر لازم تھا کہ وہ اس میں آفتاب ہدایت کا بھی حوالہ دیتے تاکہ قارئین کرام کو معلوم ہوجاتا کہ میں نے یہ عبارت حضرت والد صاحبؒ کے حالات میں قریباً ۲۳ سال پہلے (۱۹۵۰ء میں) لکھی ہے۔ علاوہ ازیں آفتاب ہدایت کے مقدمہ میں بندہ نے والد صاحب مرحوم کے متعلق یہ بھی لکھا تھا کہ:۔ امرتسر اور لاہور کے مختلف مدارس میں علوم و فنون کی تکمیل کی۔ عربی ادب کی بعض کتابیں آپ نے حضرت مولانا فخر الحسن[1] صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قدس سرہ سے لاہور میں پڑھی ہیں۔ اس کے بعد فن حدیث کی تکمیل کے لئے حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سہارنپور چلے گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے عمزاد بھائی حضرت مولانا محمد حسن صاحب فیضی مرحوم بھی تحصیل علم کے لئے گئے تھے لیکن دونو بھائی بوجہ آب ہوا کی ناموافقت کے وہاں بیمار ہوگئے اور بہت قلیل مدت رہ کر دونو واپس چلے آئے۔ اور امرتسر میں بقیہ کتب ختم کیں۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ حضرت مولانا رشید احمد صاحب

[1] آفتاب ہدایت میں غلطی سے حضرت مولانا فخر الحسن صاحب کا نام لکھا گیا ہے حالانکہ اورینٹل کالج لاہور میں جو پڑھاتے رہے ہیں وہ حضرت علامہ مولانا فیض الحسنؒ صاحب تھے جو حضرت مولانا نانوتویؒ کے معاصر اور بے تکلف دوست ہیں۔ ۱۲

گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی دونو کے استاذ حدیث ہیں اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے بھی ان سے پڑھا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت والد صاحبؒ کے نزدیک محدث سہارنپوریؒ صحیح العقیدہ تھے۔

جناب مولانا دبیرؒ علمائے مظاہر علوم سہارنپور کی فہرست میں

مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری نے اپنی کتاب "علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات جلد دوم میں والد ماجد حضرت مولانا محمد کرم الدینؒ صاحب دبیر کا بھی حرف ک کے ضمن میں بعنوان:۔ مولانا محمد کرم الدین دبیر پنجابی" تذکرہ لکھا ہے اور آپ کی تالیفات و تصنیفات میں سے حسبِ ذیل کے نام لکھے ہیں:۔ آفتاب ہدایت ردّ رفض و بدعت۔ تازیانہ عبرت۔ سیف مسلول۔ تازیانہ سنت۔ تاج المتقین (عربی)۔ ملاحظہ ہو کتاب مذکور از ص۳۰۴ تا ص۳۰۶)۔ علاوہ ازیں بحیثیت ایڈیٹر سراج الاخبار جہلم مولانا دبیر کا تذکرہ از ص۴۲۶ تا ۴۲۹ میں موجود ہے۔ جس میں مرزا قادیانی کے ساتھ مقدمات کا ذکر ہے۔ خدا جانے فضلائے مظاہر علوم سہارنپور میں مولانا دبیر کا تذکرہ معلوم ہونے کے بعد مؤلف مذکور کا کیا حال ہوگا۔

(۴) میرے والد مرحوم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے عقیدتمند تھے اور حضرت پیر صاحب نے مسئلہ طاعون کی بحث میں حضرت مولانا ،

رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو مقتدائے زمان لکھا ہے جس کا حوالہ قادیانی مقدمہ کی بحث میں آ رہا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ والد صاحب کو اگر پہلے حضرت گنگوہی کے متعلق حسام الحرمین کے فتویٰ کی بناء پر کوئی غلط فہمی تھی تو بعد میں اس کا ازالہ ہو گیا ہو گا۔ ورنہ حضرت پیر صاحب گولڑوی کی طرف سے حضرت گنگوہی کو مقتدائے زماں تسلیم کرنے کے بعد آپ حضرت پیر صاحب کے عقیدتمند نہیں رہ سکتے تھے

(۵) حضرت والدؒ نے مجھ کو انجمن حمایت اسلام لاہور کے شعبہ اشاعت اسلام کالج لاہور میں داخل کرایا۔ جہاں میٹرک پاس طلبہ کو دو سالہ کورس کی تکمیل کے بعد ماہر تبلیغ کی سند دی جاتی تھی۔ اس کالج میں انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی اور عربی کتابیں بھی۔ کالج کے پرنسپل پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی تھے جو کلام اقبال کے مشہور شارح ہیں اور تفسیر و ترجمہ قرآن وغیرہ کے معلم جناب مولانا غلام مرشد صاحبؒ فاضل دیوبند اور جناب مولانا قاضی سراج احمد صاحب مرحوم (فاضل دیوبند) تھے۔ والد صاحب ان علماء سے ملاقات کرتے رہتے تھے علاوہ ازیں اس اشاعت اسلام کالج کے نگران شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد صاحب لاہوری تھے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ والدی المکرم مولانا محمد کرم الدین صاحب مرحوم کو اس وقت علمائے دیوبند کے خلاف غلو نہ تھا۔

(۶) آفتاب ہدایت میں مولانا مرحوم نے شیعہ عقیدہ امامت کے سلسلہ

میں لکھا ہے :۔ (نواں مسئلہ) یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم ماکان ومایکون خاصہ باری تعالیٰ ہے مگر شیعہ کہتے ہیں کہ ائمہ کو یہ سب معلومات حاصل ہیں۔ اصول کافی ص۱۵۹ میں باب ہی یوں باندھا ہے۔
باب ان الائمۃ علیھم السلام یعلمون علم ما کان و ما یکون و انہ لا یخفی علیھم شئ ۔ (باب اس کا کہ ائمہ کو علم ماکان ومایکون حاصل ہوتا ہے اور ان پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں ہے)۔
یہاں مولانا کرم الدین نے اپنے عقیدہ کی وضاحت کردی کہ :۔ یہ مسئلہ مسلم ہے کہ علم ماکان و مایکون خاصہ باری تعالیٰ ہے"۔ حالانکہ عموماً بریلوی علماء حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ماکان ومایکون قرار دیتے ہیں اور پھر سلانوالی کے مناظرہ کے بعد جو حضرت والد صاحب نے اکابر دیوبند کی طرف رجوع کیا ہے تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس مناظرہ میں آپ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دیوبندی مناظر کے دلائل سے کافی مطمئن ہو گئے ہونگے۔ بہرحال مذکورہ بالا حالات و قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ کے متعلق بندہ نے لکھا ہے" اس میں آپ کو علمائے دیوبند کے خلاف غلو نہیں رہا تھا۔ اور مؤلف" اصل حقیقت" کا اس بارے میں مجھ پر جھوٹ کا الزام لگانا خود ان کی خارجیانہ بہتان تراشی کی دلیل ہے۔

الزام جھوٹ نمبر ۲ | اس عنوان کے تحت مؤلف مذکور لکھتے ہیں:

اگر چکوالی صاحب کے بقول وہ کفر کے اس تحریری فتویٰ سے رجوع کر چکے تھے تو چکوالی صاحب ان کا یہ رجوع ان کی کسی تحریر یا پبلک بیان میں دکھائیں کیونکہ علی الاعلان گالی اور تہمت سے رجوع وہی کہلائیگا جو علی الاعلان ہو۔ ورنہ منبر پر کسی کو گالیاں دی جائیں اور اندرون خانہ ان سے دوستی کا اظہار کیا جائے یہ حرکت کوئی تقیہ باز ہی کر سکتا ہے اور تقیہ کی یہ گمراہی بریلویانہ گمراہی سے زیادہ بدتر ہے۔ کاش چکوالی صاحب ان کے رجوع کی تائید میں کوئی ثبوت پیش کر سکتے الخ (اصل حقیقت ص۴۲)۔

(۱) اس تبرائی ذہنیت کا مظاہرہ تو آپ نے بہرحال الجوٰب کرنا ہی ہے۔ جو حالات میں نے آفتاب ہدایت میں لکھے ہیں کہ حضرت والد صاحب نے مجھے دار العلوم دیوبند میں داخل کرنے کے لئے براہ راست شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کو عریضہ لکھا تھا اور حضرت کے جواب آنے پر بہت خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر حضرت شیخ الادبؒ کی خدمت میں مجھے دستی عریضہ دیا۔ شیخ الادبؒ نے حضرت مدنیؒ کے ارشاد نامہ کی بنا پر بندہ پر شفقت فرمائی۔

(۲) حضرت والدؒ صاحب نے جیل میں مجھ سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن کی خصوصیات بیان کیں ——— (۳) والد صاحب نے دار العلوم دیوبند میں

چندہ بھیجا جس کی رسید موجود ہے۔ (۴) قید کے بعد میرے لئے شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ صاحب سے دعائیں کرائیں اور آپ سے خط و کتابت رہی۔ اس دوران کسی بریلوی مرکز سے دعاء نہیں کرائی۔ نہ ہی اس عرصہ میں بریلوی علماء سے آپ نے کوئی خط و کتابت کی (۵) شیخ المشائخ حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں بیعت کے لئے عریضہ لکھا۔ اور بعدازاں فرمایا کہ مجھے حضرت مدنیؒ سے غائبانہ فیض حاصل ہوتا ہے۔ اگر آپ ان باتوں میں مجھ پر اعتماد نہ کریں تو حضرت شیخ الادب سے جو خط و کتابت کی ہے کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ آپ اکابر دیوبند کے عقیدتمند ہو چکے تھے۔ ورنہ دعاء کے لئے ان بزرگوں کے پاس کیوں خط بھیجتے۔ کیا اپنے مسلک کے دشمنوں سے کوئی عالم دعاء کراتا ہے

شیخ الادب کے بعض خطوط

(۱) حضرت شیخ الادبؒ بندہ کو سنٹرل جیل لاہور کے پتہ پر اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

عزیز مکرم زیدت معالیکم۔ السلام علیکم۔ آپ کے والد سے عدالت کے فیصلہ کا حال معلوم ہو کر طبیعت پر اور صدمہ ہوا۔ ممدوح ہی کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دیا گیا ہے میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم آنعزیز کو اس مصیبت عظیمہ سے نجات عطا فرمائے۔ مجھ کو امید ہے کہ آپ اس سخت مصیبت میں

مسبب الاسباب پر اپنے علم سے کام لیکر پورا توکل کرینگے۔ اور ہرچہ
از دوست می رسد از دوست۔ اس کو خدا کی جانب سے ابتلا
اور آزمائش قرار دینگے۔ والسلام (۸ ر ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ)۔
(۲) حضرت والد صاحبؒ کی وفات کی اطلاع پر حضرت شیخ الادبؒ
نے سنٹرل جیل لاہور کے پتہ پر ہی یہ گرامی نامہ ارسال فرمایا۔ "آپکے
والد کے انتقال کا سانحہ شدید سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے
آمین۔ آپ نے علم و عقل کی روشنی میں جس طرح صبر کیا ہے وہ نہ
صرف قابل تحسین ہے بلکہ لائق تقلید بھی ہے الخ (۴ ار رمضان ۱۳۶۵ھ
دوشنبہ) ـــــــ بہرحال شیخ الادبؒ اور حضرت مدنیؒ سے بذریعہ
خطوط جناب والد صاحب مرحوم کا دعا کرانا اس بات کی دلیل ہے
کہ آپ ان حضرات کو اہل اللہ میں سے سمجھتے تھے۔ اس سے بڑھ کر
تحریری ثبوت پہلے فتویٰ سے رجوع کا اور کیا ہو سکتا ہے۔ سابقہ
فتویٰ تو ایک کتاب میں شائع ہو گیا جس کو عوام تو جانتے ہی نہیں
اور علماء میں سے بھی بہت کم اس کو جانتے ہیں۔ یہ کوئی منبر پر فتویٰ
نہیں دیا گیا۔ والد صاحب کا مجھے دار العلوم میں بھیجنا اور اسکے
بعد مسلسل اکابر دیوبند سے ہی آپ کا تعلق رہنا۔ اور چندہ بھیجنا اور
ان حضرات سے دعائیں کرانا۔ یہ رجوع کے ناقابل انکار عملی ثبوت
ہیں اور مولانا عبد العزیز صاحب نقشبندی خطیب قصور نے بھی آخر
میں میرے بیان کو تسلیم کر لیا تھا۔ حتیٰ کہ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب

بخاری گجراتی۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم۔ مولانا قاضی نور محمد صاحب خطیب قلعہ دیدار سنگھ مرحوم اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب شیخ الحدیث گوجرانوالہ، یہ سب علماء آفتاب ہدایت میں میرے والد صاحب مرحوم کے ان حالات کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دیوبندی مناظر بھی ان حالات کی واقفیت کے بعد بہت خوش ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان کا گرامی نامہ بندہ نے "خارجی فتنہ حصہ اول ص۲۴۵ پر درج کر دیا ہے۔ لیکن مولف" اصل حقیقت" کسی طرح ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ والدی المکرم مولانا محمد کرم الدینؒ شیعیت کی طرح خارجیت اور ناصبیت کے بھی خلاف تھے۔ اس لئے مؤلف کا مختلف خارجیانہ حربوں سے مولانا مرحوم کی شخصیت کو بھی مجروح کرنا اپنے مشن کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔

مولانا دبیرؒ کی نظم

آفتاب ہدایت کے ٹائیٹل کے دوسرے صفحہ پر والد صاحب ابوالفضل حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیرؒ کی حسب ذیل "مناجات فارسی" لکھی ہے جو میرے برادر بزرگ مجاہد اسلام مولوی منظور حسین صاحب شہید (سال وفات ۱۹۴۲ء) کی جدائی پر لکھی تھی۔ ان دنوں بندہ قید و بند کی زندگی گزار رہا تھا۔

ے

دراں روزے کہ از اہوال دوزخ پرخطر باشد
شفیع من رسولؐ پاک و صدیقؓ و عمرؓ باشد
بزیر ظلّ عثمانؓ و علی المرتضےٰؓ باشم
چرا از فتنۂ محشر مرا باک و حذر باشد
دو دست من بداماں بتولؓ و جملہ اولادش
شفیق حال زارم سرورِ جنّ و بشر باشد
چوں عمر خویش کردم وقف بہر خدمت اسلام
چرا از شرّ شیطاں پس مرا رنج و ضرر باشد
سر خود فی سبیل اللہ پورِ من فدا کردہ
اگر منظور حق شد یادرم لختِ جگر باشد
الٰہی رحم فرما بر دبیر خستہ حال خود
بفردوس بریں یوم محشر مستقرّ باشد (آمین)

یہ مناجات فارسی، والدصاحب مرحوم نے آفتاب ہدایت کے ایڈیشن دوم میں شائع کی تھی۔ اس کے بعد تیسرا ایڈیشن مولانا مرحوم کی وفات اور اپنی رہائی کے بعد بندہ نے شائع کیا تھا۔ مندرجہ مناجات فارسی کو پڑھ کر کوئی خارجی اور ناصبی مولانا مرحوم سے خوش نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے تیسرے شعر کا پہلا مصرعہ انکے مسلک کی بیخ کنی کرتا ہے۔ اور روافض تو کبھی بھی آفتاب ہدایت

کے مصنف مرحوم سے خوش نہیں ہو سکتے۔

تقریظ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب

شیخ طریقت حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید فاضل محقق حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب شیخ الحدیث (مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) زید فضلہم نے آفتاب ہدایت اور اسکے مقدمہ کے لئے جو تقریظ لکھی ہے حسب ذیل ہے ــــــ الحمدللہ کہ اہل السنت والجماعت قرآن وحدیث اور ان اولین محافظین کو ان کے اپنے مقام پر رکھتے اور سمجھتے ہیں جن میں ازواجِ مطہرات اور اہل بیت سبھی حضرات شامل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کلھم مگر شیعہ اور اہل رفض اسکے خلاف کچھ کہتے ہیں کتاب پیش نظر آفتاب ہدایت جو مناظر اسلام حضرت مولینا ابو الفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر مرحوم کی تصنیف ہے اپنے انوکھے طرز بیان۔ ٹھوس استدلال۔ مسکت اور منصفانہ جوابات اور عمدہ تشریح کی وجہ سے اپنے باب میں اردو زبان کے اندر لاجواب کتاب ہے۔ تمام اہل سنت حضرات کے لئے بالعموم اور علمائے کرام اور طلبار عظام کے لئے بالخصوص یہ بہت ہی مفید اور کار آمد ہے اور اس کی نشر و اشاعت خاص دینی خدمت ہے۔ اسکا مفید اور معلومات افزا مقدمہ مؤلف مرحوم کے فرزند ارجمند ہمارے مخلص بزرگ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ

کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے قلم حق گو کا تحریر کردہ ہے جس میں بہت سے مخفی گوشے اجاگر کر کے پیش کئے گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف مرحوم اور ان کے لائق فرزند اور متوسلین حضرات کے لئے زاد آخرت اور عام مسلمانوں کے لئے تازگی ایمان کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین۔ (۹ رجب ۱۳۸۱ھ ۱۸ دسمبر ۱۹۶۱ء)۔

مؤلف صاحب میری بات اگر نہیں مانتے تو حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے تلمیذ رشید حضرت شیخ الحدیث موصوف کی مندرجہ تحریر سے ہی عبرت حاصل کر لیں۔ واللہ الہادی۔

آفتاب ہدایت پر امام اہل سنّت کی تقریظ

امام اہل سنّت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی نے "آفتاب ہدایت ردّ رفض و بدعت" پر جو تقریظ لکھی تھی وہ درج ذیل ہے:۔ جناب مولوی کرم الدین صاحب رئیس بھیں ضلع جہلم کی تازہ تصنیف ہے۔ مفید اور جامع کتاب ہے۔ مذہب شیعہ کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے نہایت عمدہ چیز ہے۔ مولوی صاحب موصوف میرے ساتھ مباحثہ چکوال میں شریک تھے۔ کتب شیعہ پر آپ کی نظر اچھی ہے۔ اس کتاب میں خلافت کی بحث اور مطاعن صحابہ کے جوابات بھی ہیں۔ ہر بحث دلچسپ اور دلنشین ہے۔ اردو صاف

سلیس ہے اور طرز بیان مہذب ہے" (ماہنامہ النجم لکھنؤ، ۲۱ ذیقعد و ، ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ ص۴۲) امام اہل سنت سنی دیوبندی مسلک کے ترجمان تھے اور حضرت والد صاحب کا آپ کے ساتھ تعلق تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا دبیر مرحوم کو علمائے دیوبند کے بارے میں غلو نہ تھا۔

میری قید کی نوعیت اور مزید ابتلاء

مؤلف صاحب یہ بھی طعنہ دیے رہے ہیں کہ :۔ قتل کے کیس میں آٹھ سال قید کاٹ کر بھی اگر وہ حرکتیں نہ سیکھتے تو تعجب ہوتا" (اصل حقیقت ص۲۷)۔

الجواب (۱) یہ قتل ایک دفاعی حیثیت میں ہوگیا تھا اور قتل عمد نہ تھا مقتول مرحوم نے پہلے مجھ پر وار کیا جس کا میں نے دفاع کیا۔ ضرب کاری لگی وہ بھاگ نکلا میں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ میں نے چھوڑ دیا۔ اور وہ دوسرے دن ہسپتال میں انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ میں نے جیل سے بذریعہ عریضہ حضرت شیخ الادب سے یہ حالات عرض کر دیئے تھے رہائی پر میں نے اجازت مانگی تاکہ اس مقتول کے ورثہ کو راضی کروں تو شیخ الادبؒ نے فرمایا کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے اس قتل کی نوعیت معلوم ہو سکتی ہے۔ مقتول مرحوم سُنّی تھا لیکن وہ ایک رافضی کی حمایت میں آیا تھا۔ فقط۔ (۲) بندہ اپنے تین رفقاء سمیت

۱۹۴۷ء میں گرفتار ہوا۔ چونکہ اسی دوران برادر بزرگ مولوی منظور حسین صاحب شہید نے چترال کے ایک متعصب ہندو ایس ڈی او کو ڈوہمن ریسٹ ہاؤس میں قتل کر دیا تھا اور خود مجاہد جلیل حضرت حاجی صاحب ترنگزئی کے جانشین حضرت بادشاہ گل صاحب مرحوم کے پاس چلے گئے تھے۔ پھر مشہور غازی و مجاہد حضرت فقیر ایپیؒ کے پاس چلے گئے اور واپسی پر ضلع بنوں کی سرحد پر مقابلہ میں پولیس کے ہاتھوں شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہماری لڑائی میں بھائی صاحب مرحوم شامل نہ تھے لیکن ان کو بھی مخالف پارٹی نے اس میں شامل کر لیا تھا اور قاتل ان کو ہی قرار دیا گیا تھا اس لئے ایس ڈی او چترال کے قتل کا ہمارے کیس پر بھی بہت زیادہ اثر پڑ گیا تھا۔ ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں مجھے کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا تھا میں نے وہاں اذان شروع کر دی تھی۔ آخر ہم چاروں رفقاء کو اس کیس میں بیس بیس سال کی قید بامشقت کی سزا سنائی گئی تو پھر ہمیں سنٹرل جیل لاہور بھیج دیا گیا وہاں بھی میں نے اذان کا سلسلہ جاری رکھا اور میرے ذریعہ بعض قیدیوں نے بھی اذانیں شروع کر دیں تو ہم سب اذان کہنے والوں کو ڈنڈا بیڑی لگا کر نیو سنٹرل جیل ملتان منتقل کر دیا گیا۔ وہاں بھی مجھ کو کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔ اور بارہ سیر گیہوں پیسنے کی مشقت دی گئی پھر مجھ کو وہاں سے واپس سنٹرل جیل لاہور بھیج دیا گیا۔ یہاں سپرنٹنڈنٹ جیل حبیب اللہ شاہ نامی قادیانی تھا جو مرزا بشیر الدین آنجہانی کا

رشتہ دار تھا۔ لاہور سے اس نے ملتان سنٹرل جیل بھیجا تھا۔ عام قیدیوں کے سامنے اس سے میری بحث ہوگئی تھی جس میں وہ لاجواب ہوگیا تھا۔ ادھر اذان کا قضیہ تھا۔ اور انگریزی دور استبداد میں جیل میں اذان کہنا ممنوع تھا۔ حالانکہ سکھ قیدی۔ جو بولے سو نہال۔ ست سری اکال کے کھلا کھلا نعرے لگاتے تھے۔ لیکن ان کو کوئی نہیں روکتا تھا کیونکہ وہ منظم تھے اور جیل میں بھی قربانی کرتے تھے۔ اور مسلمان قیدی صرف قید گزارتے تھے۔ ان میں کوئی مذہبی احساس نہ ہوتا تھا۔ بہرحال جب میں کسی صورت میں اذان کہنے سے باز نہ آیا تو پھر مجھے سنٹرل جیل راولپنڈی بھیجدیا گیا۔ وہاں بھی مجھے جاتے ہی کوٹھڑی میں بند کردیا گیا۔ ڈنڈا بیڑی تو گویا زیور بن چکا تھا۔ دو ہفتہ مجھ کو ۱۲ سیر گیہوں پیسنے کی مشقت دیگئی پھر چرخہ کاتنے کو دیا گیا اور دو سال وہاں مجھ کو مسلسل کوٹھڑی میں بند رکھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد دن میں مجھے کوٹھڑی سے باہر رہنے کی اجازت دیدی گئی تھی۔ دو سال کے بعد پھر مجھے سنٹرل جیل لاہور منتقل کردیا گیا۔ اور یہاں سے ہی ۱۹۴۵ء میں اس طویل قید سے میری رہائی ہوئی جس کے لئے

لہ شیخ الادب کا گرامی نامہ | اذان کے سلسلہ میں جیل کے اسی ابتلا کے پیش نظر شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گرامی نامہ میں بندہ کو لکھا تھا کہ:۔ آپ کے خطوط سے یہ معلوم ہوکر مسرت ہوئی ہے کہ آپ نے اس تکلیف کے زمانہ میں بھی ارشادات خداوندی اور فرمان نبوی کو پس پشت نہیں ڈالا ہے۔ مومن کا فریضہ یہی ہونا چاہیے کہ وہ ہر قسم کے عسر اور

میرے محسن و مخدوم حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور (خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانویؒ) نے کوشش فرمائی تھی۔ ایک دفعہ جیل میں بھی ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے۔ قیام پاکستان کے ہنگاموں کی وجہ سے حضرت الشیخ المدنی قدس سرہٗ سے خط و کتابت کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا تو بندہ اپنے احوال حضرت مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھتا رہتا تھا اور حضرت بڑی شفقت سے جواب سے مشرف فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ تقسیم ہند (قیام پاکستان) کے سلسلہ

بقیہ صفحہ ہر قسم کے یسر میں حقیقی مولا کی اطاعت سے باہر نہ ہو الخ (۸ رجمادی الثانیہ ۱۳۶۱ھ) اور رہائی کے بعد بھی حضرت شیخ الادبؒ نے تحریر فرمایا: مکرمت نامہ صادر ہو کر موجب عزت افزائی ہوا۔ جیل میں زمانہ دراز گزار کر یہ ثابت کر دیا کہ حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید اس گئے گزرے زمانہ میں بھی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی اس سعی فی الدفاع عن الدین کو مقبول و مشکور فرمائیں۔ آمین الخ (۱۴ رجمادی الثانیہ ۱۳۷۳ھ ۱۹ فروری)۔ فرمایئے۔ مؤلف اصل حقیقت میری قید پر کیا تبصرہ کر رہے ہیں اور حضرت شیخ الادبؒ کیا ارشاد فرما رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل شامل حال رہا اور حضرت مدنی قدس سرہٗ کے توسل کی یہ برکات تھیں کہ اس طویل قید اور ابتلاء میں بندہ مطمئن رہا ہے کسی قسم کی تشویش لاحق نہیں ہوئی۔ رہائی کے بعد پھر بندہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قریباً ۹ ماہ نظر بند رہا اور پھر ماتمیوں کے محرم اور جہلم کے سلسلہ میں بھی کئی بار ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں نظر بندی کے ایام گزارنے پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اتباع حق اور استقامت عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کا اختلاف تھا رہائی کے بعد اسی سلسلہ میں بندہ نے اپنے عریضہ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ لکھا تو حضرت نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ :۔

حضرت مفتی محمد حسنؒ صاحب کا شفقت نامہ

عنایت نامہ دو دن میں پڑھا۔ آپکے ارشاد سے مجھ کو نفع ہوا۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب قبلہ کے متعلق جو عقیدت آپ نے لکھی وہ اس سے زیادہ کے حقدار ہیں حقتعالیٰ انکی عمر میں برکت مقاصد اسلامیہ میں ترقی عطا فرمائیں مجھ کو مولانا حسین احمد صاحب قبلہ کی خدمت میں رہنے کا وقت نہیں ملا۔ اور تھانہ بھون کی حاضری کچھ کچھ نصیب ہوئی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا حسین احمد صاحب کے متعلق کوئی کلمہ جس میں انکے تقدس پر گرفت ہو نہیں فرمایا۔" میرا یہ عریضہ محررہ یکم ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ کا ہے۔ اور حضرت تھانویؒ کے طریق کے مطابق اسی عریضہ کے حاشیہ پر حضرت مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا ہے۔

حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ کا اختلاف

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ اور حضرت مولانا مدنیؒ کا اختلاف قیام پاکستان کے بارے میں سیاسی اور اجتہادی نوعیت کا تھا نہ کہ مسلکی اور اعتقادی لیکن اسکے برعکس مؤلف صاحب مذکور اس اختلاف کے متعلق لکھتے ہیں کہ :۔

ان حضرات کے باہمی اختلاف کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت مولانا

محمد منظور نعمانی نے اپنے ایک عریضہ میں اس اختلاف کو حنفی شافعی کے اجتہادی اختلاف کی طرح قرار دیا تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ نہیں یہ اختلاف اجتہادی اختلاف نہیں بلکہ حق و باطل کا اختلاف ہے۔ (بوادر النوادر)۔ ان دو فریقوں کے علاوہ اسی دور میں ایک طبقہ غیر جانبدار حضرات کا بھی تھا۔ جو ان بزرگوں کے اختلاف میں کسی ایک کی تائید کرنے اور دوسرے کی تغلیط کرنے کے بجائے سکوت کو بہتر قرار دیتا تھا۔ پھر جب ان بزرگوں کے باہمی اختلاف کا دور گزر گیا تو بعد میں آنے والوں کو تمام اہل حق یہی مشورہ دیتے رہے کہ ہمیں ان بزرگوں کے معاملہ میں فریق نہیں بننا چاہیے۔ ہمارے لئے دونو بزرگ ہیں دونو برحق تھے۔ اور ہمارے لئے دونوں کے اختلاف میں بھی رحمت ہی ہے۔ کیونکہ جو مسلمان ہندوستان میں رہ گئے ان کے لئے حضرت مدنیؒ کا مسلک باعث تقویت ہے اور جو پاکستان میں ہیں ان کیلئے حضرت تھانویؒ کا مسلک باعث ترقی ہے۔ لہٰذا ہمیں دونوں کیساتھ یکساں احترامی طرز عمل رکھنا چاہیے۔ اسی میں سلامتی ہے۔ یہی بات امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی محمد اسحٰق سندیلوی ندوی مدظلہ نے اپنی کتاب اظہار حقیقت جلد دوم میں فرمائی ہے الخ (ج۲)

الجواب (۱) حکیم الامت حضرت تھانوی اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے اختلاف کے تذکرے کی یہاں ضرورت ہی نہیں تھی۔ مشاجرات صحابہؓ پر ہم اس کو قیاس نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہاں

ایک طرف حضرت علی المرتضیٰ ہیں جو قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ ان کے اس منصب کے پیشِ نظر اس مسئلہ پر متکلمین۔ فقہاء۔ مفسرین۔ محدثین اور مجددین حضرات نے بحث کی ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بحوالہ علامہ ابو شکور سالمی اس مسئلہ کو عقائد اہل السنت والجماعت میں شمار کیا ہے۔

(ب) مولانا سندیلوی نے اس مسئلہ میں سکوت نہیں اختیار کیا بلکہ اس پر مفصل بحث کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع اور حضرت علی المرتضیٰ پر تنقیدیں کی ہیں۔ جیسا کہ خارجی فتنہ حصہ اول میں بندہ نے اس کی نشاندہی کر دی ہے اور کتاب ہذا میں بھی اس کے متعلق بحث آ رہی ہے۔

(۲) حضرت تھانوی اور حضرت مدنی کا اختلاف حق و باطل کا نہیں ہے جیسا کہ مؤلف صاحب بوادر النوادر سے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور پھر بعد میں یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ دونو حق پر تھے مؤلف پر لازم تھا کہ وہ حضرت تھانویؒ کی عبارت پیش کرتے حضرت تھانویؒ نے تو اس میں ایک دوسرے پہلو پر بحث کی ہے جسکا مصداق حضرت مدنی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ جمعیت علمائے ہند ایک مستقل جماعت تھی نہ کہ کانگریس کے تابع۔ چنانچہ کئی امور میں جمعیت نے کانگریس سے شدید اختلاف کیا ہے۔ مثلاً صوبہ پنجاب کی تقسیم میں بھی۔ البتہ آزادی ہند کے لئے جمعیت علمائے ہند کا کانگریس سے اشتراک تھا

اور حضرت تھانویؒ اس صورت اشتراک کا رد کر رہے ہیں جس میں جمعیت کانگریس کی بالکل تابع ہو جائے۔

(۳) حضرت مولانا مدنی قدس سرہٗ نے اس اختلاف کے بارے میں حضرت مولانا محمد میاں صاحب مرادآبادی مؤلف شاندار ماضی کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ:۔ جو حضرات پہلے سے معتقد علیہم ہیں یا جن کے افعال و اقوال مسائل خاصہ کے سوا مرضی (پسندیدہ) ہیں۔ ان کے ساتھ بد اعتقادی وغیرہ نہ چاہیے حسن ظن رکھنا چاہیے ہمارے لئے مشاجرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین درس عبرت ہیں ممکن ہے کہ ان حضرات ہی کی آراء صحیح ہوں۔ اگرچہ غلبہ ظن یہی ہے کہ ہمارے آراء اور اعمال بالکل حق بجانب ہوں۔ لہذا نہ زبان درازی چاہیے نہ بد اعتقادی۔ بلکہ ان کے اور اپنے لئے دعاء کرنی چاہیے۔ (حیات شیخ الاسلام مؤلفہ مولانا محمد میاںؒ)۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ کا یہ حوالہ میں نے مخدومی حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی لکھا تھا اور حضرت مدنیؒ نے یہاں مشاجرات صحابہؓ کا حوالہ اس لئے دیا ہے کہ وہاں بھی فروعی اجتہادی اختلاف تھا اور گویا ایک فریق کی خطائے اجتہادی ہی میں تسلیم کی جاتی ہے لیکن اس وجہ سے کسی کی تنقیص و توہین جائز نہیں قرار دی جاسکتی۔ اس طرح حضرت تھانویؒ کے متعلق بھی کسی طرح کی تنقیص جائز نہیں ہے (جیسا کہ بعض لوگ اس اختلاف کی وجہ

سے حضرت تھانویؒ کے خلاف ناجائز الفاظ استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح بعض لوگ حضرت مدنیؒ کے خلاف بھی توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے تھے لیکن حضرت مدنیؒ نے دونو دروازے بند کر دیئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المہنّد علی المفنّد حسام الحرمین کے جواب میں اکابر دیوبند کی طرف سے المہنّد علی المفنّد محررہ شوال ۱۳۲۵ھ) شائع کی گئی تھی جس کے مرتبؒ محدث العصر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ تھے جس میں اکابر دیوبند نے ۲۶ سوالات کا جواب لکھ کر اپنے مسلک حق کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس میں عرب و عجم کے علمائے اہل السنّت والجماعت کی تصدیقات شامل ہیں۔ پاکستان میں عقائد علمائے دیوبند کے عنوان سے المہنّد علی المفنّد حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب فاضل دیوبند مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم و امیر تحریک خدام اہل سنت صوبہ پنجاب زید مجدہم نے شائع کی ہے جس میں بعنوان "اکابر دار العلوم کا اجمالی تعارف" بندہ کا ایک مقدمہ بھی ہے جس کی تاریخ تحریر ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ ہے۔ اب پھر مولانا جہلمی موصوف المہنّد کو پاکستان کے علمائے دیوبند کی تصدیقات کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ اس مقدمہ میں بندہ نے بعنوان "ایک تکفیری فتنہ" لکھا ہے کہ: ۔ انگریزان مجاہدین حریت اور علمائے حق کو اپنا سب سے

بڑا دشمن سمجھتا تھا جب اُس نے دار العلوم دیوبند اور ان کے اکابر کے علمی و دینی اثرات کو پھیلتے دیکھا تو اس نے اس سرچشمۂ اسلام کو ختم کرنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کیں۔ بعض دنیا پرست مولویوں اور پیروں کو خریدا گیا اور ان کے ذریعہ ان حضرات پر وہابیت کا الزام لگایا اور اس سے پہلے بھی ان اکابر کے اسلاف امام المجاہدین۔ قدوۃ الکاملین حضرت سید احمد شہید بریلوی اور عالم ربانی مجاہد جلیل حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی مجاہدانہ قربانیوں کو اسی وہابیت کے الزام سے ناکام بنانے کی کوشش کی جا چکی تھی۔ خدا جانے وہ کونسے اسباب و عوامل تھے کہ فرقہ بریلویہ کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اکابر دیوبند کے خلاف تکفیری مہم تیز کر دی الخ ـــــ مؤلف 'اصل حقیقت' کی طرح جو لوگ عقل و انصاف سے محروم ہو چکے ہیں وہ تو اپنے ضدی موقف پر ڈٹے رہیں گے۔ لیکن اہل فہم و اخلاص حضرات المہند پر میرے اس مقدمہ کے مضامین سے میرے اعتقادی مسلک حق کو پہچان سکتے ہیں۔ ع:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

مؤلف اصل حقیقت کا جھوٹ نمبر ۲

مؤلف موصوف لکھتے ہیں:۔

"چکوالی صاحب کے منتقمانہ مزاج اور کینہ پروری کا ایک ادد

ہادیٔ شیخ العصر آیت من آیات اللہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان مرحوم ہیں"۔ (اصل حقیقت ص۱۷)۔

الجواب (۱) یہ بھی کھلا جھوٹ ہے کیونکہ بندہ حضرت مولینا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۳ھ) سے عقیدت رکھتا ہے۔ چنانچہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد محدث مدنی قدس سرّہٗ کے مرتبہ سلاسل طیبہ پہلی بار پاکستان میں جناب مولانا حکیم شریف الدین صاحب کرنالی مرحوم (مہتمم و بانی مدرسہ حسینیہ سلانوالی ضلع سرگودھا) نے شائع کئے تو اس پر بندہ نے ایک مقدمہ لکھا جس میں حضرت شیخ المدنیؒ کے حالات و کمالات بیان کئے۔ اور چونکہ بعض منتسبین اکابر دیوبند توسل فی الدعاء کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اسلئے اس مقدمہ میں توسل فی الدعاء کی بحث بھی لکھی۔ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے علاوہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق بھی پیش کی تھی۔

بندہ نے یہ لکھا تھا کہ:۔

مولانا حسین علیؒ صاحب کی شخصیت

شیخ طریقت حضرت مولانا حسین علی صاحب نقشبندی مجددی، (واں بھچراں ضلع میانوالی) اپنے فارسی رسالہ "تحفہ ابراہیمیہ" میں

حقیقۃ التوسل والاستمداد کے تحت فرماتے ہیں:۔ (ترجمہ) اور جذب القلوب ص۲۳۰ میں لکھا ہے کہ توسل اور استمداد کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال و دعاء کرنا ہے۔ اس محبت کے واسطہ سے جو اس بندہ کو اس اللہ تعالیٰ کے خاص بندے سے ہے۔ اور غایۃ الامانی جلد ثانی ص۳۲۹ میں لکھا ہے کہ انبیاء و صالحین سے توسل کرنا یا ان سے دعاء و شفاعت چاہنا" اور ص۳۲۵ میں ہے۔ پس کسی شخص کے ساتھ توسل کرنے اور توجہ کرنے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کو دعاء اور شفاعت کرنے کے لئے سبب بنایا جائے اور یا اس لئے کہ وہ دعاء کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبّ و مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے الخ اس کے حاشیہ پر میں نے لکھا ہے کہ:۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں جذب القلوب کے حوالہ سے توسل کی حقیقت وہی لکھی ہے جو حضرت مولانا تھانویؒ اور دوسرے اکابر نے فرمائی ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ حضرت مولانا مرحوم ہی کے بعض تلامذہ و مریدین اس توسل کا انکار کر رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا حسین علی صاحب کے "تحفہ ابراہیمی" کے متعلق بندہ نے حاشیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ:۔ "سالکین کے لئے یہ بہت مفید رسالہ ہے"۔ (سلاسل طیبہ ص۲۶ ناشر مولوی محمد یعقوب صاحب ناظم مکتبہ عثمانیہ ہرنولی ضلع میانوالی)۔ اس کے علاوہ بھی سلاسل طیبہ ص۲۴ وغیرہ پر بندہ

نے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتیں پیش کی ہیں۔ "سلاسل طیبہ" کے لئے یہ مقدمہ میں نے بتاریخ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ مکمل کیا ہے۔ گویا بندہ نے ۲۶ سال پہلے شیخ طریقت حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے مسئلہ توسل فی الدعاء کی تائید میں آپ کی عبارتیں پیش کی تھیں لیکن اب "مؤلف اصل حقیقت" یہ سفید جھوٹ بول رہے ہیں کہ سلانوالی کے مناظرہ کی وجہ سے چکوالی صاحب کے منتقمانہ مزاج اور کینہ پروری کا ہدف حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ بھی تھے۔ آخر خارجیانہ جھوٹ کی کوئی حد بھی ہے۔؟

شیخ الحدیث غورغشتی

حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے ایک ممتاز خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی تھے۔ حضرت والد صاحب مرحوم نے ایک استفتاء کی تصدیق کے لئے مجھے شیخ الحدیث کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس وقت پہلی بار میں نے آپ کی زیارت کی۔ پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں سنٹرل جیل ساہیوال میں چند ماہ آپ کے ساتھ رہنا نصیب ہوا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملحقہ کوٹھڑی میں ضلع جہلم کے ہم تین رفقاء نظر بند تھے۔ حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب (تلمیذ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی) حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب فاضل دیوبند

مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم و امیر تحریک خدام اہل سنّت پنجاب اور خادم اہل سنّت غفرلہٗ۔ حضرت شیخ الحدیث تنہا کوٹھڑی میں رہتے تھے بہت متقی بزرگ تھے اور ہم پر شفقت فرماتے تھے۔ انکے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بانی سراج العلوم سرگودھا بھی سنٹرل جیل ساہیوال میں ہمارے ساتھ نظر بند رہے ہیں ضلع جہلم۔ سرگودھا اور اٹک (کیمبلپور) کے علاوہ علماء کرام اسی جیل میں نظر بند رہے ہیں۔

مولانا قاضی نور محمد صاحب

حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب (قلعہ دیدار سنگھ) بھی حضرت مولانا حسین علی صاحب کے خلفاء میں سے تھے۔ ہمارے تبلیغی دوروں پر تشریف لاتے رہے ہیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب شیخ الحدیث گوجرانوالہ بھی تشریف لاتے رہے ہیں۔ حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب شیخ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ بھی حضرت مولانا حسین علی صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں آپ سے ہمارا اعتقادی تعلق ہے چنانچہ حضرت مولانا موصوف (مؤلف تسکین الصدور) نے آفتاب ہدایت اور میرے مقدمہ پر جو تقریظ لکھی ہے وہ اس پر شاہد ہے۔ اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی اور مولانا غلام اللہ خانصاحب مرحوم بھی ہمارے جلسوں میں آتے رہے ہیں اور شاہصاحب بخاری کے تو ہم نے کتنے ہی تبلیغی دورے اپنے علاقے میں رکھے ہیں لیکن جب شاہ صاحب موصوف نے مسئلہ حیات النبی کے انکار کا برملا اظہار کر دیا تو پھر تعلق نہ رہا۔

شرح تحفہ ابراہیمیہ

شیخ المشائخ حضرت مولانا حسین علی صاحب

کے رسالہ "تحفۂ ابراہیمیہ" کا ترجمہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی دام مجدہم مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ (جو شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خانصاحب کے چھوٹے بھائی ہیں) نے شائع کیا ہے۔ اور اس پر ایک فاضلانہ محققانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں حضرت مولینا رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے تلامذہ اور خلفاء کے حالات بھی درج کئے ہیں۔ حضرت صوفی صاحب موصوف ماشاء اللہ ایک قابل مدرس اور مصنف ہیں۔ کتاب ہذا کے شروع میں میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول پر ان کا تبصرہ درج کر دیا گیا ہے۔ حضرت مولانا حسین علیؒ صاحب کے تلامذہ، مریدین اور معتقدین حضرات کا جو میرے ساتھ تعلق رہا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ مؤلف اصل حقیقت نے کھلم کھلا یہ کتنا بڑا جھوٹ بولا ہے کہ مناظرہ سلانوالی کی وجہ سے بندہ کو حضرت مولانا حسینؒ علی سے بھی بغض ہے۔ یہ ہے وہ خارجی ذہنیت جس کے مظاہرے پر وہ ہر دم مجبور ہیں۔

مولانا دبیرؒ اور مرزا قادیانی کا مقدمہ

حضرت والد مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر رحمۃ اللہ علیہ کا براہ راست مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی سے دو سال تک مقدمہ رہا ہے جس کے نتیجہ میں گورداسپور کی عدالت سے بتاریخ ۸ر اکتوبر ۱۹۰۴ء مرزا قادیانی کو پانصد روپے جرمانہ یا چھ ماہ قید محض اور حکیم فضل دین بھیروی کو دو سو روپے جرمانہ

یا پانچ ماہ قید کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ اس مقدمہ کی مفصل روئداد سرکاری دستاویزات کے ساتھ حضرت والد نے "تازیانہ عبرت" کے نام سے شائع کردی تھی۔ جس کا ذکر میں نے "آفتاب ہدایت" کے مقدمہ میں "قادیانی فتنہ" کے عنوان سے اور "خارجی فتنہ" حصہ اوّل ص۲۶ پر کردیا ہے۔

مؤلف اصل حقیقت کا جھوٹ نمبر۲

مؤلف اصل حقیقت کا ابھی خارجیانہ غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"چکوالی صاحب بہت سی بری باتوں میں اپنے والد سے مشابہت رکھتے ہیں (۱) مثلاً ہم حیران تھے کہ چکوالی صاحب اپنے بزرگوں اور سربراہوں (مثلاً مفتی محمود مرحوم و حضرت امام اہل سنت مدظلہ یعنی سندیلوی صاحب) کے لئے کفش مار کیوں ثابت ہوئے؟ موجودہ انکشاف سے اندازہ ہوا کہ چکوالی صاحب میں یہ اپنے والد کے اثرات ہیں کیوں کہ جناب کے والد بھی اپنے بزرگ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کے لئے کفش مار ثابت ہوئے تھے۔ اور ایک موقعہ پر انھیں علمی سرقہ کا مرتکب قرار دیئے گئے تھے (مہر منیر ص۲۵۲ سوانح پیر مہری علی شاہ صاحب شائع کردہ خانقاہ گولڑہ شریف طبع سوم ۱۹۷۶ء بعنوان سیف

چشتیائی پر بہتان سرقہ کی حقیقت)۔

(۲) وقت ضرورت غلط بیانی اور دھوکہ دہی بھی چکوالی صاحب کو والد سے وراثت میں ملی۔ اس کیلئے بھی اسی سوانح کے اگلے صفحے (۲۵۳۔ آخری سطر) پر ہے کہ عدالت نے اپنے فیصلہ میں لکھا تھا کہ اپنی واضح اور ثابت شدہ فریب دہی کے باعث مستغیث یعنی مولوی کرم دین نے اپنے آپ کو لئیم اور کذاب مبین کے خطابات کا مستحق بنا لیا تھا۔

یہ تو ان کے والد کے متعلق حوالے تھے خود چکوالی صاحب کی غلط بیانیوں اور دھوکہ دہی کے بعض واقعات ہم خارجی فتنہ پر اپنے تبصرے میں پیش کریں گے۔ کچھ بطور نمونہ یہاں بھی پیش کر دیتے ہیں۔

(۳) چکوالی صاحب کے والد محترم کو دھوکہ دہی کے معاملہ میں عدالت سے پچاس روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی تھی (ملاحظہ ہو اسی سوانح کا ص۲۵۳)

اور چکوالی صاحب خود اپنے اعتراف کے مطابق قتل کے کیس میں سنٹرل جیل لاہور میں آٹھ سال قید بامشقت کی سزا بھگت چکے ہیں —— (۴) چکوالی صاحب کے والد گرامی قدر بھی مخالفت میں مغلوب الغضب ہو جاتے تھے اور اس حالت میں اپنی جماعت کی بھلائی برائی کا احساس بھی انہیں نہیں رہتا تھا۔ یہی حالت چکوالی صاحب کی ہے۔ ان کے والد پر تبصرہ کرتے ہوئے

پیر مہر علی شاہ صاحب کا سوانح نگار ص۲۵۵ پر لکھتا ہے کہ:۔
اللہ تعالیٰ مولوی صاحب مرحوم پر رحم فرمائیں۔ اگر واقعات ایسے ہی تھے جیسے کہ بیان ہوئے اور ان کی تہ میں کوئی اور نامعلوم واقعات یا مجبوری کارفرمانہ تھی تو ایک ایسے کام کے لئے جو دیگر معقول طریقوں سے بھی سلجھ سکتا تھا ایک ایسا طریق کار اختیار کرنا جس میں انکے مرحوم عمزاد بھائی کی موت پر آوازے کسے گئے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ (یعنی پیر مہر علی شاہ صاحب) جیسی شخصیت گرامی کی تصنیف لطیف پر شبہات و اعتراضات کئے گئے اور پھر خود ان کی اپنی ذات ایک طویل پریشانی اور زبرباری کا شکار ہوئی، کس حد تک دانشمندانہ تھا۔ الخ (اصل حقیقت ص۴۲، ۴۳)۔

(۱) مؤلف اصل حقیقت میری کتاب "خارجی فتنہ حصہ

الجواب اوّل کے جواب سے تو عاجز ہیں مگر دل کو تسلّی دینے کیلئے اور اپنے گروہ کو مطمئن کرنے کے لئے زنانہ طعن و تشنیع کا ڈھنگ اختیار کر لیا ہے۔ اور نہ صرف مجھ سے بلکہ حضرت والد مرحوم سے بھی ایک قسم کے ذاتی بغض و عناد کا برملا اظہار کرنے لگے ہیں۔ کیا اس قسم کے مطاعن سے مشاجرات صحابہ اور یزیدیت کے زیر بحث مسائل حل ہو جائینگے

(۲) مرزا قادیانی

مرزا قادیانی دجّال اور مولانا دبّر کے مقدمات

دجال آنجہانی اور والد صاحب حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب کے مابین جو مقدمات ہوئے ہیں اسکی روئیداد سرکاری دستاویزات کے ساتھ چھپی ہوئی ہے جس کی اشاعت دوم کے لئے حضرت مولانا مرتضیٰ احسن صاحب دیوبندی چاندپوری نے انجمن شباب المسلمین بٹالہ ضلع گورداسپور کے جلسہ پر حضرت والد مرحوم کو تاکید فرمائی تھی جس کا ذکر والد مرحوم نے تازیانہ عبرت صـ۲ـ پر "باعث اشاعت کتاب" کے تحت کر دیا ہے۔ چنانچہ اس کا حوالہ میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل میں بھی دیا ہے۔

(۳) مرزا قادیانی کے حکم سے حکیم فضل دین بھیروی قادیانی مالک مطبع الحکم نے مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء میرے والد مرحوم مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیرؒ پر پہلا مقدمہ فوجداری زیر دفعہ ۴۱۷ تعزیرات ہند (دغا) گورداسپور میں دائر کیا جس میں آپ باعزت بری ہو گئے (ملاحظہ ہو تازیانہ عبرت صـ۳۵)۔

(۴) دوسرا فوجداری مقدمہ بھی فضل دین بھیروی مذکور نے ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو مولانا مرحوم کے خلاف زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند دائر کیا جس میں یہ تھا کہ مرزا قادیانی کی کتاب نزول المسیح کے چند اوراق انھوں نے سرقہ کئے ہیں اس میں حکیم نور دین بھیروی (خلیفہ قادیانی) وغیرہ پیش ہوئے لیکن یہ مقدمہ بھی خارج ہو گیا۔

(۵) تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان کی

کی طرف سے مولانا دبیرؒ مرحوم اور مولانا فقیر محمد صاحب جہلمیؒ مؤلف "حدائق حنفیہ" مرحوم مالک سراج الاخبار جہلم کے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ازالہ حیثیت عرفی دائر کیا گیا۔ اس مقدمہ میں مجسٹریٹ نے مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی پر چالیس روپے اور مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیرؒ پر پچاس روپے جرمانہ کیا جس کی اپیل دائر نہ کی۔ یہ ازالہ حیثیت عرفی کا کیس تھا (نہ کہ فریب و دھوکہ دہی کا) بوجہ اس کے کہ شیخ یعقوب علی تراب قادیانی کے خلاف والد صاحب کا ایک مضمون سراج الاخبار میں شائع ہوا تھا سراج الاخبار کے مالک مولانا فقیر محمد صاحب مرحوم تھے اور مولانا محمد کرم الدین صاحب مرحوم اس کے ایڈیٹر تھے (مولانا فقیر محمد صاحب اور مولانا دبیرؒ آپس میں معتمد علیہ (دوست تھے) لیکن مؤلف "اصل حقیقت" نے یہاں انتہائی کذب بیانی کرتے ہوئے یہ لکھدیا ہے کہ:۔

"چکوالی صاحب کے والد محترم کو دھوکہ دہی کے معاملہ میں عدالت سے پچاس روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی تھی (ملاحظہ ہو اسی سوانح کا ص ۲۵۳)

مؤلف مذکور کا یہ کتنا بڑا اخارجیانہ جھوٹ ہے کیونکہ اس مقدمہ کا تعلق ازالہ حیثیت عرفی سے ہے نہ کہ دھوکہ دہی اور فریب دہی سے۔ اس کیس کا تعلق "سیف چشتیائی کے سرقہ سے" ہے ہی نہیں (ملاحظہ ہو تازیانہ عبرت ص ۱۴) ۔ چنانچہ مہر منیر کے مؤلف مولانا فیض احمد صاحب

فیض نے بھی اس کی تصریح کردی ہے کہ:

"قادیانیوں نے مولوی صاحب پر تین فوجداری مقدمے کئے۔ جن میں سے ایک مقدمہ ازالہ حیثیت میں مدیر سراج الاخبار کو چالیس روپے اور مولوی کرم دین کو پچاس روپے جرمانہ ہوا اور باقی مقدمات میں انھیں بری کردیا گیا" (ص ۲۵۳)۔

قادیانیوں نے دہوکہ دہی کے جو جھوٹے مقدمات دائر کئے تھے وہ تو ان کے خارج ہو گئے تھے اور جس میں جرمانہ ہوا وہ ایک مضمون کی وجہ سے تھا جس میں شیخ یعقوب علی قادیانی نے کہا کہ میری توہین ہوئی ہے۔

ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ مؤلف اصل حقیقت" قادیانی کا پارٹ ادا کر رہے ہیں محض اس خارجیانہ بغض کی وجہ سے جو ان کو میری وجہ سے حضرت والد مرحوم سے پیدا ہوگیا ہے۔

میاں شہاب الدین کون تھے؟

میاں شہاب الدین صاحب جموں کشمیر کے رہنے والے تھے جو طالب علم کی حیثیت سے حضرت والدؒ صاحب کے پاس ہمارے آبائی وطن بھیں تحصیل چکوال میں پڑھنے کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے قادیان میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں سے خفیہ خط وکتابت شروع کردی تھی۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے عدالت میں خود یہ اقرار کیا ہے کہ: مسمّٰی شہاب الدین موضع بھیں میں میری مریدی ظاہر

کرتا ہے وہ ملزم کا شاگرد ہے. میں نے صرف سُنا ہے کہ شہاب الدین مریدی کے خط بنام مولوی عبدالکریم بھیجتا رہا ہے. شہاب الدین قادیان میں ہرگز نہیں آیا. نہ اس نے مجھے مریدی کا خط لکھا ہے"

اس میں مرزا قادیانی نے صراحتاً جھوٹ بولا تھا اس لئے والد صاحب مرحوم کی طرف سے عدالت میں رسالہ الحکم" ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۶ دکھایا گیا جس میں شہاب الدین ساکن تھیں کا نام زیر بیعت درج ہے۔ (ملاحظہ ہو تازیانہ عبرت ص ۱۳۴)۔

جناب والد صاحب کو جب میاں شہاب الدین کے قادیانی ہونے کا علم ہوا تو آپ نے ان کو سمجھایا وہ بظاہر قادیانی ہونے سے انکار کر دیتے تھے لیکن شبہ باقی تھا۔

مولانا محمد حسن صاحب فیضیؒ

حضرت والد صاحب کے چچازاد بھائی اور بہنوئی حضرت مولانا محمد حسن صاحب فیضیؒ بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ عربی میں غیر منقوطہ (بے نقط) قصائد لکھتے تھے۔ لاہور میں فیضی صاحب اور والد صاحب حضرت مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری دیوبندی سے پڑھتے رہے تھے. حضرت فیضی صاحب نے سیالکوٹ میں مرزا قادیانی کے سامنے بالمشافہ اپنا بے نقط عربی قصیدہ پیش کیا تھا جس کا مرزا صاحب جواب نہ دے سکے اس کے متعلق خود فیضی صاحب کا بیان سراج الاخبار جہلم ۹ مئی ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا تھا جس میں آپ نے لکھا تھا کہ:- سیالکوٹ

کے کئی احباب جانتے ہونگے کہ ۱۳ر فروری ۱۸۹۹ء کو جب یہ خاکسار سیالکوٹ میں مسجد حکیم حسام الدین صاحب میں مرزا صاحب سے ملا تو ایک قصیدہ عربی بے نقط منظومہ خود مرزا صاحب کے ہدیہ کیا جس کا ترجمہ نہیں کیا ہوا تھا اس لئے کہ مرزا صاحب خود بھی عالم ہیں اور ان کے حواری بھی جو اس وقت حاضر محفل تھے ماشاء اللہ فاضل ہیں اور قصیدہ میں ایسا غریب لفظ بھی کوئی نہیں تھا اور پھر اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے اس کی تصدیق الہام کے لئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنا دیں مزید براں مسائل مستحدثہ مرزا صاحب کی نسبت سے استفسار تھا۔ مرزا صاحب اس کو بہت دیر تک چپکے دیکھتے رہے اور مرزا صاحب کو اسکی عبارت بھی نہ آئی۔ باوجودیکہ عربی خوش خط لکھا ہوا تھا پھر انہوں نے ایک فاضل حواری کو دیا جو بعد ملاحظہ فرمانے لگے کہ اس کا ہم کو تو پتہ نہیں ملتا۔ آپ ترجمہ کر کے دیں۔ خاکسار نے واپس لے لیا۔ الخ (تازیانہ عبرت ص۴۶) اور مذکورہ قصیدہ ص۴۷ پر منقول ہے۔

(۲) مولانا فیضی صاحب نے پھر سراج الاخبار جہلم ۱۲ر اگست ۱۹۰۰ء میں اپنا بیان شائع کیا جس میں مرزا قادیانی کو چیلنج کیا تھا کہ:۔

"آپ ۲۰ اور ۲۲ر جولائی ۱۹۰۰ء کے مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر علماء کو یہ دعوت کرتے ہیں کہ لاہور میں آکر میرے ساتھ بپابندی شرائط مخصوصہ فصیح بلیغ

عربی میں قرآن کریم کی چالیس آیات یا اس قدر سورۃ کی تفسیر لکھیں۔ اخیر میں میرا التماس ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم و نثر لکھنے کو تیار ہوں۔ تاریخ کا تقرر آپ ہی کر دیجئے اور مجھے اطلاع کر دیجئے الخ (تازیانہ عبرت ص۴۹)

(۳) مرزا قادیانی کا مذکورہ چیلنج حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ نے قبول کر لیا۔ اور ایک مطبوعہ اشتہار بذریعہ رجسٹری بتاریخ ۴؍ اگست ۱۹۰۰ء مرزا قادیانی کو ارسال کیا کہ وہ ۲۵؍ اگست ۱۹۰۰ء بمقام لاہور مباحثہ کے لئے آجائیں۔ حضرت پیر صاحب تو تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ گئے لیکن مرزا قادیانی مقابلہ میں نہ آیا۔ اس موقعہ پر بھی لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں مولانا محمد حسن صاحب فیضی مرحوم نے قادیانی کے خلاف سخت تقریر کی اور فرمایا کہ اس سے پہلے بھی دنیا میں مرزا جیسے بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سے جھوٹے نبی، مسیح مہدی بننے کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہو کر اور اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں۔ مرزا کا بھی یہی حشر ہو گا۔ (ملاحظہ ہو۔ تازیانہ عبرت ص۵۵)۔

فیضی صاحب کی وفات

مذکورہ بیانات کی وجہ سے مرزا قادیانی، مولانا فیضی صاحب سے پریشان ہو گئے تھے جس کا انتقام انھوں نے اس صورت میں لیا کہ جب ان کو مولانا فیضیؒ کی وفات کی اطلاع ملی (جو میاں شہاب الدین

مذکور نے خدا جانے کیسے دی تھی)، توآپ نے الہامات شائع کردئے کہ مولوی محمد حسن بھیں والا میری بد دعا، سے ذلّت کی موت مرا ہے وغیرہ اور اپنی تحریرات انہوں نے بھیں بھی ارسال کیں جس کی بنا پر حضرت والد مرحوم نے مرزا قادیانی پر ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ جہلم میں دائر کردیا جو اس بنا پر خارج ہوگیا کہ قانوناً یہ مقدمہ فیضی صاحب مرحوم کے بیٹوں کی طرف سے ہوسکتا ہے نہ کہ عمزاد بھائی کی طرف سے۔ اس پر مرزا قادیانی نے جناب والد مرحوم کے خلاف ایک کتاب "مواہب الرحمٰن" شائع کی جو انھوں نے جہلم میں

کتاب مواہب الرحمٰن

تقسیم کی جس پر والد صاحب نے مرزا قادیانی اور حکیم فضلدین مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان کے خلاف اپنی ازالہ حیثیت عرفی کی بناء پر زیر دفعہ ۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲ تعزیرات ہند مقدمہ دائر کر دیا ور اس کے نتیجہ میں مرزا قادیانی اور حکیم فضلدین کو سزا ہوئی۔ چنانچہ لالہ آتمارام مہتہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مجسٹریٹ درجہ اوّل ضلع گورداسپور نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ:- ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزا غلام احمد ملزم نے ایک اور کتاب شائع کی جسکا نام مواہب الرحمٰن ہے جو ملزم نمبر ۲ کے مطبع واقع قادیان میں چھپی۔ یہ کتاب مقدمہ کی اصل بنا ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں مذہبی رنگ میں لکھی گئی ہے اور بین السطور فارسی زبان میں ترجمہ کیا ہوا ہے۔ مضمون بنائے

استغاثہ ص۱۲۹ پہ درج ہے اور ذیل کا اقتباس جو لیا گیا ہے مضمون بنائے استغاثہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس پہ ملزم نمبر۱ (یعنی مرزا قادیانی) اس طرح لکھتا ہے:-

"میری نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے ایک لئیم آدمی اور اسکے بہتان عظیم سے اطلاع دی ہے اور مجھے الہام کیا کہ مذکورہ بالا آدمی میری عزت کو نقصان پہنچائیگا اور مجھے یہ خوش خبری بھی دی ہے کہ وہ لوٹ کر میرے دشمن پہ پڑے گی جو کہ الکذاب المہین ہے۔ لئیم اور بہتان عظیم کے الفاظ اس عربی کتاب کی پانچویں اور آٹھویں سطر میں ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ مستغیث (یعنی مولانا محمد کرم الدینؒ) کی ازالہ حیثیت عرفی کرتے ہیں اور ملزم نے مستغیث کی عزت کو نقصان پہنچانے کی نیت سے چھاپے ہیں۔ ملزم نمبر۱ نے اقرار کیا ہے کہ وہ اس کتاب کا مصنف ہے الخ (تازیانہ عبرت ص۱۵۱)۔

کتاب سیف چشتیائی اور سرقہ کی حقیقت

لالہ آتما رام مجسٹریٹ مذکور اپنے فیصلہ میں لکھتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں ملزم نمبر۱ یعنی مرزا غلام احمد نے ایک کتاب عربی زبان میں جس کا نام اعجاز المسیح (مسیح کا معجزہ) ہے طبع کی۔ اس میں اس نے کل دنیا کو مخاطب کیا کہ اسکی فصاحت کے برابر کوئی شخص کتاب لکھ دے اور ساتھ ہی بطور پیشگوئی کے یہ

دھمکی دی کہ جو شخص ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کریگا وہ زندہ نہ رہے گا۔
مگر اس کے مقابلہ میں پیر مہر علی شاہ (صاحب) ساکن گولڑہ نے ایک کتاب مسمّی بہ سیفِ چشتیائی (چشتی کی تلوار) تالیف کی اور شائع کی۔ اس کی تردید میں مرزا غلام احمد نے ایک کتاب لکھنی شروع کی جس کا نام نزول المسیح (مسیح کا اترنا) رکھا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزا غلام احمد ملزم نمبر۱ نے ایک اور کتاب شائع کی جس کا نام مواہب الرحمٰن ہے الخ (تازیانہ عبرت ص۱۵۱)۔

(۲) میاں شہاب الدین مرحوم کو مرزا قادیانی سے بدظن کرنے کے لئے حضرت والد مولانا محمد کرم الدین صاحب مرحوم نے ایک تدبیر اختیار کی کہ ان کی طرف سے اور اپنی طرف سے مرزا قادیانی کو اس قسم کے خطوط بھیجے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے تو اپنی کتاب "سیف چشتیائی" میں مولانا محمد حسن صاحب فیضی مرحوم کے ان نوٹس کا سرقہ کیا ہے جو انہوں نے مرزا قادیانی کی کتاب "اعجاز المسیح" کے حاشیہ پر خود لکھے تھے۔ چونکہ مرزا قادیانی کو میاں شہاب الدین مذکور پر اعتماد ہو چکا تھا۔ اس لئے اس نے ان خطوط پر اعتماد کر کے اپنی کتاب "نزول المسیح" میں ان خطوط اور نوٹس کا حوالہ دیکر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے خلاف لکھا جس کے جواب میں والد مکرم مولانا محمد کرم الدینؒ صاحب نے ایک بیان سراج الاخبار جہلم مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں اور میاں شہاب الدین کا بیان ،

سراج الاخبار ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع کیا۔ جس میں مرزا قادیانی کے الہام کا یہ پردہ چاک کیا گیا تھا کہ وہ خطوط سب جعلی تھے جس کی بنا پر مرزا صاحب نے اپنے الہام کی بنیاد رکھی تھی۔ چنانچہ میاں شہاب الدین صاحب کے بیان میں یہ لکھا تھا کہ:۔ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ کسی فتنہ باز نے محض شرارت سے یہ چالبازی کی تھی۔ خداوند کریم کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں اس قسم کی عادت سے بیزار ہوں میں نے کوئی خط نہیں لکھا جس میں یہ لکھا گیا ہو کہ مولوی صاحب مرحوم (یعنی فیضی صاحب) کی موت ایسی ہوئی"۔ میاں شہاب الدین کے اس بیان کی بناء پر لالہ آتمارام نے مرزا قادیانی پر عدالت میں بھی سوال کیا تھا (تازیانہ عبرت ص۱۳۱) اور پھر مرزا قادیانی نے عدالت میں خود یہ تسلیم کر لیا کہ:۔ میں نے جب کرم دین کا خط آیا تھا تو اس خیال سے کہ اس کا خط صحیح ہوگا وہ تذکرہ نزول المسیح میں کیا تھا مگر جب سراج الاخبار میں (خود بخود) اس نے اسکے برعکس لکھا تو وہ میرا خیال قائم نہ رہا۔ بعض باتیں میرے حافظہ سے فرو ہو جاتی ہیں۔ میں ان کو بتلا نہیں سکتا۔ فرو ہو جانے کی وجہ استغراق روحانی اور ضعف دماغ ہے (سوال) یہ دونوں الہام آپ کے سچے ہوئے یا نہیں؟ بہ متعلق مولوی محمد حسن اور پیر مہر علی شاہ؟

(جواب) پہلے میں نے قبل سراج الاخبار کے شائع ہونے کے

خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام سچے ہو گئے ہیں مگر سراج الاخبار میں شائع ہو جانے کے بعد میں نے یقین کر لیا کہ یہ میری رائے غلط نکلی کیونکہ پیشگوئیاں کا مصداق قائم کرنا اکثر رائے سے ہوا کرتا ہے۔ یہ بات صرف رائے سے متعلق ہے۔ نفس پیشگوئی کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے"۔

(سوال) جو مضمون نزول المسیح کے حاشیہ ص۶۷ سے لیکر ص۸۱ تک ہے یہ آپ نے کس بنا پر لکھا خطوں کی بناء پر یا کسی اور بنا پر؟

(جواب) کرم الدین کے خط اور شہاب الدین کے خط کی بناء پر اور ایک کارڈ کی بنا پر جو کرم الدین کے خط میں ملفوف تھا جس کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ کارڈ پیر مہر علی کا ہے۔ مجھ کو یاد نہیں ہے کہ اعجاز المسیح کے حاشیہ کے نوٹوں کی نقلیں مجھ کو مل چکی تھیں یا کہ نہیں۔ مگر مجھ کو ان کی نسبت خبر مل چکی تھی۔ ص۷۰ کی عبارت خطوں کی بنا پر ہے۔ خطوں پر یقین کر کے ایسا لکھا گیا ہے۔ ان سے استنباط کیا گیا۔ الخ (بیان مرزا قادیانی۔ تازیانہ عبرت ص۱۴۵)

(سوال) جب ۶ اکتوبر کا سراج الاخبار آپ کو معلوم ہوا تو خطوں اور اخبار کی نسبت وزن کرنے یعنی مقابلہ کرنے میں آپ کا کیا خیال یعنی کیسا یقین پیدا ہوا یعنی مقابلۃً ان دونوں میں سے کون سچ ہے اور کون جھوٹا ہے؟

(جواب) اگرچہ ہم سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد قطعی فیصلہ نہیں کر چکے بلکہ صرف کشمکش میں تھے لیکن یہ ترجیح سراج الاخبار میں پائی گئی کہ جو خطوط مجھ کو بھیجے گئے تھے وہ ایک خفیہ کاروائی کی تھی جس کی نسبت کرم الدین نے بار بار تاکید کی تھی کہ اس کو ظاہر نہ کرنا لیکن سراج الاخبار میں کھلے طور پہ شائع کیا کہ میں نے انھیں دھوکا دیا۔ اس لئے ہم کو سراج الاخبار کے مضمون کو مجبوراً ترجیح دینا پڑی"۔ (بیان مرزا قادیانی۔ تازیانہ عبرت صفحہ ۱۴۱)

علاوہ ازیں اعجاز المسیح مؤلفہ مرزا قادیانی کے حاشیہ پر جو نوٹس مولانا فیضی صاحب کے ظاہر کئے گئے تھے وہ کسی طالب العلم سے لکھوائے گئے تھے۔ بہرحال مرزا قادیانی کو الہامات میں جھوٹا ثابت کرنے اور میاں شہاب الدین صاحب کو اس سے بدظن کرنے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی گئی تھی اور اس تدبیر سے مرزا قادیانی خود عدالت میں اپنے بیانات کی وجہ سے اپنے الہامات میں جھوٹا ثابت ہو گیا۔ اور میاں شہاب الدین صاحب کا بیان بھی مرزا قادیانی کے خلاف سراج الاخبار ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہو گیا۔ لیکن مؤلف "اصل حقیقت" مرزا قادیانی کے اس تدبیر کے ذریعہ جھوٹا ثابت ہونے سے خوش نہیں ہیں بلکہ وہ مرزا قادیانی کا دفاع اور مولانا محمد کرم الدینؒ دبیر کی تکذیب کرنا چاہتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

مجسٹریٹ کی صفائی

والد ماجد مولانا محمد کرم الدین دبیرؒ کے خطوط کے متعلق لالہ آتما رام

مجسٹریٹ گورداسپور اپنے فیصلہ میں لکھتا ہے کہ :- یہ خطوط حقیقت میں ایک بڑی حکمت عملی پر مبنی تھے جو مرزا کی پیش گوئیوں اور اور الہاموں کے دعاوی کو آزمانے کے لئے برتی گئی۔ گو بظاہر ان سے یہ غرض معلوم ہوتی تھی کہ پیر مہر علی شاہ کی تصنیف سیف چشتیائی کے علمی سرقہ کے ظاہر کرنے میں معاون ہوں یہ خطوط مرزا نے اس وجہ سے اپنی کتاب نزول المسیح میں شائع کئے اور یعقوب علی نے جو مرزا کا مرید ہے اور ایڈیٹر بھی ہے اپنے اخبار الحکم مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء میں کاتبوں کے نام پر شائع کر دئے اس اخبار میں ایک مضمون بھی تھا جس میں محمد حسن فیضی کی وفات پر جو مستغیث کا بہنوئی اور تایا زاد بھائی ہے رنجیدہ لفظوں میں نکتہ چینی کی گئی تھی اس کے بعد سراج الاخبار جہلم میں ۶ اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو دو مضمون مستغیث (یعنی مولانا دبیرؒ) کے دستخط سے چھاپے گئے۔ ایک نثر میں تھا دوسرا نظم میں جو ۱۷ دسمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم کی تردید میں تھے۔ انہوں نے فریقین کے درمیان مقدمات کرا دئے۔ اس کے تھوڑا ہی عرصہ پہلے یعنی ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء کو بمقام جہلم ان دو مخالف فریقوں میں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ایک مذہبی مباحثہ ہوا ہے۔ اس مباحثہ میں ایک طرف

مستغیث اور ایک اور آدمی تھا اور دوسری طرف مبارک علی قادیانی اور ایک اور کوئی تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس علمی جھگڑا میں آخر الذکر کو شکست ہوئی اور اس شکست نے جلتی آگ پر اور لکڑیاں ڈالیں الخ

(فیصلہ مجسٹریٹ۔ تازیانہ عبرت ص۱۵۳)۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ ایک ہندو مجسٹریٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ اعتراف کیا ہے کہ مناظرہ جہلم میں مستغیث یعنی مولانا محمد کرم الدین کے مقابلہ میں قادیانی مناظر مبارک علی کو شکست ہوئی تھی۔ اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ مولانا دبیرؒ مرحوم کے وہ خطوط جو مرزا قادیانی کو بھیجے گئے تھے ایک بڑی حکمت عملی پر مبنی تھے جو مرزا (قادیانی) کی پیشگوئیوں اور الہاموں کے دعاوی کو آزمانے کے لئے برتی گئی

ایک ہندو مجسٹریٹ اپنے فیصلہ میں مولانا کرم الدین دبیرؒ کی اس تدبیر کو ایک حکمت عملی پر مبنی قرار دیتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ مولانا دبیرؒ کی کوئی اور فاسد نیت تھی۔ ایک ہندو تو مطمئن ہے لیکن مولف "اصل حقیقت" اس کاروائی سے مطمئن نہیں بلکہ اس کو واقعی غلط بیانی اور دھوکہ دہی پر مبنی قرار دیتا ہے۔

یہ ہے خارجی ذہنیت کا کرشمہ۔

علاوہ ازیں مولف مہر منیر مولانا فیض احمد فیض بھی لکھتے ہیں کہ "بہرحال یہ بات ہر محاذ پر تسلیم کر لی گئی کہ یہ غلط سلط نوٹ کسی عربی دان عالم کے قلمی نہیں ہو سکتے۔ مولوی کرم دین مذکور

اس سے کچھ عرصہ ہی پہلے یعنی ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء کو صدر جہلم میں قادیانی مبلغ مولوی مبارک علی کے ساتھ ایک پبلک مناظرہ کر چکے تھے اور تعجب ہے کہ قادیانی حضرات نے ان پر اعتبار کیسے کر لیا اور ان کے جال میں کیونکر پھنس گئے۔ دراصل حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی ذات شریف سے قادیانیت کو جو زک پہنچی تھی اور جو گھاؤ آپ کی سیف چشتیائی نے لگائے تھے اس مذہب کی تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ لہٰذا مولوی صاحب کے زرخیز دماغ نے اس دام کے نیچے سیف چشتیائی کے سرقۂ مضامین کا جو دانہ ڈالا اس کی کشش سے بچ نکلنا ممکن نہیں رہا تھا چنانچہ فریقین میں مقدمہ بازی چل نکلی اور گورداسپور کی عدالتوں میں پورے دو برس تک چلتی رہی۔ قادیانیوں نے مولوی صاحب پر تین فوجداری مقدمات قائم کئے جن میں سے ایک مقدمہ ازالہ حیثیت پر مدیر سراج الاخبار کو چالیس روپے اور مولوی کرم دین کو پچاس روپے جرمانہ ہوا۔ اور باقی دو مقدمات میں انہیں بری کر دیا گیا۔ مولوی کرم الدین نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضل دین مالک مطبع و ناشر الحکم و کتاب مواہب الرحمٰن پر فیضی مرحوم کے ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ کیا جو اس بنا پر خارج ہو گیا کہ بیوہ اور نابالغ بیٹے کی موجودگی میں عمزاد بھائی کو اپنے استغاثہ کا حق نہیں پہنچتا۔ دوسرا استغاثہ

مولوی صاحب نے ان ہر دو صاحبان کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی ذاتی کا کیا۔ کیونکہ پہلے استغاثہ کے اخراج کی تاریخ کو ہی احاطہ کچہری میں مرزا صاحب نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن لوگوں میں مفت تقسیم کی جس میں مولوی کرم دین کو مذکورہ بالا دھوکہ دہی کے رنج و غصہ میں لئیم اور کذاب مھین کے خطابات سے موسوم کیا گیا تھا۔ اس مقدمہ میں مرزا صاحب کو پانچصد روپے جرمانہ یا عدم ادائیگی جرمانہ چھ ماہ قید اور حکیم فضل دین کو دو سو روپے جرمانہ یا پانچ ماہ قید کا حکم ہوا مگر اپیل پر انگریز سیشن جج نے ان کو اس لئے بری کر دیا کہ اپنی واضح اور ثابت شدہ فریب دہی کے باعث مستغیث یعنی مولوی کرم الدین نے اپنے آپ کو ان خطابات کا مستحق بنا لیا تھا۔" (مہر منیر ص۲۵۴)۔

مؤلف اصل حقیقت کی بددیانتی

مؤلف "اصل حقیقت" نے بجائے متعلقہ پوری عبارت کے "مہر منیر" کے اقتباسات سے چند ٹکڑے لکھ کر مولانا کرم الدین مرحوم کو مطعون کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ بندہ نے "مہر منیر" کی ساری عبارت نقل کر دی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مناظرہ جہلم میں قادیانی مناظر مبارک علی کو شکست دی جس کو لالہ آتما رام مجسٹریٹ نے بھی اپنے فیصلہ میں تسلیم کیا ہے۔ مؤلف مہر منیر نے مولانا کرم الدین مرحوم کی اس تدبیر

کو ان کے زرخیز دماغ کا نتیجہ قرار دیا ہے جس میں مرزا قادیانی کے الہامات کی قلعی کھل گئی اور عدالت میں اس کو ذلت اٹھانا پڑی اور سیف چشتیائی کے سرقہ کے الزام سے حضرت پیر صاحب مبرا ثابت ہوئے۔ لیکن اس کو مولف اصل حقیقت اپنی خارجیانہ بدزبانی کے تحت یہ لکھ رہے ہیں کہ "کیونکہ جناب کے والد بھی اپنے بزرگ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کے لئے کفش مار ثابت ہوئے تھے" یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ حالانکہ حضرت والد صاحب نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے حریف مرزا قادیانی کو اس تدبیر سے عدالت میں جھوٹا ثابت کیا۔ اور اس کو حضرت پیر صاحب کی کرامت قرار دیا۔ چنانچہ مولانا دبیرؒ لکھتے ہیں:۔

ہمارے اصلی معین و مددگار ہمارے حضرات مشائخ عظام تھے۔ حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف کی خاص توجہ ہمارے شامل حال تھی اور آپ ہی کی دعا، و برکت سے ہمارے جملہ مراحل کامیابی سے طے ہوتے رہے۔ ابتداء میں جب مقدمات شروع ہوئے تو میں حضرت والا کی خدمت میں بار بار ہوا اور عرض کی کہ اب دعا، کا وقت ہے اور دوسری طرف سے ہر قسم کے منصوبے قائم ہو رہے ہیں ادھر مرزا جی کو یہ بھی دعوی ہے کہ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور ان کے مخالف تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات سے تم بالکل بے فکر رہو۔

انشاء اللہ تم کامیاب ہو گے اور مرزا جسقدر زور خرچ کرے اس مقابلہ میں ہزیمت اٹھائیگا۔ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک یہ معرکہ رہے ایک خاص وقت دعاء کے لئے مخصوص رہے گا اور حق تعالیٰ سے نصرت کامیابی کی دعا کی جایا کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایسے مشکل معرکے پیش آئے کہ ہر طرح سے مایوسی کا سامنا نظر آتا تھا لیکن حضرت پیر چشتی مدظلہ کی کرامت اپنا ایسا کرشمہ دکھاتی تھی کہ عقل حیران رہ جاتی تھی الخ (تازیانہ عبرت ص۱۶۵)۔

(ب) تازیانہ عبرت کے ابتدائیہ میں "نذر محقر" کے تحت والد مرحوم لکھتے ہیں :- میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو خلوص قلب سے بندگان عالی قبلہ خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہ سجادہ نشین گولڑہ شریف کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں ۔ ماشاء اللہ آپ اوج فضل و کمال کے نیر تاباں اور سپہر علم و عرفان کے مہر درخشاں ہیں۔ اسلام و اسلامیان کو آپ کی ذات والا پر فخر و ناز ہے۔ آپ ہی وہ مقدس ہستی ہیں جن کو شرف حسب و نسب کے علاوہ جملہ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں کمال رکھتے ہیں ——— اس کتاب کو آپ کے نام نامی سے معنون کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جن مقدمات کا کتاب ہذا میں تذکرہ ہے، ان میں خاکسار کو کامیابی اور مخالف فریق کو شرمناک شکست خدا کے فضل اور آپ کی دعاء و برکت کا نتیجہ ہے الخ

فرمائیے! مولانا محمد کرم الدینؒ صاحب کی طرف سے حضرت پیر

مہر علی شاہ صاحب سے نیازمندی اور عقیدتمندی کا اظہار ہے یا کفش ماری کا۔ مولانا مرحوم اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت پیر صاحب کی دعاء و برکت سے مجھے اس مقدمہ میں کامیابی ہوئی۔ مؤلف "اصل حقیقت" میرے اس اعتراض کا ناکام اور خلاف حقیقت جواب دے رہے ہیں جس میں بندہ نے لکھا تھا کہ:۔

> مولانا محمد اسحٰق سندیلوی اکابر کے لئے کفش بردار نہیں بلکہ کفش مار ثابت ہوئے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا سندیلوی نے مسئلہ مشاجرات صحابہ اور مسئلہ حسین و یزید میں اہل السنّت والجماعت کے اجماعی عقیدہ اور اکابر دیوبند کے تحقیقی مسلک کا رد کیا ہے۔ یہ ہے ان کی کفش ماری کا ثبوت۔

مؤلف مہر منیر کا اعتراف

مولانا فیض احمد صاحب فیض لکھتے ہیں:۔ "عدالت نے اپنے فیصلہ میں مولوی کرم دین کو حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کا مرید لکھا ہے مگر یہ مرید نہیں تھے بلکہ رد شیعہ میں انہوں نے جو کتاب لکھی ہے (یعنی آفتاب ہدایت) اس میں بعض باتیں حضرت کے مسلک کے خلاف بھی تحریر کی ہیں۔ البتہ اپنی کتاب تازیانہ عبرت میں حضرت کے ساتھ بجد محبت اور نیاز کا اظہار کیا ہے! اور گورداسپور کے مقدمات میں اتنی بڑی منظم اور با اثر جماعت کے مقابلہ میں

تن تنہا ہوتے ہوئے محفوظ اور بالآخر کامیاب رہنے کو حضرت کی خاص توجہ اور دعاء سے منسوب کیا ہے۔ (مہر منیر صـ۲۵۵)۔

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا فیض احمد فیض کے نزدیک بھی مولانا محمد کرم الدین مرحوم حضرت پیر صاحب کے عقیدتمند اور نیازمند تھے نہ کہ مخالف (ب) کاش کہ مؤلف "مہر منیر" ان بعض باتوں کی نشاندہی کر دیتے جن میں مولانا دبیرؒ مرحوم نے حضرت پیر صاحب کے مسلک کے خلاف کیا ہے کیا وہ باتیں مسلک اہل السنّت والجماعت کے خلاف ہیں یا صرف حضرت پیر صاحب کے شخصی طریق کار کے خلاف ہیں؟

آفتاب ہدایت اور حضرت پیر صاحب کا فتویٰ

مولانا محمد کرم الدین دبیرؒ نے ایک استفسار حضرت پیر صاحب گولڑویؒ کی خدمت میں بھیجا تھا جس کا جواب حضرت کی طرف سے دیا گیا تھا۔ اس استفتاء اور فتویٰ کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

(سوال) حضرت عائشہ صدیقہؓ کو قذف کرنے والا (یعنی تہمت لگانے والا) حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو اصحاب رسول نہ سمجھنے والا۔ رسول پاک کی دوسری بیٹیوں کو سوائے فاطمۃ الزہرا کے نہ ماننے والا قرآن موجود کا منکر اور اس کو محرف کہنے والا۔ لوگوں کو دینِ حق (طریق اہل سنّت والجماعت) سے ہٹانے والا کافر ہے یا نہ۔ ایسے شخص سے رشتہ داری۔ نکاح کرنا۔ ان سے دوستی اور یارانہ

گانٹھنا ایسے شخصوں کے عرسوں میں شمولیت۔ شادی و غمی میں ان سے شرکت۔ ان سے مل کر کھانا اور پینا۔ بطور دوستی۔ بھائی بندی جائز ہے یا نہ۔ اور جو شخص ایسے شخص سے محبت و پیار کرے۔ اس سے برتاؤ اور سلوک جائز ہے یا نہ۔ جواب شافی دیجیے۔ پوری تسلی فرمائیں

الجواب جس شخص یا فرقہ میں یہ اوصاف ہوں جو سوال میں مذکور ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص یا گمراہ فرقہ سے حسب اقتضاء الحب للہ والبغض للہ۔ خلط ملط اور راہ و رسم رکھنا منع ہے۔ شیخین کو برا کہنے والا جمہور المسلمین کے نزدیک کافر ہے اور قرآن کریم کا منکر اور تحریف کنندہ بھی مسلمانی سے خارج ہے۔ باقی امور کا بھی یہی جواب ہے۔ ایسے اشخاص سے برتاؤ کرنا اور اتحاد رکھنا بالکل ممنوع ہے (آفتاب ہدایت: آٹھواں ایڈیشن ص۲۶۹ ناشر مکتبہ رشیدیہ چکوال)

(۲) مؤلف مہر منیر نے مقدمہ کے واقعات مذکورہ لکھنے کے بعد آخر میں یہ لکھا ہے:-

اللہ تعالیٰ مولوی صاحب مرحوم پر رحم فرمائیں اگر واقعات ایسے ہی تھے جیسے کہ بیان ہوئے ہیں اور ان کی تہ میں کوئی اور نامعلوم واقعات یا مجبوری کارفرما نہ تھی تو ایک ایسے کام کے لئے جو بآسانی معقول طریقوں سے بھی سلجھ سکتا تھا ایک ایسا طریق کار اختیار کرنا جس میں انکے مرحوم عمزاد بھائی کی

موت پر آوازے کسے گئے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ جیسی
شخصیت گرامی کی تصنیف لطیف پر شبہات و اعتراضات
کئے گئے اور پھر خود ان کی اپنی ذات ایک طویل پریشانی
اور زیر باری کا شکار ہوئی کس حد تک دانشمندانہ تھا"

(مہر منیر ص۲۵۵)۔

مؤلف "اصل حقیقت" نے مہر منیر کی باقی عبارات چھوڑ کر صرف مندرجہ
عبارت ص۴۳ پر درج کر دی ہے۔ اور پھر اس کے تحت حاشیہ
میں یہ لکھ دیا کہ:۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ان کے معاصرین کو انکے
متعلق یہ بھی شبہ تھا کہ کہیں دشمنان اسلام سے خاموشی سے رقم
لیکر تو انہوں نے اپنے بزرگوں پر تہمت طرازی نہیں کی۔

یہ ہے خارجی ذہن کی بدگمانی۔ حالانکہ مولانا فیض احمد فیض کی
یہ مراد نہیں ہے۔ مولانا محمد کرم الدین مرحوم نے جس پامردی اور
استقامت سے تنہا اس قادیانی ارتداد کے فتنہ کا مقابلہ کیا اور
اس میں ادنیٰ سے ادنیٰ کمزوری بھی نہ دکھائی اور بالآخر مرزا
قادیانی کو عدالت میں کذاب ثابت کیا۔ کیا ان واقعات کے بعد
کوئی اہل دین و دیانت مولانا مرحوم پر ایسا شبہ کر سکتا ہے؟

(۲) ——— مؤلف مہر منیر کی شکایت کی یہ وجہ ہے جو انہوں
نے بیان کر دی ہے کہ مرزا قادیانی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے کوئی اور
طریق کار اختیار کرنا چاہیے تھا کیونکہ اس کی وجہ سے حضرت پیر صاحب

گولڑوی کی تصنیف پر بھی شبہات کئے گئے لیکن اس طریق کار کا نتیجہ جب صحیح نکلا۔ مرزا قادیانی ذلیل ورسوا ہوا اور حضرت پیر صاحب کی تصنیف پر شبہات کا ازالہ ہو گیا تو اب اس تدبیر کو کیونکر قابل اعتراض قرار دیا جا سکتا ہے ؟

حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر

قرآن حکیم میں مذکور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سگے بھائی کو اپنے پاس رکھنے کے لئے ایک تدبیر اختیار فرمائی۔ اور خفیہ اپنے سگے بھائی (بن یامین) کے سامان میں شاہی پیمانہ رکھوا دیا جس کے نتیجہ میں شاہی کارندوں نے وہ پیمانہ بن یامین کے تھیلے (خرجی) سے برآمد کر لیا۔ اس بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بن یامین کو بحیثیت چور کے اپنے پاس رکھ لیا علاوہ ازیں شاہی کارندوں نے سب قافلہ والوں کو بھی چور کہا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ۔ (سورۃ یوسف آیت ۷۰) "پھر پکارا پکارنے والے نے اے قافلہ والو۔ تم تو البتہ چور ہو"۔

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بانی دار العلوم کراچی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔ یہاں ایک سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کا یہ حیلہ بھی کیوں کیا۔ جبکہ ان کو معلوم تھا کہ والد ماجد پر

خود ان کی مفارقت کا صدمہ ناقابل برداشت تھا۔ اب دوسرے بھائی کو روک کر ان کو دوسرا صدمہ دینا کیسے گوارا کیا۔ دوسرا سوال اس سے زیادہ اہم ہے کہ بے گناہ بھائیوں پر چوری کا الزام لگانا۔ اور اس کے لئے یہ جعلسازی کہ انکے سامان میں خفیہ طور سے کوئی چیز رکھدی اور پھر علانیہ ان کی رسوائی ظاہر ہو یہ سب کام ناجائز ہیں۔ اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام نے ان کو کیسے گوارا کیا الخ۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

ان سب سوالوں کا صحیح جواب وہی ہے جو قرطبی اور مظہری وغیرہ نے دیا ہے کہ اس واقعہ میں جو کچھ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے وہ نہ بنیامین کی خواہش کا نتیجہ تھا نہ یوسف علیہ السلام کی اپنی تجویز کا۔ بلکہ یہ سب کام بامر الہٰی اس کی حکمت بالغہ کے مظاہر تھے جن میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ابتلاء و امتحان کی تکمیل ہو رہی تھی اس جواب کی طرف خود قرآن کی اس آیت میں اشارہ موجود ہے :۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ۔ یعنی ہم نے اسی طرح تدبیر کی یوسف کے لئے اپنے بھائی کو روکنے کی" (تفسیر معارف القرآن جلد پنجم ص $\frac{۱۰۴}{۱۰۵}$)۔

اب دیکھئے مولف "اصل حقیقت" ایک معصوم پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام پر اس تدبیر کی بنا پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں کہ آپ کی اس تدبیر سے اہل قافلہ اور بنیامین کو چور قرار دیا گیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام

کی پریشانی میں اس سے اضافہ ہوگیا تھا۔ بظاہر تو یہ تدبیر سخت قابل اعتراض ہے لیکن جب اس کی حقیقت اور انجام کو دیکھا جاتا ہے تو تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ اور مولانا کرم الدین مرحوم تو معصوم بھی نہیں ہیں۔ لیکن ان کی اس تدبیر کا جب نتیجہ دیکھا جاتا ہے تو پھر ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت پیر صاحب کی وقتی پریشانی کا بھی ازالہ ہوگیا اور مرزا قادیانی کی نبوت کی بھی قلعی کھل گئی اور ہندو مجسٹریٹ لالہ آتمارام نے بھی مولانا دبیر مرحوم کے حق میں فیصلہ دیدیا۔

مرزا قادیانی کی سزایابی

مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر کے زیر بحث استغاثہ کی بنا پر لالہ آتمارام مجسٹریٹ گورداسپور نے اس مقدمہ کا مفصل فیصلہ لکھا جو تازیانہ عبرت میں منقول ہے جس کے آخر میں لکھا ہے کہ :-

پس ثابت ہوا کہ ملزم ۱ (یعنی مرزا قادیانی) مجرم زیر دفعہ ۵۰۰ اور ملزم ۲ (یعنی حکیم فضلدین) زیر دفعہ ۵۰۱۔ ۵۰۲ تعزیرات ہند ہے اور ان کو ان جرائم کا مجرم تحریر ہذا کی رو سے قرار دیا جاتا ہے۔ اب فیصلہ کرنا نسبت سزا کے رہا۔ مدعا سزا سے صرف یہی نہیں ہوتا کہ مجرم کو بدلہ اسکے فعل کا دیا جائے۔ بلکہ اس کو آئندہ کے لئے ایسے جرم سے روکنے کا منشا ہوتا ہے۔ صورت ہذا میں ایک خفیف جرمانہ سے یہ مطلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ خفیف رقم جرمانہ کی موثر اور رکاوٹ پیدا کرنیوالی

نہ ہوگی اور غالباً ملزم اسے محسوس نہ کرے گا۔ ہر روز اسے بے شمار چندہ پیروؤں سے آتا ہے جو ملزم نمبر کے لئے ہر قسم کا ایثار کرنے کو تیار ہیں ان حالات میں تھوڑا سا جرمانہ کرنے سے ایک خاص گروہ کو جو بگناہ ہیں کا ہے سزا ہوگی۔ در اصل اصلی مجرمان پر اسکا کچھ اثر نہ پڑے گا ملزم ۲ کی عمر کا اور حیثیت کا خیال کر کے ہم اس کے ساتھ رعایت برتینگے ملزم ۱ اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے اگر اس کے اس میلان طبع کو برمحل نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقض پیدا ہوگا۔ ۱۸۹۷ء میں کپتان ڈگلس صاحب نے ملزم کو ہیچو قسم تحریرات سے باز رہنے کے لئے فہمائش کی تھی۔ پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوئی صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ ہیچو قسم نقض امن والے فعلوں سے باز رہیگا۔ نظر بر حالات بالا ایک معقول تعداد جرمانہ کی ملزم ۱ پر ہونی چاہیے اور ملزم ۲ پر اس سے کچھ کم۔ لہذا حکم ہوا کہ ملزم ۱ ۵۰۰ روپے جرمانہ دے اور ملزم ۲ ۲۰۰ روپے ورنہ اول الذکر چھ ماہ اور آخر الذکر پانچ ماہ قید محض میں رہیں حکم سنایا گیا۔ ۸ر اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ دستخط حاکم (تازیانہ عبرت ص۱۶۰)۔

مؤلف اصل حقیقت کی علمی خیانت

مجسٹریٹ کا فیصلہ ناظرین کے سامنے آگیا جس میں مرزا قادیانی اور ان کے مرید فضلدین کو جرمانہ یا قید محض کی سزا دی گئی ہے اور اس کی بنا مرزا قادیانی کی بدزبانی قرار دیگئی

ہے اور مستغیث (مولانا کرم الدینؒ) کے استغاثہ اور دعویٰ کو درست قرار دیا گیا ہے۔ اور مرزا قادیانی کی اس سزا کا ذکر مؤلف مہر منیر نے بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔ "اس مقدمہ میں مرزا صاحب کو پانچصد روپے جرمانہ یا بعدم ادائیگی جرمانہ چھ ماہ قید اور حکیم فضلدین کو دو سو روپے جرمانہ یا پانچ ماہ قید کا حکم ہوا۔" (ص۲۵۳)۔

لیکن مؤلف "اصل حقیقت" نے مہر منیر کی یہ عبارت نہیں لکھی جس میں مرزا قادیانی کی سزا یابی اور مولانا محمد کرم الدین دبیر کی مقدمہ میں واضح کامیابی کا ذکر تھا۔ بلکہ صرف اس کے بعد کی عبارت درج کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا محمد کرم الدین مرحوم کے خلاف ہی اس مقدمہ کا فیصلہ ہوا۔ مؤلف مہر منیر نے مجسٹریٹ کا فیصلہ مذکور لکھنے کے بعد (جس میں مرزا قادیانی اور فضلدین کو سزا ہوئی تھی) لکھا ہے کہ:۔ مگر اپیل کی بنا پر انگریز سیشن جج نے ان کو اس لئے بری کر دیا کہ اپنی واضح اور ثابت شدہ فریب دہی کے باعث مستغیث یعنی مولوی کرم دین نے اپنے آپ کو ان خطابات کا مستحق بنا لیا تھا۔" لیکن مؤلف اصل حقیقت نے یہ عبارت نہیں لکھی جس میں اپیل اور انگریز سیشن جج کا ذکر تھا بلکہ یہ لکھ دیا کہ:۔

عدالت نے اپنے فیصلہ میں لکھا تھا کہ اپنی واضح اور ثابت شدہ فریب دہی کے باعث مستغیث یعنی مولوی کرم دین نے اپنے آپ کو لئیم اور کذاب مھین کے خطابات کا مستحق بنا لیا تھا۔" (اصل حقیقت ص۲۱)۔

یہ ہے خارجی مؤلف کی علمی خیانت اور فریب دہی۔
(ب) یہ فیصلہ کے مندرجہ الفاظ ایک انگریز سیشن جج کے ہیں۔ اور انگریز ہی کا مرزا قادیانی خود کاشتہ پودا تھا۔ وکیل بھی اس اپیل میں مرزا قادیانی نے پیروی کے لئے اپنے مرید وکیل کے علاوہ ایک انگریز وکیل مسٹر ہیچی کیا تھا سیشن جج بھی انگریز اور وکیل بھی انگریز تو وہ مرزا قادیانی کی کیوں نہ رعایت کریں۔ انگریز سیشن جج نے مرزا قادیانی کی اس توجیہ کو قبول کیا جس کو ہندو مجسٹریٹ لالہ آتما رام نے مسترد کر دیا تھا کیونکہ مرزا قادیانی۔ کذاب۔ لئیم اور مھین کے معانی ہلکے بیان کرتا تھا اور مستغیث (مولانا کرم الدینؒ) نے ان کے معانی سخت ثابت کئے تھے اور کتب لغت پیش کی تھیں"۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی شہادت

اس مقدمہ میں والد صاحب مرحوم نے مولانا ثناء اللہ صاحب مناظر اہل حدیث کو بھی بطور گواہ صفائی طلب کیا تھا۔ حالانکہ اختلافی مسائل میں حضرت مولانا کرم الدین صاحب اور ان کے مناظرے بھی ہوئے تھے اور میرپور اور چک رجادی ضلع گجرات کے مناظرے تو بڑے معرکۃ الآراء تھے لیکن اس کے باوجود مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم نے مولانا دبیر مرحوم کے موقف کی تائید فرمائی تھی چنانچہ مولانا مرحوم لکھتے ہیں:۔ ۱۷ دسمبر کو مرزا صاحب کے مشہور مقابل (فاتح قادیان) مولوی ابوالوفاء صاحب مولوی فاضل امرتسری کی شہادت

پر جرح ہوتی تھی اور اس تاریخ کو مرزائی دُور دُور سے آئے ہوئے تھے اور علاوہ انکے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے تھے کیونکہ مرزائیوں میں یہ مشہور ہو رہا تھا کہ دیکھو تو مولوی ثناء اللہ صاحب اب ہمارے قابو آیا ہے۔ جرح سے اس کی ہوش مار دینگے اور تمام مسائل متنازعہ وفات مسیح وغیرہ سب اسی شہادت میں صاف کرائے جائینگے۔ مولوی صاحب پر جرح شروع ہوئی اور بہت سی جماعت مرزائی مولویوں کی امداد کے لئے پاس بیٹھائی گئی جن میں مولوی محمد احسن صاحب امروہی بھی تھے۔ متفقہ امداد سے سوالات مرتب ہوتے اور فاضل گواہ کے پیش کئے جاتے لیکن جواب سنتے پر مرزائیوں کو غشی آجاتی تھی۔ مولوی فاضل گواہ نے مرزائی جماعت کی کچھ پیش نہ جانے دی۔ ۱۷ سے شروع ہو کر ۱۹ تک جرح ہوتی رہی لیکن مرزائیوں کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ الخ

مولانا کرم الدین کی شخصیت (مجسٹریٹ)

لالہ آتما رام مجسٹریٹ نے مرزا قادیانی کے دعوی کی تردید کرتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ:

یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مستغیث اپنے علاقہ میں ایک معزز آدمی ہے اور یہ کہ مولوی ہے۔ عربی علم ادب اور علوم دینیہ کا فاضل ہے اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا مالک ہے اور حکام اس کی عزت کرتے ہیں ایک مذہبی کتاب میں جو مسلمانوں کے استعمال کے واسطے چھاپی گئی ہے اس کو ایسے آدمی کے طور پر ظاہر کرنا جو پیدائشی کمینہ ہو

بڑا ہی عادی جھوٹا ہو۔ بڑا بہتان لگانے والا ہو۔ یہ ایک سخت قسم کا الزام ہے جس سے اس پر ہمیشہ کے لئے دھبہ لگتا ہے کہ وہ کمینہ بدچلن آدمی ہے الخ (تازیانہ عبرت ص ۱۵۷/۱۵۸)

فرمائیے! ایک ہندو مجسٹریٹ مقدمہ کی تفصیلات جاننے کے بعد مولانا محمد کرم الدین کی صفائی پیش کرتا ہے ان کا دفاع کرتا ہے اور مرزا قادیانی کے الزام کو غلط قرار دیتا ہے لیکن پھر مولف" اصل حقیقت" برعکس اسکے مرزا قادیانی کے الزامات کی تصدیق کرتے ہیں اور مولانا دبیرؒ مرحوم کو ان کی وفات کے بعد بھی مطعون کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں اور کسی طرح بھی ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوتا جب تک کہ دل کھول کر تبرا بازی نہ کرلیں۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تابکجا

کیا پاکستان کے اس خارجی و یزیدی گروہ میں کوئی ایک بھی اہل فہم و دیانت شخص نہیں ہے۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْد۔

حضرت گنگوہی مقتدائے زماں ہیں (حضرت گولڑویؒ)

مولانا فیض احمد فیض لکھتے ہیں:۔ حضرتؒ سے غیر مقلد وہابیوں کی مخالفت کی اصل وجہ تو وہی تھی جو قبل ازیں ذکر ہو چکی ہے۔ لیکن مولوی عبداللہ غزنوی کے ایک مرید مولوی عبدالاحد خانپوری نے طاعون زدہ مقام سے خروج کے متعلق حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک فتوی کو

سامنے لاتے ہوئے بحث و مباحثہ کی ابتدا کی۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ تھا کہ:۔ طاعون زدہ علاقہ میں بلا ضرورت جانا گناہ ہے اور طاعون زدہ جگہ سے بخوف طاعون بھاگنا حرام ہے البتہ ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں اور اسی شہر کے آس پاس جنگلوں اور باغوں میں چلے جانے میں مضائقہ نہیں ہے۔ ہاں اگر سب بستی والے چھوڑ کر چلے جائیں اور ایک شخص بھی وہاں نہ رہے تو یہ درست ہے۔ اس مضمون کا ایک فتوی مولوی عبدالغفار مدرس انوار العلوم توانگے ضلع بلیا نے بھی دیا ہے اور حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ نے ایک استفتاء پر ان فتووں کی تائید فرمائی تھی اور مزید تفصیلی بحث کر کے دلائل و براہین دیئے تھے۔ آپ کا یہ مفصل فتوی فتاوی مہریہ میں درج ہے (مہر منیر ص ۲۶۴)۔

مؤلف مہر منیر کی مذکورہ عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے طاعون کے بارے میں جو فتویٰ دیا تھا حضرت پیر صاحب نے اس کی تائید فرمائی تھی لیکن معاملہ اس کے برعکس یہ ہے کہ حضرت پیر صاحب نے اپنے فتوی کی تائید میں حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ پیش کیا تھا۔ چنانچہ اسی مسئلہ طاعون پر حضرت پیر صاحب گولڑوی اور حضرت پیر عبدالعلی صاحب مستالوی مرحوم کی سخت بحث ہوئی تھی۔ اور فریقین کی طرف سے رسائل شائع ہوئے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالعلی صاحب مستالوی مرحوم نے ایک مطبوعہ رسالہ میں حضرت پیر صاحبؒ

کی عبارت لفظ (قال) کے تحت یہ لکھی ہے: - لہذا ہم نے سائلین عن الصورۃ المسطورۃ کو بقصد اجتناب از تعفن امکنہ متعفنہ و ارادہ تبدیل آب وہوا جواز خروج از مقام الطاعون کا فتوی دیا ہے۔ جیسا کہ مقتدائے زمان حضرت مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم و مولوی شیخ محمد عبدالغفار صاحب نے دربارۂ جواز خروج فتوی دیا ہے جس کی نقل ذیل میں موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔ العبد الملتجی الی اللہ الاعود بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ بقلم خود (رسالہ الطاعون ص۶۱)

اس سے تو واضح ہوتا ہے کہ حضرت پیر صاحب نے حضرت گنگوہی کا فتوے زیر بحث مسئلہ میں اپنی تائید میں پیش فرمایا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت پیر صاحب تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو مقتدائے زمان لکھتے ہیں لیکن مولانا فیض احمد فیض "مہر منیر" میں حضرت گنگوہی کو ایک تحقیر کے انداز میں صرف مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے اس میں وہ کیوں اپنے حضرت گولڑوی صاحب کی عقیدت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

جھوٹ نمبر ۴

مؤلف "اصل حقیقت" لکھتے ہیں: - مثلاً چکوالی صاحب اپنے مدرسہ کی سالانہ روئیداد ۱۹۸۰ء / ۱۹۸۱ء کے صفحہ ۱۹ پر حضرت مولانا حسین علیؒ کے شاگرد خصوصی حضرت مولانا غلام اللہ خان اور ان کے رفقاء کے خلاف لکھتے ہوئے یہ اپیل کرتے ہیں کہ: - صحیح العقیدہ علمائے دیوبند۔ ان علماء سے انقطاع کر لیں" اب پھر

یہی بات "شہادت حسین" نامی پمفلٹ کے دیباچہ میں دوہرائی ہے" (اصل حقیقت ص۱۹۵)۔

اس سالانہ روئیداد اور شہادت حسینؓ کے دیباچہ میں تو حضرت مولانا حسین علی صاحب کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اور نہ ہی آپ کے شاگردوں میں سے کسی کا نام ہے۔ (ب) اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کی وفات اس سے پہلے ۲ مئی ۱۹۸۰ء (۲ رجب ۱۴۰۰ھ) کو ہو گئی تھی۔ کیا کسی شخص کی وفات کے بعد بھی اس سے انقطاع تعلق کی اپیل زندوں سے کی جا سکتی ہے۔ مؤلف کا یہ جھوٹ کوہ ہمالیہ سے بھی بڑا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بغض علی المرتضیٰؓ نے ان کو بالکل اندھا کر دیا ہے اور خارجی اندھیروں میں یہ لوگ ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ کیا اس سے زیادہ بھی عبرتناک کسی کی حالت ہو سکتی ہے۔ واللہ الہادی۔

مسئلہ حیات النبیؐ کا شدید اختلاف | مسئلہ حیات النبی کے انکار کی وجہ سے

تمام اکابر دیوبند نے مولوی غلام اللہ خان اور ان کی پارٹی سے انقطاع کر لیا تھا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کی کوشش سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے تمام خلفاء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری بانی جامعہ اشرفیہ لاہور نے مولوی غلام اللہ صاحب کے سالانہ جلسہ سے بائیکاٹ کر دیا تھا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری نے ان کے جلسہ میں جانا

چھوڑ دیا تھا۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب وغیرہ اکابر جمعیت ان کے سخت مخالف ہو گئے تھے۔ مجلس احرار اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے علماء و زعماء حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے زور شور سے ان کی مخالفت شروع کر دی ابن امیر شریعت مولانا حافظ عطاء المنعم بخاری صاحب ان کے سخت مخالف تھے۔ ان کی زبان سے خود میں نے ملتان میں مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے خلاف سخت الفاظ سُنے تھے۔ تحریری اور تقریری مناظرات تک نوبت پہنچ گئی۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے سب سے زیادہ اس پارٹی کے خلاف مہم چلائی۔ مناظر اسلام حضرت مولانا لعل حسین اختر نے ان کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور علامہ خالد محمود صاحب ایم اے پی ایچ ڈی نے علمائے حق کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ اور شاہ صاحب بخاری کی طرف سے مناظرہ کے چیلنج کے جواب میں بندہ نے ان کے نام کھلی چھٹی میں چیلنج قبول کیا۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی صاحب ثالث تجویز ہوئے۔ انھوں نے تحریری مناظرہ شروع کرایا لیکن شاہ صاحب نے تحریری مناظرہ سے انکار کر دیا۔ میری کھلی چھٹی اور شاہ صاحب کا جواب اور ان کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ترجمان اسلام لاہور ۲۷ اپریل ۱۹۶۲ء۔ مجاہد اسلام حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی نے ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور میں ان کا سخت تعاقب کیا۔ خلاصہ

یہ کہ ملک بھر میں اس پارٹی کا دائرہ تنگ ہوگیا۔ یہ حالات فریقین کو معلوم ہیں۔ ترجمان اسلام لاہور اور تعلیم القرآن راولپنڈی کی فائلیں گواہ ہیں۔ مسئلہ حیات النبی کے سلسلہ میں حضرت مولانا نذیر اللہ خان صاحب فاضل دیوبند (سابق امیر تحریک خدام اہل سنت ضلع گجرات) نے بڑا مضبوط کردار ادا کیا۔ آپ نے سالہا سال مولانا عنایت اللہ صاحب کی عقیدت اور نیابت میں گذارے تھے۔ لیکن مسئلہ حق کی غیرت کیوجہ سے وہ شاہ صاحب کے مخالف ہوگئے تھے اور انہوں نے گجرات میں اپنا علیحدہ مرکز قائم کردیا۔ ایک مسجد کا نام مسجد حیات النبیؐ رکھا۔ پھر اپنا ایک مستقل مرکز جب بنا لیا تو مدرسہ کا نام مدرسہ حیات النبیؐ اور مسجد کا نام مسجد امام اعظم ابوحنیفہ رکھا اور وفات سے پہلے مرحوم نے اپنا سارا ادارہ باضابطہ طور پر حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم کی تحویل میں دیدیا۔ —— اب ہم مولف اصل حقیقت سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ سارے اکابر دیوبند مولانا غلام اللہ خان اور ان کی جماعت کے اسلئے مخالف ہوگئے تھے کہ ان کو مناظرہ سلانوالی میں مولانا کرم الدین دبیر مرحوم کی شکست کا صدمہ تھا اور اس طرح انہوں نے حضرت مولانا حسین علی صاحب کے شاگردوں سے اس شکست کا انتقام لینے کی کوشش کی تھی۔

مولانا غلام اللہ خان کا رجوع

۱۹۶۲ء میں جب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم

دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے دورہ پر تشریف لائے تو مولینا غلام اللہ خان صاحب نے آپ کو اطمینان دلایا کہ ہم اکابر کے مطابق مسئلہ حیات النبی کو مانتے ہیں۔ اسی دوران حضرت مولانا قاری محمد طیب حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کی دعوت پر جامعہ حنفیہ جہلم تشریف لائے تو وہاں حضرت قاری صاحب نے مولانا محمد علی جالندھری۔ مولانا عبدالحنان ہزاروی کی موجودگی میں ایک تحریر بنائی۔ بندہ بھی وہاں حاضر تھا بندہ نے عرض کیا کہ حضرت فریق ثانی کے علماء حیات برزخی سے صرف یہ مراد لیتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم تو قبر میں محفوظ ہے لیکن روح کا اس سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت قاری صاحب نے یہ عبارت لکھی :-

"وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں"

حضرت قاری صاحب جہلم سے راولپنڈی تشریف لیگئے وہاں جناب مولانا قاری محمد امین صاحب کی جامع مسجد (ورکشاپی محلہ) میں آپ نے قیام فرمایا۔ حضرت قاری صاحب نے علماء کے سامنے حسب ذیل تحریر پیش کی :- ——— عامۂ مسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ مسئلہ قدر مشترک ہوگا

ضرورت پڑنے پر اسے ہی عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے تفصیلات پر زور نہ دیا جائے۔ عبارت مجوزہ حسب ذیل ہے :-

" وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں "۔ (۱۸ محرم ۱۳۸۲ھ - ۲۲ جون ۱۹۶۲ء) -

اس تحریر پر حضرت قاری محمد طیب صاحب کے علاوہ مولانا محمد علی صاحب جالندھری۔ مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے دستخط کئے۔ راقم (خادم اہل سنت) اور مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی زید مجدہم بھی وہاں موجود تھے ۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ متفق علیہ تحریر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۲ء میں بھی منقول ہے۔ اس اعتقادی مصالحت نامہ کے بعد بڑی خوشیاں منائی گئیں مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا غلام اللہ خاں آپسمیں بغلگیر ہوئے اور رات کو اس خوشی میں وہاں جلسہ بھی ہوا۔ لیکن مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نہ اس اجلاس میں آئے اور نہ انہوں نے اس مشترکہ عقیدہ کو آجتک تسلیم کیا ہے۔

مندرجہ بالا عبارت مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بنیاد ہے اس کے بعد روح مبارک کے جسدِ اطہر سے تعلق کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ لیکن اس اختلاف کی وجہ سے اصل مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجروح نہیں

ہوتا۔ البتہ جو عقیدہ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اور ان کی پارٹی کا ہے وہ اہل حق کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے وہ نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر سے روح مبارک کا تعلق قبر مبارک میں مانتے ہیں اور نہ قبر شریف کے پاس درود وسلام کے سماع کے قائل ہیں۔

مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کا عقیدہ

۲ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ کو ملتان میں

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کا ایک اجلاس مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری (صدر جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان) منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد پاس کی گئی:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

اما بعد۔ ہمارے شیخ حضرت علامہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے تمام علماء ومشائخ کا کتاب وسنت۔ ارشادات سلف اور اقوال ائمہ متقدمین حنفیہ کی روشنی میں اپنا مسلک تو یہ ہے کہ سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں لیکن جو لوگ قبر شریف کے پاس یعنی عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں ہم ان کو کافر نہیں کہتے بلکہ ہم ان کو اہل سنت و جماعت سے خارج بھی نہیں قرار دیتے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے

والے کو کافر سمجھے ہماری جماعت اشاعت التوحید والسنت کے ساتھ
اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح جو لوگ سماع اموات عند القبور
کے قائل ہیں ان کا بھی ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں"۔ اس
عقیدہ پر حسب ذیل علماء کے دستخط ہیں۔

۱۔ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری
۲۔ مولوی عبدالرزاق صاحب ابن حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ
۳۔ حکیم نور احمد صاحب ہزاروی۔
۴۔ مولوی احسان الحق صاحب (جانشین مولانا غلام اللہ خان مرحوم)
۵۔ مولوی محمد حسین صاحب نیلوی مدرس ضیاء العلوم سرگودھا۔
۶۔ مولوی خلیل احمد صاحب
۷۔ مولوی احمد سعید صاحب (ککر ہٹہ ضلع ملتان)
۸۔ مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی
۹۔ مولوی محمد ضیاء القادری۔
۱۰۔ مولوی خلیل احمد صاحب خطیب جامع مہاجرین دان بھچراں میانوالی۔
۱۱۔ قاضی شمس الدین صاحب (گوجرانوالہ)
۱۲۔ مولوی عبدالغنی صاحب
۱۳۔ مولوی سجاد بخاری صاحب (ایڈیٹر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی)
۱۴۔ مولوی ضیاء اللہ شاہ صاحب ابن مولوی عنایت اللہ شاہ بخاری۔
۱۵۔ مولوی عبدالحکیم صاحب۔

۱۶۔ مولوی مشتاق احمد صاحب
۱۷۔ مولوی عبدالستار صاحب توحیدی خطیب جامع مسجد نیا محلہ راولپنڈی
۱۸۔ قاضی محمد امیر صاحب (میانوالی)
۱۹۔ مولوی نور محمد صاحب (ضلع ملتان)
۲۰۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب (جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور)۔[ے]

حضرت گنگوہی کا عقیدہ

جو عقیدہ مذکورہ اراکین اشاعت التوحید والسنت نے لکھا ہے یہ ان سے پہلے اکابر علمائے اہل السنت والجماعت میں سے کسی کا بھی نہیں ہے اور سماع انبیاء علیہم السلام کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے استاذ حدیث قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں الخ
(فتاوی رشیدیہ کامل مبوب ص۱۱۲)۔

حضرت لاہوریؒ کا عقیدہ

میرا عقیدہ وہی ہے جو حضرات اکابر دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل السنت والجماعت کا متفقہ اور

ے (نوٹ) اس تحریر کی فوٹو اسٹیٹ کاپی ہمارے پاس موجود ہے۔

اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلّل ارشادات ثبت فرمائے ہیں الخ (ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۹ر دسمبر ۱۹۶۰ء ۱۹ر جمادی الثانیہ ۱۳۸۰ھ)۔

المہنّد علی المفنّد

اکابر علمائے دیوبند کی متفق علیہ اعتقادی دستاویز المہنّد علی المفنّد ہے جس کے مرتب فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ ہیں اس میں بھی انبیاء کرام کی قبور میں حیات برزخی جسمانی کا عقیدہ لکھا گیا ہے۔

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

ایک استفتاء کے جواب میں حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب نے حسب ذیل فتویٰ تحریر فرمایا:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ و روحہ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدے والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل السنت والجماعت ہے الخ: ۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ۔ مہر دار العلوم دیوبند (ملاحظہ ہو تسکین الصدور مؤلفہ

حضرت مولانا سرفراز خاں صاحب شیخ الحدیث نصرت العلوم گجرانوالہ)
یہ بھی ملحوظ رہے کہ منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جو نماز
پڑھنا مکروہ لکھا ہے اس سے مراد مکروہ تحریمہ ہے جس کی توضیح
تسکین الصدور میں موجود ہے۔

مقام حیات (علامہ خالد محمود) جب منکرین حیات نبوی نے سارے ملک میں فتنہ
اٹھایا تو علمائے دیوبند نے تقریری وتحریری طور پر ان کا تعاقب کیا
اور سب سے پہلے علامہ خالد محمود صاحب ایم اے پی ایچ ڈی نے کتاب
"مقام حیات" تالیف کی جس میں مدلل طور پر مسئلہ حیات النبی
صلی اللہ علیہ وسلم کا اثبات کیا۔

تسکین الصدور (شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز) اسکے بعد
لاہور میں بتاریخ ۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۴ اگست ۱۹۶۲ء جمعیت
علمائے اسلام کا مرکزی اجلاس منعقد ہوا جس میں یہ قرارداد پاس کی
گئی کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر حضرت مولینا
محمد سرفراز خاں صاحب صفدر شیخ الحدیث نصرت العلوم گوجرانوالہ
ایک مدلل جامع کتاب لکھیں۔ اور ضروری مشورہ کے لئے آپ حضرت
مولانا محمد یوسف صاحب محدث بنوری اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب
شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) سے رجوع کریں

اس اجلاس میں بندہ بھی حاضر تھا۔ چنانچہ شیخ الحدیث صاحب موصوف نے اس مسئلہ پر ایک مفصل مدلل کتاب بنام "تسکین الصدور" تصنیف فرمائی۔ کتاب مکمل ہونے کے بعد مدرسہ خیر المدارس ملتان میں ۲۷۔۲۸ نومبر ۱۹۷۶ء (۲۴، ۲۵ شعبان ۱۳۸۷ھ) دو روزہ اجلاس منعقد ہوا۔ اور حاضرین کو شیخ الحدیث مولانا سرفراز خانصاحب زید فضلہم نے اپنی کتاب سنائی۔ اور حسب ذیل حضرات نے اس پر تصدیقی دستخط کر دیئے۔ مولانا خیر محمد صاحب جالندہری۔ مولانا مفتی محمود صاحب۔ مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب ملتان۔ مولانا محمد عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔ مولانا محمد علی صاحب جالندہری۔ مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی۔ مولانا نذیر اللہ خانصاحب اور خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ کے بھی اس پر دستخط ہیں۔ (ملاحظہ ہو تسکین الصدور طبع دوم ص۲)۔

طبع دوم میں پاک و ہند کے اکابر علمائے دیوبند کی تقاریظ بھی شائع کی گئی ہیں۔

مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب اس اجماع کے پہلے منکر ہیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خانصاحب اس میں لکھتے ہیں کہ:

یہ مسئلہ اجماعی ہے اور بفضلہ تعالیٰ ہم نے اپنے دعوے کا ثبوت دیدیا ہے اور بلغیر جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری (جو اس اجماع

کے پہلے منکر ہیں) اور ان کے چند حواریوں کے اور کسی نے اس اجماع کے خلاف لب کشائی نہیں کی اور سب اس اجماع پر خاموش رہے ہیں اور کسی نے اس کی تردید نہیں کی۔ آپ اور آپ کے چند حواری اس اجماع کا انکار کر کے اور اس کے جواب سے بالکل لاجواب ہو کر الٹا ہمیں کوستے ہیں؟ اس کو کہتے ہیں الٹا بانس بریلی کو۔ (تسکین الصدور طبع دوم ص۲۸۵)۔

اور یہ معاملہ بہت زیادہ عجیب ہے کہ: مولانا غلام اللہ خان اور مولانا قاضی نور محمد صاحب نے دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولینا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجوزہ عبارت کی تائید و تصویب کر کے اپنے دستخط کر دئے تھے اور یہ تسلیم کر لیا تھا کہ اپنی قبر شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روح اور جسد اطہر کے تعلق سے حیات ہیں اور قبر پر درود و سلام سنتے ہیں۔ لیکن مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب اور ان کی پارٹی نے (جو مولانا غلام اللہ صاحب مرحوم کو شیخ القرآن کہتے نہیں تھکتے اور ان کی یادگار میں "شیخ القرآن نمبر" بھی نکالا ہے جس کے مرتب مولانا سجاد صاحب بخاری ہیں)۔ جمعیت اشاعت التوحید والسنّت کے سابق صدر مولانا قاضی نور محمد صاحب کے تسلیم کردہ عقیدہ کو بھی قرآن و حدیث کے خلاف قرار دے کر ساری امت مسلمہ سے اپنا جداگانہ عقیدہ واضح کر دیا ہے۔ اور ان منکرین حیات و صلوٰۃ عند القبر النبوی میں مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے صاحبزادہ

اور جانشین مولوی احسان الحق صاحب بھی ہیں اور ایڈیٹر تعلیم القرآن مولوی سجاد بخاری بھی ہیں۔ اور مولوی عبد الستار صاحب توحیدی بھی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور اس پارٹی کے اہم رکن مولوی احمد سعید صاحب ککڑ ہٹوی بھی ہیں جو قائلین حیات النبی کے خلاف سخت تقریریں کرنے میں مشہور ہیں اور قائلین حیات کو مشرک تک قرار دیتے ہیں۔ اور قرآن کی معنوی تحریف کر کے اپنا (خلاف حق) مسلک ثابت کرنے کی ناجائز کوشش کرتے رہتے ہیں۔

بہر حال مولف" اصل حقیقت" ہزار در ہزار پیچ و تاب کھائیں اور جھوٹ بولیں ہم پر اکابر اہل حق کے مسلک حق کا تحفظ لازم ہے اور جو لوگ اکابر دیوبند کی طرف نسبت کرنے کے باوجود حیات النبی کے اجماعی عقیدے کے منکر ہیں ہم ان کے ساتھ کیونکر مسلکی تعلقات وابستہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ اکابر دیوبند کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں لیکن یزید کے حامی ہیں اور اس کا دفاع کرتے ہیں حالانکہ محققین اہل السنت والجماعت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ "یزید فاسق تھا" چنانچہ مقتدائے زماں شیخ المشائخ حضرت مولینا رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں کہ " فاسق بے شک تھا" اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یزید بے دولت از زمرۂ فسقہ است (مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۲۵۱) (یزید بیدولت فاسقوں کے گروہ میں ہے) توان لوگوں کے متعلق

ے (فتاوی رشیدیہ)۔

میرا یہ لکھنا بالکل صحیح ہے اور مسلک حق کی غیرت کا یہی تقاضا ہے کہ: موجودہ انتشار کے سدّباب کا یہی واحد راستہ ہے کہ اکابر دیوبند کی علمی اور اعتقادی دستاویز" المہند علی المفنّد" پہ اتفاق کیا جائے اور یزید کے بارے میں حضرات محققین دیوبند اور جمہور اہل سنّت کے موقف کی حمایت و حفاظت کی جائے اور جو لوگ (علماء ہوں یا غیر علماء) مسلک اکابر دیوبند کی پیروی نہیں کرتے۔ مثلاً حیات النبی کا انکار کرتے ہیں یا یزید کی حمایت کرتے ہیں تو ان سے انقطاع کر لیا جائے۔ اسی طرح جو افراد یا جماعتیں حضرات خلفائے راشدین۔ امہات المومنین۔ اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں افراط و تفریط میں مبتلا ہیں (سوائے چند صحابہ کے باقی سب کے ایمان کا انکار کرتے ہیں یا تنقید و جرح سے ان کی دینی عظمتوں کو مجروح کرتے ہیں) اور اہل السنّت و الجماعت کے اجماعی مسلک کی پابندی نہیں کرتے۔ ان سے اشتراک و اتحاد بھی مسلک حق کے لئے بہت زیادہ مہلک ہے۔ حق تعالےٰ ہم سب کو مذہب اہل السنّت والجماعت کی اتباع۔ خدمت اور نصرت کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ امام الانبیاء و المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۴۰۲ھ ۲۰ اپریل ۱۹۸۲ء (دیباچہ" تحقیق و اثبات شہادت امام حسین و کردار یزید" ص۳۸ ص۳۹)۔

مولانا بنوریؒ کا جامع ارشاد

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب محدث بنوریؒ

لکھتے ہیں :۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات بعد الممات کا مسئلہ صاف و متفقہ مسئلہ تھا۔ شہدا کی حیات بنص قرآن ثابت تھی اور دلالۃ النص سے انبیائے کرام کی حیات قرآن سے ثابت تھی اور احادیث نبویہ سے عبارت النص کے ذریعہ ثابت تھی لیکن برا ہو اختلافات اور فتنوں کا کہ ایک مسلمہ حقیقت زیر بحث آکر مشتبہ ہوگئی۔ کتنے تاریخی بدیہات کو کج فہمی نے مسخ کر کے رکھدیا۔ یہ دنیا ہے اور دنیا کے مزاج میں داخل ہے کہ ہر دور میں کج فہم اور کج رو اور کج بحث موجود ہوتے ہیں۔ زبان بند کرنا تو اللہ تعالےٰ ہی کی قدرت میں ہے۔ ملاحدہ اور زنادقہ کی زبان کب بند ہوسکی کیا اس دور میں امام حسینؓ کی شہادت کو افسانہ نہیں بنایا گیا۔ اور کہا گیا کہ واقعہ ہے ہی نہیں۔ اور کیا امام حسینؓ کو باغی۔ واجب القتل اور یزید بن معاویہؓ کو امیر المومنین خلیفہ برحق نہیں ثابت کیا کیا گیا الخ (تسکین الصدور طبع دوم ص۲۳)۔

کیا مؤلف "اصل حقیقت" اور ان کی پارٹی کے نزدیک حضرت محدث بنوریؒ کا یہ جامع تبصرہ ان کی تبرا بازی کی زد میں نہیں آتا۔ یہ وہی حضرت بنوری ہیں جن کے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں مولوی عظیم الدین مؤلف "حیات سیدنا امیر المومنین یزید" نے دورہ حدیث

پڑھاہے اور جس جامعہ میں مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی مؤلف اظہار حقیقت بھی مولانا بنوری کی حیات میں معلم رہے ہیں۔ اور جو تصریح کرتے ہیں کہ یزید صالح اور عادل خلیفہ تھا۔ اور اب محدث بنوری کے جاری کردہ بینات کراچی میں میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول کی تائید میں مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کے مفصل تبصرہ کی اشاعت سے دل گرفتہ ہو کر جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے علیحدہ ہو چکے ہیں سچ ہے تلک الایام

نداولھا بین الناس (ارشاد خداوندی ہے" کہ یہ دن ہیں جو ہم۔ لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۴۰) یہ وہی مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی ہیں جو مولینا سندیلوی کے پیر بھائی اور نیاز کیش تھے لیکن ان کے غلط مسلک کی تردید کے لئے مجبور ہو گئے کیونکہ اصل مقصد مسلک حق کی اشاعت و حفاظت ہے نہ کہ ناجائز طور پر شخصی لحاظ و مداہنت۔

فرضی جھوٹ نمبر ۳ کا جواب

میں نے اپنی کتاب :۔ بشارت الدارین بالصبر علی شہادت الحسینؓ ص۲۳۳ کے حاشیہ پر یہ لکھا تھا : حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب صدیقی موصوف نے ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب" خلافت وملوکیت" کے جواب میں ایک محققانہ کتاب بنام : " اظہار حقیقت بجواب" خلافت وملوکیت " لکھی ہے جو پاکستان میں ۲ دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ تجدید سبائیت

کے نام سے ۱۹۶۵ء میں جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔ مودودی صاحب نے "خلافت وملوکیت" میں خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ پر جو مطاعن وارد کئے ہیں حضرت مولانا موصوف نے " اظہار حقیقت" میں علمی طور پر مکمل ابطال کر دیا ہے۔

اس کے بعد جب میں نے اپنے مضمون " حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں" میں " اظہار حقیقت " پر تنقید کی اور پھر دفاع صحابہ میں بھی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کے بارے میں مولانا محمد اسحٰق سندیلوی کے نظریہ پر تنقید کی اور مولانا موصوف کے جوابی پمفلٹ

"قاضی مظہر حسین صاحب (چکوال) کے اعتراضات کا
جواب شافی "

کے جواب میں "مشاجرات صحابہ" کی بحث میں کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل شائع کی تو اس گروہ نے آسمان سر پر اٹھا لیا کہ پہلے اسی اظہار حقیقت" کی تعریف کی اور پھر اس کی تردید شروع کر دی۔ یہ پر اسرار انقلاب کیوں ہوا۔ مولانا سندیلوی نے بھی "جواب شافی میں یہی شکایت کی۔ اور مؤلف" اصل حقیقت" نے بھی پھر یہی اعتراض دوہرایا ہے۔ چنانچہ بعنوان" مولانا عثمانی کے متعلق غلط بیانی چکوالی صاحب کا جھوٹ نمبر ۳ کے تحت لکھتے ہیں :۔
چکوالی صاحب کی یہ قلا بازی کہ پہلے وہ حضرت امام اہل سنت

(سندیلوی صاحب) کی جس کتاب" اظہار حقیقت (جلد اول دوم) کی تحریری تعریف کر چکے تھے اور جس کی اصل عبارت ہم پیچھے کہیں پیش کر چکے ہیں۔ اسی کتاب میں اس وقت سے انھیں خرابیاں نظر آنے لگی ہیں جب سے حضرت امام اہل سنّت ان کی جماعت کے سرپرست نہیں رہے۔ یہ قلابازی چکوالی صاحب کے لئے وبال جان بنی ہوئی ہے۔ کیونکہ جب ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا جب آپ نے اس کتاب کی تعریف کی تھی اس وقت مطالعہ کئے بغیر اس کی تعریف کر دی تھی۔ اگر ایسا کیا تھا تو یہ نہایت بددیانتی کا ثبوت ہے۔ اور اگر اس وقت دیانتداری سے اپنی رائے دی تھی تو کیا وہ نظریات جو آپ کو اس وقت پسند تھے اب ناپسند ہو گئے ہیں"۔ اس کے جواب میں چکوالی صاحب کی کیفیت نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والی ہوئی ہے۔ اب اپنے خارجی فتنہ میں ایک اور غلط بیانی کے ذریعے انہوں نے اس کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے فرماتے ہیں کہ مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ نے بھی پہلے مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی تفسیر جواہر القرآن پر تقریظ لکھدی تھی مگر بعد میں اس پر تنقید کی۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ حسن ظن کی بنا پر بعض اکابر علماء بھی کسی کتاب کی تعریف لکھ دیتے ہیں اور بعد میں جب اس کتاب کی غلطیوں سے مطلع ہوتے ہیں تو پھر تنقید و اعتراض بھی کر لیتے ہیں۔ لہٰذا بندہ راقم الحروف پر یہ اعتراض کہ پہلے اظہار حقیقت کی تعریف لکھی

ہے اور اب تردید کر رہا ہے علمی طور پر غلط ہے" (خارجی فتنہ ص۲۹)۔
حالانکہ یہ چکوالی صاحب کا صریح جھوٹ اور دھوکہ دہی کی نازیبا کوشش ہے۔ کیونکہ جس کا جی چاہے آج بھی تفسیر" جواہر القرآن" پر مولانا ظفر احمد عثمانی کی تقریظ دیکھ سکتا ہے اس میں مولانا عثمانی نے صاف لکھدیا ہے کہ میں نے اس تفسیر کو ۲۸ صفحات تک دیکھا ہے اور جتنا دیکھا ہے اس میں اعتراض کی کوئی بات نہیں۔ کہاں مولانا عثمانی کی یہ دیانتدارانہ احتیاط اور کہاں چکوالی صاحب کی اظہار حقیقت کی دونوں جلدوں کی غیر مشروط تعریف۔ عثمانی صاحب کے طرز عمل کو اپنی قلابازی کی تائید میں پیش کرتے ہوئے چکوالی صاحب کو کچھ تو خوف خدا کرنا چاہیے تھا الخ (اصل حقیقت ص۴۵)۔

الجواب (۱) میں نے اس اعتراض کا جواب" خارجی فتنہ حصہ اول ص۳۴ تا ص۴۱ دیا ہے۔ جس میں ص۳۵ پر بعنوان:۔
" حقیقت حال" لکھا ہے کہ :۔ کتاب بشارت الدارین" تکمیل پذیر ہونے والی تھی کہ ہمیں اطلاع ملی کہ" اظہار حقیقت" حصہ دوم بھی چھپ گئی ہے۔ اس کا انتظار بھی رہا۔ لیکن بشارت الدارین کی تکمیل تک کتاب نہ پہنچ سکی اسلئے سابقہ حسن ظن کی وجہ سے
" بشارت الدارین میں بندہ نے اظہار حقیقت کے دونوں حصوں کی تعریف لکھدی۔ (ب) اظہار حقیقت جلد اول کی اشاعت کے بعد اور جلد دوم کی اشاعت سے پہلے بعض احباب کے نام مولانا

موصوف کے خطوط سے ان کے حامیٔ یزید ہونے کا کچھ انکشاف ہو گیا تھا اس لئے یہ احتمال تھا کہ حصہ ثانی میں آپ یزید کے متعلق بحث کرینگے لیکن جب دوسرے حصہ کے طبع ہونے پر کراچی کے بعض احباب کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اس میں یزید کی بحث نہیں ہے تو میں نے اس گمان پر اس کی بھی تعریف لکھدی کہ اس میں مسلک اہل السنت والجماعت کے مطابق "ردّ خلافت وملوکیت" میں دوسرے مضامین ہونگے۔ لیکن جب اظہار حقیقت جلد دوم کا مطالعہ کیا تو سابقہ حسن ظن زائل ہوگیا" (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۳۶)۔

میں نے حقیقت حال کے تحت جو کچھ لکھا ہے یہی حقیقت ہے اس میں نہ جھوٹ ہے نہ بددیانتی۔ میں تو الحمدللہ سنّی ہوں نہ خارجی ہوں نہ رافضی۔ یہ جھوٹ بولنا اور بددیانتی کرنا تو سبائی گروہ کی ان دو شاخوں کا مشن ہے جیساکہ مؤلف اصل حقیقت کے بعض جھوٹ پہلے ثابت کرچکا ہوں۔ حسن ظن کی بنا پر تعریف کرنے کو کوئی شخص جھوٹ نہیں کہ سکتا۔ اور پھر میں نے مولانا بنوری کے تبصرہ کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "اظہار حقیقت کی تائید میں مولانا موصوف نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب محدث بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے جو تعریفی الفاظ ان کی کتاب الاستاذ المودودی حصہ اوّل ص۳۹ سے نقل کئے ہیں ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علامہ بنوری رح نے سابقہ حسن ظن کی بنا پر ایک سرسری نگاہ کے تحت اس کی تعریف کی

کی ہے اور پوری کتاب پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ مولانا بنوریؒ نے کتاب کا نام بجائے اظہار حقیقت کے "حقیقت خلافت و ملوکیت لکھا ہے (حالانکہ یہ نام محمود احمد صاحب عباسی کی کتاب کا ہے جو انہوں نے خلافت وملوکیت کے رد میں لکھی ہے).
چنانچہ مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت سندیلوی صاحب نے لکھی ہے وہ حفظہ اللہ تک ہے۔ حالانکہ اس کے بعد یہ الفاظ ہیں:۔
باسم حقیقۃ الخلافۃ والملوکیۃ (یعنی مولانا سندیلوی نے جو کتاب بنام حقیقۃ الخلافۃ والملوکیت لکھی ہے) اگر علامہ بنوری اظہار حقیقت کا اچھی طرح مطالعہ کرتے تو نام میں یہ اشتباہ نہیں رہ سکتا تھا اور مولانا سندیلوی نے بھی اس قرینہ کے پیش نظر مابعد کی عبارت ترک کر دی ہے۔ کیا سندیلوی صاحب کی یہی علمی دیانت ہے الخ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۲۳۷) مؤلف اصل حقیقت نے نہ میری پہلی عبارت نقل کی ہے جو میں نے حقیقت حال کے تحت لکھی ہے اور نہ یہ عبارت نقل کی ہے جو مولانا محدث بنوریؒ کے متعلق لکھی ہے۔ پہلی عبارت سے سوائے عنادی شخص کے میری توجیہ ہر اہل انصاف قبول کر سکتا ہے اور دوسری عبارت سے خود مولانا سندیلوی کی علمی خیانت ثابت ہوتی ہے کیونکہ جو آخری الفاظ انہوں نے ترک کئے ہیں ان کی وجہ سے کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ مولانا بنوریؒ کو تو کتاب کا نام ہی معلوم نہیں ہے۔ پھر وہ کس کتاب کی تقریظ لکھ رہے ہیں۔

(۲) بار بار مؤلف "اصل حقیقت" مولانا سندیلوی کے سرپرست ہونے کی دوہائی دے رہے ہیں لیکن اس اعتراض میں کوئی وزن نہیں۔ جس وقت سرپرست لکھا اس وقت حسن ظن تھا بعد میں جب ان کے نظریات سامنے آئے تو حسن ظن ختم ہو گیا۔

میرے سوال کا جواب دیں

اس سلسلے میں میرا ابھی یہ سوال ہے کہ مولانا سندیلوی نے جب اظہار حقیقت حصہ اوّل میرے پاس بھیجی تو اس کے ٹائیٹل پر آپ نے اپنے قلم سے یہ لکھا۔

گرامی خدمت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زیدت فیوضہم
از محمد اسحٰق صدیقی عفا اللہ عنہ۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ"

علاوہ ازیں مولانا سندیلوی ۲۸ شوال ۱۳۹۳ھ کے مکتوب میں مجھے لکھتے ہیں :۔" اسلام اس وقت جس مصیبت میں گھرا ہوا ہے اور آئندہ جن خطرات کا اسے سامنا ہے ان کا احساس رکھنے والے چند گنے چُنے لوگ ہیں ان میں ایک نمایاں ہستی آنجناب کی ہے" اپنے مکتوب ۲۲ ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ لکھتے ہیں :۔ یہ جو کچھ عرض کیا ہے میرا خیال ہے آنجناب خود صاحب بصیرت ہیں اور اپنے طریق کار کے متعلق مجھ سے بہتر فیصلہ فرما سکتے ہیں پھر ۱۲ فروری ۱۹۷۴ء میں لکھا ہے :۔ میری گذارش کا مقصد یہی تھا کہ آپ کا مخاطب ایسا ہی شخص ہونا چاہیے جو ان کے یہاں علم اور مقتدا ہونے کے

لحاظ سے وہی حیثیت رکھتا ہو جو آنجناب کی اہل سنّت میں ہے۔"
میرے نام مولانا سندیلوی کے خطوط کے بعض اقتباسات خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۵۵ پہ درج کر دئیے ہیں۔ اور اپنے خطوط میں عموماً مولانا سندیلوی میرے لئے دامت برکاتہم اور زیدت فیوضہم کے الفاظ لکھتے رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی جب میرے حق میں مندرجہ الفاظ لکھ رہے ہیں اور میرے نام کے ساتھ زیدت فیوضہم لکھتے ہیں۔ تو جس جکوالی کے لئے آپ کے امام اہل سنّت مولانا سندیلوی " دامت برکاتہم " لکھتے رہے ہیں اب آپ اسے جابجا جکوالی کذّاب گلابی شیعہ۔ جماعت اسلامی کا معنوی شاگرد وغیرہ لکھ رہے ہیں فرمائیے آپ کی پُراسرار قلابازی کی کیا وجہ ہے؟ "۔
(۳) مؤلف اصل حقیقت زیر بحث مسائل کا جواب تو نہیں دے سکتے اب زنانہ قسم کے مطاعن اور بہتان تراشیوں کے سہارے اپنے کتابچہ کا پیٹ بھر رہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ جکوالی کو مولانا سندیلوی سے حسد ہو گیا۔ ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ سندیلوی صاحب جب میری تعریف کر رہے تھے اور مجھے زیدت فیوضہم سے خطاب کرتے تھے تو ان سے حسد کیونکر کیا جا سکتا تھا۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اگر بلا وجہ میں نے مولانا سندیلوی کی مخالفت کی ہوتی اور اس کی تہ میں حسد وغیرہ کی بیماری ہوتی تو کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل میں مسلک حق کی ترجمانی کی توفیق مجھے کیونکر نصیب ہو سکتی تھی اور علماء اہل السنّت

والجماعت اس کتاب کی تصویب و تعریف کیونکر کر سکتے تھے اور
خصوصًا مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی (جو پہلے مولانا سندیلوی
کے پیر بھائی اور نیاز مند تھے) میرے متعلق یہ کس طرح لکھ سکتے تھے
کہ: "جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطاء فرمائیں کہ انہوں
نے اہل حق کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیا ہے" (ماہنامہ بینات
کراچی جنوری ۱۹۸۴ء ص۴۸) ۔

(ب) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ اہل حق کے
موقف و مسلک سے ہمیں نہ صرف اتفاق ہے بلکہ یہی ہمارا عقیدہ اور
ایمان ہے الخ (ایضاً ص۵۱) ۔

مولانا ظفر احمد عثمانی کی تقریظ

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے مولانا غلام اللہ
خاں مرحوم کی تفسیر جواہر القرآن پر جو تقریظ لکھی ہے اور بعد میں اسی
تفسیر پر انہوں نے تنقید کی ہے اس کو میں نے اپنی تائید میں پیش
کیا تھا کہ حسن ظن کی بنا پر بھی کسی کتاب کی تعریف لکھی جاتی ہے
اس کا جو جواب مؤلف اصل حقیقت نے دیا ہے وہ اوپر درج کر دیا
ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ جس کا جی چاہے آج بھی تفسیر جواہر القرآن پر
مولانا ظفر احمد عثمانی کی تقریظ دیکھ سکتا ہے اس میں مولانا عثمانی نے
صاف لکھدیا ہے کہ میں نے اس تفسیر کو ۲۸ صفحات تک دیکھا ہے
اور جتنا دیکھا ہے اس میں اعتراض کی بات نہیں" الخ

الجواب (۱) ایک ضخیم تفسیر جواہر القرآن کے صرف ۲۸ صفحات کی تقریظ لکھنے کا کیا فائدہ تھا جس کی بنا پر مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے حضرت مولانا عثمانی کے مندرجہ الفاظ درج کر دیئے تھے۔ یہاں یہ اعتراض ہر شخص کر سکتا ہے کہ باقی تفسیر میں تو قابل اعتراض باتیں ہو سکتی ہیں۔ مولف اصل حقیقت اور ان کی پارٹی مجھے اس کا علمی فائدہ بتائیں؟

ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی مفتی و مہتمم مدرسہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا نے جواہر القرآن کے بعض غلط نظریات کی تردید میں ایک کتاب "ہدایۃ الحیران" لکھی ہے۔ (ما شاء اللہ مولانا موصوف زید فضلہم مسلک حق کی تبلیغ و نصرت میں بہت پختہ ہیں اور آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے سلسلہ میں مجاز طریقت بھی ہیں۔) آپ نے جب تفسیر جواہر القرآن پر اپنے شیخ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کی مندرجہ تقریظ دیکھی تو جواہر القرآن کے غلط نظریات سے حضرت مولانا عثمانی کو مطلع کیا۔ محدث عثمانی نے جواب میں لکھا کہ۔ آپ کی گرفت صحیح ہے مگر عام اشاعت سے پہلے مناسب یہ ہے کہ اس تحریر اور میری اس تحریر کی نقل مولانا غلام اللہ صاحب کو بھیجدیں اگر وہ ان مقامات مذکورہ کی تصحیح کا وعدہ کریں اور ماہنامہ تعلیم القرآن میں اسی وقت

شائع کردیں اور تفسیر کے دوسرے ایڈیشن میں آئندہ اصلاح کا وعدہ کریں تو آپ کو اشاعت عامہ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر وہ پہلوتہی کریں تو آپ اپنی تحریر اور میری اس تحریر کو شائع کردیں۔ اور اس تفسیر پر پوری پوری نظر ڈالیں جہاں جہاں مسلک حق کے خلاف نظر آئے مجھے اطلاع دیں"۔ ۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ)

مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی نے ہدایۃ الحیران کے دیباچہ ص۵ پر لکھا ہے کہ: احقر نے حضرت والا کی خدمت اقدس میں ارسال کردہ اپنی مذکورہ تحریر کی نقل اور اس تحریر پر حضرت والا نے جو ارشاد تحریر فرمایا تھا اس کی نقل بھی اپنے ایک عریضہ کے ساتھ مؤلف تفسیر (یعنی مولانا غلام اللہ خاں صاحب) کو بھیجدی اور اس کے جواب میں مؤلف صاحب کا ایک خط احقر کے نام آیا جس میں تحریر تھا: آپ کا خط ملفوف ملا ہے مفصل جواب حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی دامت برکاتہم کی خدمت میں لکھ دونگا" (لاشی غلام اللہ خاں ۹ رجمادی الاخریٰ ۱۳۸۵ھ)

لیکن اس ایک خط کے سوا جسمیں حضرت والا کی خدمت اقدس میں مفصل جواب لکھنے کا وعدہ تھا آج تک تقریباً ایک سال کا عرصہ گزرچکا ہے۔ باوجود وعدہ کرنے کے نہ انہوں نے حضرت والا کی خدمت اقدس میں کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس کی اور نہ ہی حضرت والا کے ارشاد و ایماء کے موافق مقامات مذکورہ کی تصحیح کا وعدہ شائع کیا

تو اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ حسب ارشاد حضرت والا اس تفسیر کے متعلق اپنی تحریر کی عام اشاعت کردی جاوے۔ الخ

محدث عثمانی مولانا عثمانی کا اپنی تقریظ کے متعلق اعلان لکھتے ہیں

"تفسیر جواہر القرآن مؤلفہ مولانا غلام اللہ خاں صاحب کو احقر نے پہلے صرف ۲۸ تک دیکھا تھا (اور اس کا اظہار اصل تقریظ میں بھی کردیا تھا۔ مرتب) اسلئے اس پر کچھ لکھدیا تھا۔ اب اس تفسیر میں بعض مقامات پر مسلک اہل حق کے خلاف تفسیر ہونے کا علم ہوا ہے۔ اس لئے میری تقریظ کو پوری تفسیر کے متعلق نہ سمجھا جائے۔ صرف ۲۸ صفحات کے متعلق ہی سمجھا جائے۔ والسلام (۲ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ)۔

فرمائیے ۲۸ صفحات کی تقریظ سے بھی بطور حسن ظن کے یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ شاید پوری تفسیر کی تقریظ ہے اس لئے آپ نے اس شبہ کا ازالہ کردیا۔ (۲) مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی ہدایۃ الحیران مؤلفہ مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی کی تقریظ میں بھی تحریر فرماتے ہیں:

"بعد الحمد والصلوٰۃ عزیزم مولوی عبدالشکور صاحب کی بعض تحریرات متعلقہ جواہر القرآن بندہ نے دیکھی ہیں۔ امید ہے کہ بقیہ بھی اسی رنگ کی ہونگی مجھے ان کی تحریرات سے اتفاق ہے اگر قوت و فرصت ہوتی تو سب کو دیکھ لینا مگر امید ہے کہ جو نہیں دیکھی وہ بھی قابل اعتماد ہیں۔"

(۲۰ رجمادی الثانیہ ۱۳۸۶ھ)
علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی کی اس تقریظ نے تو بندہ کی اس توجیہ کی پوری پوری تائید کردی کہ بغیر ساری کتاب دیکھنے کے بھی مؤلف سے حسن ظن کی وجہ سے ساری کتاب کو قابل اعتماد قرار دیا جاسکتا ہے چنانچہ مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی کی پہلی کتاب "تجدید سبائیت رد مودودیت" کی وجہ سے ان سے حسن عقیدت کا تعلق ہوگیا تھا۔
چونکہ اظہار حقیقت جلد اول میں اسی کی تفصیل تھی جس میں آپ نے تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا دفاع کیا تھا۔ اس لئے بالاستقصاء، نہ مطالعہ کرنے کے باوجود اس کتاب کے مضامین پر اعتماد تھا۔ اس اعتماد کی بنا پر اظہار حقیقت جلد دوم پہنچنے سے پہلے ہی اعتماد کی بنا، پر اس کی تعریف "بشارت الدارین" میں لکھدی تھی جس میں یہ لکھا تھا کہ: ——— مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت میں خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ پر جو مطاعن وارد کئے ہیں حضرت مولانا موصوف نے "اظہار حقیقت" میں علمی طور پر مکمل ابطال کردیا ہے۔
اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ میں یہی سمجھتا تھا کہ "اظہار حقیقت" جلد دوم میں بھی حضرت عثمان ذوالنورینؓ پر مطاعن کا جواب ہوگا۔ تو کتاب کی تعریف میں نے اسی بنا پر کی ہے۔ لیکن کیا معلوم تھا کہ دوسری جلد میں مولانا سندیلوی جمل اور صفین پہ بحث کریں گے اور

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی تنقید کا نشانہ بنائینگے۔
(۲) کتاب "ہدایت الحیران" کی تقریظ میں حضرت مولانا محمد وجیہ صاحب مفتی دارالعلوم ٹنڈوالہیار ضلع حیدر آباد لکھتے ہیں:۔

احقر نے مولانا عبدالشکور صاحب ترمذی کی دونوں تحریریں جنمیں تفسیر جواہر القرآن کی بعض اغلاط پر تنبیہ کیا گیا ہے مطالعہ کیا۔ احقر مولانا موصوف کی تائید کرتا ہے ——— خصوص مولف صاحب (یعنی مولانا غلام اللہ خان صاحب) نے انبیاء علیہم السلام کی جسم عنصری کی حیات جوکہ اہل حق کا عقیدہ ہے انکار کرکے انتہائی تفرد اختیار کیا ہے پھر تعجب ہے یہ غیر مختلف فیہ مقامات بعض اکابر کو دکھلا کر تقریظ حاصل کرکے انکو زیب تفسیر بنا کر لوگوں کو اشتباہ میں ڈالا ہے کہ شاید یہ اکابر بھی ان غلط عقائد کے قائل ہوں گے۔"
(۱۸ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ)

مولانا وجیہ الدین صاحب کی اس تقریظ کی تائید میں مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں:۔ التنقید صحیح والناقد نجیح "یعنی تنقید صحیح ہے اور تنقید کرنے والا صحیح الرائے ہے۔"
مولانا وجیہ الدین صاحب اور مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کی اس تقریظ سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حسن اعتماد کی بنا پر بغیر ساری کتاب کے مطالعہ کے کتاب کی تعریف کی جاسکتی ہے اور مولانا غلام اللہ

خاں صاحب نے بھی اسی فائدہ کے لئے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ سے صرف ۲۸ صفحات کی تقریظ لکھائی تھی۔ اب قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ مولانا سندیلوی صاحب کی کتاب" اظہار حقیقت" کی تعریف سابقہ حسن اعتماد کی بنا پر میری طرف سے اگر لکھی گئی ہے تو اس کا جھوٹ اور بددیانتی سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر جب میں نے اظہار حقیقت جلد دوم کا مطالعہ کیا اور اس میں مسلک اہل حق کے خلاف مولانا سندیلوی کے نظریات دیکھے تو تحفظ مسلک حق کے لئے میں نے" خارجی فتنہ حصہ اول" میں اس کی مدلل تردید کردی۔ اور میرے پیش کردہ موقف اہل حق کی ان علمائے کرام نے تصدیق و تصویب بھی کردی جن کے تبصرے شائع ہو چکے ہیں۔

مولانا خیر محمد صاحب جالندھری | کتاب "ہدایت الحیران فی جواہر القرآن" کی تائید

میں مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بانی مدرسہ خیر المدارس ملتان نے ایک جامع تقریظ لکھی ہے جس میں فرماتے ہیں :۔ بندہ گناہگار نے کتاب" ہدایت الحیران فی تفسیر جواہر القرآن تالیف منیف مولانا سید عبد الشکور صاحب بن مولانا سید عبد الکریم صاحب گمتھلوی ترمذیؒ مہتمم مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا کو حرفاً حرفاً من اولہ الی آخرہ سنا۔ اہل السنت والجماعت کے موافق پایا اور مؤلف جواہر القرآن (یعنی مولانا غلام اللہ خان) نے اکثر جگہ فرق ضالہ

کی موافقت کی اور جمہور اہل السنت والجماعت کی مخالفت کی ہے لہٰذا مؤلف جواہر القرآن جب تک اس اعتزال و شذوذ عقیدے سے رجوع نہ کریں تب تک کسی شخص کو جواہر القرآن کا مطالعہ کرنا جائز نہیں الخ (۲۵ رجب ۱۳۸۷ھ)۔

مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

حضرت مولینا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور زید فیضہم تحریر کرتے ہیں:۔

ماشاء اللہ حق و تحقیق اور بزرگان اہل دیوبند کی بالغ نظری کے نکات کے اظہار میں اس کو بہت اچھے پیمانہ پہ پایا۔ اور جو کم نظری یا غلط فہمی مؤلف جواہر القرآن (یعنی مولانا غلام اللہ خان) سے ہوگئی تھی مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے اس کی نشاندہی بہت عمدہ طریقہ پہ کی گئی ہے۔ جو عالم دین ان راجح و قوی مفتیٰ بہ مسائل کا علم و عمل رکھتا ہے وہ ہندوستان و پاکستان میں علمائے دیوبند میں شمار ہوتا ہے۔ جو مرجوح یا ضعیف غیر مفتیٰ بہ اختیار کر لیتا ہے وہ ان سے الگ ہے الخ (محرم الحرام ۱۳۸۶ھ)۔

یہ ہیں تفسیر جواہر القرآن مولفہ مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے خلاف چند اکابر علمائے دیوبند کی عبارتیں ـــــــ اب مؤلف اصل حقیقت سے ہمارا دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ حضرات بھی حضرت مولانا حسین علی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ سے بغض و عناد رکھتے تھے (یا کہ وہ بھی مناظرہ سلانوالی کی شکست کا انتقام لینا چاہتے تھے) جس کی بنا پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص مولانا غلام اللہ خان کے نظریات کی واضح تردید کر رہے ہیں۔

اقامۃ البرھان بجواب ہدایۃ الحیران (سجاد بخاری)

مولانا سید سجاد بخاری صاحب ایڈیٹر ماہنامہ تعلیم القرآن نے ہدایۃ الحیران کے جواب میں اقامۃ البرہان لکھی۔ مولانا سجاد صاحب مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم کا قلم تھے چونکہ مولانا غلام اللہ خان کی اردو تحریر اچھی نہ تھی۔ اسلئے عموماً ان کی تصانیف کی عبارت سجاد بخاری صاحب موصوف کی رہین منت ہے۔ "تفسیر جواہر القرآن" میں بھی زیادہ ان کا قلم کارفرما ہے چنانچہ مولانا سجاد بخاری لکھتے ہیں:۔

بلغۃ الحیران کی اشاعت کو عرصہ ہو چکا ہے لیکن اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ اس کو تصحیح و ترتیب کے بعد دوبارہ شائع کیا جائے۔ چنانچہ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے آخر اس کا تہیہ کر لیا اور بمصداق "قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند" اس کار خیر میں مولانا موصوف سے معاونت کی سعادت راقم الحروف کے حصے میں آئی فالحمد للہ علی ذلک (اقامۃ البرہان علی ابطال وساوس ہدایۃ الحیران ص۱)

مولانا تھانوی کی کتابوں میں گمراہ کن کرامتیں مذکور ہیں (سجاد بخاری)

یہاں اقامۃ البرھان پر تنقید و تبصرہ لکھنا مقصود نہیں ہے۔ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ مولانا سجاد بخاری حکیم الامت حضرت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی کی کتابوں کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں۔ بخاری صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

ترمذی صاحب اور انکے حضرت والا (یعنی مولانا ظفر احمد صاحبؒ عثمانی) اگر واقعی مخلصانہ اصلاحی کوششوں کا جذبہ رکھتے ہیں تو اس خدمت اسلام کا آغاز تو انھیں اوپر سے کرنا چاہیے تھا۔ جواہر القرآن کا نمبر تو بہت بعد میں تھا۔ سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی پھر حضرت نانوتویؒ اس کے بعد حضرت شیخ الہندؒ اور پھر حضرت علامہ انورؒ شاہ کی اصلاح کی جاتی جن کے تفردات کا نمونہ پہلے پیش کیا جاچکا ہے اور پھر خاص طور سے پہلے انھیں اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے تھی۔ ان کا فرض تھا کہ وہ سب سے پہلے اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ان کتابوں کی اصلاح و تطہیر فرماتے جن میں ایسا مواد موجود ہے (مثلاً ضعیف۔ شاذ۔ منکر بلکہ موضوع حدیثیں بلا انکار و تنبیہ۔ بے سروپا حکایتیں۔ بے سند اور گمراہ کن کرامتیں وغیرہ) جن کو اہل بدعت اپنے عقائد زائغہ اور اپنی بدعات مخترعہ کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے تبلیغ توحید کے مشن

کہ بعض اوقات کافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے. حالانکہ
موضوع حدیثوں سے استدلال تو درکنار ان کا ذکر کرنا بھی
جائز نہیں اِلّا یہ کہ ان کا وضعی ہونا ظاہر کرنا مقصود ہو"
(اقامۃ البرھان ص۲۴۲) -

یہ ہے حضرت تھانویؒ کے بارے میں سجّاد صاحب بخاری کا نظریہ -
جواہر القرآن پر تنقید کے غصّہ میں وہ حضرت تھانویؒ تک جا پہنچے -
مؤلف "اصل حقیقت" کی اصطلاح میں کیا سجاد بخاری کی طرف سے
اکابر دیوبند کے خلاف یہ تبرّا بازی نہیں ہے - عبرت. عبرت. عبرت.
—— کیا ان حضرات اکابر کو بھی مناظرہ سلانوالی کی شکست کے
نتیجہ میں طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جا رہا ہے - یہ بھی ملحوظ رہے کہ مولانا
سجاد بخاری صاحب کی یہ تحریر ۲۵ شعبان ۱۳۹۱ھ کی ہے جبکہ مولانا
غلام اللہ خان صاحب زندہ تھے - اور ان کے دفاع میں ہی یہ کتاب
لکھی گئی تھی اور انہوں نے اس پر کوئی تنقید نہیں کی گویا کہ اقامۃ
البرھان مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی بھی مصدقہ کتاب ہے جس میں
حضرت تھانویؒ کی کتابوں کے خلاف مذکورہ تبصرہ لکھا گیا ہے - ع

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

مسئلہ حیات النبیؐ اور مولانا غلام اللہ خان کی دو متضاد تحریریں

پہلے عرض کر دیا ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم

دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی حسب ذیل مجوزہ تحریر پر مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم نے ہمارے سامنے دستخط کئے تھے:۔

"وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونیوالوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں"۔ (۱۸ محرم ۱۳۸۲ھ ۲۲ جون ۱۹۶۲ء)

یہ تحریر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ اگست ۱۹۶۲ء صـ۲۴ پر مولانا سجاد بخاری شائع کر چکے ہیں۔

تفسیر جواہر القرآن کی تحریر

پارہ ۴ سورۃ آل عمران ع ۱۷ کی آیت۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ الآیۃ (ترجمہ) اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے۔ خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے الخ (جواہر القرآن جلد اوّل صـ۱۹۱)۔

اس کی تفسیر میں بعنوان "حیات انبیاء علیہم السلام" تفصیلی بحث کرتے ہوئے مولانا غلام اللہ خان مرحوم لکھتے ہیں:۔

باقی رہا ارواح کا تعلق ابدان کے ساتھ تو اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے تو اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی

صحابہ کرام۔ تابعین۔ اتباع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے ارشادات و اقوال میں تعلق روح بجسم عنصری کا کوئی نفیاً و اثباتاً تذکرہ و اذکار ہے برزخ میں حیات انبیاء علیہم السلام اور حیات شہدائے کرام کی جو کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ قرون ثلثہ میں بہ اسی طرح منقول ہو کر نیچے تک چلی آئی ہے۔ لیکن تعلق کا قصہ کسی نے نہیں چھیڑا۔ البتہ چوتھی صدی کے بعد سے شارحین حدیث نے بعض حدیثوں میں تطبیق کے سلسلے میں تعلق روح بجسد عنصری کا مختلف عنوانات سے ذکر کیا ہے۔ کسی نے اتصال معنوی سے۔ کسی نے اشراق سے کسی نے اشراف سے اور کسی نے مثل تعلق صاحب خانہ بخانہ و عاشق معشوق وغیرہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ البتہ اس پر سب متفق ہیں کہ یہ تعلق ایسا نہیں جیسا کہ حیات دنیا میں تھا بلکہ یہ تعلق بے کیف ہے اور اسکی حقیقت و کیفیت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اسلئے عالم برزخ میں تعلق روح با بدان عنصریہ کے بارے میں سکوت سب سے احوط مسلک ہے الخ (ص ۱۹۴)

ہمارا سوال اگر چوتھی صدی تک ابدان عنصریہ کے ساتھ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کے تعلق کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو مولانا غلام اللہ خان نے اس تفسیر سے پہلے حضرت قاری محمد طیب صاحب کی حسب ذیل مجوزہ تحریر کی کس دلیل کی بنا پر تصدیق کر دی تھی کہ:۔ وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو

برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں" ——— یہاں یہ ملحوظ رہے کہ یہ تحریر ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء کی ہے۔ اور تفسیر کی مندرجہ تحریر اس کے بعد کی ہے۔ چنانچہ تفسیر جواہر القرآن جلد اوّل جدید ترتیب و تہذیب کے ساتھ ۱۵ر جون ۱۹۶۳ء مطابق ۲۲ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ کو مکمل ہوئی ہے (ملاحظہ ہو ص ۲۵۶) ——— معلوم نہیں کہ مولانا غلام اللہ خان صاحب کی مذکورہ دونو تحریروں کے تضاد کے متعلق مؤلف" اصل حقیقت" اور ان کی پارٹی کیا جواب دینگے؟

تفسیر جواہر القرآن میں حیات انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق جو عقیدہ بیان کیا گیا ہے یہ جمہور اہل السنت والجماعت کے خلاف ہے۔ جس کے رد میں علامہ خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی نے مقام حیات اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ نے تسکین الصدور لکھی ہے اور یہ دونو کتابیں ماشاءاللہ مدلل ہیں۔ (ب) اس امر پر تو اہل السنت والجماعت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کا تعلق وفات کے بعد بھی انہی اجسام مطہرہ کے ساتھ ہے جو اس دنیا میں تھے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ اور اجساد مثالیہ سے بھی ارواح انبیاء کا تعلق اسکے منافی نہیں ہے۔ (ج) زیر بحث آیت قرآنی لَاتَحۡسَبَنَّ

الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا۔ بَلۡ اَحۡیَآءٌ سے بھی انہی ابدانِ دنیویہ کی حیات ثابت ہوتی ہے کیونکہ جو چیز قتل کی گئی ہے وہ جسم ہے نہ کہ روح۔ اور روح تو سب کی (موت کے بعد) زندہ رہتی ہے خواہ کوئی مومن ہو یا کافر اور اسی جسم مقتول کو مردہ نہ سمجھنے اور زندہ ماننے کا آیت میں حکم دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد شہدائے اسلام کے ابدان میں ہی حیات ہوتی ہے۔ برزخی احوال کے مطابق۔ اور بطریق اولی انبیائے کرام علیہم السلام کے ابدان دنیویہ میں ہی ارواح کے تعلق سے حیات ہوتی ہے جو شہداء کی حیات سے اقوی ہے اور اسی بنا پر اہل حق میں سے اس سے پہلے کسی نے بھی وفات کے بعد انبیائے کرام علیہم السلام کے دنیوی اجسام مبارکہ میں ارواح کے تعلق سے حیات کا انکار نہیں کیا۔ واللہ الہادی۔

کتاب عدالت صحابہ کرام (تقریظ جناب مولانا سندیلوی)

حافظ مہر محمد صاحب فاضل جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن (حال مقیم گوجرانوالہ) نے ایک کتاب "عدالت صحابہ کرامؓ" لکھی ہے جس پر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب شیخ الحدیث اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم کے علاوہ مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کی حسب ذیل تقریظ بھی درج ہے:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ صحابہ کرامؓ کیجانب

سے دفاع اور ان کی عظمت کا اظہار دین کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولوی مہر محمد صاحب کو اس کی توفیق عنایت فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو "عدالت صحابہ کرام" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ میں نے پوری تو نہیں دیکھی لیکن بعض مقامات دیکھے ہیں جو لائق تحسین ہیں توقع ہے کہ پوری کتاب ایسی ہی ہو گی الخ

اس سے بھی ثابت ہوا کہ حسن ظن کی بنا پر مولانا سندیلوی کے نزدیک بھی بغیر ساری کتاب کے مطالعہ کے اس کی تعریف جائز ہے۔ حالانکہ کتاب" عدالت صحابہ کرام" میں مولانا مہر محمد صاحب موصوف نے یزید کے متعلق لکھا ہے کہ :۔ الغرض اپنے دور حکومت میں یزید نے جو بُرے کام کئے تو وہ بلاشبہ مذموم ہیں ہم انکی حمایت نہیں کرتے اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں مگر ان کی ذمہ داری حضرت معاویہؓ پر ہرگز نہیں ڈالی جا سکتی۔ کیونکہ انہوں نے نہ ایسے کام کی وصیت کی نہ ان کو یہ علم غیب تھا کہ یزید ایسے گل کھلائے گا۔ انہوں نے تو نیک نیتی سے امت کے مفاد اور اتحاد کے لئے یہ اقدام کیا۔ (ص ۳۴۴)۔

مولانا مہر محمد صاحب تو صراحتاً یزید کے بُرے کاموں کی مذمت کر رہے ہیں حالانکہ مولانا سندیلوی یزید کو صالح اور عادل قرار دیتے ہیں۔ (ب) مولانا سندیلوی حضرت معاویہؓ وغیرہ کی اجتہادی

خطاء تسلیم نہیں کرتے حالانکہ مولانا مہر محمد صاحب ان کی اجتہادی خطاء کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں :-

اکثر اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اس نظریاتی اختلاف میں حضرت علیؓ کی رائے اصوب اور بہتر تھی، اور دوسرے حضرات کی رائے بھی اگرچہ حق تھی مگر خلاف اولیٰ اور مرجوح تھی اور یہ جو کچھ ان کے مابین ہوا وہ اجتہادی خطا ہے کہ انہوں نے اس کام کو نیک نیتی سے کیا تھا مگر نتیجہ میں خطاء ظاہر ہوئی اس خطائے اجتہادی میں ان کو کوئی گناہ نہیں ہوا بلکہ وہ ایک گونہ عنداللہ ماجور تھے الخ۔

اسکے بعد مولانا مہر محمد صاحب موصوف نے ص۲۱۸ پر خطائے اجتہادی کی چند مثالیں ذکر کی ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ :- اسی طرح صحابہ کرام کے معاملے میں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اجتہادی لغزشوں کو بالکل معاف فرمادیا۔ (ص۲۲۱)۔

مولانا مہر محمد صاحب نے یہاں جو کچھ لکھا ہے مولانا سندیلوی کے نظریہ کے خلاف ہے کیونکہ سندیلوی صاحب بجائے حضرت علیؓ کے حضرت معاویہؓ کی رائے کو اصح کہتے ہیں اور حضرت معاویہؓ کی خطائے اجتہادی کو تسلیم نہیں کرتے۔

ہمارا سوال

یہاں ہمارا سوال یہ ہے کہ مولانا مہر محمد صاحب نے یزید اور مشاجرات صحابہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ مولانا سندیلوی کے ان نظریات کے خلاف ہے جو

انہوں نے اپنی کتاب اظہار حقیقت جلد دوم اور "جواب شافی" میں بیان کئے ہیں لیکن باوجود اسکے محض حسن ظن کی بنا پر سندیلوی صاحب نے "عدالت صحابہ کرام" کی تعریف لکھدی ہے۔ اور آخر میں یہ بھی لکھدیا ہے کہ :۔ "توقع ہے کہ ساری کتاب ایسی ہی ہوگی" ——— تو اگر میں نے مولانا سندیلوی صاحب کی کتاب کی تعریف حسن ظن کی بنا پر اجمالی طور پر کر دی تو کس جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر یہ جرم اور بد دیانتی ہے تو مؤلف اصل حقیقت کے امام اہل سنت مولانا سندیلوی بھی اسی جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اب اگر ان پر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب مولانا سندیلوی نے کتاب "عدالت صحابہ کرامؓ" کی تحسین و تعریف کی ہے (حالانکہ اس میں یزید کو بُرے کاموں کا مرتکب قرار دیا ہے اور حضرت معاویہؓ وغیرہ بعض صحابہ کی اجتہادی خطاء تسلیم کی ہے) تو پھر آپ نے "اظہار حقیقت" میں اس کے خلاف اپنے نظریات کیوں پیش کئے ہیں تو اسکا مؤلف "اصل حقیقت" اور اس کی پارٹی کے پاس کیا جواب ہوگا۔ بندہ نے انکے اس الزام کا جواب تفصیل سے اس لئے دیا ہے کہ انہوں نے "اصل حقیقت" میں بار بار یہی رٹ لگائی ہے کہ چکوالی نے پہلے "اظہار حقیقت" کی تائید کی اور پھر اس نے اس پر تنقید کی۔ یہ یزیدی گروہ تو کسی صحیح بات کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہے۔

امید ہے کہ قارئین کرام مطمئن ہو جائینگے

مؤلف اصل حقیقت کا جھوٹ نمبر۵

مؤلف اصل حقیقت بعنوان" :-

" مولانا مہر محمد میانوالی کی تحریز کے تحت لکھتے ہیں :۔ مولانا مہر محمد کی کتاب" عدالت صحابہؓ مطبوعہ کراچی کے ص۲۲۳ پہ ہے یہ" اہل سنت وجماعت کے بہت سے محتاطین علماء کا مسلک یہ ہے کہ انکے تنازعات میں فیصلہ دینے سے کفِ لسان واجب اور کسی کو ترجیح نہیں دینی چاہیے دونو کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے ہمیں دونو کو حق پہ سمجھ کر حسن ظن رکھنا چاہیے ۔کیونکہ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت جنمیں حضرت سعد بن ابی وقاص ۔حضرت سعید بن زید اور عبداللہ بن عمر ایسے فضلاء واکابر صحابہ بھی ہیں ۔ ان تنازعات سے الگ تھلگ رہے دیکھئے مقدمہ ابن خلدون ص۳۷۰ فصل ولایۃ العھد ———

بہر حال عدالت صحابہ کی یہ تحریر بھی حضرت امام اہل سنّت کے مسلک کو محتاط ترین مسلک بتا رہی ہے ۔——— غالباً پنجاب کے ان رافضیوں کے اسی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر چکوالی صاحب بھی حضرت علیؓ کے مخالفین پر فتویٰ بازی کے اس جنون میں مبتلا ہو گئے ہیں ۔اور اسی لئے متقدمین ومتاخرین تمام اہل سنّت کے مسلک سے ہٹ کر انہوں نے یہ نیا گمراہانہ مسلک نکالا ہے کہ جو حضرت معاویہ کو خطا کار نہ مانے وہ دائرہ اہل سنّت سے باہر اور خارجی ہے، اعاذنا اللہ منہ (اصل حقیقت ص۶۴) ۔

الجواب (۱) مؤلف "اصل حقیقت" کی یہ علمی خیانت ہے کہ انہوں نے وہ عبارت نہیں لکھی جس میں مولانا مہر محمد صاحب نے یہ لکھا ہے کہ :-

اکثر اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اس نظریاتی اختلاف میں حضرت علیؓ کی رائے اصوب اور بہتر تھی اور دوسرے حضرات کی رائے بھی اگرچہ حق تھی مگر خلافِ اولیٰ اور مرجوح تھی اور جو کچھ ان کے مابین ہوا وہ اجتہادی خطا ہے الخ (ص۲۱۷)

یہ عبارت پہلے میں نے درج کر دی ہے۔ علاوہ ازیں مولانا مہر محمد صاحب لکھتے ہیں :- ہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ کتب عقائد اہل سنت میں لکھا ہے کہ ان مشاجرات میں حضرت علیؓ مصیب تھے اور دیگر حضرات خاطی تھے الخ (تحفہ امامیہ ص۲۹۵)۔

فرمائیے اگر اہل السنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے فریق ثانی (حضرت معاویہؓ وغیرہ) سے اجتہادی خطا صادر ہوئی ہے تو آپ جب اسی عقیدہ کی بنا پر مجھ پہ تبرا بازی کی مشق کرتے ہیں تو حافظ مہر محمد صاحب پہ بھی تبرا بازی کریں۔

(۲) مؤلف "اصل حقیقت" کئی جگہ خطائے اجتہادی کی نسبت کو حضرت معاویہ کا خطاکار ہونا قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی کو مجتہد مخطی کہنا یا خطاکار کہنا، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ان مشاجرات و مقاتلات میں حضرت معاویہؓ کو مجتہد مخطی تو جمہور اہل السنت والجماعت کہتے

ہیں اور خود مولانا سندیلوی کے نزدیک بھی تمام متاخرین کا مسلک یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ سے اجتہادی خطا ہوگئی تھی جس کی تفصیلی بحث میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل" میں کردی ہے) تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ تمام متاخرین محققین اہل السنّت والجماعت حضرت معاویہؓ کو خطاکار کہتے تھے۔ کیا جھوٹ اور بددیانتی آپکے مذہب کا تانا بانا ہے؟

(۳) مولانا مہر محمد صاحب خود بھی لکھ رہے ہیں کہ :۔ اسی طرح صحابہ کرام کے معاملے میں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اجتہادی لغزشوں کو بالکل معاف کردیا" (ص۲۲۱)

حضرت آدم کی خطائے اجتہادی (مولانا مہر محمد)

بلکہ مولانا مہر محمد صاحب تو بعض انبیاء کرام کی بھی اجتہادی خطا کا اقرار کر رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام نے منہی عنہ درخت کے متعلق یہ سمجھا کہ خاص درخت مراد ہے حالانکہ عند اللہ پورے نوع سے نہی تھے چنانچہ "خطائے اجتہادی" سے کھا بیٹھے پھر استغفار کیا تو اللہ نے معاف فرما دیا۔" (ص۲۲۰)۔

یہاں تو مولانا مہر محمد صاحب نے واضح طور پر حضرت آدم علیہ السلام کو خطائے اجتہادی کا مرتکب قرار دیا۔ گویا کہ مؤلف اصل حقیقت کے نزدیک حضرت آدم کو خطاکار کہہ دیا۔ فرمائیے! مولانا مہر محمد صاحب پر کتنی مدت تبرا بازی کرتے رہینگے۔ (ب) کیا اب

بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ :

عدالت صحابہ کی یہ تحریر بھی حضرت امام اہل سنّت (یعنی مولانا سندیلوی) کے مسلک کو محتاط ترین مسلک قرار دے رہی ہے۔ کیا محتاط مسلک یہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اجتہادی خطا کرنے والا کہا جائے۔

(ج) میں نے خارجی فتنہ حصّہ اوّل میں بھی یہ لکھا ہے کہ مولانا سندیلوی کا مسلک توقف نہیں ہے۔ کیونکہ توقف کا مطلب تو یہ ہے کہ فریقین (صحابہ) کے بارے میں کوئی رائے نہ دی جائے۔

مؤلف کا جھوٹ نمبر ٦
سندیلوی صاحب کی حضرت علیؓ پر تنقید

حالانکہ قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق مولانا سندیلوی اپنی رائے یوں ظاہر کرتے ہیں کہ (۱) جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ بہ نسبت حضرت علی المرتضیٰ کے اقرب الی الحق تھے (اظہار حقیقت جلد دوم ص۵۵)

مگر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اسکے برعکس جمہور اہل السنّت والجماعت کے مسلک کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ہم کو یہی کہنا چاہیے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ دونو حق پر تھے مگر حضرت علیؓ حق کے زیادہ قریب تھے" (براءۃ عثمانؓ ص۶۴)

اب تو محدث عثمانی بھی اس یزیدی گروہ کی تبرا بازی کا مستحق بن جائینگے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علیؓ کے اجتہاد کو حضرت معاویہؓ کے

اجتہاد پر ترجیح دیدی۔
(۲) مولانا سندیلوی حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔
آں محترم نے جو اصحاب جمل و صفین سے جنگ کرنے کا فیصلہ فرمایا یہ موصوف کی اجتہادی غلطی تھی الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص۲۸۹)
یہ عبارت میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۵۶۲ پر پوری درج کر دی ہے۔ اس سے قارئین حضرات اندازہ لگائیں کہ مؤلف اصل حقیقت کا یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کا مسلک محتاط ترین مسلک ہے حالانکہ وہ حضرت علی کی طرف اجتہادی غلطی منسوب کرتے ہیں۔ گویا کہ بقول مؤلف "اصل حقیقت" حضرت علی رضؓ کو خطا کار کہتے ہیں۔
(۳) اپنے غیر مطبوعہ مکتوب میں سندیلوی صاحب لکھتے ہیں: حضرت حسین صحابی بھی ہیں (۲) یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی کوئی گناہ نہ تھا بلکہ مجتہد کو اجتہادی غلطی ہونے کی صورت میں ثواب ملتا ہے (مکتوب محررہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ)
میں نے سندیلوی صاحب کے مکتوب کی یہ عبارت "خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۱۳۱ پر نقل کردی ہے۔ بہرحال سندیلوی صاحب نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطا کرنیوالا مان لیا۔ گویا کہ بقول "مؤلف اصل حقیقت" انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی خطاکار قرار دیا۔ کیا یہی سندیلوی صاحب کا محتاط ترین مسلک ہے

جس کا ڈھنڈورا مؤلف" اصل حقیقت جھوٹ کے پرچم تلے پیٹ رہے ہیں۔ مولف اصل حقیقت کی یہاں ایک اور بددیانتی یہ ہے کہ انہوں نے مولانا مہر محمد صاحب موصوف کی کتاب عدالت صحابہ رض ص۲۲۳ سے نمبر ۸ کی عبارت تو نقل کر دی جو اوپر منقول ہو چکی ہے لیکن نمبر ۹ کی عبارت ترک کر دی جو مولانا سندیلوی کے موقف کے خلاف تھی۔ چنانچہ مولانا مہر محمد صاحب لکھتے ہیں:۔

تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خلافت علوی کے زمانے میں حضرت امیر معاویہ خلیفہ نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے خلافت کا دعوےٰ کیا۔ خلافت صرف حضرت علیؓ کی تھی البتہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دستبردار ہونے اور حضرت معاویہؓ کو خلیفہ برحق سمجھ کر ان سے صلح کرنے اور بیعت کر لینے کے بعد سے وہ خلیفہ برحق ہو گئے جن کی اطاعت واجب ہو گئی اور خلفائے ثلثہ کے بعد یہ سعادت صرف انہی کے حصہ میں آئی کہ تمام امت مسلمہ انکے جھنڈے تلے جمع ہو گئی۔ اس سن کا نام عام الجماعۃ رکھا گیا (ص۲۲۳)۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کے دور میں حضرت معاویہؓ خلیفہ نہ تھے لیکن مولانا سندیلوی حکمین کے فیصلہ کے بعد حضرت معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ (ب) مولانا مہر محمد صاحب کی یہ بات صحیح نہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت میں حضرت معاویہؓ نے خلافت کا دعویٰ نہ کیا کیونکہ حکمین کے فیصلہ کے بعد آپ نے خلافت کا دعویٰ کر دیا تھا

سندیلوی صاحب نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔ اور اس پر میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۳،۵ پر بحث کی ہے۔

مولانا مہر محمد صاحب کی فروگزاشتیں

مولانا حافظ مہر محمد صاحب ردِ شیعیت میں بڑی محنت سے کام کر رہے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں لیکن کتاب عدالت صحابہ کرام ان کی پہلی تصنیف ہے۔ جس میں انہوں نے غلطیاں کی ہیں۔ وہ پاکستان کی خارجیت سے بھی پورے واقف نہیں ہیں۔ اب ان کو اس فتنہ کا احساس ہو رہا ہے۔ خلافت راشدہ اور مشاجرات صحابہ کی بحث میں ان سے عدالت صحابہ کرام اور تحفہ امامیہ (مؤلفہ ۱۴۰۱ھ) میں تسامحات واقع ہوئے ہیں جن پر میں نے ان کو توجہ دلائی تھی جس کے جواب میں کچھ تاویل کرنے کے بعد آخر یہ تحریر فرمایا کہ :۔ تاہم آپ کے ارشاد کے مطابق آئندہ ایڈیشنوں میں ضرور ترمیم کر دونگا۔ مجھے آپ کی دیانت علم پر اعتماد کامل ہے۔"

کیا مجتہد صحابی خطاکار ہوتا ہے

میں نے حضرت معاویہ رضی کی طرف اجتہادی خطا تو منسوب کی ہے لیکن کسی جگہ ان کو خطاکار نہیں لکھا۔ حالانکہ مولانا حافظ مہر محمد صاحب موصوف خطائے اجتہادی والے مجتہد کو خطاکار قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مشاجرات صحابہ کی بحث میں لکھتے ہیں :۔ "جو کچھ انکے مابین ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا اور ہر شخص راست روی کی کوشش

کرنے والا تھا۔ راست رو تو ایک تھا جسے ثواب ملا اور خطا کار کو بھی ثواب ملا البتہ خطا کار کو معذور سمجھا جائیگا الخ (عدالت صحابہ کرام ص۲۱۲) علاوہ ازیں مولانا مہر محمد صاحب تحفہ امامیہ میں بھی لکھتے ہیں انسان صرف حسن نیت کا مکلف ہے فکر و عمل میں بھول چوک سے پاک رہنے کا مکلف نہیں۔ ہاں درست کار کو دہرا اجر ملتا ہے اور خطا کار کو ایک گنا ملتا ہے"۔ (ص۳۰)۔

دیکھئے مؤلف "اصل حقیقت" اور ان کی پارٹی مولانا مہر محمد صاحب پر کب تبرا بازی شروع کرتے ہیں۔ بہرحال مولانا مہر محمد صاحب کا جو سہارا لیا تھا وہ بھی تار عنکبوت ہی ثابت ہوا ہے

مولانا مہر محمد عباسی کے مخالف ہیں

مولانا حافظ مہر محمد صاحب لکھتے ہیں:-

"یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ حضرت حسین نے یہ اقدام اپنے والد کا تخت حاصل کرنے کے لئے مناسب موقع جان کر کیا جو سقیفہ کے موقع پر آپ کے والد سے غصب کیا گیا تھا جیسے شیعہ کا باطل نظریہ ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت حسین سقیفہ کے دن ہی شہید ہو گئے تھے اور نہ اسکو محض سیاسی اور دنیوی حکومت کے حصول کا ذریعہ سمجھنا چاہیے جیسے محمود احمد عباسی کا غلط نظریہ ہے۔ دراصل رفض و خروج کے یہ خیال ایک ہی ہیں صرف تعبیر کا فرق ہے"۔ (تحفہ امامیہ ص۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا مہر محمد صاحب عباسی نظریہ کو خارجیت ہی سمجھتے ہیں

مولانا مہر محمد صاحب | **مفتی محمودؒ بھی خطائے اجتہادی کے قائل ہیں**

نے مودودی صاحب کی خلافت و ملوکیت کی بعض تحریرات کے جواب میں کتاب عدالت صحابہ کرامؓ لکھی ہے۔ جس میں مودودی صاحب نے مشاجرات صحابہ کو حق و باطل کا اختلاف قرار دیا ہے۔ اس کتاب کی تقریظ میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ صاحب مرحوم نے لکھا ہے کہ:
"کچھ نامسعود لوگ ہیں جو صحابہ کرام کے آپس کے مشاجرات ۔ زلات اور اجتہادی قسم کے خطایا کی آڑ میں اپنی بدباطنی اور بغض صحابہ کے خفیہ جذبات کو آشکارا کرنے کا بہانہ تراشتے ہیں اور اجماع امت کے برعکس ان نفوس قدسیہ کی عدالت کو کج استدلالی سے قابل بحث اور محل نزاع بنا کر پیش کرتے ہیں الخ (عدالت صحابہ کرام ص۱۴۱) ——— لیجئے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے بھی بندہ کے پیش کردہ موقف کی تائید کر دی ہے۔ کیونکہ میں نے خارجی فتنہ حصہ اول میں مشاجرات صحابہ کی بحث میں جمہور اہل السنت والجماعت کا یہی مسلک پیش کیا ہے کہ قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ و قتال کرنے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا ہو گئی تھی (اور اس پہ بھی ان کو ایک گونہ ثواب ملے گا)، اس موقف کی بنا پر مولف "اصل حقیقت" نے سارے کتابچہ میں مجھ پہ تبرا بازی کی ہے۔ اگر میرا یہی جرم ہے تو

مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم بھی اسی جرم کے مرتکب ہیں۔ پھر ان کے بارے میں اس پارٹی کا کیا طرزِ عمل ہوگا؟

مؤلف کا جھوٹ نمبرے
جمعیت علمائے اسلام سے اختلاف

مولف" اصل حقیقت لکھتے ہیں:۔ نفسانیت اور حبِ جاہ انسان سے کیا کیا حرکتیں کراتی ہے۔ اس کی بڑی دلچسپ مثال چکوال کے قاضی مظہر حسین صاحب ہیں۔ ان کے پرانے جاننے والے کہتے ہیں کہ جمعیت علمائے اسلام میں جب ان کی انانیت کو غذا نہ ملی تو یہ ناراض ہوکر اس سے مستعفی ہوگئے اور ایک جدا تنظیم قائم کرکے اس کے امیر بن گئے اس کے بعد بھی غصہ ختم نہیں ہوا تو قائد اسلام حضرت مولٰینا مفتی محمود مرحوم کے خلاف ایک کتابچہ "مفتی محمود کے نام کھلا خط" کے عنوان سے شائع کرکے اپنے غصہ کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔ اس کے جواب میں تبصرہ کرتے ہوئے حافظ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ صاحب درخواستی مدظلہ نے (بروایت حضرت مولانا ابو مغیرہ نور حسین عبد اللہ صاحب عم فیوضہ۔ واہ کینٹ) چکوالی صاحب کے متعلق فرمایا کہ: "حق چاریار کی آڑ میں پیری مریدی کا ڈھونگ رچا رکھا ہے"۔ (اصل حقیقت ص۱۷)۔

مؤلف" اصل حقیقت" کا اوڑھنا بچھونا سب جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ بحث تو مشاجرات صحابہ کی چل رہی ہے۔ لیکن درمیان

ہیں وہ اپنے باطل نظریات پر پردہ ڈالنے کے لئے ذاتیات اور جماعتی اختلافات کو لے آتے ہیں۔ حالانکہ جمعیت علمائے اسلام سے میرا اختلاف نہ ذاتی ہے اور نہ مسلکی۔ حضرت مولانا درخواستی ہوں یا حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم نہ منکرین حیات النبی ہیں اور نہ حامیان یزید اور نہ ہی مشاجرات صحابہ میں وہ اکابر دیوبند کے مسلک کے مخالف ہیں اور مولانا مفتی محمود مرحوم کا عقیدہ تو ان کی تحریر سے پہلے پیش کر دیا گیا ہے کہ وہ بھی مشاجرات صحابہ میں خطائے اجتہادی کے قائل ہیں تو پھر یہاں جمعیت علماء اسلام کا اختلاف چھیڑنے سے مؤلف کی خارجیت اور یزیدیت کو کیا حاصل ہوگا یہ تو اصل بحث میں انکی بے بسی اور لاجوابی کی دلیل ہے کہ ناواقف لوگوں کی توجہ اصل بحث سے ہٹانا چاہتے ہیں۔

اختلاف کی ابتدا

شیخ التفسیر قطب زماں حضرت مولینا احمد علی صاحب لاہوری نے جمعیت علماء اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے بعد منصب امارت پر فائز ہو کر بندہ کو ضلع جہلم کا امیر نامزد کیا تھا۔ مولانا غلام اللہ خاں صاحب مرحوم کو راولپنڈی کا اور پھر ان کے اصرار پر (جیسا کہ حضرت لاہوری نے خود فرمایا تھا) مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری کو ضلع گجرات کا امیر نامزد کیا تھا۔ اس کے بعد ملک بھر میں جمعیت کا کام شروع ہو گیا اسی دوران مولانا غلام اللہ صاحب کی جماعت نے جمعیت اشاعت التوحید والسنّت کی بنیاد رکھدی جس کا صدر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم کو بنایا گیا۔ قاضی صاحب مرحوم نے مجھے بھی

اپنی جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دی لیکن میں نے معذرت پیش کردی کہ میں جمعیت علمائے اسلام میں شامل ہوں۔ کسی دوسری جماعت میں شامل نہیں ہوسکتا۔ چونکہ ان حضرات سے ہمارے روابط تھے اور ہم ان حضرات کو اپنے جلسوں میں بلاتے تھے اس امید پر انھوں نے مجھے اپنی جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی۔ لیکن ضلع راولپنڈی اور ضلع گجرات میں انہوں نے جمعیت کا کام نہ کیا۔ چنانچہ حضرت لاہوری نے خود ہم سے اس کی شکایت کی تھی۔ ہم نے دوسرے اضلاع میں بھی متعدد مقامات پر علماء کو جمعیت میں کام کرنے پر آمادہ کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب بانی سراج العلوم سرگودھا کی قیادت میں سیالکوٹ کا بھی دورہ کیا جبکہ وہ جمعیت علمائے اسلام شمالی پنجاب کے امیر اور بندہ ناظم اعلیٰ تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اکابر جمعیت نے بندہ کو انکے منصب پر مامور فرمایا۔ علاوہ ازیں بندہ کو آل پاکستان جمعیت علمائے اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا رکن بھی نامزد کیا گیا جبکہ موجودہ بنگلہ دیش پاکستان کا حصہ تھا۔

۸ جماعتوں کا اجلاس ڈھاکہ

سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان کی طرف سے نافذ کردہ عائلی قوانین کے خلاف جمعیت علمائے اسلام نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں۔ حکومت کے خلاف سخت اقدام

کرنے کے لئے متعدد ڈکٹیٹر تجویز کئے گئے تھے جن میں بندہ کا نام بھی تھا لیکن بعد میں اکابر نے یہ تجویز ملتوی کر دی۔ اسی دوران پی ڈی ایم (پاکستان تحریک جمہوریت) نے ڈھاکہ میں حزب اختلاف کی دوسری پارٹیوں کے علاوہ جمعیت علمائے اسلام کو بھی دعوت دی اور جمعیت نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا۔ آٹھ پارٹیوں کا یہ مشترکہ اجلاس ڈھاکہ میں آٹھ جنوری ۱۹۶۹ء کو منعقد ہوا تھا جمعیت کے وفد میں میرا نام بھی تھا لیکن اس مشترکہ محاذ میں چونکہ مودودی جماعت بھی شریک تھی اس لئے میں نے اس سے اختلاف کیا۔ امیر جمعیت حضرت درخواستی نے میرے ٹکٹ کا بندوبست کر لیا تھا۔ لیکن اچانک بیمار ہو جانے کی وجہ سے بندہ نہ جا سکا۔ اور حضرت مولانا شمس الدین صاحب قاسمی جنرل سکرٹری جمعیت علمائے اسلام مشرقی پاکستان کو اپنی چٹھی ارسال کر دی جسمیں اپنے اختلاف کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ اس چٹھی میں بندہ نے ـــــــ تحریک جمہوریت کے ساتھ عدم اشتراک کی مختلف وجوہ ذکر کرنے کے بعد نمبر ۲ کے تحت یہ لکھا تھا کہ :-

دوسرا پہلو جس کی وجہ سے بندہ کسی صورت میں تحریک جمہوریت سے علمائے حق کا اشتراک برداشت نہیں کر سکتا وہ مودودی جماعت کی اس میں شمولیت ہے۔ بندہ دینی اعتبار سے مودودی کو صدر ایوب اور دیگر ملاحدہ سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہٗ اور مفسر قرآن حضرت لاہوری قدس سرہٗ جیسے اکابر

نے اپنی خداداد بصیرت کی بنا پر مودودی کی جو مخالفت کی ہے اور اس کے نتیجے میں مذہبی طبقے مودودیت سے متنفر ہوئے ہیں اور پھر مودودی کی خلافت و ملوکیت نے صحابہ کرامؓ کے خلاف نوجوان طبقہ پر جو بُرے اثرات ڈالے ہیں اس بنا پر بھی متعدد علماء اس سے بدظن ہوئے ہیں۔ اور اس پارٹی کو علمائے حق کے ساتھ جو بہت زیادہ قلبی عداوت ہے اور مودودی اپنا مفروضہ جدید اسلام ہی لانا چاہتا ہے علمائے حق کے اس اشتراک سے ہی عوام کی نظر میں وہ باہمی نظریاتی کشمکش زائل ہو جائیگی۔ اور اب تک تحریری اور تقریری طور پر خود اکابر جمعیت کی طرف سے جو مخالفت کی گئی ہے اس کا اثر بالکل زائل ہو جائیگا بلکہ من وجہٍ علمائے حق کے خلاف ہی اثر پڑیگا کیونکہ عوام اس گہرائی میں نہیں جا سکتے کہ یہ اشتراک صرف جمہوریت کی حد تک ہے ——— (۸) تحریک جمہوریت میں بعض جگہ صدر یا سکرٹری مودودی ہیں بلکہ شیعہ اور دیگر ملحد بھی ہیں۔ اس اشتراک کے بعد علماء کو بعض مقامات پر ان کی قیادت ضرور تسلیم کرنی ہو گی اور کم از کم بندہ کے لئے تو ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ ہمیں روافض کے فتنہ سے بھی پالا پڑا ہوا ہے۔ پہلے ہی عوام اہل سنت کی مذہبی پوزیشن ملک میں بالکل ختم ہے۔ اس اشتراک کے بعد تو کوئی رد رافضیت کے خلاف نہیں کر سکے گا اور نہ مودودی کے خلاف کاروائی ہو سکے گی اور اگر ہم بدستور مخالفت کرتے رہے تو جمعیت کا مرکزی فیصلہ

مجروح ہوگا یا ہمیں جمعیت کے فیصلہ کے تحت بے ضمیر ہو کر وقت گزارنا ہوگا اور یا جمعیت کی خدمت سے محروم ہونا پڑے گا۔ تو ان دینی اور سیاسی وجوہ کی بنا پر بندہ اس اشتراک میں نفع کم اور نقصان زیادہ سمجھتا ہے گویا فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا کا مصداق ہے۔ علاوہ ازیں مودودی پارٹی امریکن بلاک کی ہے جس کے ہم سخت مخالف ہیں۔ وہ بہ نسبت یہود صدر ناصر کی زیادہ مخالف ہے۔ تو اشتراک کے بعد ان تضادات کا کیا علاج ہوگا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ملکی سیاست کے اس نازک موڑ پر جمعیت علماء اسلام کو صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۹ شوال المکرم ۱۳۸۸ھ)۔

میرے اس خط سے قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرا اختلاف انانیت پر مبنی تھا یا حقائق پر۔

مکہ مکرمہ میں مولانا شمس الدین صاحب کی ملاقات

گزشتہ سال ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ میں بندہ کو بھی حج بیت اللہ اور زیارت مقدسہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران جب حضرت مولانا شمس الدین صاحب قاسمی دام مجدہم کو علم ہوا تو بندہ کے ہاں تشریف لائے۔ میں نے اپنے نئے رسالہ "میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد

کا جائزہ اور مسئلہ عصمت انبیا، اور مودودی پیش خدمت کئے تو مولانا موصوف نے اس سابقہ اختلاف کے بارے میں فرمایا کہ مودودیت سے عدم اشتراک کے بارے میں آپ کی رائے صحیح تھی۔ ہمیں مودودی جماعت کے اشتراک کی وجہ سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم نے بھی آخر میں یہی فرمایا تھا کہ آئندہ مودودی جماعت سے اشتراک نہیں کرنا چاہیے بلکہ مولانا قاسمی نے تو حضرت مفتی صاحب کی ایک تحریر کا بھی حوالہ دیا تھا۔ مولانا شمس الدین صاحب قاسمی اب بھی بنگلہ دیش جمعیت علمائے اسلام کے سکرٹری جنرل ہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ اب ہم نے جمعیت کو غیر سیاسی قرار دیدیا ہے۔ اس سیاست سے ہمیں بڑا نقصان پہنچا ہے۔

میری تصانیف کے بنگلہ تراجم

حضرت مولانا شمس الدین صاحب قاسمی نے فرمایا کہ ردّ شیعیت اور ردّ مودودیت میں آپ کی جتنی تصانیف ہیں ہم بنگلہ زبان میں ان کا ترجمہ شائع کرنا چاہتے ہیں ہمیں اس کی اجازت دیں۔ میں نے عرض کیا کہ واپس جاکر تحریری اجازت نامہ ارسال کردونگا۔ چنانچہ حج بیت اللہ سے واپسی پر میں نے اپنے عریضہ میں بلا معاوضہ ان کو ان کتابوں کے تراجم شائع کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ اور بندہ کی جتنی تصانیف یہاں شائع ہوتی

ہیں وہ بھی سب جماعتی ہوتی ہیں نہ کہ ذاتی ۔

مولانا ہزارویؒ کی ڈھاکہ سے واپسی

حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ بھی جمعیت علماء اسلام اور مودودی جماعت کے اشتراک کے سخت مخالف تھے ۔ چنانچہ ڈھاکہ کے اجلاس میں مولانا ہزاروی نے اپنے اس اختلاف کا کھلم کھلا اظہار کر دیا تھا لیکن آپ کی رائے نہ تسلیم کی گئی ۔ اور جب ان کی واپسی پر مولانا سے ملاقات ہوئی تو فرمایا ۔ قاضی صاحب میں اکیلا تھا آپ ہوتے تو دو ہو جاتے وغیرہ ۔

جمعیت علماء اسلام سے میرا استعفاء

مودودی جماعت سے اشتراک کے بعد جمعیت علمائے اسلام سے وہ قلبی وابستگی نہ رہی اور قریباً دو سال کے بعد جب ۶ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۳ مئی ۱۹۷۰ء کو لاہور میں جمعیت علمائے اسلام کی کوشش سے ۹ دینی جماعتوں کا ایک "متحدہ دینی محاذ" قائم ہوا جس میں خاکسار تحریک کو بھی شامل کیا گیا تھا ۔ تو میں نے جمعیت سے مستعفی ہونے کا اعلان کر دیا اور اپنا مفصل استعفاء محررہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۷۰ء) حضرت مولانا عبد اللہ صاحب درخواستی امیر جمعیت علمائے اسلام پاکستان کی خدمت میں ارسال کر دیا جس میں بندہ نے خاکسار تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی کے

عقائد لکھے اور اکابر علماء دیوبند کے فتاویٰ کا بھی حوالہ دیا۔ چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کا حسب ذیل فتویٰ بھی لکھا کہ :۔ جن لوگوں کے عقائد وہی ہیں جو تذکرہ اور دیگر تصانیف مشرقی میں خلاف اسلام درج ہیں تو بے شک انکے نکاح ٹوٹ گئے۔ اور وہ مرتد ہوگئے ان کو توبہ کرنا اور تجدید نکاح کرنا ضروری . . . . . اور نہ مقابر مسلمین میں ان کو دفن کرنا چاہیے"۔ (شعبان ۱۳۵۵ھ) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے اس فتوے کا بھی حوالہ دیا کہ :۔ "اس جماعت کے اقوال و افعال مجموعی طور پر کفر ہیں ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو قطع تعلق کر لینا واجب ہے"۔ (۱۱ جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ) اور مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کا یہ فتویٰ بھی لکھا کہ :۔ اس جدید فرقہ (تحریک خاکساری) کا فتنہ قادیانی فتنے سے بھی زیادہ مہلک اور خطرناک ہے"۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے رسالہ :۔ علمائے اسلام اور علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی گورنمنٹ پنشنر بانی تحریک خاکساراں" کا بھی حوالہ دیا جس میں حضرت لاہوری نے لکھا ہے کہ :۔ "اب مسلمان خود ہی فیصلہ کر لیں کہ خدا تعالیٰ کو سچا مانیں اور اسکے قرآن کے اعلانات کو صحیح جانیں یا عنایت اللہ صاحب مشرقی کی حمایت کریں۔ اور انھیں سچا جانیں۔ (صا)۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی نے کتاب تذکرہ کے عقائد کی شرط اس لئے لگائی تھی کہ

خاکسار تحریک میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کو بانی تحریک کے عقائد کا علم نہ تھا۔ وہ صرف مجاہدانہ جذبہ سے اس تحریک میں شامل ہو گئے تھے اور اس کی ظاہر شکل کو دیکھ کر کئی جرأتمند نوجوان اسمیں شامل ہو گئے تھے۔ عوام میں خاکسار تحریک "بیلچہ پارٹی" کے نام سے مشہور تھی۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ جن خاکسار رہنماؤں کو اس متحدہ محاذ میں شامل کیا گیا تھا اور خاکسار تحریک کے ہفت روزہ "الاصلاح" لاہور کے ایڈیٹر صفدر سلیمی صاحب کو "متحدہ دینی محاذ" کا نائب صدر مقرر کیا گیا تھا وہ عقیدۃً علامہ مشرقی کے تابع تھے۔ اور میں نے اپنے استعفاء میں "الاصلاح" کے مضامین سے ہی ثابت کیا تھا کہ صفدر سلیمی صاحب کے بھی وہی عقائد ہیں جو علامہ مشرقی کے تھے۔

امر سوم

اس استعفاء نامہ میں بندہ نے (امر سوم) کے تحت یہ لکھا تھا کہ: جمعیت علمائے اسلام کی پالیسی سے اختلاف کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ اسلامی سوشلزم کے داعی ذوالفقار علی بھٹو کے ہفت روزہ "نصرت" لاہور میں متعدد ایسی عبارتیں ہیں جن میں صراحتاً بعض جلیل القدر صحابہ کی توہین پائی جاتی ہے۔ بعض میں لاہوری مرزائی فرقہ کے سربراہ اور منکرین حدیث کو قرآن کا خادم تسلیم کیا گیا ہے اور بعض سے اسلامی سوشلزم کی تشریحات کے سلسلہ میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسلامی سوشلزم دراصل چینی سوشلزم ہے الخ۔ توہین صحابہ کے سلسلے میں بندہ نے "نصرت" کے ایڈیٹر حنیف رامے صاحب (موجودہ صدر مساوات پارٹی)

پارٹی پاکستان) کی یہ عبارت پیش کی تھی کہ:۔

کیا عمرو بن العاص رضؓ نے علی رضؓ کے مقابلہ میں معاویہ رضؓ کی
بھاگتی ہوئی فوج کو سنبھالا دینے کے لئے قرآن کو نیزوں
پر نہیں چڑھا دیا تھا الخ

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ بعد ازاں حنیف رامے صاحب نے حضرت عمرو بن العاص رضؓ سے متعلق مذکورہ عبارت کے سلسلے میں مجھ کو معذرت کا خط بھی لکھا تھا۔ لیکن میرے نزدیک یہ معذرت ناکافی تھی علاوہ ازیں نصرت ۱۲ ستمبر ۱۹۶۹ء میں یہ بھی لکھا تھا کہ:۔

اس حقیقت سے کیسے انکار ہو سکتا ہے کہ امیر معاویہ رضؓ نے
خلافت کی لاش پر جس "ملوکیت" کی عمارت قائم کی تھی
اور اس عمارت کے گارے کو حضرت علی رضؓ کے خون پاک سے
پانی دیا تھا تو انہوں نے بھی اپنی اس مہم کو اسلام کے
ماسوا کوئی دوسرا نام نہ دیا تھا" (ص۱۴)۔

چونکہ جمعیت علمائے اسلام کا اب بھٹو صاحب کی پیپلز پارٹی سے اشتراک ہو رہا تھا (اور مودودی جماعت سے مخالفت ہو گئی تھی) اس لئے بندہ نے اکابر جمعیت کو بھٹو پارٹی کے نظریات و عزائم کی طرف توجہ دلائی کہ توہین صحابہ میں نصرت کے مضامین "خلافت و ملوکیت" سے کم نہیں ہیں۔ اپنے استعفاء کے آخر میں بندہ نے لکھا تھا کہ:۔ "کاش کہ جمعیت علمائے اسلام کے اکابر حضرات جن کا

شائع کردہ "اسلامی منشور" لادینی سیاست کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے سیاسی میدان میں بھی عملاً اس پہ ثابت قدم رہتے اور اسلام و قرآن کے نام پر جو نئے نئے کافرانہ نظریات ملک میں پھیلائے جا رہے ہیں ان سب کا یکساں طور پر مقابلہ کرتے تو یہ ان کا ایک شاندار تاریخی کارنامہ ہوتا اور اس سے برسوں کی مروجہ لادینی سیاست کو اصولی طور پر شکست کا منہ دیکھنا پڑتا۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ بہر حال مذکورہ وجوہات کی بنا پر بندہ چونکہ جمعیت علمائے اسلام کی مرکزی سیاسی پالیسی سے کسی طرح بھی مطمئن نہیں ہے اور جمعیت کے اسٹیج پر اہل اسلام کو خالص دینی سیاست کی دعوت دینا کسی طرح مناسب نہیں سمجھتا اسلئے جمعیت علماء علماء اسلام کی بنیادی رکنیت سے مستعفی ہو کر اپنی عرضداشت پیش کر دی ہے۔ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اخلاص و استقامت عطاء فرمائیں۔ آمین والسلام (۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۷۰ء)

۱۹۷۰ء کے مجوزہ عمومی انتخابات | جمعیت علمائے اسلام کا اسلامی منشور

میں حصہ لینے کے لئے کل پاکستان جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے جب اسلامی منشور (مرتبہ رجب ۱۳۸۹ھ مطابق ستمبر ۱۹۶۹ء) شائع ہوا تو جمعیت علمائے اسلام ضلع جہلم نے اس کو خوبصورت پلاسٹک کور کے ساتھ چار ہزار کی تعداد میں شائع کیا جس میں بندہ نے

عرض حال کے تحت یہ لکھا تھا کہ:۔ جمعیت علمائے اسلام کے پیش کردہ اسلامی منشور کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی بنیاد سرورِ کائنات رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِی پر رکھی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن و سنت کو دین حق تسلیم کرنے کے باوجود اس میں تصریح کر دی گئی ہے کہ:۔ "اسلامی نظام حکومت کی جزئیات متعین کرنے کے لئے خلفائے راشدین (حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان ذوالنورین۔ حضرت علی المرتضیٰ) اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادوار حکومت و آثار کو معیار قرار دیا جائیگا"۔ علاوہ ازیں اس امر کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ صدر مملکت کے لئے پاکستان کی عظیم اکثریت مسلمانان اہل السنت و الجماعت کا ہم مسلک ہونا ضروری ہوگا۔" عرض حال کے آخر میں بندہ نے لکھا تھا۔ ہم تمام اہل اسلام سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اس اسلامی منشور کی بنیاد پر علمائے حق کے تعاون سے پاکستان میں " اسلامی نظام حکومت کے قیام کی جدوجہد کریں۔ وَمَا عَلَیۡنَا اِلَّا الۡبَلَاغ ○

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت بدلنے کا

(۲۷ شوال ۱۳۸۹ھ)

مسلمان کی تعریف

جمعیت علمائے اسلام کے اس اسلامی منشور میں مسلمان کی قانونی تعریف یہ لکھی گئی تھی کہ:

"وہ قرآن وحدیث پر ایمان رکھتے ہوئے ان کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین واسلاف رحمہم اللہ اجمعین کی تشریحات کی روشنی میں حجت سمجھے اور سرور کائنات کے بعد نہ کسی نبوت کا اور نہ کسی (نئی) شریعت کا قائل ہو"

مسلمان کی اس قانونی تعریف کی بنا پر تو شیعہ مسلمان قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ کیونکہ وہ قرآن وحدیث کی تشریح کے لئے صحابہ کرام کو حجت نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک صرف حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بوجہ معصوم ہونے کے اس بارے میں حجت ہیں۔ اور وہ تو سوائے چند گنتی کے صحابہ کے باقی سب کو غیر مومن منافق بلکہ مرتد تک قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس قانونی تعریف کی زد میں تو مودودی صاحبان بھی آجاتے ہیں کیونکہ وہ بھی صحابہ کرامؓ کو معیار حق نہیں مانتے اور ان پر تنقید کرتے ہیں العیاذ باللہ اور اسی اسلامی منشور کی بنا پر جمعیت علمائے اسلام نے ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں مودودی جماعت سے اشتراک نہیں کیا تھا۔ لیکن بعد میں سیاست میں ایسا انقلاب آیا کہ جمعیت علمائے اسلام نے ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں مودودی جماعت سے مکمل اشتراک کر لیا۔

اور ۹ پارٹیاں ۹ ستاروں کی روشنی میں میدان سیاست میں کود پڑیں۔

احتجاجی مکتوب کیوں لکھا گیا

حضرت مولانا مفتی صاحب مرحوم قومی اتحاد پاکستان کے صدر منتخب کئے گئے تھے۔ اور سیاسی طور پر یہ ایک بلند مقام تھا جس پر آپ فائز ہوئے۔

شیعہ مطالبات کمیٹی پاکستان کے صدر اس وقت جمیل حسین رضوی، سابق ریٹائرڈ جج آف ہائیکورٹ لاہور) تھے۔ انہوں نے قومی اتحاد کے سامنے اپنے تین مطالبات پیش کئے۔ (۱) تعلیمی اداروں میں شیعہ اور سنّی طلبہ کو اپنی اپنی دینیات پڑھائی جائیگی (۲) عزاداری سے متعلق مروجہ قانون کے تحت جو حقوق شیعہ حضرات کو حاصل ہیں ان میں کسی طرح کمی و بیشی نہیں کی جائیگی۔ (۳) شیعہ سنّی اوقاف بورڈ الگ الگ بنائے جائینگے۔" (نوائے وقت راولپنڈی ۱۴ اگست ۱۹۷۷ء۔ شیعہ ہفت روزہ رضاکار ۲۴ اگست ۱۹۷۷ء)

شیعوں کے مندرجہ مطالبات (بلا توقف) جب مولانا مفتی محمود صاحب اور قومی اتحاد نے تسلیم کر لئے تو شیعہ مطالبات کمیٹی پاکستان نے قومی اتحاد کی حمایت کا اعلان کر دیا جس کی تفصیل احتجاجی مکتوب میں مذکور ہے۔

سنّی مطالبات اور بندہ کا احتجاجی مکتوب

سواد اعظم اہل السنت والجماعت

کے حقوق کے تحفظ کے لئے ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ شیعہ ماتمی جلوسوں پر مکمل پابندی لگائی جائے اور سرکاری تعلیمی اداروں میں نصاب دینیات صرف اہل السنّت والجماعت کا ہونا چاہیے۔ چنانچہ ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء مطابق ۱۴ رجب ۱۳۹۳ھ کو ہم نے پانچ سنّی مطالبات مرتب کرکے اس وقت کے وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی صاحب بھٹو کو ارسال کر دیئے تھے۔ ان سنّی مطالبات پر چاروں صوبوں کے ایک ہزار سے زائد سنّی علماء کرام نے تائیدی دستخط کئے تھے۔ جن میں حسب ذیل سات ایم این اے حضرات بھی تھے۔ (۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب (اکوڑہ خٹک)۔ (۲) مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی (۳) مولانا شاہ احمد نورانی صاحب صدر جمعیت علمائے پاکستان (۴) مولانا عبدالحکیم صاحب راولپنڈی)۔ (۵) مولانا صدر الشہید صاحب جمعیت علمائے اسلام (بنوں)۔ (۶) مولانا نعمت اللہ صاحب جمعیت علمائے اسلام (کوہاٹ)۔ (۷) مولانا عبدالحق صاحب جمعیت علمائے اسلام (بلوچستان)۔

سنّی مطالبات کا یہ کتابچہ تحریک خدام اہل سنّت صوبہ پنجاب کی طرف سے سارے ملک میں تقسیم کیا گیا جس کا نام تھا:-

سواد اعظم کے ملکی و ملی حقوق کے تحفظ کیلئے
اہم سُنّی مطالبات

ان سُنّی مطالبات کا خلاصہ یہ ہے۔ (۱) سواد اعظم اہل السنۃ والجماعۃ

کا یہ اسلامی اور جمہوری حق ہے کہ نصاب تعلیم میں صرف انکی دینیات نافذ کی جائے اور شیعہ اقلیتی فرقہ کے اس مطالبہ کو مسترد کردیا جائے کہ: شیعہ دینیات سرکاری تعلیمی ادارہ میں نافذ کیا جائے۔

(۲) شیعہ فرقہ کے ماتمی جلوسوں کے لائسنس بالکل منسوخ کردئے جائیں کیونکہ یہ سنی شیعہ فرقہ وارانہ فسادات کا مبنی ہیں اور شیعہ فرقہ کو ان کی مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لئے ان کی مساجد اور امامباڑوں میں پابند کردیا جائے۔

(۳) ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ان نشریات پر پابندی لگا دیجائے جو سواد اعظم اہل سنت کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنیوالی ہیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ دیگر خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محامد و کمالات کو بھی نشر کرنیکا انتظام کیا جائے۔

(۴) اہل سنت کے لئے سنی اوقاف بورڈ قائم کیا جائے جس کا انتظام بھی سنی حکام کے ماتحت ہو۔

(۵) کتاب اللہ۔ ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تعامل خلفائے راشدین اور اجماع امت کے تحت چونکہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت مرزائیہ کافر ہے اس لئے پاکستان میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

چونکہ قومی اتحاد نے سواد اعظم اہل السنّت والجماعت کے متفقہ مطالبات کے خلاف نصاب دینیات اور ماتمی جلوسوں کے شیعہ مطالبات کو منظور کر لیا تھا اور اس وقت قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمودؒ صاحب شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان تھے اس لئے بندہ نے اپنا احتجاجی مراسلہ بذریعہ ڈاک مفتی صاحب موصوف کی خدمت میں بھیجا اور جب قومی اتحاد کی طرف سے اس کا جواب نہ آیا تو "احتجاجی مکتوب کے نام سے اس کو شائع کر دیا گیا۔ اس مکتوب میں بندہ نے شیعہ کلمہ اسلام۔ امامت۔ تقیہ اور متعہ۔ ماتم وغیرہ عقائد پر بحث کی۔ اور اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ خلافت راشدہ مدلل طور پر پیش کر کے یہ لکھا تھا کہ:۔ شیعوں کا عقیدہ امامت اور سواد اعظم اہل السنت والجماعت کا عقیدہ خلافت راشدہ اسلام کے نام پر جمع نہیں ہو سکتے لامحالہ ان میں سے کسی ایک کو ہی اختیار کرنا پڑے گا۔ اگر آپ کے نزدیک خلافت راشدہ کا عقیدہ برحق ہے تو امامت کا عقیدہ خلاف اسلام ہوگا۔ ـــــــ اور قومی اتحاد کے سابق قومی منشور میں آپ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ :۔ قانون سازی کی بنیاد قرآن و سنّت پر ہوگی۔ تمام ایسے قوانین کو جو قرآن و سنّت کے خلاف ہیں ایک سال کے اندر تبدیل کر کے قرآن و سنّت کے مطابق بنایا جائے گا۔ اور اسلامی شریعت نافذ کی جائیگی"

اور ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علمائے اسلام کے اسلامی منشور میں بھی آپ نے اس امر کی وضاحت کردی ہے کہ :۔ اسلام اور اس کے کسی بھی حکم وعقیدہ کے خلاف کسی قسم کی تبلیغ و تنقید کی نہ تقریری اجازت ہوگی نہ تحریری۔ لیکن یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ ملکی اقتدار ملنے سے پہلے ہی آپ نے اسلامی منشور کے خلاف شیعہ نصابِ دینیات کی منظوری دیدی ہے جس کا عقیدۂ امامت کلمہ اور اذان اسلامی عقائد و احکام اور کتاب وسنّت کے خلاف ہے الخ (ص۵۳)۔ یہ احتجاجی مکتوب بندہ نے ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۷۷ء کو مکمل کیا تھا۔

یہ ہے میرا قصور جس کی بنا پر مؤلف "اصل حقیقت" حضرت مفتی صاحب کی شخصیت کی دہائی دیکر اپنی خارجیت چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرے اس احتجاجی مکتوب کا جواب حضرت مفتی صاحب مرحوم نے آخر تک نہیں دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس غلطی کا احساس ہوگیا تھا ورنہ اگر میری معروضات شرعاً ناجائز ہوتیں تو آپ اس کا ضرور جواب دیتے۔

مولانا مفتی محمود اور سندیلوی صاحب

جمعیت علمائے اسلام کی سیاسی پالیسی سے مولانا سندیلوی کو بھی اختلاف تھا۔ چنانچہ بندہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :۔ مکرم ومحترم زیدت فیوضکم۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ والا نامہ سے مشرف ہوا۔ آنجناب نے قلم کے خلاف اور مطالبات اہل سنت کی اشاعت و تقویت کے لئے جو کوشش فرمائی اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور ان مساعی کا اجر جزیل دنیا و آخرت میں آپ کو عطا فرمائیں ـــــــ اسی وجہ سے میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ مطالبات کے سلسلے میں مفتی صاحب کی تائید بھی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے مگر معلوم ہوا کہ الان کما کان۔ درحقیقت حمیت دینی مردہ ہو چکی ہو تو کوئی چیز آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ فالی اللہ المشتکی۔ محترما۔ سبائی جال اتنا وسیع ہے کہ پاکستان کی کوئی سیاسی جماعت ایسی نہیں ہے جس پر شیعوں کا پورا پورا اثر نہ ہو۔ جمعیت العلماء بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہے" (۲۸ شوال ۱۳۹۳ھ)۔

(۲) اپنے مکتوب محررہ ۳۰ جولائی ۱۹۷۳ء میں مولانا سندیلوی لکھتے ہیں :۔ اگر توقع تاثیر ہو تو مفتی محمود صاحب کو بھی اس طرف متوجہ فرمائیں کہ اس موقع پر تو وہ لب کشائی فرمائیں۔ ایسے امور کے متعلق انھیں جب لکھا تو جواب ہی نہ ملا۔ زبانی گفتگو میں بھی کسی ایسے موضوع پر جس کا تعلق کسی طرح شیعوں سے ہو انہوں نے میری گفتگو کے جواب میں سکوت ہی فرمایا۔ ممکن ہے کہ آپ کے لکھنے کا کچھ اثر ہو۔" (ب) اسی مکتوب میں موصوف لکھتے ہیں :۔ میری ناچیز رائے میں اس موقع پر "خدام اہل سنت" کی جانب

سے ایک احتجاجی تجویز حکومت کو ضرور بھیجنا چاہیے۔ چونکہ انجمن مذکور نمائندہ حیثیت رکھتی ہے اس لئے اس کا احتجاج شاید موثر ہو"۔
(۲) مرزائیت کے خلاف مجلس عمل ختم نبوت پاکستان میں شیعوں کے اشتراک کے بارے میں مولانا سندیلوی ماسٹر محمد یوسف صاحب بھیں (چکوال) کے جواب میں لکھتے ہیں :- گرامی نامہ موصول ہوا۔ میرے نزدیک بھی تحریک میں شیعوں کو شریک کرنا سخت غلطی ہے جس کے اثرات دینی اعتبار سے بہت مضر ہو رہے ہیں اور ہونگے۔ خود تحریک کو بھی اس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ یہ ایک اشتراک عمل ایسا ہی ہے جیسے ایک مہلک بیماری کے زائل کرنے کے لئے جسم میں زہر داخل کر کے کوئی دوسری مہلک بیماری پیدا کر لی جائے۔ لیکن کسی سے کیا کہا جائے کوئی سننے والا نہیں الخ (۲۹ رجمادی الآخر ۱۳۹۴ھ ۲۰ رجولائی ۱۹۷۴ء)۔

مولانا سندیلوی نے مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم اور جمعیت علمائے اسلام اور مجلس عمل ختم نبوت پاکستان کے ساتھ شیعوں کے اشتراک کے بارے میں جو نظریہ پیش کیا ہے اسی بنا پر میں نے بھی جمعیت علمائے اسلام اور مجلس عمل ختم نبوت پاکستان کے ساتھ شیعوں کے اشتراک کے بارے میں

جمعیت علمائے اسلام سے اختلاف کیا تھا۔ چنانچہ احتجاجی مکتوب سے ظاہر ہے۔ اور موجودہ مجلس عمل ختم نبوت پاکستان میں بھی شیعوں

کے اشتراک کو بندہ مضر سمجھتا ہے۔ تو کیا مؤلف اصل حقیقت اس اختلاف کی وجہ سے اپنے امام اہل سنّت سندیلوی صاحب پر بھی روایتی تبرا بازی کی مشق کریں گے۔ یا اسکا ہدف صرف "خارجی فتنہ" کا مصنّف ہی ہے۔

(ب) مؤلف صاحب تو تحریک خدام اہل سنّت کو ڈیڑھ اینٹ کی جداگانہ تعمیر قرار دیتے ہیں۔ لیکن انکے امام اہل سنّت خدام کی نمائندہ حیثیت تسلیم کر رہے ہیں۔ کوئی بات تو مولانا سندیلوی کی مان لیا کریں۔ واللہ الہادی۔

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۸
مولانا نور الحسن بخاری

مؤلف "اصل حقیقت" مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری کی بھی دہائی دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔ ہمیں یاد ہے کہ جس زمانے میں پاکستان کی سب سے قدیم تنظیم اہل سنّت" ملتان کے رہنما حضرت مولانا نور الحسن بخاری کو بھٹو حکومت نے سنّی دینیات کی نگرانی کے لئے کہا تو ان صاحب نے جوش رقابت میں مولانا بخاری کیخلاف بھٹو کے ہاتھوں بکنے کا چاروں طرف پروپیگنڈا شروع کر دیا اور اس سلسلہ میں اپنے مریدوں سے حضرت امام اہل سنّت (یعنی سندیلوی صاحب) کے پاس بھی بخاری صاحب کے خلاف شکایتیں لکھوا کر بھیجیں۔ اگرچہ حضرت امام اہل سنّت پر ان کے پروپیگنڈے کا کچھ اثر نہیں ہوا لیکن ضروری نہیں کہ تمام حضرات اس طرح غیر متاثر رہے

ہوں اسی طرح یہ صاحب الزام تراشیاں کرنے اور غلط فہمیاں پھیلانے کے ماہر خصوصی ہیں" (ص ۱۷۱)

حقیقت حال

حقیقت یہ ہے کہ مولانا ضیاء القاسمی صاحب (فیصل آباد) نے پہلے مجھے یہ لکھا تھا کہ ہم نے مڈل کلاسوں تک سنی شیعہ مشترکہ دینیات مرتب کرلی ہیں۔ آپ ان پر نظر ثانی کرلیں۔ اس وقت مولانا قاسمی صاحب موصوف سنی شیعہ مشترکہ نصاب کمیٹی کے رکن تھے۔ جس میں ان کے علاوہ اہل سنت میں سے مولانا محمد حنیف ندوی۔ مولانا محمد بخش مسلم۔ ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا۔ ڈاکٹر مجیب الرحمٰن (پشاور یونیورسٹی) قاضی محمد احمد پرنسپل لاء کالج حیدر آباد اور شیعوں کی طرف سے مرزا یوسف حسین۔ مولوی محمد بشیر انصاری (ٹیکسلا) مولوی نجم الحسن کراروی مولوی شبیہ الحسنین اور مولوی مرتضیٰ حسین لکھنوی نصاب کمیٹی کے ارکان تھے۔ میں نے مولانا قاسمی موصوف کو جواباً لکھا کہ میں تو سنی شیعہ مشترکہ نصاب دینیات کے بھی مخالف ہوں اور سواد اعظم کے "سنی مطالبات" میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ نصاب تعلیم صرف سواد اعظم اہل السنت والجماعت کی دینیات کا نافذ کیا جائے اور شیعہ اقلیتی فرقے کا یہ مطالبہ مسترد کردیا جائے کہ:۔

"شیعہ دینیات سرکاری تعلیمی ادارہ میں نافذ کیا جائے"

اور میں نے یہ بھی لکھا کہ آپ تو ان سنی مطالبات پر پہلے دستخط کرچکے

ہیں لیکن یہی دعوت جب مولانا ضیاء القاسمی وغیرہ کی طرف سے مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری مرحوم کو دی گئی تو آپ نے اسلام آباد جا کر اس مشترکہ نصاب کی تائید کر دی۔

مکتوب مرغوب

سواد اعظم اہل سنّت کے عمومی مطالبہ کو نظر انداز کرتے ہوئے مولانا بخاری مرحوم سنّی شیعہ مشترکہ نصاب دینیات کے حامی بن چکے تھے اور مشترکہ سرکاری اجلاسوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ آپ نے ایک خطبہ صدارت بھی شائع کیا تھا اسلئے بندہ نے اپنے مراسلہ میں ان سے شدید احتجاج کیا تھا اور یہی مراسلہ بنام "مکتوب مرغوب" شائع کر دیا گیا۔ کیونکہ مسئلہ سواد اعظم کے حقوق کے تحفظ کا تھا نہ کہ کسی شخصیت کے احترام کا۔ چنانچہ میں نے شاہ صاحب بخاری مرحوم کو لکھا کہ:۔

"آپ نے شیعہ اقلیتی فرقہ کے لئے مذہبی نصاب کا حق تسلیم کر کے اہل سنّت کی عظیم اکثریت کے حقوق کو پامال کر دیا ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آجکل دوسرے ممالک میں بھی عموماً اکثریت کے نظریات کے مطابق نصاب تعلیم رائج ہے۔ اور اقلیتی پارٹیاں اپنے نظریات کی تعلیم کے لئے پرائیویٹ انتظام کرتی ہیں۔ صحیح اور صاف بات یہ تھی کہ آپ نصاب دینیات کمیٹی کے اجلاس میں سنّی اکثریت کے اس حق کے تحفظ کے لئے ڈٹ جاتے اور کسی طرح بھی اقلیتی فرقہ کے عقائد و عبادات کا نصاب تعلیم میں شامل ہونا قبول نہ

کرتے الخ (ص) ۔ (محررہ ۲۲ رمئی ۱۹۷۳ء مطابق ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ)
باقی تفصیلات مکتوب مرغوب میں دیکھی جا سکتی ہیں ۔ یہ بھی ملحوظ
رہے کہ اس وقت تنظیم اہل سنت پاکستان کے صدر مناظر اہل سنت
حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی تھے ۔ اور مولانا نور الحسن بخاری
صرف سرپرست تھے ۔ اور حضرت مولانا تونسوی بھی اُن کے اس
اقدام سے متفق نہ تھے ۔ اب قارئین حضرات مؤلف اصل حقیقت
کے جھوٹ اور اتہام کا اندازہ لگائیں کہ وہ اس اختلاف میں مجھ
پر جوش رقابت کا اتہام لگا رہے ہیں ۔ حالانکہ میں نے تو سرے
سے اس سرکاری تجویز کو ٹھکرا دیا تھا ۔ اور جب وزیر اعظم پاکستان
ذوالفقار علی بھٹو نے کوئٹہ میں ۱۳ راکتوبر ۱۹۷۳ء کو منظوری دیدی
جس کی اطلاع اخبارات میں شائع ہو گئی تھی (ملاحظہ ہو نوائے
وقت ۱۵ راکتوبر ۱۹۷۳ء) تو تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے
اس کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا اور ایک پمفلٹ بنام :۔
" شیعہ دینیات کے مسئلہ میں سواد اعظم اہل سنت کیخلاف ایک غیر منصفانہ فیصلہ
سارے ملک میں تقسیم کیا گیا ۔ اور مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی نے
بھی نفاذ نصاب شیعہ کے خلاف ایک پمفلٹ " سرکاری مدارس
میں شیعہ مذہب کی تعلیم " شائع کیا ۔ ماہنامہ بینات اور الحق وغیرہ
نے بھی اسکے خلاف اداریئے لکھے ۔ تو مولانا بخاری مرحوم کے فیصلہ
کے خلاف یہ سارے احتجاجات کیا کسی جوش رقابت کا ہی نتیجہ تھے

مؤلف اصل حقیقت نے یہ بھی صریح جھوٹ بولا ہے کہ میں نے جوش رقابت میں مولانا بخاری کے خلاف بھٹو کے ہاتھوں بکنے کا چاروں طرف پروپیگنڈا شروع کردیا۔ میں نے نہ یہ بات کسی شخص سے کہی اور نہ ہی میرے دل میں تھا کہ مولانا بخاری بک گئے ہیں۔ البتہ میں ان کی اس غلطی کو شدید تاریخی غلطی قرار دیتا تھا۔ اور مولانا سندیلوی کو ایک خط کے ذریعے میں نے بخاری مرحوم کی اس غلطی سے مطلع کیا تھا جس کے جواب میں مولانا سندیلوی نے مجھے لکھا تھا کہ :۔

" آپ کا گرامی نامہ موصول ہونے سے کئی دن قبل مولانا بخاری صاحب کا کتابچہ موصول ہوگیا تھا اور اسے دیکھتے ہی میں نے انھیں ایک مفصل عریضہ لکھ کر ان کے موقف کی غلطی سے انھیں آگاہ کیا تھا۔ ان کا جواب امید افزا تھا جس سے اندازہ ہوا ان کا موقف ہم لوگوں کے موقف سے زیادہ مختلف نہیں ہے مگر کسی وقتی جذبہ کی وجہ سے ان سے یہ تسامح ہوگیا الخ (۸ر اپریل ۱۹۷۵ء)

اور اس سے قبل مولانا سندیلوی اپنے مکتوب محررہ ۱۸ر جون ۱۹۷۳ء میں میرے مکتوب مرغوب" کی تحسین کر چکے تھے چنانچہ لکھا کہ :۔

" مطبوعہ خط بنام مولانا نورالحسن صاحب بخاری موصول ہوا۔ بہت خوب اور مناسب ہے اللہ تعالیٰ نافع فرمائیں الخ

فرمائیے ! اس اختلاف میں مولانا سندیلوی نے میرے پیش کردہ موقف کی تائید و تصویب کردی اور مولانا بخاری مرحوم کے موقف

کو غلط قرار دیا۔ لیکن بُرا ہو خارجیت کا کہ اپنے امام اہل سنّت مولانا سندیلوی کی طرف سے میری واضح تائید کے باوجود مؤلف صاحب اسی سلسلہ میں مجھ پر تبرا بازی کر رہے ہیں۔ واللہ الہادی۔

تنظیم اہل سنّت اور تحفظ اہل سنّت کا اختلاف

مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری مرحوم کی طرف سے سرکاری تعلیمی اداروں میں مڈل تک سنّی شیعہ مشترکہ نصاب دینیات کی تصدیق کے بعد تنظیم اہل سنّت میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا اور مولانا عبد الشکور صاحب دین پوری اور مولوی عبد المجید صاحب ندیم وغیرہ تنظیم سے علیحدہ ہو گئے۔ (حالانکہ ندیم صاحب اس وقت تنظیم اہل سنّت پاکستان کے جنرل سیکرٹری تھے)۔ اور انہوں نے " تحفظ حقوق اہل سنّت کے نام سے اپنی مستقل جماعت قائم کر دی جس کے صدر مولانا دین پوری اور جنرل سکرٹری ندیم صاحب قرار پائے۔ انہوں نے مولانا بخاری مرحوم کے خلاف پمفلٹ شائع کئے اور لکھا کہ (۱) نصاب کے سلسلے میں تنظیم اہل سُنّت کے موقف سے ہم نے شدید اختلاف کیا۔ چونکہ مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری نے جماعتی مشورہ کے بغیر اچانک پنڈی جا کر نصاب کے مسودہ پہ دستخط کر کے حکومت کو مبارک باد دی اور "مطالبہ منظور کر لیا گیا" کے عنوان سے پمفلٹ شائع کر کے پوری سنّی قوم کو مضطرب کر دیا حالانکہ علیحدگی کا مطالبہ اہل سنّت کی طرف سے نہیں تھا بلکہ

شیعہ حضرات کی طرف سے تھا۔ اہل سنّت علیحدگی کے مطالبہ کو ملکی سالمیت اور ملکی یکجہتی کے منافی سمجھتے ہیں چنانچہ ہم نواحبابِ تنظیم سے استعفیٰ دے کر تحفظ ناموس صحابہ کے دینی اور ملّی فرض کو ادا کرنے کے لئے ۱۲ رجون ۱۹۷۵ء کو ملتان میں اکابرین کے مشورہ سے تحفظ حقوق اہل سنّت پاکستان کا وجود عمل میں لایا گیا۔ مولانا عبدالشکور دینپوری صاحب صدر۔ سید شمس الزماں صاحب آف کالا باغ نائب صدر اور مولانا محمد حسین صاحب حیدری نائب صدر مولانا سید عبدالمجید شاہ صاحب ندیم ناظم اعلیٰ۔ حافظ سلطان احمد صاحب نائب ناظم اور حاجی محمد لقمان مغل صاحب خزانچی منتخب ہوئے الخ (مجلس تحفظ حقوق اہل سنّت پاکستان کا قیام اور اس کی ضرورت ص۵)

(۲) لکھتے ہیں:۔ مئی ۱۹۷۵ء میں جب نصاب دینیات کے ضمن میں مولانا نورالحسن شاہ صاحب کی پالیسی اور ان کے غیر جماعتی طرز عمل پر اختلاف اور احتجاج کرتے ہوئے ہم مستعفی ہو کر تنظیم اہل سنّت سے علیحدہ ہو گئے۔ تو اس اصولی اختلاف کو ذاتیات کا رنگ دے کر جو کچھ کہا گیا اور کہا جا رہا ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ کہا گیا کہ باغی ہیں عہدوں کی ہوس تھی۔ مفسد تھے وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے جماعتی، اخلاص کو مدنظر نہ کر کے ہماری کردار کشی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی گئی۔ یہاں تک کہ تبلیغی بائیکاٹ کیا گیا الخ (جدید نصاب دینیات

کا منصفانہ جائزہ۔ سواد اعظم اہل سنت پر ظلم عظیم ص۵)۔
حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم نے ان کے مابین
اتحاد کی بڑی کوشش فرمائی لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔
فرمائیے! جس بنیاد پر میں نے بخاری صاحب مرحوم سے اختلاف
کیا اسی بنیاد پر مولانا دین پوری اور ندیم صاحب نے سخت اختلاف
کیا۔ حتیٰ کہ جماعت کو بھی چھوڑ دیا لیکن مجھ پر تبرا بازی ہو رہی ہے
اور تحفظ حقوق اہل سنت کے رہنماؤں کو ممدوح قرار دیا جا
رہا ہے۔ بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

مقام تأسف جماعتی پالیسی میں اختلافات ہوتے رہتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ندیم صاحب فسق یزید کے بارے میں اکابر دیوبند اور جمہور اہل سنت کے مسلک کے تابع نہیں ہیں۔ اس بنا پر ہمارا ان سے مسلکی اختلاف ہے۔
لیکن تنظیم اہل السنت والجماعت پاکستان (جس کے صدر مناظر اہل سنت حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی ہیں) ماشاءاللہ مسئلہ یزیدیت اور مسئلہ حیات النبیؐ میں اکابر دیوبند اور جمہور اہل السنت والجماعت کے پابند ہیں۔

مکتوب محمود ۲ ڈھاکہ میں ۸ پارٹیوں کی جمہوری مجلس عمل کی تشکیل کے خلاف میں نے مودودی جماعت کے اشتراک پر اعتراض کیا تھا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اسی سلسلہ

میں بندہ نے "جمہوری مجلس عمل" کی قرار داد پر تنقید کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب مرحوم کو خط لکھا تھا۔ جس کا جواب مفتی صاحب نے آل پاکستان جمعیت علمائے اسلام کے پیڈ پر حسبِ ذیل تحریر فرمایا:

مخدوم محترم حضرت قاضی صاحب دام مجدکم العالی۔ سلام مسنون مزاج گرامی۔ گزارش ہے کہ جناب کا گرامی نامہ ملا۔ آپ نے جس جذبہ ایمانی کے تحت جماعتی فیصلہ پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے اس سے بہت خوشی ہوئی۔ علماء کی باوقار اور مقدس جماعت میں ایسے افراد کی ضرورت ہے کہ وہ سختی سے جماعت کو اس کے مقصد کی پابند رکھے جس کے حصول کے لئے جماعت کا وجود عمل میں آیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی جماعت کی مرکزی مجلس عمومی نے اسلامی نظام حیات کو جمہوری مجلس عمل کے مقاصد میں اولیں حیثیت دے کر شامل کر دیا ہے۔ اور تین چار یوم تک مختلف کل جماعتی مجالس میں اسی موضوع پر ہی ہم نے سخت لڑائی کی ہے اور آخر کامیاب ہو کر رہے۔ اخبارات نے بالکل ناقص کر کے چھاپا ہے۔ اصل قرارداد کے الفاظ آپ کو لف کر کے بھیج رہا ہوں۔ باقی قرارداد کے الفاظ ترجمان میں بھی صحیح ترجمہ کیساتھ شائع نہیں ہوئے۔ اصل قرارداد انگریزی میں تھی۔ ہم نے اس کا لفظی ترجمہ کرا لیا اور وہی آپ کو بھیج رہا ہوں۔ میں ایک ہفتہ سے بیمار صاحب فراش ہوں۔ میرے محترم۔ اس قرارداد کی ترتیب و تدوین

کے سلسلہ میں آپ اگر مولانا عبد اللطیف صاحب (یعنی مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم و امیر تحریک خدام اہل سنت صوبہ پنجاب) کو لیکر ملتان تشریف لے آویں۔ تو میں اندر کی تمام باتیں اور پورا نشیب و فراز آپ کے سامنے رکھدونگا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ مکمل طور پر مطمئن ہو جائینگے۔ یا حضرت مولانا غلام غوث صاحب سے ملاقات فرمالیں وہ پوری طرح حالات سے باخبر ہیں یا مولانا محمد اکرم صاحب سے اطمینان حاصل فرمالیں۔ مجھے تو خوشی ہوگی کہ آپ ملتان تشریف لے آویں۔ آخر میں ایک گلہ بھی پیش کرتا ہوں کہ آپ کا اولین فرض تھا کہ اخباری اطلاعات اور سُنی سنائی باتوں پر عمل کر کے آپ نے میٹنگ بلا کر چکوال جمعیت سے آپ نے قرارداد پاس کرالی اور ہم سے پہلے گفتگو اور بات چیت نہ کی۔ گفتگو اور پورے تفصیلی حالات کے بعد بھی آپ مطمئن نہ ہوں تو پھر آپ اختلاف کا اظہار فرماتے۔ دعاؤں میں یاد فرمائیں"

مفتی صاحب کے اس مکتوب گرامی پر تاریخ درج نہیں ہے۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ یہ اختلاف جمہوری مجلس عمل کی قرارداد کی بنا پر تھا اور یہ اعتراض بندہ نے ترجمان اسلام میں شائع شدہ قرارداد کی وجہ سے کیا تھا۔ یہ احتمال ہی نہ تھا کہ ترجمان نے ترجمہ صحیح نہیں شائع کیا ہوگا۔ لیکن علاوہ ازیں اصل اختلاف مجھ کو مودودی جماعت کے اشتراک کی بنا پر تھا جس کے نتیجہ میں بندہ کو مستعفی ہونا پڑا۔

اور مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی بھی بعد میں علیحدہ ہو گئے تھے اور جمعیت علمائے اسلام کے نام سے ہی اپنا مستقل کام شروع کر دیا تھا۔

مکتوب محمود نمبر ۲ جمعیت سے میرے مستعفی ہونے کے بعد (جس کی وجوہات پہلے عرض کر دی گئی ہیں) حافظ عبدالوحید صاحب حنفی (ناظم دفتر تحریک خدام اہل سنت چکوال) نے از خود ہی ایک عریضہ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں ارسال کیا تھا جس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب نے بعد سلام مسنون تحریر فرمایا :- "گزارش ہے کہ محترم قاضی صاحب ہمارے بھی بزرگ ہیں۔ ہم نے الحمدللہ اختلاف رائے کے باوجود ہمیشہ احترام سے ان کا ذکر کیا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ جماعتی اختلاف پیدا ہو جانے کے بعد ہم نے کوئی کلمہ ان کے خلاف زبان سے نکالا ہو۔ لیکن جماعتی سلسلہ میں ہمیں بھی شکایت ہے۔ حضرت مدنی قدس سرہ ہم سب کے ہیں اور ان کی مقدس روحانیت سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے۔ خاکساروں سے ہمیں بھی اختلاف ہے لیکن ہم نے اس خیال سے کہ شاید پسماندگان کے وہ عقائد نہ ہوں جو خود رئیس الطائفہ (یعنی علامہ مشرقی) کے تھے۔ ایک عظیم مصلحت کے تحت دو تین ماہ کے لئے محاذ میں ان کو شامل کر لیا تھا اگر یہ ان کی رائے میں غلطی تھی تو آخر کوئی بھی معصوم تو نہیں ہوتا۔ ایسی غلطی کو

نباہنا پڑے گا۔ بہت سے دوسرے حضرات کو اعتراض پیدا ہوا لیکن شامل کرنے کے بعد فوراً ان کے علیحدہ کرنے کے اعلان سے جماعتی وقار جس بُری طرح مجروح ہوتا اس سے اس دینی تحریک کو نقصان پہنچتا۔ ہم نے ایک دو ماہ تک خاموشی اختیار کی پھر انکو بلایا نہیں خودبخود وہ تعلق ختم ہوگیا لیکن حضرت قاضی صاحب جیسے بزرگ نے جس انتہاپسندی کا ثبوت دے کر اتنی بڑی دینی جماعت کو اس کے دینی مقاصد کو اس کے تمام خیر کے پہلوؤں کو انداز کر کے جو علیحدگی کا اعلان فرمایا اس سے جماعت کے سب بزرگوں کو نیازمندانہ شکایت پیدا ہوئی۔ آخر سب اپنے ہی تو لوگ ہیں۔ اس طرح کی سزا دینا ان کی بزرگی اور شفقت کے شایان شان نہ تھا۔ بہرحال ہم اب بھی ان کے نیازمند ہیں۔ خدا وہ وقت نہ لائے جب ہم میں اور ان میں کدورت پیدا ہو۔ والعیاذ باللہ۔ والسلام۔ میرا اسلام قاضی صاحب سے عرض کردیں۔"

(محمود عفا اللہ عنہ از ملتان مدرسہ قاسم العلوم)

اس مکتوب محمود پر ۱۳-۵-۹۱ اور ۲۱-۷-۷۰ کی تاریخ درج ہے

قارئین حضرات! حضرت مفتی صاحب مرحوم کے ان ذو نو گرامی ناموں سے فیصلہ کرسکتے ہیں کہ میرے اختلاف کی حقیقت کیا تھی۔ مولانا مفتی صاحب رحمۃ اللہ میرے اس اختلاف کو خلوص اور اختلاف رائے پر مبنی قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس مولف "اصل حقیقت"

کچھ اور ہی راگ الاپ رہے ہیں۔ واللہ الہادی۔

(۱) مکتوب مولانا ہزاروی

حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی اپنی علیحدہ جمعیت علمائے اسلام قائم کرنے کے بعد چکوال تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ مولانا عبدالحکیم صاحب (راولپنڈی) بھی تھے۔ مولانا ہزاروی نے مجھ کو اپنی جمعیت میں شامل ہونے کی دعوت دی جس پر میں نے عرض کیا کہ ہماری جماعت خدام اہل سنت غیر سیاسی ہے اور ہم نے ایک راستہ متعین کر لیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے مودودی جماعت سے اشتراک کر لیا ہے اور آپ بھٹو صاحب کے قریب ہو گئے ہیں۔ حالانکہ علماء کو ثالث بننا چاہیے۔ اگر آپ بھٹو کے قریب نہ ہوتے تو ہم اپنے اسٹیج پر آپ کی تائید کرتے۔ بعد میں بھی دو دفعہ تشریف لائے۔ ایک دفعہ تو ان کے ہمراہ مولانا ضیاء القاسمی صاحب بھی تھے۔ اشتراک کے لئے مولانا ہزاروی مرحوم خطوط بھی لکھتے رہے۔

چنانچہ (۱) ایک خط میں لکھتے ہیں :-

محترم المقام حضرت مولانا قاضی صاحب زید کرمہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ پڑھا۔ آپ کی پرانی بلائے ہے مگر مجھے اس میں تھوڑی ترمیم کرنا ہے۔ جو زبانی عرض کرونگا خیال ہے اترسوں تین دسمبر کو چکوال آئیگا اگر حالات نے اجازت دی اور خدا تعالیٰ نے ملایا تو عرض کر دونگا۔ آگے رب کا اختیار ہے

مضمون اخبار کا پڑھا آپ کے مضمون سے اختلاف اُسی کو ہو سکتا ہے جو دین کا حامی نہ ہو۔ الخ (یہ میرا مضمون اخبار میں خلافت راشدہ کے موضوع پر شائع ہوا تھا۔)

مکتوب نمبر ۲ ایک دوسرے گرامی نامہ میں حضرت مولانا ہزاروی رحمہ اللہ نے لکھا کہ:- حضرت مولانا عبداللطیف صاحب (مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم) کا گرامی نامہ آیا تھا۔ اس کے ساتھ آپ کا گرامی نامہ بھی منسلک تھا۔ عرض ہے کہ آپ کی اور میری ملاقات جلد ضروری ہے جیسے مناسب سمجھیں۔ آپ کے اغراض سے آپ خود جانتے ہیں مجھے اتفاق ہے۔ طریق کار کے بارے میں مشورہ کیا جا سکتا ہے۔ باقی یہ عریضہ اسلئے ارسال خدمت ہے کہ ایک عدد کتاب "مودودی مذہب" مرسلہ پتہ پر روانہ فرماویں اس کی قیمت میرے ذمہ ہے بلکہ ان کو ارسال کرنے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی دس عدد کتابیں بذریعہ وی پی ارسال فرماویں تو مہربانی ہو گی۔" (۱۷ ستمبر ۱۹۷۳ء)

یہ گرامی نامہ بندہ کے اس عریضہ کے جواب میں مولانا ہزاروی مرحوم نے تحریر فرمایا تھا جس میں عرض کیا تھا کہ:- آپ نے مولانا عبداللطیف صاحب کے نام اپنے جوابی مکتوب میں جماعتی لائحہ عمل کے متعلق میری رائے بھی دریافت فرمائی ہے۔ سو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ میرے نزدیک اس وقت سب سے اہم دینی کام عوام اہل سنت کو مذہبی نام و عنوان کی بنیاد پر منظم کرنا ہے۔ کیونکہ سنی عوام کا بظاہر کوئی

پرسان حال نہیں۔ روافض نے باوجود اقلیت کے بڑی طاقت بنالی ہے اور ربوہ کے سربراہ ناصر نے اپنے ۲۵ لاکھ مسلم رہنما کار دل کے حوالہ سے جو چیلنج دیا ہے وہ بہت زیادہ عبرتناک ہے۔ جمعیت علمائے اسلام کے اکابر سے پہلے بھی میرا سیاسی اختلاف اسی بنا پر رہا ہے۔ میرے نزدیک علمائے حق کے لئے ضروری ہے کہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے وقتی چکر سے نکل کر ایک تیسری مذہبی طاقت بنائی جائے ورنہ ان حالات میں دین کا تحفظ مشکل ہے۔ اب حال یہ ہے کہ جمعیت کی پہلے بھی کوئی خاص تنظیم نہیں تھی لیکن حالیہ شدید اختلاف سے وہ سابقہ حیثیت بھی باقی نہیں رہی۔ ایک فریق جمہوریت کے نام پر ولی اور مودودی کی تائید میں ہے۔ اور دوسرا فریق بھٹو کی حمایت کر رہا ہے۔ کاش کہ اغیار کو سہارا نہ بنایا جاتا۔ گو جمہوری متحدہ محاذ میں مودودی جماعت کی شمولیت وغیرہ کے بارے میں بندہ آپ کے موقف کا حامی ہے۔ لیکن وزیر اعظم کے انتخاب میں آپ کی طرف سے جو بھٹو کی حمایت کی گئی ہے اس سے اختلاف ہے۔ کاش کہ آپ اس معاملہ میں غیر جانبدار رہتے۔ رد مودودیت کے لئے آپ جو کام کرنا چاہتے تھے یہ اقدام آپ کی راہ میں زبردست رکاوٹ بن جائیگا۔ عموماً لوگ یہی قیاس کرینگے کہ رد مودودیت مقصود نہیں بلکہ حمایت حکومت مقصود ہے اور جمعیت کے دوسرے فریق کو بھی آپ نے اعتراض کا خاصہ موقعہ دیدیا ہے۔ اہل اقتدار کی وقتی

حمایت سے علمائے کرام کو فائدہ کے بجائے نقصان ہی پہنچ سکتا ہے۔ ان حالات میں بندہ کی رائے یہ ہے کہ فریقین باہمی مصالحت کے لئے مزید کوشش کریں کہ شاید علماء کا وقار بچ جائے۔ علاوہ ازیں یہ عرض ہے کہ اگر آپ اپنی جداگانہ تنظیم قائم کرنا چاہتے ہیں تو مفاد پرستوں سے بچنے کی کوشش کریں یہ دور فتنے کا ہے۔ پہلے بھی جمعیت کو اس سے نقصان پہنچا ہے آپ پوری طرح غور و فکر کر کے اپنی جماعتی پالیسی بنائیں وقتی حصول اقتدار کو نظر انداز کر دیں۔

بغیر جماعتی تنظیم و استحکام کے مشترکہ محاذوں میں کسی جماعت کی شمولیت انجام کار اس کے لئے تنزل کا سبب بنتی ہے واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے علمائے حق کی نصرت فرمائیں۔ اور مرزائیت۔ شیعیت۔ مودودیت وغیرہ فتنوں سے ملک و ملت کو محفوظ رکھیں۔ آمین۔ (۲۰ رجب ۱۳۹۳ھ)۔

مکتوب ہزاروی (۳) ایک دوسرے گرامی نامہ میں حضرت مولینا ہزاروی نے تحریر فرمایا:۔ خدا جانے کیا بات ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ اس غلط فہمی میں نہیں ہوں کہ کسی سے اچھا ہوں اور آپ کو تو ہر طرح مطاع و مقتدیٰ تصور کرتا ہوں مگر حیران ہوں کہ دل یہی کہتا ہے کہ آپ ہماری سرپرستی فرمائیں۔ اپنا کام علیحدہ رکھیں اور جاری رکھیں مگر منکرین حیات النبیؐ۔ حامیانِ مودودیت اور مخالفین سالمیت مجتمع ہوں اور ہم منتشر۔ آگے آپ کا اختیار ہے

اور حقیقی مختار تو وہی رب مختار ہے۔ حالات اچھے ہیں دعا کی ضرورت ہے۔" اس مکتوب میں بھی تاریخ درج نہیں۔

قارئین کرام بندہ کے مذکورہ عریضہ اور حضرت مولانا ہزاروی کے گرامی ناموں سے معلوم کر سکتے ہیں کہ ان اکابر علماء سے میرا اختلاف کس بنا پر تھا اور میرا مقصود جماعتی تنظیم سے کیا تھا۔ اور مولانا ہزاروی بندہ کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے۔ اس کے باوجود مؤلف "اصل حقیقت" مجھ پر بہتان تراشیاں کریں تو وہ اپنی خارجی ذہنیت کی بنا پر مجبور ہیں

مفتی صاحبؒ اور مولانا ہزارویؒ

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں نے جمعیت علمائے اسلام کے لئے بڑی جدوجہد کی ہے مولانا ہزاروی مجسم ایثار و قربانی تھے وہ ایک درویش صفت بزرگ تھے۔ فتنوں سے مصالحت نہیں کرتے تھے۔ حزب اختلاف کے سیاسی لیڈروں سے عموماً بدظن رہتے تھے۔ اور مودودیت کو تو دورِ حاضر کا بہت بڑا فتنہ سمجھتے تھے۔ ردِ مودودیت میں ان کی اہم خدمات ہیں۔ بندہ مولانا ہزاروی کے ان نظریات سے متفق تھا۔ مگر بھٹو کی حمایت کی پالیسی سے اتفاق نہ کر سکا۔ اور آخر میں خود مولانا مرحوم کو اس کا احساس ہو گیا تھا۔ ان کے برعکس حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم سیاسی پارٹیوں سے مصالحت و مشارکت کے حامی تھے اسی بنا پر انہوں نے مودودی جماعت سے اشتراک

کرلیا تھا اور مفتی صاحب اس راستے سے دینی اقتدار چاہتے تھے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ ایک علمی اور باہمت شخصیت تھے مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے شیخ الحدیث تھے۔ آپ کے زیر تعلیم دورہ حدیث کو بہت فروغ حاصل ہوا لیکن جب میدان سیاست میں آگے بڑھے تو پھر دورۂ حدیث بھی نہ پڑھا سکے۔ آپ سیاسی پارٹیوں سے حسن ظن رکھتے تھے بلکہ مودودیوں کے علاوہ شیعوں سے بھی اشتراک کیا حتیٰ کہ بعض شیعہ کو جمعیت علمائے اسلام کا رکن بھی بنالیا تھا (ملاحظہ ہو، ترجمان اسلام لاہور ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص[۱]) ایک شیعہ عالم مرتضیٰ پویا صاحب کو آپ نے اپنے سیاسی دورے میں ساتھ رکھا لیکن جب حضرت مفتی صاحب نے مطالبہ فقہ جعفریہ کے خلاف بیان دیا تو یہی پویا صاحب مشتعل ہو گئے اور اخبارات میں مفتی صاحب کے خلاف ان کا حسب ذیل بیان شائع ہوا۔

مفتی صاحب کے خلاف مرتضیٰ پویا کا بیان

کوئٹہ ۱۰ جون –

(پی پی آئی) ممتاز شیعہ رہنما اور مرکز مسلین کے سربراہ جناب مرتضیٰ پویا نے قومی اتحاد کے صدر مفتی محمود کے استعفاء کا مطالبہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں پی این اے کے سربراہ کے استعفاء کا مطالبہ انکے اس مبینہ بیان کے پیش نظر کہہ رہا ہوں جس میں انہوں نے کہا تھا کہ صرف فقہ حنفی ملک میں نافذ کیا جائیگا۔ انہوں نے کہا کہ مفتی محمود کو

[۱] بعنوان ممتاز شیعہ رہنما (جواد حسین انصاری) اور ان کے ساتھیوں کی جمعیت میں شمولیت۔

اس بیان کے بعد پی این اے کا صدر رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جناب مرتضیٰ پویا نے مفتی محمود کے بیان کو موجودہ حکومت اور نظریہ پاکستان کے خلاف سازش قرار دیا۔ انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ مفتی محمود حکومت سے بدلہ لینے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ پی این اے کو کابینہ سے نکال دیا گیا ہے۔ الخ (روزنامہ حریت کراچی ۱۱ جون ۱۹۷۹ء)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم شیعیت اور اس کے مقاصد کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے تھے۔ اور مودودیت بھی ایک خطرناک تحریک ہے لیکن حضرت مفتی صاحب نے اس کو بھی ابتداء میں معمولی سمجھا مگر معلوم ہوا کہ آخر میں آپ کی یہ رائے ہو گئی تھی کہ مودودی جماعت سے اشتراک نہ کیا جائے۔

اور بندہ تو مودودی جماعت سے اشتراک کو ہر اسٹیج پر نقصان دہ سمجھتا ہے۔

مولانا حامد میاں صاحب کا جائزہ

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور بندہ کی کتاب "دفاع صحابہ" کی تقریظ میں بعد حمد و صلوٰۃ لکھتے ہیں:- محترم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کی تحریرات بہت مفید ہوتی ہیں۔ مسلک اکابر اہل السنت والجماعت (دیوبند) میں انہیں بحمد اللہ تصلّب حاصل ہے۔ جماعت مودودی اور شیعوں سے انہیں اس درجہ بُعد ہے کہ وہ مصلحتاً عارضی طور پر ان سے سیاسی

گٹھ جوڑ اور اتحاد کے بھی قائل نہیں ہیں۔ مسلک اکابر پر مضبوطی سے قیام ہی کی وجہ سے وہ شیعوں کی طرح خوارج کو بھی غلط گردانتے ہیں۔ انکے نظریات کی تردید کرتے ہیں۔ میں نے ان کی تحریر :- "دفاع صحابہؓ" کا متعدد جگہ سے مطالعہ کیا اس میں ان سب مسالک پر تھوڑی تھوڑی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور فرقہ خوارج یزیدیہ پر بھی رد کیا ہے الخ (۳ رجمادی الاولی ۱۴۰۲ھ) ۲۸ر فروری ۱۹۸۲ء یکشنبہ

حضرت مولانا موصوف میرے پیر بھائی ہیں اور حضرت شیخ المدنی قدس سرہٗ کے مجاز طریقت ہیں۔ سالہا سال جمعیت علمائے اسلام میں ہماری رفاقت رہی ہے اور جمعیت سے میرے استعفےٰ کے باوجود آپ اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ بندہ شیعیت اور مودودیت سے سیاسی گٹھ جوڑ اور اشتراک کو بھی جائز نہیں قرار دیتا اس وقت حضرت مولانا موصوف سیاسی طور پر ایم آر ڈی کے حامی ہیں لیکن مجھے ان سے بھی اس بارے میں اختلاف ہے کیونکہ باطل قوتوں سے اتحاد و اشتراک اہل حق کے لئے انجام کار نقصان دہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علمائے کرام کو مسلک حق کی بنیاد پر متحد و منظم ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

مذکورہ حضرات کی تحریرات یہاں اس لئے پیش کی گئی ہیں کہ ناواقف قارئین کے سامنے حقائق و واقعات آ جائیں۔ تاکہ وہ پاکستان کے اس خارجی گروہ کی چالبازیوں سے

محفوظ رہ سکیں اور مؤلف اصل حقیقت" تو جا بجا مجھ کو گلابی شیعہ وغیرہ قرار دے کر اپنی خارجی ذہنیت کو ہر طرح بے نقاب کر رہے ہیں۔

مولانا عطاء المنعم صاحب بخاری کا اختلاف

مولف اصل حقیقت" لکھتے ہیں:۔ امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے فرزند اکبر شیر صحابہ حضرت مولانا سید ابوذر بخاری صاحب عرصہ دراز سے خلیفہ سادس سیدنا معاویہؓ کی مدافعت کا کام کر رہے ہیں۔ چکوالی صاحب نے اپنی تنظیم کے نام میں انہیں کی خوشہ چینی کی ہے کیونکہ ان کی تنظیم کا نام خدام صحابہ ہے اور چکوالی صاحب کی تنظیم کا نام خدام اہل سنت ہے لیکن چونکہ چکوالی صاحب کو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کے لئے کچھ ایسی چیزیں بھی چاہیے تھیں جن کی بنا پر وہ انکی مخالفت کر سکیں۔ اس کے لئے چکوالی صاحب کے فتنہ پرداز ذہن نے دو طریقے سوچے۔ اوّل تو یہ کہ حب علیؓ کی آڑ میں بغض معاویہؓ کا کام شروع کیا اور تمام صحابہ کرام کے برحق ہونے کا نعرہ لگانے کے بجائے "حق چار یار" کے نعرے کو اپنا نشان بنایا۔

یہ نعرہ کلمۃ حق ارید بہا الباطل کی ایک مثال ہے۔ کیونکہ چکوالی صاحب کا مقصد اس سے خلفائے اربعہ کی حقانیت بتانا اتنا نہیں جتنا حضرت معاویہؓ کو خلفائے برحق کی فہرست سے خارج کر کے انھیں اوّل الملوک (پہلا بادشاہ) بتانا مقصد ہے اسلئے

وہ ہر جگہ ان لوگوں کی بہ جوش تردید کرتے ہیں جو حضرت معاویہؓ کو خلیفہ برحق و راشد کہتے اور مانتے ہیں۔ یہی چالاکی حضرت معاویہؓ کو گرانے کے لئے جکوالی صاحب کے معنوی استاد لعل شاہ بخاری اور جماعت اسلامی کے حضرات بھی کرتے ہیں۔ (حاشیہ میں مؤلف مذکور لکھتے ہیں:۔ مدرسہ خیر المدارس ملتان میں پچھلے سال جو سالانہ جلسہ ہوا۔ اس میں جکوالی صاحب بھی مدعو تھے حسب عادت وہاں بھی جکوالی صاحب نے مشاجرات صحابہ کی بحث چھیڑ دی اور حضرت معاویہؓ کے خلاف تبرا کیا۔ اسکے جواب میں ان کی تقریر کے فوراً بعد شیر صحابہ مولانا سید ابوذر بخاری نے جکوالی صاحب کے جو چیتھڑے اڑائے ہیں وہ سننے کے قابل ہیں۔ شاہ جی کی تقریر مرتب شدہ ہے اور بازار میں مل سکتی ہے۔ ہمارے پاس بھی اس تقریر کی کیسٹ موجود ہے (شاہ جی کے بعض خدام) اسے پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کرنے والے ہیں)۔ (ص ۱۹)۔

مولف "اصل حقیقت" کا جھوٹ نمبر ۹

جس وقت اپنی جماعت کا نام خدام اہل سنت رکھا اس وقت تو مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مولانا عطاء المنعم صاحب کی جماعت کا نام "خدام صحابہ" ہے۔ کیونکہ ان کی جماعت مجلس احرار اسلام کے نام سے مشہور ہے۔

(ب) قیام پاکستان سے پہلے حضرت والد صاحب مرحوم کی سرپرستی میں میرے مجاہد برادر بزرگ مولوی منظور حسین صاحب شہید (۱۹۴۲ء) نے

خاکساروں کی عسکری تنظیم کے مقابلہ میں خدام اسلام کے نام سے ۱۹۳۵ء میں جماعت قائم کی۔ جبکہ میں دار العلوم دیوبند میں پہلے سال زیر تعلیم تھا۔ یہ نام حضرت والد صاحب مرحوم نے تجویز کیا تھا۔ لائحہ عمل خدام اسلام کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا جس کا پیش لفظ بندہ نے لکھا تھا اور والد صاحب نے بعنوان "خدام اسلام میدان عمل میں حسب ذیل نظم لکھی تھی۔

خدام اسلام میدان عمل میں

اسلام کے خدام ہیں میدان میں آئے
سب کفر کے بت توڑ کے مٹی میں ملائے

لاریب ہیں اسلام کے جانباز سپاہی،
ہر فرقہ باطل سے کریں گے یہ لڑائی

حجت سے دلائل سے کرینگے انہیں پامال
اور ملت اسلام کا کروائینگے اقبال

توحید کو منوائیں گے سب اہل جہاں سے
اور شرک کو بدعت کو مٹائینگے زماں سے

الحق ہے اسلام کا یہ لشکر جرار،
بخشی انھیں اللہ نے صداقت کی ہے تلوار

باطل کو ہے کیا تاب کہ ہو انکے مقابل
جو سامنے آئیگا وہ ہو جائیگا گھائل

~(۱۱۶۱۱۲۶۵)~

اَللّٰہُ ھُوَ اَللّٰہُ کا نعرہ ہیں لگاتے
چپ راست کی بدعت کو ہیں دنیا سے مٹاتے
ہر فرد بشر ان کا ہے پنج وقتہ نمازی
مردان مجاہد ہیں یہ اسلام کے غازی
حامل ہیں شریعت کے یہ الحاد سے بیزار
بندے ہیں یہ اللہ کے شیطاں سے ہے پیکار
لے نام خدا نکلے ہیں میدان عمل میں
پہنچائیں گے پیغام خدا دشت و جبل میں
تکبیر کا نعرہ جو لگائیں گے زمیں پر
آواز پہنچ جائیگی یہ عرش بریں پر
اس فوج ظفر موج کو نصرت ہے خدا کی
یہ دل سے ابوالفضلؒ نے اللہ سے دعا کی

اور بندہ نے جب ۲ ربیع الاوّل ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۶۹ء نئی جماعت قائم کی تو اس کا نام بھائی صاحب مرحوم کی جماعت "خدام اسلام" کے پیش نظر "خدام اہل سنّت" تجویز کیا۔ اس نام میں بجائے اسلام کے خدام کی نسبت اہل سنّت کی طرف کی گئی کیونکہ دور حاضر کا شدید تقاضا تھا اور اہل حق کا امتیازی نام و نشان "اہل السنّت والجماعت" ہی ہے اور بندہ نے والد صاحب مرحوم کی نظم کے عنوان "خدام اسلام میدان عمل میں" کے پیش نظر اپنی نظم کا عنوان "خدام اہل سنّت میدان عمل میں":

رکھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میرے پیش نظر "خدام اسلام" کی جماعت تھی نہ کہ "خدام صحابہ" کی۔ اس سے مؤلف صاحب کا جماعتی نام کے متعلق جھوٹ واضح ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس کے بعد حضرت مولانا محمد امین شاہ صاحب کے سالانہ جلسہ بمقام مخدوم پور پہوڑاں ضلع ملتان میں مخدوم العلماء حضرت مولانا پیر خورشید احمد شاہ صاحبؒ خلیفہ ارشد حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں اپنی جماعت کا نام اور مقصد پیش کیا تو حضرت نے بلا تامل بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور جو علماء جلسہ میں تشریف لائے تھے ان سے بھی فرمایا کہ "خدام اہل سنت" میں کام کرو۔ اور حضرت پیر صاحب آخر تک خدام کی تائید اور سرپرستی فرماتے رہے۔

جھوٹ نمبر ۱۰

مؤلف نے یہ بھی کھلا جھوٹ بولا ہے کہ میں نے تمام صحابہ کرام کے برحق ہونے کا نعرہ لگانے کے بجائے "حق چار یار" کے نعرے کو اپنا نشان بنایا ہے کیونکہ میرا اور سنی مسلمان کا ایمان ہے کہ تمام صحابہ برحق اور رضی اللہ عنہم کا مصداق ہیں لیکن یہاں خلافت راشدہ کے جواب میں "حق چار یار" کا نعرہ لگایا جاتا ہے کیونکہ تمام صحابہ تو خلیفہ نہ تھے۔ یہ عنوان قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کی بنیاد پر صدیوں سے مشہور ہے اور خارجیوں کے اس سے بدکنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان "چار یار" میں حضرت علی المرتضیٰ بھی آجاتے ہیں۔ رافضی پہلے تین خلفاء کی وجہ سے اور

خارجی چوتھے خلیفہ راشد کی وجہ سے اس کے مخالف ہیں۔

جھوٹ نمبر ۱۱

یہ بھی مؤلف کا سفید جھوٹ ہے کہ میرا مقصد حضرت معاویہ کو خلفائے برحق کی فہرست سے خارج کر کے انھیں اوّل الملوک (پہلا بادشاہ) بنانا مقصود ہے"

بندہ جمہور اہل سنّت کے عقیدہ کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق خلیفہ برحق مانتا ہے۔ چنانچہ بندہ نے "حضرت معاویہ اور مودودی" کے عنوان کے تحت اپنی کتاب "مودودی مذہب" مولفہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۶۸ء میں لکھا ہے:۔

حضرت معاویہؓ خلیفہ برحق ہیں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے ہیں۔ نبی کریم نے ان کے لئے یہ دعاء فرمائی ہے اللھم اجعله هادیا ومهدیا (ترمذی شریف) "اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنا دے"۔ اس میں حضرت معاویہؓ کی بہت بڑی فضیلت پائی جاتی ہے کیونکہ اوّل تو آپ صحابی ہیں اور پھر آپ کے لئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی جامع دعاء فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا آپ سے صلح کر لینا

اور آپ کو اس وقت کی وسیع مملکت اسلامیہ کا خلیفہ تسلیم کر لینا اور پھر امام کربلا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ۱۹ یا ۲۰ سال حضرت امیر معاویہ رضؓ کی خلافت کو تسلیم کئے رکھنا اور آپ کی طرف سے سالانہ وظیفہ قبول کر لینا حضرت معاویہ رضؓ کی حقانیت اور خلافت حقہ کی ایک زبردست شہادت ہے[۱] الخ (مودودی مذہب پاکٹ سائز ص۴۲)

(۲) شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کی کتاب "مودودی عقائد اور دستور کی حقیقت" کے مقدمہ (محررہ ۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء) میں بندہ نے مودودی کی جرح و تنقید کے جواب میں لکھا ہے:۔ اگر حضرت معاویہ رضؓ کا کردار یہی ہوتا تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے مصالحت نہ کرتے اور نہ ہی اس وقت کی ساری امت اسلامیہ حضرت معاویہ رضؓ کے پرچم تلے جمع ہوتی نہ حضرت حسن رضؓ دس ماہ تک حضرت معاویہ رضؓ کو اپنا خلیفہ بنائے رکھتے۔ اور نہ ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۱۹ یا ۲۰ سال تک بیت المال سے وظیفہ لیکر حضرت معاویہ رضؓ کی خلافت کے سائے میں اتنا طویل وقت گزارتے"۔ (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت

---

[۱] اسی صفحہ کے حاشیہ میں بندہ نے لکھا ہے: غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں: حضرت علی رضؓ کی وفات پا جانے اور حضرت حسن رضؓ کے خلافت کے ترک کر دینے کے بعد معاویہ بن ابی سفیان رضؓ پر خلافت کا مقرر ہونا درست اور ثابت ہے۔ اور حضرت معاویہ رضؓ کا خلیفہ ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قول سے بھی ثابت ہے۔ (غنیۃ الطالبین مترجم ص ۱۱۸/۱۱۹)۔

مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ ہرنولی ضلع میانوالی ص۲۴۵) ۔

(۳) میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل میں (جس کے جواب میں "اصل حقیقت لکھی گئی ہے) یہ تصریح کر دی ہے کہ :- بیشک تمام اصحاب و یاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں لیکن ہم حق چار یارؓ تو خلافت راشدہ کے جواب میں کہتے ہیں ۔ اور ہر صحابی کو خلافت نہیں ملی ۔ اور گو حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی برحق خلیفہ ہیں اور ان کی صلح کے بعد بالاتفاق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی برحق خلیفہ ہیں ——— ——— مگر یہ دو تو حضرات مہاجرین صحابہ میں سے نہیں ہیں اور قرآن حکیم کی آیت تمکین اور آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین صحابہ میں سے خلافت عطاء کرنے کا وعدہ فرمایا اور مہاجرین صحابہ میں سے صرف چار یار کو ہی خلافت ملی ہے الخ (ص۵۴۰)

(سوال) اگر خلافت راشدہ کے جواب میں حق چار یار کہنے سے میری مراد حضرت معاویہؓ کو خلفائے برحق سے نکالنا ہے تو اس سے تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ حضرت امام حسنؓ بھی میرے نزدیک خلیفہ برحق نہیں ہیں کیونکہ وہ بھی تو "چار یار" میں شامل نہیں ہیں حالانکہ میں تمام اہل السنّت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق حضرت حسنؓ کو بھی برحق خلیفہ مانتا ہوں ۔

(۴) مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کی حسب ذیل عبارت میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۵۳۷ پر درج کر دی

ہے کہ: ۔حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد تمام مسلمانوں کے اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیق رضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام بنائے گئے اس لئے یہ خلیفہ اوّل ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عثمان تیسرے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد حضرت علی رض چوتھے خلیفہ ہوئے۔ ان چاروں کو خلفائے اربعہ اور خلفائے راشدین اور "چار یار" کہتے ہیں"۔ (تعلیم الاسلام حصہ سوم ص۱۵)۔

حضرت مفتی صاحب نے بھی خلفائے اربعہ کے لئے چار یار کی اصطلاح کا ذکر فرما دیا۔ اب ان پر بھی تبرا ڈال دیجئے۔

(۳) میں نے سکندر نامہ (حضرت نظامی گنجوی) بدائع منظوم فارسی نام حق۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے اشعار وغیرہ سے چار یار کا ثبوت پیش کیا ہے (ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اول ص۵۲۸) ان کو بھی تبرا کا مصداق بنا لیں۔

(۴) تحریک مدح صحابہ لکھنؤ کے جلوسوں میں احرار رضاکار یہ شعر پڑھتے تھے ؎

جن کا ڈنکا بج رہا ہے چار سو لیل و نہار
وہ ابوبکر و عمر عثمان و حیدر چار یار

بحوالہ کاروان احرار ج ۲ ص۱۳۱ مرتبہ جانباز مرزا۔ (ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اول ص۵۴۳)۔ ــــــ جس جرم کا الزام مؤلف اصل حقیقت

مجھ پر لگا رہے ہیں اس کا تو زور و شور سے احرار رضا کار ارتکاب کر چکے ہیں جن کے قائد امیر شریعت حضرت مولانا السیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ تھے۔ اب ان سب حضرات کو بھی اپنا تبرا پہنچا دیں۔ آخر ڈھیٹ پن کی بھی کوئی حد ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۲ مؤلف اصل حقیقت لکھتے ہیں :- یہی چالا کی حضرت معاویہؓ کو گرانے کے لئے چکوالی صاحب کے معنوی استاد لعل شاہ بخاری اور جماعت اسلامی کے حضرات بھی کرتے ہیں"۔ یہ بھی ان کا کھلا جھوٹ ہے حالانکہ میں نے مولانا لعل شاہ صاحب بخاری کے اس نظریہ کی تردید کی ہے جو انہوں نے حضرت معاویہؓ کے متعلق اپنی کتاب "استخلاف یزید" میں پیش کیا ہے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا پورا پورا دفاع کیا ہے۔ چنانچہ میں نے لکھا ہے کہ :- یزید کی تکفیر میں اہل السنت والجماعت میں اختلاف پایا جاتا ہے البتہ اسکے فسق پر اتفاق ہے۔ لیکن اس سلسلے میں مولانا لعل شاہ بخاری نے جس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدفِ طعن بنایا ہے ان کے جن فضائل کے اکابر اہل سنت قائل ہیں ان پر بھی جرح کی ہے اور ترتیب وار انکے منکرات کو تفصیلاً پیش کیا ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی (یعنی حضرت معاویہؓ) کی تنقیص و توہین کا پہلو ہی نمایاں ہوتا ہے الخ (خارجی فتنہ حصہ اول حاشیہ ص۲۸۴)

علاوہ ازیں بندہ کی ایک کتاب حال ہی میں "دفاع حضرت معاویہ رضؓ" شائع ہو چکی ہے جو بخاری صاحب موصوف کے ایک شاگرد مولوی مہر حسین شاہ صاحب بخاری کی میرے نام کھلی چھٹی کے جواب میں ہے اسمیں میں نے مولانا بخاری کے افکار و نظریات پر سخت تنقید کی ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۳ مؤلف "اصل حقیقت" کا مجھ کو جماعت اسلامی کے حضرات کا معنوی شاگرد قرار دینا بھی ان کا پہاڑ سے بھی بڑا جھوٹ ہے۔ کیونکہ میں نے اپنی تصانیف "مودودی مذہب۔ علمی محاسبہ وغیرہ میں مودودی نظریات کا مدلل ابطال کیا ہے۔ حتیٰ کہ جمعیت علماء اسلام سے استعفا کی سب سے بڑی وجہ ان کا مودودی جماعت سے اشتراک و اتحاد تھا۔

جھوٹ نمبر ۱۴ مؤلف مذکور کا یہ لکھنا بھی بہت بڑا جھوٹ ہے کہ جلسہ خیر المدارس کی تقریر میں چکوالی صاحب نے مشاجرات صحابہ کی بحث چھیڑ دی اور حضرت معاویہ رضؓ کے خلاف تبرا کیا۔" (ص ۱۹)

حقیقت یہ ہے کہ بندہ نے اس تقریر میں قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کا بیان کیا تھا جس کا مصداق چار یار ہیں اور اکابر کی عبارت سے یزید کا فاسق ہونا ثابت کیا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق میری تقریر کے اقتباسات حسب ذیل ہیں: ۔

(۱) جب تک سب صحابہ پر یقین اور اعتماد نہیں کرو گے سارے دین اور ساری شریعت پر اعتماد قائم نہیں ہو سکتا جس کو صحابی مان لو اس پر تنقید نہ کرو۔ اس پر اعتراض نہ کرو۔ اسپر طعن و تشنیع نہ کرو۔ اسکے ایمان پر حملہ نہ کرو۔ اسلئے کہ وہ تو جنتی بن گئے ـــــــ ہم تو والجماعت۔ ساری جماعت رسولؐ کو جنتی کہتے ہیں۔ جنتی پر بھی کوئی اعتراض کر سکتا ہے الخ

(۲) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ برحق ہیں پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ برحق ہیں۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی خلیفہ برحق ہیں اور بھی ہوئے ہیں لیکن ہم حق چار یار کیوں کہتے ہیں خلافت راشدہ کے جواب ہیں۔ یہ ذرا سمجھانا ہے۔ خلافت کی قسمیں ہیں۔ حضورؐ کی جانشینی کی قسمیں ہیں۔ یہ چار خلفائے راشدین جو ہیں یہ قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین ہیں۔ الخ

(۳) ہر صحابی کو جنتی مان لو۔ کسی کے متعلق کوئی دل میں غبار نہ رہے میل کچیل نہ رہے سنی بن گئے۔ اور اگر تم دل میں کھوٹ رکھتے ہو خواہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رکھتے ہو خواہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رکھتے ہو خواہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رکھتے ہو تو تم سنی نہیں ہو۔ تمہارا راستہ جدا ہو گیا اکابر دیوبند نے جو اعتقادات لکھے ہیں ان کو مان لو تو صحیح دیوبندی ہو۔ عمل کی رب توفیق دے۔ اب ان کا نام لو عقیدہ جدا بتاؤ

تو کیسے اتحاد ہو سکتا ہے الخ

(۴) آج خلافت راشدہ کا تحفظ بہت اہم ہے ضروری ہے۔ بچ نہیں سکو گے رافضیوں سے خارجیوں سے۔ ہمارے اکابر مودودی اور مودودی جماعت سے اختلاف کیوں رکھتے ہیں اسلئے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وہ جرح اور طعن کی ہے کہ اسکے بعد وہ خلافت راشدہ کے منصب پر تسلیم نہیں کئے جا سکتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف اجتہادی تھا۔ امام حسن رض کی صلح کے بعد بالاتفاق خلیفہ برحق ہیں ان پر طعن و تشنیع کرنے والا جو ہے وہ عذاب کی گرفت میں ہے۔ کسی پر طعن نہ کرو۔ کسی پر طعن نہ کرو تو سنی ہو۔"

(۵) سارے اصحاب جنتی سارے حضور کے فیضیافتہ۔ انکے مراتب و مدارج ہیں جس طرح انبیاء کے ہیں۔ یہ چار جو ہیں انبیائے کرام کے بعد بالترتیب ان کو افضلیت حاصل ہے۔ الخ

یہ ہیں صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے متعلق میری تقریر کے اہم اقتباسات۔ میں نے سب صحابہ کو جنتی قرار دیا اور حضرت امیر معاویہ رض کے خلیفہ برحق ہونے کی تصریح کر دی۔ شیعیت اور مودودیت کے حملوں سے آپ کا دفاع کیا۔ اور آپ پر طعن و تشنیع کرنے والے کو اہل سنت سے خارج قرار دیا۔ لیکن مؤلف "اصل حقیقت" اس کو حضرت معاویہ پر تبرا قرار دے رہے ہیں۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف مذکور اور اس کی پارٹی کا اصل مشن

حبّ صحابہ اور حبّ معاویہ نہیں بلکہ اصحاب دشمنی اور اسلام دشمنی ہے۔
میں نے اپنی تقریر میں خیر المدارس کے مہتمم حضرت مولانا محمد شریف صاحب رحمہ اللہ اور اساتذہ کی موجودگی میں ہزارہا سامعین کے سامنے لاؤڈ اسپیکر پر حضرت معاویہ اور تمام صحابہ کو اپنے عقیدہ کے مطابق جنّتی قرار دیا ہے لیکن اس کو وہ تبرّا قرار دے رہے ہیں۔ یہ کونسا مذہب ہے منکر خدا یعنی کمیونسٹ اور دہری بھی اتنا جھوٹ نہیں بولتا جتنا جھوٹ ——— مؤلف اصل حقیقت بولتے ہیں۔
العیاذ باللہ۔ ——— میں نے اس تقریر میں محمود احمد عباسی۔ مولوی عظیم الدین وغیرہ کی کتب سے وہ عبارتیں پیش کی تھیں جن میں واضح طور پر قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد کی توہین ہوتی ہے۔ میں نے عباسی پارٹی کے اس نظریہ کی بھی تردید کی تھی کہ یزید خلیفہ راشد اور صالح و متقی تھا۔ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارتوں سے یہ ثابت کیا تھا کہ یزید فاسق ہے۔ چونکہ مؤلف "اصل حقیقت" عباسی پارٹی اور اس کے مشن کے ہی کوئی اہم رکن ہیں۔ اسلئے اصل دکھ تو ان کو یہ ہے کہ میں نے عباسی نظریہ یزید کی تردید کردی لیکن اپنے اس زیر بحث کتابچہ میں میری اس تردید یزیدیت کا ذکر تک نہیں کیا۔ اور میرے اس عقیدہ کو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں بغض معاویہ رضی اللہ عنہ

قرار دیا۔ کیا اس جھوٹ۔ فریب اور بددیانتی کا بھی حبِ معاویہؓ سے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ تعلق ہو سکتا ہے؟

مولانا عطاء المنعم صاحب کا سابقہ حسنِ ظن

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مولانا حافظ عطاء المنعم صاحب یعنی ابوذر بخاری نے اپنے مکتوب کے ذریعہ میرے مضمون (مقدمہ آفتاب ہدایت) کی تعریف کی تھی۔ بعدازاں بھکر اور ملتان میں غالباً تین چار مرتبہ مختصر ملاقات کا موقع ملا۔

(۲) چند سال ہوئے انہوں نے میرے پاس چکڑال میں صوفی حاجی عبدالرحیم صاحب ساکن موسیٰ خیل ضلع میانوالی اور چودھری ثناء اللہ صاحب بُھٹہ (مقیم لاہور) کو بھیجا کہ خدام اور ان کی جماعت مشترکہ طور پر کام کریں۔ لیکن بندہ نے معذرت پیش کر دی تھی کہ بس تو بمشکل اپنی چھوٹی سی جماعت خدام اہل سنت کو چلا رہا ہوں۔ اشتراک سے آجکل فائدہ کم ہوتا ہے۔

جانشین امیر شریعت کا مکتوب گرامی

(۳) اس کے کچھ عرصہ بعد حافظ صاحب موصوف نے مجھے ایک کارڈ (محررہ ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ ۳۰ نومبر ۱۹۷۸ء) ارسال کیا جس میں بندہ کے نام کے ساتھ مجاہدِ اہل سنت لکھا۔ سلام مسنون کے بعد آپکا مکتوب حسب ذیل ہے:۔

قریباً دو ماہ ہوئے ہیں کہ آپ کے شناسا اور میرے محترم جناب

مولوی غلام یٰسین صاحب جہلمی (موصوف کھوئن تحصیل چکوال کے رہنے والے ہیں اور اب ملتان میں مقیم ہیں) نے میری خصوصی فرمائش پر جناب کی تالیف لطیف "بشارۃ الدارین" آپ کے مکتبہ سے قیمتاً حاصل کرنا چاہی تو میرا نام معلوم ہونے پر آپ نے اس کی واجبی قیمت وصول کئے بغیر ہی ہدیۃً عنایت فرمادی جو موصوف کی سفر سے واپسی پر مجھے مل چکی ہے۔ آپ نے قیمت نہیں لی یہ حسنِ سلوک ہے۔ فجزاک اللہ تعالیٰ۔ باقی ہدیہ تو یوں بھی بے بہا ہوتا ہے از روئے حساب دینا بجز توجہ قلب ازدیاد محبت اور جوابی خدمت کے سوا اسکی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ سو انشاء اللہ تعالیٰ اس کی توقع ہے اور عملاً بھی یہ حق ادا کرنے کی سعی کی جائیگی واللہ المستعان۔ البتہ مکتوب تشکر میں تاخیر میرے جیسے سراپا قصور کی غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ ہے ورنہ وصول ہدیہ کے بعد از خود پیدا ہونے والے احساسِ جواب اور قاصدِ ہدیہ کی یاددہانی کے سلسلہ میں کوئی قصور حائل نہیں ہوا۔ گو اس کے علاوہ قریباً ڈیڑھ برس کی مسلسل بیماری اور ذاتی اور جماعتی مصروفیات کا شرعی عذر بھی موجود ہے تاہم معذرت خواہ ہوں۔ امید ہے محسوس نہ فرمائینگے

(۲) کئی برس سے پندرہ روزہ "الاحرار" کی ادارت کا کام گھسیٹ رہا ہوں میرے نقطہ نگاہ سے علمی اور تبلیغی طور پر اب اسکا رخ حسبِ منشا ہو رہا ہے چند روز تک اسکے سابقہ شماروں میں سے چند پرچے بطور نمونہ اور ہدیۃً بھجواؤنگا۔ بعد مطالعہ اگر طبیعت آمادہ ہو تو عقیدہ

مسلک اہل السنت والجماعت کے مطابق کبھی کبھی کوئی چھوٹا بڑا مضمون اور مکتوب و مراسلہ چھپنے کے لئے بھیجدیا کریں تو شکرگزار ہوں گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اخلاقی۔ قانونی یا کسی اور قسم کی مصلحت مانع نہ ہو تو کیا آپ اس کی اجازت دیتے ہیں کہ "بشارت الدارین" حسب موقع اور گنجائش "الاحرار" میں بالاقساط شائع کردی جائے؟ یہ میری دلی خواہش ہے اور مولانا غلام یٰسین صاحب مذکور جو حسن اتفاق سے اس وقت میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور دیگر کئی احباب بھی اس بارہ میں میرے ہمنوا ہیں۔ اس کے متعلق پہلی فرصت میں آپ کی تحریری رضامندی اور اجازت کا بے چینی سے منتظر رہونگا۔ امید ہے کہ مناسب اور حسب ضرورت جواب باصواب سے خورسند فرمائینگے۔ واللہ الموفق۔ (۳) جماعت اسلامی اور مودودی صاحب کے متعلق آپ کا پرانا اور مشہور و مقبول مضمون جس میں اکابر دیوبند کا بالعموم اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بالخصوص دفاع کیا گیا ہے۔ لیکن اس کا کتابی نام فی الوقت یاد نہیں آرہا۔ نیز حضرت مدنیؒ کا مرتب کردہ شجرہ روحانیہ جس میں حضرت کے خود نوشت حالات بھی شامل ہیں اور چند برس ہوئے آپ نے اس کو بڑے اہتمام سے شائع کیا تھا اور اگر کوئی مزید اس سلسلہ میں نئی مطبوعہ بھی ہو تو سب کے دو دو نسخہ پر مشتمل وی پی میرے نام کردی جائے۔ انشاءاللہ وصول کرلی جائیگی اور کیا لکھوں سب سے بڑی اور آخری فرمائش

اپنی اور اماں جی مدظلہا اور اپنی بیوی بچوں کی صحت و عافیت حصولِ علم دین و توفیق عمل خیر نیز عزیمت و استقامت اور حسنِ خاتمہ کے لئے مسلسل دعاء کا التماس ہے امید ہے کہ اس سے دریغ نہ فرمائیگے

والسلام ۔مخلص و فقیر ابو معاویہؓ "۔

جوابی مکتوب

حضرت مولانا عطا، المنعم صاحب موصوف کے جواب میں میرے عریضہ کی عبارت حسب ذیل ہے

مکرمی حضرت شاہ صاحب زید مجدہم ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔عنایت نامہ موصول ہوا۔ طالب خیر بخیر ہے ۔جواب میں بہت زیادہ تاخیر ہوگئی ہے جس پر معذرت خواہ ہوں۔ امراض و عوارض مختلفہ کے علاوہ غفلت بھی اس کا سبب ہے ۔مختلف موضوعات پر لکھنا پڑجاتا ہے۔ ایک شیعہ مولوی نے دس سوالات کسی اور مولوی صاحب کو لکھے تھے انہوں نے جواب کے لئے وہ خط مجھے بھیجدیا جس کا جواب ارسال کیا گیا۔ ان شاء اللہ اس کی[1] اشاعت کا بھی ارادہ ہے ۔شیعہ رسائل :۔

" میں شیعہ کیوں ہوا "

ملک میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اسی رافضی مصنف نے اس رسالہ میں سُنی مذہب پر یکصد سوالات وارد کئے ہیں۔ پھر دوسرے رسالے میں اس نے ایکہزار سوالات پیش کئے ہیں اور آئندہ اس نے اعلان کیا ہے کہ دس ہزار سوالات لکھوں گا۔ ایک طرف اتنی محنت ہو رہی ہے

---

[1] یہی جواب سنی مذہب حق ہے کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ ۱۲

اور ادھر اہل السنت والجماعت کے ہاں گویا کہ اس محاذ پر خاموشی ہے تو عالم اسباب میں کس کا مشن تمتی پذیر ہوگا. خدانخواستہ۔ ایک سنی مولوی نے خلافت راشدہ کے جواب میں "حق چار یار" کہنے پر اعتراض کیا ہے اور غیر مطبوعہ رسالہ کی صورت میں میرے پاس بھیجا ہے۔ اس کا موقف یہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ راشد ہیں اسلئے "حق چار یار" کہنا صحیح نہیں. خلافت راشدہ کے جواب میں "حق پنج یار" کہا جائے۔ اس کے جواب میں دو قسطیں ارسال کر چکا ہوں۔ آج ہی دوسری قسط روانہ کی ہے۔ ان شاء اللہ اب تیسری قسط لکھوں گا۔ جوابی تحریر زیادہ مفصل ہوگئی ہے اسکی کتابت بھی شروع کرادی ہے ان شاء اللہ چھپوائی جائیگی. کئی رافضیوں کے خطوط کا جواب لکھنا پڑتا ہے۔ آپ کو اپنی جگہ روافض کی کارروائیوں کا تجربہ ہوگا۔ ان کے علاوہ خوارج (عباسی پارٹی) نے اہل سنت کے نام سے اپنا مشن جاری کیا ہوا ہے ان کا لٹریچر بھی پہنچتا رہتا ہے اور کراچی کے بعض علماء ان کی قیادت کر رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون بندہ نے ان کی تردید میں بھی کچھ لکھنا شروع کیا تھا لیکن ناتمام رہ گیا۔ اہل سنت اس دور تنزل میں ہر فتنہ کا شکار ہو رہے ہیں۔ مودودیت نے تو اقتدار میں بھی وافر حصہ ڈال رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ملک و ملت کو سب فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ اور اہل السنت و الجماعت کو ترقی و استحکام نصیب ہو۔ آمین۔ آپ نے اپنے پرچہ

" الاحرار" میں "بشارت الدارین" بالاقساط شائع کرنے کی فرمائش کی ہے۔ سو آپ شائع کر سکتے ہیں۔ اگر کہیں بالفرض کسی بات میں اختلاف ہو تو تحریر فرماویں۔ واللہ اعلم۔ مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب مع احباب تشریف لائے تھے۔ بندہ متعدد پہلوؤں کے پیش نظر اسمیں توقف رکھتا ہے۔ یہ فتنوں کا دور ہے تھوڑا کام بھی ہو جائے تو غنیمت ہے۔ چھوٹی سی جماعت کو چلانا اور اس کو متفق رکھنا مشکل نظر آتا ہے واللہ اعلم۔ بزرگان و احباب کی خدمت میں سلام مسنون۔ مولانا محمد یٰسین صاحب کی خدمت میں بھی۔ آپکا گرامی نامہ حسب فرمائش واپس ارسال خدمت کیا جاتا ہے۔ جس کتاب کے متعلق آپ نے فرمایا ہے یاد نہیں کیا نام ہے ایک کتاب تو علمی محاسبہ ہے جو مفتی محمد یوسف مودودی کی کتاب "جائزہ" کے رد میں ہے۔ صحابہ کا معیار حق ہونا اور مسئلہ عصمت انبیاء اس کا موضوع ہے۔ والسلام۔ خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہٗ"۔

بندہ کا یہ جوابی مکتوب مؤلف "اصل حقیقت" کے ان بہتانات کا جواب ہے جو مجھ پر گلابی شیعہ اور جماعت اسلامی وغیرہ کے معنوی شاگرد ہونے کا لگا رہے ہیں۔ بندہ نے اس خط میں شیعیت، مودودیت اور خارجیت سب فتنوں کا ذکر کر دیا ہے اور "حق چار یار" کی بھی تصریح کر دی ہے۔

(۲) اس مکتوب میں مولانا عطاء المحسن شاہ صاحب کے جس وفد کا ذکر ہے وہ میرے جوابی مکتوب کے لکھنے سے پہلے تشریف لائے تھے جبکہ انہوں نے اپنی جماعت اور خدام کے اشتراک کی فرمائش کی تھی جس پر

بندہ نے معذرت کردی تھی۔ بہرحال مولانا عطاء المنعم صاحب بخاری کے مکتوب اور ان کی طرف سے ان کے چھوٹے بھائی مولانا عطاء المحسن صاحب بخاری کا میرے پاس تشریف لانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ میرے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے اور مجھے اہل السنت والجماعت کا خادم قرار دیتے تھے

مولانا عطاء المنعم صاحب کی تقریر

خیرالمدارس ملتان کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ مطابق ۳، ۴، ۵ اپریل ۱۹۸۱ء میں بندہ بھی مدعو تھا۔ بندہ مدرسہ کے ایک حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ بعض منتظمین جلسہ ۵ اپریل بروز اتوار ظہر سے پہلے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ظہر کے بعد دو تقریریں ہونگی۔ مولانا عطاء المنعم صاحب کی اور آپ کی۔ پہلے کس کی تقریر ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جیسا مناسب سمجھیں انہوں نے فرمایا کہ پہلے آپ کی ہوگی اور بعد میں مولانا موصوف کی۔ اس پروگرام کیمطابق میں نے بعد از ظہر تقریر کی جس کے بعض اہم اقتباسات پہلے نقل کر دیئے گئے ہیں۔ میں ان دنوں وقتی تقاضا کے تحت رد شیعیت کے علاوہ رد خارجیت[1] پر بھی بولتا تھا۔ اور مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اکابر علمائے دیوبند کی تحقیق کے مطابق بیان کرتا تھا اسی معمول کے مطابق میں نے ان زیر بحث مسائل میں تقریر کی۔ گو میں نے چند سال پہلے

---

[1] یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ خیرالمدارس کے علاوہ ضلع ملتان کے چند مقامات رنگیلپور (ملتان)، کبیر والا۔ دنیا پور۔ منڈی جہانیاں۔ خانیوال۔ مخدوم پور (دو روزہ سالانہ) کے لئے جلسوں کا پروگرام حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب امیر تحریک

یہ بات سُنی تھی کہ مولانا حافظ عطاء المنعم صاحب بخاری محمود عباسی صاحب کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" سے متاثر ہیں لیکن میرے دل میں اس وقت بخاری صاحب موصوف کے متعلق ایسا کوئی تصور نہیں تھا اور جبکہ مولانا موصوف میری کتاب "بشارت الدارین" (جو رد ماتم شیعہ میں ایک مفصل و مدلل ضخیم کتاب ہے) کے "الاحرار" میں بالاقساط شائع کرنے کی فرمائش کر چکے تھے اور میں نے ان کو اجازت بھی دیدی تھی اور موصوف جماعتی اشتراک کے لئے دو مرتبہ میرے پاس وفد بھی بھیج چکے تھے اسلئے پہلے مسلکی اختلاف کا احتمال بھی نہ تھا۔ میں نے اپنی تقریر میں جو مسئلہ بھی بیان کیا اکابر دیوبند کی پیروی میں کیا۔ میری تقریر ختم ہونے سے چند منٹ پہلے مولانا بخاری صاحب موصوف بھی اسٹیج پر تشریف لے آئے تھے۔ میں تقریر کرکے واپس حجرہ میں آگیا اس کے بعد مولانا بخاری نے تقریر کی۔ اور بعض احباب نے بتایا کہ تمہاری تقریر کی تردید کی ہے۔ حالانکہ میری ساری تقریر تو مولانا موصوف نے غالباً سنی نہ ہوگی۔ لوگوں نے انھیں خدا جانے کیا بتایا ہوگا۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ میری تقریر میں کونسی بات مسلک اہل السنّت والجماعت کے خلاف تھی۔ میں نے مولانا حافظ عطاء المنعم صاحب کی تقریر کی کیسٹ بعد میں گھر آکر سنی ہے۔ جس میں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ:-

(بقیہ صفحہ گزشتہ، حاشیہ) خدام اہل سنت ضلع ملتان نے بذریعہ اشتہار شائع کر دیا تھا اور خیر المدارس کی تقریر کے بعد نماز عصر پڑھ کر ہمنے رات کو کبیر والہ (ملتان) میں جلسہ کیا تھا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ موضوع شروع ہو۔ لیکن میرے ایک محترم بزرگ فاضل نے اس مسئلہ پر بڑی کمبار منٹ کی ہے اور ان کا بڑا احترام کرتا ہوں جن اکابر کا نام انہوں نے لیا ہے انھیں اکابر میں حضرت قطب الاقطاب مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ بھی شامل ہیں اور فاضل بزرگ کی نظر سے میں تو ان کے مقابلے میں طالب العلم ہوں۔ وہ تمام فتاوی گزر چکے ہونگے جو اکابر نے دیئے ہیں۔ انہی میں حضرت گنگوہی کا فتویٰ بھی ہے کہ اگرچہ میں ان بزرگوں کی پیروی میں اس کو فاسق کہدیتا ہوں لیکن واضح رہے کہ یہ مسئلہ علم عقائد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ علم تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی اگر کسی کی تحقیق میں اس کا فسق و فجور تاریخ سے ثابت نہ ہو تو اس کو محبت نہ کرنا سہی۔ اس کو لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے اگر وہ اس کو رضی اللہ عنہ کہ نہیں سکتا۔ کسی نے کہدیا ہے دعائے مغفرت کر کے تو کوئی کفر کا ارتکاب اس نے نہیں کیا۔ یہ بات میرے بزرگوں کو اچھی طرح معلوم ہے اور میں اس مسلک میں حضرت گنگوہی کا پیروکار ہوں" الخ

تبصرہ مولانا عطاء المنعم صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ میں اس مسلک میں حضرت گنگوہیؒ کا پیروکار ہوں تو اس میں انکے ساتھ یزید کے بارے میں اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن تقریر میں جو مولانا موصوف نے حضرت گنگوہی کا مسلک پیش کیا ہے اسمیں ان کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے یزید کے

متعلق لعن و تکفیر میں اختلاف کا ذکر کیا ہے نہ کہ فسق میں کیونکہ فسق پر تو نہ صرف اکابر دیوبند بلکہ جمہور اہل السنت والجماعت متفق ہیں۔ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

(ا) بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کف لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے کیونکہ حسینؓ کے قتل کو حلال جاننا کفر ہے مگر یہ امر کہ یزید قتل کو حلال جانتا تھا متحقق نہیں لہذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا۔ (فتاوی رشیدیہ مبوّب ص۴۹)۔

(ب) فرماتے ہیں : پس جب تک کسی کا کفر پر مرنا متحقق نہ ہو جائے اس پر لعنت کرنا نہیں چاہیے کہ اپنے اوپر عود لعنت کا اندیشہ ہے لہذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں مگر جس کو محقق اخبار سے اور قرائن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی اور خوش تھا۔ ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مر گیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یونہی ہے اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اوّل میں وہ مومن تھا۔ اس کے بعد وہ ان افعال کا مستحِل (حلال جاننے والا) تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہ ہوا۔ تحقیق نہیں ہوا پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں۔ لہذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ بھی حق ہے پس جواز لعن و عدم لعن کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے کیونکہ اگر لعن جائز

ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنّت نہ مستحب۔ محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم" (فتاوی رشیدیہ ص ۳۹) اور حضرت گنگوہیؒ کے فتاوی کی یہ دونوں عبارتیں بشارت الدارین ص۲۰۲ پر بھی منقول ہیں۔ بہرحال حضرت گنگوہیؒ نے یزید کے بارے میں یہ تو واضح فرما دیا:۔ "مگر فاسق بے شک تھا"۔ مگر اسکے کفر اور لعن کے متعلق اختلاف کا ذکر فرمایا۔ اور اس کے متعلق فرمایا کہ "ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے"۔ اور یہی محتاط مسلک ہے۔ اور بندہ نے فسق یزید کے متعلق "خارجی فتنہ حصّہ دوم" میں مفصل بحث کی ہے اور فاسق کہنے سے بھی ہمارا یہ مطلب نہیں کہ اس کے فاسق ہونے کی گردان کرتے رہیں بلکہ اس دور میں جب عباسی پارٹی نے یزید کو عادل۔ صالح۔ متقی۔ حتیٰ کہ خلیفہ راشد ماننے پر زور دیا اور جمہور اہل السنّت والجماعت کے مسلک اعتدال کی تردید کی تو پھر یزید کے بارے میں اہل السنّت والجماعت کے تحقیقی مسلک کے اثبات کی ضرورت پڑ گئی۔

حضرت حسین کی تین شرائط

بحث یزید کے سلسلہ میں ہی جناب مولانا حافظ عطاء المنعم صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ:۔ حسن حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں برا تھا ٹھیک ہے لیکن حسن حسین کہو اونچی آواز سے رضی اللہ عنہ۔ حسن حسین نے اس کے مشروط

مشیروں سے جام شہادت نوش کیا ہے اس حسینؓ کی اپنی آواز ہے نوحوالوں سے دنیا میں ثابت ہے اختاروا منی ثلثاً مجھ سے تین باتیں منوالو۔ چوتھی کوئی شرط میں نہیں مانوں گا ——— یا مجھے وہاں بھیجدو جہاں سے میں آیا ہوں یعنی مدینہ ——— یا وہاں سرحد پر بھیجدو تمہیں اگر میرے وجود سے ڈر ہے کہ میں موومنٹ چلاؤں گا یا تحریک چلاؤں گا کہ یزید کی حکومت متزلزل ہوجائیگی ——— اگر یہ بھی نہیں۔ پھر میرا راستہ چھوڑدو مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ میں اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے کے لئے بھی تیار ہوں۔ وہ اپنی رائے میرے متعلق سوچیگا جو چاہیگا فیصلہ کرے مجھے قبول ہوگا۔ مجھے اس کے پاس لے چلو وہ مجھ سے گفتگو کر کے میری شکایات دور کردے وہ مجھے منالے گا میں بیعت کرنے کو تیار ہوں"۔

تبصرہ راجح قول یہی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیعتِ یزید کے لئے آمادہ نہیں ہوئے جیسا کہ شیخ الاسلام و المسلمین حضرت مدنیؒ وغیرہ اکابر نے فرمایا ہے۔ لیکن مولانا بخاری صاحب موصوف کے الفاظ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حسین غیر مشروط طور پر بیعت کے لئے راضی نہیں ہوئے بلکہ یہ فرمادیا کہ ا۔ وہ مجھ سے گفتگو کر کے میری شکایات دور کردے وہ مجھے منوالے میں بیعت کرنے کو تیار ہوں" ——— اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت امام حسینؓ کو یزید سے کچھ شکایات ضرور تھیں۔ اس سے محمود احمد صاحب عباسی

اور ان کی پارٹی کے اس نظریہ کی تو تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت حسینؓ نے ذاتی اقتدار کے حصول کے لئے خروج کیا تھا یا یہ کہ آخر میں بلا شرط آپ بیعت یزید کے لئے راضی ہو گئے تھے۔ یہاں مزید گنجائش نہیں۔ خارجی فتنہ حصہ دوم میں بندہ نے مذکورہ شرائط پر بھی بحث کر دی ہے۔ آخر میں گزارش ہے کہ اگر جناب مولانا عطاء المنعم شاہ صاحب کے خدام آپ کی یہ تقریر شائع کرنا چاہیں تو اس کے ساتھ میری تقریر بھی شائع کرنی چاہیے تا کہ حقائق واضح ہو کر مؤلف "اصل حقیقت" کی غلط بیانیاں بے نقاب ہو جائیں۔

چکوال میں مولانا عطاء المنعم بخاری کی تشریف آوری

جناب مولانا حافظ عطاء المنعم صاحب بخاری سے متعلق مؤلف "اصل حقیقت" کا جواب یہاں تک مکمل کر چکا تھا کہ حسن اتفاق سے اس کے بعد ہی اسی دن ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو بندہ کی ملاقات کے لئے اچانک تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ ملتان کے رفقاء میں سے مولانا غلام یٰسین صاحب (متوطن بھون تحصیل چکوال) وغیرہ اور تلہ گنگ سے رفیق غلام ربانی صاحب وغیرہ تھے۔ مولانا بخاری بڑے تپاک سے ملے۔ باہمی خیر و عافیت پوچھنے کے بعد آپ اپنے مذاق کے مطابق مختلف باتیں کرتے رہے کوئی اختلافی بات زیر بحث نہ آئی۔ آپ نے کھانا نہیں کھایا البتہ حسب خواہش اپنے اور رفقاء کے لئے سیون اپ کا مشروب قبول فرما لیا مولانا موصوف

نے ۲۱/۲۲ اکتوبر تلہ گنگ میں تقریر کی تھی۔ پھر رات کو آپ نے چکوال میں کسی اور جگہ قیام کیا تھا اور دن کو قریباً ۱۲ بجے میرے ہاں اچانک تشریف لائے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شاہ صاحب موصوف نے تلہ گنگ میں میری کتاب "(دفاع حضرت معاویہؓ) کا مطالعہ کر لیا تھا آپ آپ کی تلہ گنگ کی تقریر کی کیسٹ کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں (جو بعض احباب نے نقل کئے ہیں):۔

مولانا عطاء المنعم صاحب کی تقریر بمقام تلہ گنگ

فرمایا: حسینؓ کی داستان مستقل ہے اور شریف انسان اس کا منکر نہیں۔ کون کہ سکتا ہے بدنصیب کہ حسینؓ کے ساتھ جو کچھ ہوا ٹھیک تھا ــــ ظلم کوئی کرے ظلم ہے اگر ابن زیاد ظلم کرے تو وہ بھی ظلم ہے۔ بیشک حسینؓ کے قاتلوں پر خدا کی لعنت۔ عثمانؓ کے قاتلوں پر ڈبل لعنت۔ اور جو اس کو نہ مانے اور ان کے قاتلوں کو اچھا کہے اس پر خدا کی ڈبل لعنت ــــ حسینؓ مظلوم ہے تو ہم کس کے ساتھ ہیں حسینؓ کے ساتھ ہیں کہ ابن زیاد کے ساتھ۔ حسینؓ کے ساتھ۔ اور یزید کی غلطی اگر ثابت ہو جائے تو بتاؤ ہم یزید کے ساتھ ہونگے یا حسینؓ کے ساتھ۔ حسینؓ کے ساتھ۔ شمر کے ساتھ ہم نہیں جائینگے۔ انصاف ہے کہ نہیں۔ اسی طرح جنہوں نے عثمانؓ پر ظلم کیا۔ حضورؐ کے دوہرے داماد پر ظلم کیا۔ اس کو اچھا سمجھو گے یا بُرا ان کو بھی ملعون کہنا چاہیے۔ میں اپنے آپ نہیں کہتا حسینؓ کے قاتلو

کا یوں ذکر نہیں آیا۔ حسینؓ کے متعلق ام سلمہؓ نے خواب دیکھا تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضورؐ کے بالوں کے اندر دھوڑ پڑی ہے۔ پریشان ہیں۔ آتا ہے کتابوں میں۔ کہ ہاتھوں میں شیشی ہے اسمیں سرخ رنگ ہے۔ یہ عقیدے کے بارے کتابوں میں آئی ہے۔ ہوگی ہمیں اس میں کوئی انکار نہیں۔ خواب میں انسان خدا کو بھی دیکھ سکتا ہے اگر ام سلمہؓ نے حضورؐ کو دیکھ لیا اور خواب میں حسینؓ کا خون حضورؐ نے دکھا دیا تو کوئی تعجب ہے؟ اگر حضرت نبی علیہ السلام حضرت حسینؓ کی ذبح شدہ لاش ہی دکھا دیتے تو بھی کوئی تعجب نہیں ام سلمہؓ کو حضور نہ دکھائی دیتے کربلا کا نقشہ ہی سامنے آجاتا ہو سکتا تھا لیکن علامت تھی یہ ایک نشانی تھی۔ خواب کیا ہوتا ہے علامت تھی قتل حسینؓ کی کہ حسین دنیا سے شہید ہو گئے ——— نہ عثمان کے قاتل معاف کئے جائینگے نہ حسینؓ کے قاتلوں کو معاف کیا جائیگا۔ ٹھیک ہے دونو مظلوم ہیں۔ اور عثمان کی مظلومیت کا مسئلہ تو اور بھی زیادہ تیز ہے کہ حسینؓ نے تو پھر کچھ دل کی بھڑاس نکال لی۔ ان کے سوتیلے بھائیوں نے کچھ دل کی بھڑاس نکال لی۔ کہتے ہیں بہتر ادھر سے گئے اسی ادھر سے گئے۔ کوفے کی فوج کے اسی آدمی قتل ہوئے۔ اللہ ہمیں علیؓ کے غلاموں میں رکھے حسینؓ کے قدموں میں رکھے۔ امیر معاویہؓ کی جوتیوں میں رکھے۔ ابوبکر کی چھاؤں میں رکھے۔ عائشہؓ کے دوپٹے کی چھاؤں میں رکھے۔ فاطمہؓ کے دوپٹے کی چھاؤں میں رکھے۔ ہم تو ان سب کے غلام ہیں۔ ہماری کیا جرأت ہے ان کی شان میں

گستاخی کی۔ توبہ توبہ۔ ہم تو ان کا نام لے کر اللہ سے جنت مانگتے ہیں کہ یا اللہ ہمارے پلے کچھ نہیں۔ ان کے صدقے میں ہمارے گناہ معاف فرما دے جو ان کی توہین کرے۔ ان سب کے دشمنوں پر خدا کی لعنت اور ان سب کے دوستوں پر خدا کی رحمت۔ ہم تو ان سب کے نیاز مند اور غلام ہیں۔ الخ

جناب مولانا عطاء المنعم شاہ صاحب بخاری کی یہ تقریر عباسی نظریات کے خلاف ہے۔ دیکھئے مؤلف اصل حقیقت اس تقریر کو کبھی شائع کرتے ہیں یا نہیں۔ اور اس تقریر کے پیش نظر مولانا موصوف کو کبھی کچھ سناتے ہیں یا نہیں۔

فرمائیے! مولانا عطاء المنعم صاحب بخاری کی تقریر کا جو سہارا لیا تھا وہ کبھی کام نہ آسکا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب سوائے تبرا اور ماتم کے مولف مذکور کے دل کی تسلی کے لئے اور کونسا راستہ باقی رہ گیا ہے؟

نبراس کی عبارت کی بحث بددیانت کون ہے؟

مؤلف "اصل حقیقت" بعنوان :۔ "چکوالی کی بددیانتی نمبر ۱" لکھتے ہیں :۔ "خارجی فتنہ" کے ص۲۵۴ پر ایک عنوان :۔

"نبراس کی عبارت سے سنبھلوی صاحب کا غلط استدلال"

اس کی یہ بحث ص۲۷۵ پر چلی گئی ہے پھر ص۳۵۶ سے ص۳۵۸ تک یہی بحث

ہے۔ اس ساری بحث میں چکوالی صاحب نے مولانا سندیلوی کے ذمہ ایک عبارت منڈھ کر اس مندرجہ بالا عنوان سے لیکر اختتام تک دسیوں مرتبہ مولانا کو خطاب کر کے تبرا کیا ہے مگر آپ کو یہ سُن کر حیرانی ہو گی کہ یہ عبارت جو مولانا سندیلوی کے سر چپکائی جا رہی ہے اور اس پر تبرا کیا جا رہا ہے سرے سے مولانا کی عبارت ہے ہی نہیں یہ صرف چکوالی کذاب کی بد دیانتی ہے۔ اس کذاب نے ناشر کی عبارت مولانا کے سر لگا کر اس پہ گولہ باری کی ہے۔ ہم چکوالی صاحب کی یہ بد دیانتی دیکھ کر حیران ہیں۔ یہ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ چکوالی صاحب اتنی گھٹیا سطح پہ اتر سکتے ہیں۔ اور جواب شافی جو ایک مختصر سا پمفلٹ ہے اس کے ص۱۴ کو دیکھ کر ہر شخص بتا سکتا ہے کہ نبراس کی اور مولانا بخاری کے حوالہ سے تہذیب التہذیب کی جو عبارت وہاں دی گئی ہے وہ مولانا سندیلوی کی طرف سے نہیں ہے کیونکہ اس عبارت کو اوّل تو متن سے بالکل جدا چوکھٹے کی صورت میں لکھا گیا ہے پھر آخر میں بھی صاف لکھا ہوا ہے از ناشر الخ (ص $\frac{۴۵}{۴۶}$)۔

الجواب

(۱) "جواب شافی" ص۱۴ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی دوسرے صفحہ پر شائع کی جا رہی ہے۔ اس کو دیکھ کر یہ واضح نہیں ہوتا کہ عبارت "عقیدہ امام اعظم سے لیکر آخری الفاظ "اسے سُنی کہلانے کا کوئی حق نہیں" مولانا سندیلوی کی نہیں بلکہ ناشر کی ہے کیونکہ اس کے بعد حد فاصل ایک لکیر ہے اس کے

نہیں ہو گئے تھے تو سعوب کرانے کا مطالبہ ان سے کیسے ہو سکتا تھا؟ استعواب کا انتظام تو وہ بحیثیت خلیفہ ہی کر سکتے تھے۔

اعتراض کا جواب شافی تو دیا جا چکا اگر یہ بات کہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ اعتراض مجھ پر نہیں بلکہ حضرت معاویہؓ پر ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب قاضی صاحب مودودی صاحب کے راستہ کی طرف مائل ہو رہے ہیں ورنہ حضرت معاویہ اور ان کے مؤید دوسرے صحابہؓ پر اعتراض کرنے کی جسارت نہ کرتے خصوصاً جب کہ اس کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی بلکہ جس شخص نے اظہار حقیقت میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے خلاف کی کی بحث غور سے پڑھی ہو اس کے ذہن میں اس طرح کا اشکال ہی نہیں ہو سکتا۔ ٭٭٭٭٭٭

عقیدہ امام اعظمؒ | یکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر (صحابہ کرام کا سوائے اچھائی کے تذکرہ نہ کیا جائے۔) (نبراس شرح لشرح العقائد ص۵۶۹)

متقدمین کا عقیدہ | بتاتے ہوئے شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"خیر القرون (اچھے زمانے) کے بزرگوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ جو شخص یا جماعت حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتا ہے یا جنگ جمل و صفین میں حضرت علیؓ کو حق پر سمجھنے کے ساتھ آپ کے مخالفین کو خطا کار کہتا ہے وہ بھی شیعہ ہے (تہذیب التہذیب مطبوعہ دکن ج ۱ ص۹۴) یہ قول نقل کرنے کے بعد تنظیم اہلسنت پاکستان (ملتان) کے صدر حضرت مولانا نور الحسن بخاری اپنی کتاب "عادلانہ دفاع بجواب خلافت و ملوکیت" کے ص۴۲ پر لکھتے ہیں "(اس سے واضح ہے کہ) اگر کوئی شخص حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت تو نہیں دیتا لیکن جنگوں میں صرف حضرت علیؓ کو حق پر سمجھتا ہے اور حضرت معاویہؓ کو خطا پر سمجھتا ہے تو وہ بھی شیعہ ہے اسے سنی کہلانے کا کوئی حق نہیں" ——— اس موضوع پر تائید مزید کے لئے دیکھئے شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کی کتاب "براءۃ عثمان بجواب خلافت و ملوکیت" شائع کردہ مولانا ابو ذر بخاری (ابن امیر شریعت کوٹ تغلق شاہ ملتان شہر) ——— از ناشر

عہ ۔ والتشیع فی عرف المتقدمین ھو اعتقاد تفضیل علیؓ علی عثمان، وان علیاً کان مصیباً فی حروبہ وان مخالفہ مخطی مع تقدیم الشیخین و تفضیلہما

۴

شائع کر چکا ہے۔ جو پہلے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مشہور عربی ماہنامے البعث الاسلامی میں قسط وار منظر عام پر آیا تھا۔ حضرت امام اہلسنت کا یہ عربی کتابچہ بھی مصر و عرب کے علماء کرام سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ (ناشر)

خلیفہ راشد سیدنا امیر معاویہؓ اور قاضی مظہر حسین

ایک سُنی عالم کا اولین فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنی تحقیقات میں اس بات کی پوری کوشش کرے کہ ہر صحابی کا دامن دشمنوں کے لگائے ہوئے الزامات سے صاف ہو اور سب کو محترم سمجھا جائے حضرت امام اہلسنت مدظلہ نے اپنی کتاب اظہار حقیقت میں یہی کوشش کی ہے اور عقل و نقل کی روشنی میں اس بات پر دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ، حضرت امیر معاویہؓ و حضرت عمرو بن العاصؓ کا موقف بھی مبنی برحق تھا اور حضرت علیؓ کا موقف بھی صحیح تھا۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کے قاتل نہ حضرت علیؓ تھے نہ حضرت معاویہؓ تھے۔ بلکہ ان کے قاتل سبائی تھے۔ شریعت کی رو سے نہ حضرت علیؓ کی اجتہادی خطا تھی نہ حضرت معاویہؓ کی۔ لیکن قاضی مظہر صاحب کو باوجود سُنی کہلانے کے حضرت معاویہؓ کی یہ صفائی پسند نہیں آئی۔ ان کے نزدیک سُنی ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ حضرت معاویہؓ کو خطاکار مانا جائے چنانچہ وہ حضرت امام اہلسنت مدظلہ پر تنقید کرتے ہوئے ان کے اس خالص اسلامی نقطۂ نظر کو خارجیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ "خارجی نظریہ کے اثرات سے بعض علماء بھی محفوظ نہیں رہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے اختلاف و نزاع میں وہ بھی محققین اہلسنت کے مسلک اعتدال سے ہٹ کر افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مصنف عالم کو حضرت معاویہؓ کی عقیدت میں اتنا غلو ہو گیا ہے کہ وہ حضرت معاویہؓ کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنے کو بھی برداشت نہیں کرتے۔" (اس کے بعد حضرت امام اہلسنت مدظلہ کی تحریر پیش کی ہے جس میں حضرت معاویہؓ پر لگائے گئے الزامات کا رد کیا گیا ہے)۔ (دیکھئے قاضی مظہر صاحب کی کتاب "حضرت لاہوریؒ فتنوں کے تعاقب میں" ص۱۰۴ شائع کردہ خدام اہلسنت چکوال جہلم)۔ اب کوئی قاضی مظہر صاحب سے پوچھے کہ ایک شخص جو کسی بھی صحابی پر الزام تراشی نہیں کر رہا بلکہ سب کے دامن صاف کر رہا ہے اس سے آپ کو کیا تکلیف ہوتی ہے؟ کیا تمام صحابہ کرام کے بارے میں کف لسان کرنا خارجیت ہے یا حضرت معاویہؓ کو خطاکار قرار دینے میں اتنی دلچسپی دکھانا رافضیت ہے؟ اس معاملہ میں اسلاف کرام کا فیصلہ ص۱۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔ جس سے واضح ہو جائیگا کہ قاضی صاحب شیعی پروپیگنڈے کا شکار ہیں۔ (ناشر)

بعد تین سطری عبارت کے بعد "ازناشر" لکھا ہے۔
(ب) چوکھٹا پورا نہیں ادھورا ہے (البتہ آخر میں عربی عبارت کا چوکھٹا پورا ہے)
"جواب شافی" کے ص۲ تا ص۴ "عرض ناشر" کے تحت ساری عبارت ناشر کی ہے لیکن باوجود اسکے ص۴ کی چوتھی سطر سے عنوان:-
"خلیفہ راشد سیدنا امیر معاویہ اور قاضی مظہر حسین"
پر بھی نیم چوکھٹا ہے۔ چنانچہ اس ص۴ کا عکس بھی یہاں شائع کیا جارہا ہے۔ حالانکہ یہ دونو عبارتیں ناشر کی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نیم چوکھٹا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ دونوں تحریریں ایک شخص کی نہیں ہیں اور اگر صفحہ ۴ کی زیر بحث عبارت مولانا سندیلوی کی نہیں ناشر کی ہے تو اس میں میری غلط فہمی ہے نہ کہ بد دیانتی جس پر بندہ معذرت خواہ ہے۔ (ج) اس پر بھی میرا سوال یہ ہے کہ جب ناشر صاحب نے شروع میں تین صفحات لکھ دیئے تھے تو ص۱۴ پر اپنی ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت تھی۔
(۲) اگر ناشر کی زیر بحث عبارت مولانا سندیلوی کی اجازت سے لکھی گئی ہے تو ان کے نزدیک یہ عبارت صحیح ہے اور اگر مولانا کی اجازت کے بغیر لکھی گئی ہے تو یہ ناشر کی بددیانتی ہے پھر اس صورت میں سندیلوی صاحب نے اس کی تردید کیوں نہیں کی۔؟
(۳) ہم پوچھتے ہیں کہ ناشر نے ص۱۴ پر "عقیدہ امام اعظم" کے تحت

جو عبارت نبراس کی پیش کی ہے مولانا سندیلوی اس عقیدہ کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں اگر تسلیم نہیں کرتے تو ان کا عقیدہ امام اعظمؒ کے خلاف ہوا۔ اور اگر تسلیم کرتے ہیں تو پھر اس بنا پر میرا انکو مخاطب کرنا کیوں جرم ہے؟

(۴) مولانا سندیلوی نے امام اعظمؒ حضرت ابوحنیفہؒ کا یہ عقیدہ خود اپنی کتاب اظہار حقیقت جلد دوم پر بھی پیش کیا ہے۔ چنانچہ عقیدہ طحاویہ میں سے صحابہ کرام کے متعلق امام طحاویؒ کی یہ عبارت لکھی ہے:۔ وَلَا نَذْکُرُھُمْ اِلَّا بِالْخَیْرِ اور ہم ان کا (صحابہ کرام کا) تذکرہ صرف بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس کے بعد ص۴۵۹ پر مولانا سندیلوی لکھتے ہیں:۔ اس مقام پر امام طحاوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔ ھذا ذکر بیان عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ علی مذھب ابی حنیفۃ النعمان بن الثابت الکوفی وابی یوسف یعقوب بن ابراھیم الانصاری وابی عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی رضوان اللہ علیھم اجمعین یہ اہل السنت والجماعت کے عقائد کا بیان ہے وہ عقیدے جو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری اور ابوعبد اللہ محمد بن حسن شیبانی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مذہب ہے فرمائیے کہ جب مولانا سندیلوی نے خود نہ صرف امام اعظم بلکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا بھی یہی عقیدہ اپنی تائید میں پیش کر دیا ہے

تو اس بنا پر اگر میں نے ان پر تنقید کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا ان کے ذکر خیر کے منافی نہیں ہے تو اس میں کونسی بد دیانتی ہے جس کا اتہام مؤلف اصل حقیقت نمک مرچ لگا کر مجھ پر عائد کر رہے ہیں۔ (ب) عقیدہ طحاوی کی عبارت کا صحیح مطلب میں "خارجی فتنہ" حصہ اوّل ص۳۸۳ پر بعنوان "عقیدۂ طحاویہ کی بحث" بیان کر دیا ہے قارئین وہاں دیکھ لیں۔ بہرحال امام اعظم کا جو عقیدہ طحاوی شریف میں لکھا ہے وہی نبراس میں ہے۔ تو خواہ طحاوی ہو یا نبراس مولانا سندیلوی پر میری تنقید صحیح ہے۔ ہاں اگر وہ یہ فرمادیں کہ میں امام اعظمؒ کے فرمان کو نہیں مانتا تو پھر میرے اعتراض کی نوعیت دوسری ہوگی۔ کیا مؤلف صاحب کو یہ منظور ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت

ناشر صاحب نے ص۱۴۰ پر جو عبارت مولینا نورالحسن شاہ صاحب بخاری مرحوم کی کتاب "عادلانہ دفاع" سے حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری شریف کی پیش کی ہے اس کے متعلق بھی میرا سوال ہے کہ یہ مولانا سندیلوی کے نظریہ کے مخالف ہے یا موافق اگر مخالف ہے تو ناشر نے یہ عبارت اپنے امام اہل سنت کے خلاف کیوں کی ہے؟ اور اگر موافق ہے تو اس بنا پر مولانا سندیلوی کو مخاطب بنانے میں میری کیا غلطی ہے؟ (ب) خود مؤلف "اصل حقیقت" نے تہذیب التہذیب کی زیر بحث عبارت ص۵۵ پر درج کی ہے جس کا

جواب اپنے مقام پر دیا جائیگا ـــــ فرمایئے! مؤلف صاحب اپنے امام اہل سنت کی تائید میں کتابچہ "اصل حقیقت" لکھ رہے ہیں اور اسی سلسلہ میں وہ تہذیب التہذیب کی عبارت پیش کر رہے ہیں اور اسی عبارت کی بنا پر میں نے مولانا سندیلوی پر تنقید کی ہے۔ تو اب اس عبارت سے آپ کیونکر جان چھڑا سکتے ہیں۔ مؤلف کی مجھ پر الزام تراشی تو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹنے والا معاملہ ہے۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت

(۲) جو کچھ مولانا نور الحسن شاہ صاحب نے پیش کیا ہے وہی مولانا سندیلوی صاحب کا نظریہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کی طرف اجتہادی خطا کا قول شیعوں کے پروپیگنڈے کا اثر ہے چنانچہ لکھتے ہیں:-

"شیعہ مؤرخین یعنی طبرسی۔ واقدی۔ ابن اسحٰق وغیرہ نے بکثرت جھوٹی روایتیں وضع اور موضوع روایتیں جمع کیں نیز واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور حضرات اصحاب جمل واصحاب صفین کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا اسقدر قوت اور شدت کے ساتھ کیا کہ ان حضرات کیخلاف ایک فضا بن گئی۔ اس مسموم اور مذموم فضا سے بعض علمائے اہل سنت بھی متاثر ہوئے وہ اس حد تک تو نہ جاسکے کہ ان حضرات کی مذمت کرتے لیکن اسقدر متاثر ہوئے کہ ان حضرات کے اقدام کو خطائے اجتہادی کہنے لگے۔ تقلیدی مذاق کے غلبہ کی وجہ سے بعد کو آنیوالے علماء نے بھی ان کی پیروی کی اس طرح یہ مسلک مشہور ومقبول ہو گیا۔" (اظہار حقیقت جلد دوم ص۶۳)۔

مَیں نے مولانا سندیلوی کی مذکورہ عبارت "خارجی فتنہ حصہ اوّل" صنت۵۰ پر نقل کرکے اس پر بحث کی ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی بھی شیعی پروپیگنڈے سے متاثر تھے (سندیلوی)

مولانا سندیلوی لکھتے ہیں:۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ اس فضا سے خاصے متاثر ہیں جسے شیعی پروپیگنڈے نے مسموم بنادیا تھا اسلئے حضرت مروان سے کچھ کھنچے کھنچے رہتے ہیں۔ الخ (اظہار حقیقت جلد اول ص۲۶۴) گویا کہ مؤلف اصل حقیقت کی اصطلاح میں حافظ ابن حجر عسقلانی محدث شارح صحیح بخاری بھی گلابی شیعہ ہونگے۔ سندیلوی صاحب کا یہ ذہن اتنا خطرناک ہے کہ ان کو قریبًا بارہ سو سال کے محققین اہل السنّت والجماعت شیعوں کی مسموم فضا سے متاثر نظر آتے ہیں۔ اس تصوّر کے تحت تو مسلک اہل السنّت والجماعت کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی۔ اسی بنا پر انہوں نے صدیوں کے محدثین۔ مفسرین۔ مجددین اور متکلمین حضرات کے اس متفقہ موقف کو کہ مشاجرات صحابہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کا اجتہاد صحیح تھا اور حضرت معاویہ رضؓ وغیرہ کا اجتہاد صحیح نہ تھا شیعی مسموم فضا سے متاثر ہونے کا نتیجہ قرار دیدیا سندیلوی صاحب کے دماغ میں اتنی بات بھی نہ آسکی کہ اسکا مسلکًا کیا نتیجہ نکلے گا؟۔ اس بنا پر مسلک اہل السنّت والجماعت کا ہر عقیدہ مجروح قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیا سندیلوی صاحب کے نزدیک سُنّی

مسلک وہی ہو سکتا ہے جو ان کے ذہن کی اختراع ہو۔ العیاذ باللہ۔

مؤلف مذکور بعنوان:۔

کیا مولانا سندیلوی عباسی صاحب سے متاثر ہیں

"چکوالی صاحب کی بد دیانتی ۲؍ ص۲۴ پر لکھتے ہیں:۔۔۔ چکوالی صاحب حضرت امام اہل سنت کو بدنام کرنے کے لئے بار بار انھیں محمود احمد عباسی کا ہم خیال بتاتے ہیں تاکہ مولانا کو خارجی کہا جا سکے حالانکہ خود امام اہل سنت مدظلہ اپنے ایک خط میں عباسی صاحب کے متعلق انھیں لکھ چکے ہیں کہ میرے نزدیک عباسی صاحب کے بہت سے خیالات اہل سنت کے نقطہ نظر کے خلاف ہیں۔ چکوالی صاحب نے مولانا کا یہ خط اپنی کتاب کے ص۲۴۵ پر نقل بھی کیا ہے۔ لیکن اسکے باوجود وہ مولانا پر اتہام طرازی سے باز نہیں آتے بلکہ عباسی کے کسی خود ساختہ شاگرد عزیز احمد کے حوالے سے اس چکوالی کفش مارنے اپنے سرپرست حضرت امام اہل سنت جیسی عظیم شخصیت کو عباسی کا شاگرد ثابت کرنے کی مذموم اور شرمناک کوشش بھی کی ہے۔ لعل شاہ صاحب کے معنوی شاگرد چکوالی صاحب کی یہ پستی دیکھ کر کہنا پڑتا ہے:۔ ع

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

تعجب تو یہ ہے کہ اس صریح جھوٹ کو آگے بڑھاتے ہوئے بغض و حسد میں اندھے چکوالی کو کچھ حجاب نہیں آیا بلکہ اس ملا یانے حیلے کو اپنی آڑ بنایا ہے کہ چونکہ مولانا سندیلوی نے اس الزام کی تردید

نہیں کی اسلئے ہم بھی اسے صحیح سمجھتے ہیں۔ (خارجی فتنہ ص ۶۴/۶۵)۔

الجواب (۱) مؤلف مذکور نے شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ تسلیم کر لیا کہ محمود احمد عباسی خارجی تھے ورنہ وہ یہ کیوں لکھتے کہ :- چکوالی صاحب ——— بار بار انہیں (یعنی مولانا سندیلوی کو) محمود احمد عباسی کا ہم خیال بتاتے ہیں تاکہ مولانا کو خارجی کہا جائے" اگر عباسی صاحب خارجی نہیں تو ان کے ہم خیال کو کیونکر خارجی کہا جاسکتا ہے۔

(۲) مؤلف نے میرے نام مولانا موصوف کے جس خط کا حوالہ "خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۲۵" سے پیش کیا ہے اگر وہ یہاں پوری عبارت نقل کر دیتے تو حقیقت واضح ہوجاتی۔ چنانچہ سندیلوی صاحب کے اس خط کی عبارت حسب ذیل ہے :-

محمود احمد صاحب عباسی کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" بہت مدت ہوئی کہ نظر سے گزری تھی میری رائے میں خارجیت کی حد تک تو نہیں پہنچی ہے لیکن بعض مقامات پر حدود مسلک اہل سنت سے تجاوز ضرور نظر آتا ہے۔ یزید کے متعلق انہوں نے جو لکھا ہے یعنی فسق وغیرہ کے الزام سے اس کی براءت وہ تو میرے نزدیک صحیح ہے۔ البتہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو رائے ان کی بظاہر معلوم ہوتی ہے اسے مسلک اہل سنت سے تجاوز سمجھتا

ہوں. کتاب مذکور کے متعلق بحیثیت مجموعی یہ میری اجمالی رائے ہے اس وقت وہ پیش نظر نہیں اس لئے مفصل رائے ظاہر کرنے سے قاصر ہوں" (۸ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ)۔

تبصرہ سندیلوی صاحب نے تو لکھا ہے کہ عباسی صاحب نے بعض مقامات پر مسلک اہل سنّت سے تجاوز کیا ہے" لیکن مؤلف "اصل حقیقت" نے بعض کی جگہ بہت سے خیالات بنا دیا۔ اسے کہتے ہیں مدعی سُست گواہ چست۔ کیا یہ بددیانتی نہیں؟

(ب) سندیلوی صاحب نے اس خط میں عباسی صاحب کے یزیدی نظریہ کی تائید کر دی ہے تو کیا اس بارے میں مولانا سندیلوی عباسی صاحب کے ہمنوا نہیں ہیں۔ مؤلف مذکور نے خط کی پوری عبارت اس لئے نہیں لکھی کہ قارئین کے سامنے مولانا کی یزیدیت نہ کھل جائے۔ کیا یہ اصل حقیقت ہے کہ اخفائے حقیقت؟

(ج) سندیلوی صاحب عباسی صاحب کو خارجی نہیں قرار دیتے لیکن ان کو امام اہل سنّت ماننے والے مؤلف مذکور کی مندرجہ عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عباسی صاحب خارجی نظریہ رکھتے تھے۔ یہ امام اور مقلد کی تضاد بیانی کیوں ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ عباسی صاحب کٹر خارجی تھے۔ اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں کیونکہ ان کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" اور "تحقیق مزید" میں حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی صریح توہین

پائی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب "خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۱۷ (کیا محمود احمد عباسی خارجی ہیں؟)

"مولانا سندیلوی چونکہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ:۔ اگر اس سے مراد نواصب و خوارج ہیں تو جہاں تک مجھے علم ہے ان کا کوئی وجود پاکستان و ہندوستان میں نہیں ہے۔ نہ آج تک ان ملکوں میں ایسی کتاب کا نام سنا گیا ہے جس میں ناصبیت و خارجیت کی ترجمانی کی گئی ہو الخ اظہار حقیقت جلد اول ص۲)۔

اور چونکہ سندیلوی صاحب کے نزدیک پاکستان و ہندوستان میں کہیں بھی ناصبیت و خارجیت کا وجود نہیں ہے اسلئے وہ عباسی صاحب کو کیونکر خارجی کہہ سکتے ہیں؟ سندیلوی صاحب کے جواب میں بندہ نے خوارج و نواصب کا وجود ثابت کر دیا ہے ملاحظہ ہو "خارجیت کا طوفان" (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۱۱۱ الخ)۔

سندیلوی صاحب کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کے مؤید ہیں

مؤلف کا جھوٹ ۱۵

محمود احمد صاحب عباسی کی کتاب خلافت معاویہ و یزید کی تائید میں مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی موصوف کا ایک مقالہ صدق جدید لکھنؤ ۱۳ نومبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا تھا جس کا اقتباس خود عباسی صاحب نے اپنی کتاب مذکور طبع چہارم میں نقل کر دیا ہے۔ چنانچہ خارجی فتنہ حصہ اوّل

ص۲۳ پر بھی میں نے اس کے متعلق حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:۔ شروع شروع میں عباسی صاحب کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کے جواب میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب زید فیضہم کا (جو اب رحمۃ اللہ علیہ کا مصداق بن چکے ہیں) مقالہ شائع ہوا تھا جس میں آپ نے لکھا تھا کہ:۔

"کتاب کے مضامین مسلک اہل السنّت والجماعت کے
کے خلاف اور جذبات کو مجروح کرنے والے ہیں"۔

اس پر مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کو غصہ آگیا اور انہوں نے ان کے جواب میں ایک بیان دیا جو صدق جدید لکھنؤ ۱۲ر نومبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا جس میں آپ نے لکھا تھا کہ:۔ "کتاب "خلافت معاویؓ و یزید" تو زلزلہ افگن ثابت ہوئی اگر شیعہ حضرات اس کی اشاعت سے مضطرب ہیں تو جائے تعجب نہیں ہے مگر بعض اہل سنّت کا ان کی ہمنوائی کرنا حیرت انگیز ہے خصوصاً مہتمم صاحب دارالعلوم کا یہ اعلان اور بھی تحیّر خیز ہے کہ کتاب کے مضامین مسلک اہل السنّت والجماعت کے خلاف اور جذبات کو مجروح کرنے والے ہیں"۔ میں نے کتاب اوّل سے آخر تک دیکھی۔ اس کا موضوع تاریخی واقعات ہیں نہ کہ مذہبی عقائد۔ ہاں اگر کوئی شخص ایک عقیدہ قائم کر کے واقعات و حوادث کو ان کے مطابق بنانا چاہے تو تحقیق کے بعد اس کی سعی لاحاصل کی لذت ختم ہو جانا بعید از قیاس نہیں۔

——— یہ ذہنیت بالکل ناقابلِ فہم ہے کہ واقعہ خواہ کچھ ہو مگر ہم تو یزید کو بہرحال مجرم ہی سمجھینگے۔ گویا اسے مجرم سمجھنا کوئی مخصوص عقیدہ ہے الخ ——— سندیلوی صاحب کی مندرجہ عبارت عباسی صاحب نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید طبع چہارم میں حرف بہ حرف درج کردی ہے (ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصّہ اول ص ۲۳/۲۴)۔

مولانا سندیلوی کی عبارت نقل کرنے کے بعد میں نے لکھا ہے کہ:۔ سندیلوی صاحب کی مندرجہ عبارت سے عباسی صاحب کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کی مکمل حمایت ثابت ہوتی ہے۔ باقی رہا یہ کہ عباسی صاحب کی کتاب مذہب اہل السنّت والجماعت کے خلاف نہیں ہے تو یہ سندیلوی صاحب کی صریح غلط بیانی ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں صرف یہ نہیں کہ یزید کو صالح اور متقی قرار دیا گیا ہے بلکہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی صریح تنقیص و توہین کی گئی ہے جس کی نشاندہی میں نے اس کتاب میں کردی ہے"۔ (عرض حال خارجی فتنہ حصہ اول ص ۲۵) بہرحال سندیلوی صاحب نے عباسی کی زیر بحث کتاب حرف بہ حرف مطالعہ کرکے اس کی تائید میں اپنا مقالہ آج سے ۲۴/۲۵ سال پہلے ۱۹۵۹ء میں شائع کرکے عباسی صاحب سے دادِ تحسین حاصل کرلی تھی جس سے ثابت ہوا کہ مولانا سندیلوی یزیدیت کے پرانے مریض ہیں۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ مؤلف "اصل حقیقت" کب تک پردہ پوشی کرتے رہینگے؟ اور یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ سندیلوی صاحب نے اپنے

مندرجہ مضمون میں حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب کو شیعوں کا ہمنوا قرار دیا ہے جو ان پر بہتان ہے۔ کیونکہ حضرت مہتمم اور دوسرے علماء اہل سنّت نے شیعوں کی ہمنوائی نہیں کی بلکہ مسلک اہل السنت والجماعت کے تحت عباسی نظریہ کا رد کیا ہے اس کے برعکس مولانا سندیلوی نے عباسی صاحب کی کتاب خلافت معاویہ و یزید کی تائید کی ہے حالانکہ یہ کتاب مسلک اہل السنّت والجماعت کے خلاف ہے۔ فرمائیے! کون کس کا ہمنوا ہے۔ ع

بہ بیں کہ از کہ بسیدی و باکہ پیوستی

عباسی کے تلامذہ کی فہرست

میں نے بعنوان "محمود احمد عباسی کے تلامذہ" کے تحت عباسی صاحب کے ایک ممتاز فیضیافتہ شاگرد عزیز احمد کی کتاب قرآن اور مسلمان" سے فہرست پیش کی ہے۔ جسمیں ۲۱ میں لکھا ہے " مولوی محمد اسحٰق صدیقی ندوی کراچی مؤلف " اظہار حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت" اور یہ حوالہ میں نے ٹھیک نقل کیا ہے۔ اور اسی ثبوت میں پیش کیا ہے کہ پاکستان میں خارجیت اور ناصبیت کا خاصا لٹریچر موجود ہے اور عزیز احمد صدیقی نے تو اپنی بعض کتابوں پر سلسلہ ناصبیت کی تصریح کی ہے پھر اس کے باوجود مولانا سندیلوی سرے سے پاکستان میں ناصبیت اور خارجیت کے وجود کی ہی نفی کر رہے ہیں۔ ایں چہ بوالعجبیست۔ —— آخر میں بندہ نے لکھا ہے کہ

جب کراچی سے شائع شدہ کتابوں میں محمود احمد عباسی صاحب کے تلامذہ میں مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی مؤلف اظہار حقیقت کا نام بھی پایا جاتا ہے تو پھر ہم اگر یہ سمجھیں کہ مولانا بھی اس گروہ کے ایک فرد ہیں تو مولانا کو زیادہ چیں بجبیں نہیں ہونا چاہیے۔" (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۶۵)۔ اس میں نہ کوئی بددیانتی ہے نہ جھوٹ۔ مولانا سندیلوی کی تحریر پہلے گزر چکی ہے کہ انہوں نے عباسی صاحب کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" حرف بہ حرف مطالعہ کرنے کے بعد اس کی تائید میں مقالہ شائع کیا۔ پھر اپنے مکتوب میں بھی عباسی کے نظریہ کی تائید فرمائی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یزید کے بارے میں بھی سندیلوی صاحب عباسی کی تحقیق سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ تو اگر ان حالات و قرائن کی وجہ سے مولانا کو اس پارٹی کا فرد کہدیا تو کیا جرم کیا؟ پھر کراچی میں رہ کر کراچی کے خارجی و ناصبی مصنفین کے لٹریچر سے اتنی غفلت کیوں برتی گئی۔ مولوی عظیم الدین تو یقیناً عباسی صاحب کی پارٹی کے آدمی ہیں جنہوں نے حیات سیدنا امیر المومنین یزید لکھی ہے۔ انہی کے رسالہ "حادثہ کربلا" پر مولانا سندیلوی کی مکمل تصدیق درج ہے مولوی عظیم الدین سے اتنا قریبی تعلق ہونے کے باوجود وہ عباسی پارٹی کے لٹریچر سے جو کراچی سے شائع ہوتا رہا ہے کیوں ناواقف رہے ہیں؟ مولانا سندیلوی تو حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے محدث کبیر اور قریباً بارہ صدیوں کے محققین اہل سنت کے مسلک خطائے اجتہادی کو سنیت

کی مسموم اور مذموم فضا سے متاثر قرار دیں تو امام اہل سنّت بن جائیں اور اگر میں یزیدیت کے بارے میں سندیلوی صاحب کو عباسی کے ہمنوا ہونے کی بنا پر اس پارٹی کا ایک فرد قرار دوں تو اس سے مؤلف اصل حقیقت کیوں اتنے بیقرار ہو جاتے ہیں۔

(ب) اسی سلسلے میں مؤلف مذکور طعنہ زنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
مگر محترم چکوالی صاحب! آپ کا یہ استدلال اگر درست ہے تو پھر ہمیں بھی آپ کی تقلید میں یہ کہنے کا حق ہے کہ چونکہ پنجاب کی ایک اہم خانقاہ گولڑہ شریف سے شائع کردہ ایک صاحب علم کی کتاب "مہر منیر" میں چکوالی صاحب کے والد کی دھوکہ بازی کا ذکر ہے، بلکہ دھوکہ بازی میں سزا پانے کا ذکر ہے۔ (مہر منیر ص۲۵۳) اور چکوالی صاحب نے اس کی تردید نہیں کی لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ چکوالی صاحب بھی اپنے والد کو دھوکے باز تسلیم کرتے ہیں الخ ص۴۸)

الجواب گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں ہے اور چکوال ضلع جہلم میں اور پھر مہر منیر کے مؤلف سے میرا کوئی رابطہ نہیں نہ پہلے ان کا نام سنا ہے تو اگر مہر منیر کے الزام کا مجھے علم نہ ہو سکا ہو تو کوئی جائے تعجب نہیں مگر شہر کراچی میں ہی عزیز احمد صدیقی اور مولوی عظیم الدین رہتے ہیں اور یہ دونوں محمود احمد عباسی کے کھلے عقیدتمند اور متبع ہیں۔ مولوی عظیم الدین نے "توجیہات یزید" میں عباسی صاحب کو شیخ الاسلام اور امام اہل سنت بھی لکھا ہے۔ مولوی عظیم الدین کا

نام بھی عزیز احمد نے عباسی صاحب کے تلامذہ میں لکھا ہے تو پھر مولٰنا سندیلوی کا اس فہرست تلامذہ سے مطلع نہ ہونا بہت مستبعد ہے اور مؤلف اصل حقیقت" تو ضرور عزیز احمد کی تصانیف سے واقف ہونگے پھر انہوں نے کیوں اپنے امام اہل سنت کو اس کی اطلاع نہ دی۔ (ج) مؤلف مذکور نے یہاں پھر حضرت والد مولانا محمد کرم الدین پر دہوکہ بازی میں سزا پانے کا بہتان دہرایا ہے۔ جس کا جواب کتاب ہذا صــ پر دے چکا ہوں کہ وہ سزا کسی دہوکہ بازی کی بنا پر نہیں بلکہ ازالہ حیثیت عرفی کے کیس میں تھی۔ فرمائیے جس کا اوڑھنا بچھونا جھوٹ ہی بن جائے وہ جھوٹ سے کیونکر نجات پا سکتا ہے۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔

(۲) مولف مذکور بار بار مجھے لعل شاہ صاحب کے معنوی شاگرد کا طعنہ دیتے ہیں بھلا وہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ مولانا لعل شاہ صاحب مؤلف" استخلاف یزید" کے کسی ایسے عقیدہ کے ساتھ بھی متفق ہوں جو اہل السنت والجماعت کے خلاف ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ مولانا لعل شاہ صاحب کے ان نظریات کی تردید تو میں نے" خارجی فتنہ حصہ اول میں کر دی ہے۔ (ملاحظہ ہو صــ۳۲۴ تا صــ۳۳۴)۔ ــــــ علاوہ ازیں ان کے ایک شاگرد مولوی مہر حسین شاہ صاحب بخاری کی کھلی چٹھی" کے جواب میں میری کتاب: ــ " دفاع حضرت معاویہؓ شائع بھی ہو چکی ہے۔ کیا اس کے باوجود

بھی اس بہتان تراشی اور کذب بیانی سے باز نہیں آئینگے ؟ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْد۔

ایک سوال

میرے اس سوال کا بھی جواب دیجئے کہ محمود احمد عباسی مولوی عظیم الدین ۔عزیز احمد صدیقی حکیم فیض عالم صدیقی جہلم) وغیرہ خارجی مصنفین کے باطل نظریات کے رد میں مولینا سندیلوی نے کوئی رسالہ لکھا ہے ۔ اگر نہیں تو کیوں ؟

مؤلف کا سفید جھوٹ نمبر ۱۶
کیا حضرت علی بھولے بھالے تھے

مؤلف مذکور بعنوان :۔ "چکوالی صاحب کی بددیانتی نمبر ۳" لکھتے ہیں :۔ چکوالی صاحب نے اپنے ایک پمفلٹ میں مولوی عظیم الدین صدیقی فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کو مولانا سندیلوی کا شاگرد بنایا تھا جس کی حضرت امام اہل سنت نے اپنے" جواب شافی میں تردید کی اور چکوالی صاحب کی اس غلط بیانی پر حیرت کا اظہار کیا تو بڑی ہیچر میچر کے بعد مجبوراً چکوالی صاحب کو اپنے خارجی فتنہ (ص۱۳) میں مولانا سندیلوی سے معذرت کرنا پڑی مگر اس الزام کی معذرت کرنے کے ساتھ ساتھ وہ حضرت امام اہل سنت پر ایک اور غلط الزام لگا گئے کہ مولانا سندیلوی نے مولوی عظیم الدین کے ایک رسالہ " حادثہ کربلا " پر تقریظ لکھی ہے جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر بجائے رضہ کے رحؒ کی نشانی ہے اور جس میں ص ۶ پر حضرت علیؓ کے لئے بھولے بھالے کا لفظ لکھا گیا ہے ۔ حالانکہ یہ بھی چکوالی صاحب

کا سراسر جھوٹ ہے۔ ہمارے پاس رسالہ "حادثہ کربلا" پہلا ایڈیشن موجود ہے جو سولہ صفحات پر مشتمل ہے اس میں ہر جگہ حضرات حسنین رضؓ کے ساتھ رضؓ کا نشان ہے اور حضرت علیؓ کے متعلق چکوالی صاحب کی دی گئی عبارت بھی اس کے ص۶ پر نہیں بلکہ ص۵ پر ہے۔ مگر اس میں بھولے بھالے کا لفظ نہیں ہے جو صاحب چاہیں اس رسالہ کا پہلا ایڈیشن دیکھ لیں۔ اگر چکوالی صاحب غلط بیانی نہیں کر رہے تو ہو سکتا ہے کہ بعد کے کسی ایڈیشن میں مؤلف یا ناشر نے یہ الفاظ بڑھا دیئے ہوں لیکن اس صورت میں مولانا سندیلوی کو موردِ الزام کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟ اگر پہلے ایڈیشن پر تبصرہ لکھوا کر کوئی شخص بعد کے ایڈیشنوں میں اپنی کتاب میں حذف و اضافہ کرتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے نہ کہ اس کے پہلے ایڈیشن پر تقریظ لکھنے والے حضرات۔ کیا چکوالی صاحب اتنی سی بات بھی نہیں جانتے چکوالی صاحب کے لئے تو ضروری تھا کہ وہ اپنے سرپرست بزرگ پر بدظنی کرنے کے بجائے ان سے تحقیق کر لیتے خصوصاً جیسا کہ ہر جگہ حضرت امام اہلِ سنت مدظلہ کی تحریروں میں حضرات حسنین کریمین کے لئے رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ (اصل حقیقت ص۴۹)۔

(۱) میں نے "دفاع صحابہ" میں یہ الفاظ لکھے تھے:۔ جامعہ

الجواب اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے ایک استاذ مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی صدیقی ہیں جو غالباً استاذ ہیں مولوی عظیم الدین صاحب کے

الخ (ص۵۲) میں نے یہ بات بطور تحقیق کے نہیں لکھی تھی اس لئے غالباً کا لفظ لکھا ہے یہ بھی میری احتیاط پر مبنی ہے اور پھر جب مولانا سندیلوی نے "جواب شافی" میں یہ لکھا کہ میں ۱۹۷۰ء میں پاکستان میں آیا ہوں اس سے پہلے میں لکھنو (بھارت) میں رہا۔ مولوی عظیم الدین صاحب اس سے پہلے ہی مدرسہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ انہوں نے ایک سطر بھی مجھ سے نہیں پڑھی تو میں نے خارجی فتنہ حصہ اول میں اس پر معذرت کر دی یہ تو میری غلط فہمی تھی مگر کاش کہ مؤلف "اصل حقیقت" اپنے جھوٹوں سے بھی توبہ کر لیتے جن کا ارتکاب وہ بڑی بے باکی سے اس کتابچہ میں کر رہے ہیں۔ واللہ الموفق۔

(۲) گو مولانا سندیلوی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو صحابی مانتے ہیں لیکن مولوی عظیم الدین صاحب ان کی صحابیت کے منکر ہیں چنانچہ لکھتے ہیں بایں طور پر دو نو نواسے رسول کریم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کے گود کھلائے تو کہے جا سکتے ہیں صحابی نہیں الخ (حق تحقیق ص۴۳) مولوی عظیم الدین صاحب کی پوری عبارت خارجی فتنہ حصہ اول ص۱۱ پر منقول ہے وہاں دیکھ لی جائے۔ میرا اعتراض مولوی عظیم الدین صاحب پر تھا۔ انہوں نے تو رضؓ کی بجائے ان حضرات کے نام پر رحؒ ہی لکھا تھا

(۳) مؤلف اصل حقیقت کا یہ لکھنا صریح جھوٹ ہے کہ مولانا سندیلوی نے جس ایڈیشن پر تقریظ لکھی تھی اس میں حضرت علی المرتضیٰ کیلئے بھولے بھالے کے الفاظ نہ تھے"۔ کیونکہ مولانا سندیلوی نے خود اس کو تسلیم کر لیا ہے

چنانچہ حافظ عبدالوحید حنفی (ناظم دفتر تحریک خدام اہل سنّت چکوال) نے مولانا کو یہ لکھا کہ "حادثہ کربلا" میں مولوی عظیم الدین صاحب نے سبائیوں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ :- جن کی بدفطرتی و بدقماشی نے آخرکار جناب سیّدنا حضرت علی جیسے بھولے بھالے اور قابل احترام صحابی کو اپنی انتقامی ہوس کا نشانہ بنایا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون الخ یہاں حضرت علی المرتضیٰ کے لئے بھولے بھالے کے الفاظ میں ان کی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے اور آپ نے بھی اس رسالہ کی تصدیق کردی ہے اور یہ بات حافظ صاحب نے میری طرف سے ان کو لکھی تھی تو مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی نے ان کو یہ جواب دیا کہ بھولے بھالے کا لفظ توہین آمیز نہیں۔ خصوصاً جب اس کے ساتھ واجب الاحترام کا لفظ بھی ہو۔ آپ کی تحریر کے مطابق حضرت مولانا منظور حسین صاحب نے احقر کے متعلق یہی لفظ استعمال فرمایا۔ اگر باعث توہین ہوتا تو کیوں استعمال فرماتے۔ (مکتوب یکم رجب ۱۳۹۵ھ ۱۲ جولائی ۱۹۷۵ء)۔

فرمائیے مولانا سندیلوی تو حضرت علی المرتضیٰؓ کے لئے بھالے بھالے الفاظ کا اعتراف کر کے اس کی توجیہ کرتے ہیں کہ اس میں کوئی توہین نہیں ہے لیکن مؤلف "اصل حقیقت" اس بات کا بالکل انکار کرتے ہوئے یہ جواب دے رہے ہیں کہ پہلے ایڈیشن میں یہ الفاظ نہ تھے تو اس امر میں مولانا سندیلوی اور مؤلف "اصل حقیقت" میں سے

کس کی بات کو سچا مانیں یقیناً مؤلف صاحب جھوٹے ہیں ایسے کہتے ہیں مدعی سست اور گواہ چست۔

(ب) مؤلف صاحب بھولے بھالے کے الفاظ کو توہین سمجھ رہے ہیں اسلئے اس کا انکار کرتے ہیں اور مولانا سندیلوی ان الفاظ کو توہین آمیز نہیں سمجھتے اور دلیل یہ دے رہے ہیں کہ مولوی عظیم الدین صاحب نے اس کے ساتھ واجب الاحترام کے الفاظ لکھے ہیں۔ حالانکہ مولوی عظیم الدین صاحب نے قابل احترام لکھا ہے۔ (ج) مولانا سندیلوی قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کی عظمت کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے یہ جواب دے رہے ہیں کہ بھولے بھالے کے الفاظ میرے لئے توہین آمیز نہیں اسلئے حضرت علی المرتضیٰ کے لئے بھی توہین آمیز نہیں مولانا کو کون سمجھائے کہ آپ تو بھولے بھالے اور سادہ لوح ہو سکتے ہیں اور ہیں بھی مگر جن حضرات کو حق تعالیٰ نے اپنے قرآنی وعدہ کے مطابق خلافت راشدہ کا عظیم منصب عطا فرمایا ہے وہ بھولے بھالے نہیں ہو سکتے۔ قرآن کے موعودہ خلفائے اربعہ میں سے کوئی بھی بھولا بھالا نہیں ہو سکتا۔ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے بھی حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو بھولا بھالا قرار دیکر ہی ان کی خلافت کو مجروح کیا۔ اور خارجی بھی اسی بھولے پن کا الزام دے کر حضرت علی المرتضیٰ کی شخصیت کو مجروح کرتے ہیں۔ میں نے خارجی فتنہ حصہ اول ص۱۶۱ پر یہ بھی لکھا تھا کہ:۔ کیا سندیلوی صاحب نہیں جانتے کہ آجکل محاورہ

میں بھولا بھالا کس کو کہا جاتا ہے؟ بہر حال مؤلف" اصل حقیقت" نے مجھ پر بد دیانتی کا بہتان لگا کر اپنی بد دیانتی اور روائتی کذب بیانی کا ہی پردہ چاک کیا ہے اور وہ بھی اپنے امام اہل سنت مولانا سندیلوی کی تحریر کی بنا پر ہی جن کا وہ دفاع کر رہے ہیں۔ سچ ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

قارئین اندازہ فرمائیں مؤلف" اصل حقیقت" نے جس طرح تین فرضی جھوٹ میرے ذمہ لگائے تھے۔ اسی طرح تین عدد فرضی بد دیانتیوں کا الزام بھی مجھ پر عائد کیا ہے جن کا جواب شافی دے کر بندہ نے مؤلف مذکور کی کذب بیانی اور بد دیانتی کا بھی پردہ چاک کر دیا ہے۔ یہ ہیں مولانا سندیلوی کو امام اہل سنت قرار دے کر ان کا دفاع کرنے والے حواری جو مولانا موصوف کی عقیدت کی آڑ میں خارجیت کی ڈفلی بجا رہے ہیں۔

باب دوم کی بحث

مؤلف" اصل حقیقت" نے ص۵۰ پر باب دوم کے عنوان سے میرے اعتراضات کا جواب شروع کر کے صفحہ ۸۰ پر کتاب کو ختم کر دیا ہے۔ یعنی زیر بحث اصل مسائل پر مشتمل تو انکے یہی ۳۱ صفحات ہیں اور پہلے انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں انھوں نے زنانہ مطاعن سب و تبرا اور دروغ بیانی جارحیت کا ارتکاب کر کے اس کتابچہ کا پیٹ بھرا ہے۔ کاش کہ وہ لغویات سے اجتناب کرتے ہوئے سنجیدگی سے اصل مباحث پر قلم

اٹھاتے تو قارئین فریقین کے موقف اور دلائل سے واقف ہوکر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچتے البتہ ان کے غیر متعلقہ مباحث سے اتنا فائدہ ضرور ہوگیا کہ ان کے بیسیوں جھوٹ واضح ہوگئے اور ان کی خارجیت نمایاں ہوگئی اور ثابت ہوگیا کہ سبائیت کی دونوں شاخوں (رافضیت و خارجیت) کے مابین جو قدر مشترک ہے وہ سبّ و تبرا۔ جھوٹ اور بہتان تراشی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

خطائے اجتہادی کی بحث

مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی نے اظہار حقیقت جلد دوم میں مشاجرات صحابہ (جنگ جمل و صفین) پر مفصل بحث کر کے اپنا موقف یہ پیش کیا ہے کہ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو جنگ ہوئی ہے اس میں حضرت معاویہؓ سے کوئی اجتہادی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مشاجرات صحابہ میں متقدمین کا مسلک توقف کا ہے اور یہی صحیح ترین مسلک ہے۔ بندہ نے ان کے اس موقف پر تنقید کی اور ثابت کیا کہ توقف کا مسلک ضعیف ترین مسلک ہے اور اہل السنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ اس میں حضرت علی المرتضیٰ کا اجتہاد صحیح تھا اور آپ سے جنگ کرنے میں حضرت معاویہؓ سے اجتہادی غلطی ہوگئی تھی اور میرے اس پیش کردہ موقف کی مکمل تائید ان سنی علمائے کرام نے بھی کی ہے جن کی تقریظیں شروع کتاب میں درج کر دی گئی ہیں۔ مؤلف اصل حقیقت

نے بعنوان اعتراض ۱۲ کے تحت عرض حال" خارجی فتنہ حصہ اول ص۱۳)
سے میری یہ عبارت نقل کی ہے کہ مولانا سندیلوی نے اظہار حقیقت
جلد دوم میں مشاجرات صحابہ کی بحث میں اپنا جو موقف پیش کیا ہے وہ
جمہور اہل السنت والجماعت کے مشہور مسلک کے خلاف ہے۔ وہ حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی باہمی جنگ میں حضرت
معاویہ کو بھی صواب پر سمجھتے ہیں۔ اور اس میں ان کی اجتہادی خطا بھی
تسلیم نہیں کرتے حالانکہ مسلک اہل السنت والجماعت یہ ہے کہ گو حضرت
معاویہ ایک جلیل القدر مجتہد صحابی ہیں مگر قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ
راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نزاع و جنگ کرنے میں
ان سے اجتہادی غلطی ہوگئی تھی۔ ہم نے "خارجی فتنہ حصہ اول" میں اسی
مسئلہ پر (مفصل اور مدلل) بحث کی ہے۔" (اصل حقیقت ص۱۵)
مندرجہ عبارت کو نقل کرنے کے بعد مؤلف مذکور لکھتے ہیں:۔ اس اعتراض
کے جواب میں کتابچہ" جواب شافی" کے ناشر بعنوان "خلیفہ راشد سیدنا
امیر معاویہ اور قاضی مظہر حسین" کس قدر صحیح لکھا تھا کہ:۔ ایک سنی عالم کا
اولین فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنی تحقیقات میں اس بات کی پوری کوشش
کرے کہ ہر صحابی کا دامن دشمنوں کے لگائے الزامات سے صاف ہو
اور سب کو محترم سمجھا جائے۔ حضرت امام اہل سنت مدظلہ نے اپنی
کتاب "اظہار حقیقت" میں یہی کوششیں کی ہیں اور عقل و نقل کی روشنی
میں اس بات پر دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں کہ ام المومنین سیدہ

عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ و زبیر، حضرت امیر معاویہ و عمرو بن العاص کا موقف بھی مبنی برحق تھا اور حضرت علیؓ کا موقف بھی صحیح تھا۔ حضرت عمار بن یاسر کے قاتل نہ حضرت علیؓ تھے اور نہ حضرت معاویہؓ تھے بلکہ ان کے قاتل سبائی تھے۔ شریعت کی رو سے نہ حضرت علیؓ کی اجتہادی خطا تھی نہ حضرت معاویہؓ کی لیکن قاضی مظہر صاحب کو باوجود سُنّی کہلانے کے حضرت معاویہؓ کی یہ صفائی پسند نہ آئی۔ ان کے نزدیک سُنّی ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ حضرت معاویہؓ کو خطاکار مانا جائے چنانچہ وہ حضرت امام اہل سنت مدظلہٗ پر تنقید کرتے ہوئے ان کے اس خالص اسلامی نقطہ نظر کو خارجیت کہتے ہیں . . . اب کوئی قاضی مظہر صاحب سے پوچھے کہ ایک شخص جو کسی صحابی پر الزام تراشی نہیں کر رہا بلکہ سب کے دامن صاف کر رہا ہے اس سے آپ کو کیا تکلیف ہوتی ہے۔ کیا تمام صحابہ کرام کے بارے میں کفّ لسان کرنا خارجیت ہے یا حضرت معاویہؓ کو خطاکار قرار دینے میں اتنی دلچسپی دکھانا رافضیت ہے۔" (جواب شافی صفحہ ۴۹)

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۱۷

مؤلف کا یہ لکھنا صریح جھوٹ ہے کہ میں نے توقف کے مسلک کو خارجیت کی بنا قرار دیا ہے۔ اگر کہیں میں نے لکھا ہے تو پیش کیجئے۔ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

الجواب (۱) اگر ناشر کی تحریر میں مؤلف اصل حقیقت کے نزدیک مولانا سندیلوی کے مسلک کی تائید تھی تو اس پر میری

تنقید و جرح کو مؤلف نے کیوں بددیانتی پر محمول کیا ہے؟
(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ ناشر کی مندرجہ عبارت میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت معاویہؓ وغیرہ کے موقف کو مبنی بر حق کے الفاظ سے تعبیر کرنا اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کے موقف کے لئے بجائے حق کے لفظ صحیح لکھنا اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ کیا حضرت علیؓ المرتضٰے کا موقف حق پر مبنی نہ تھا؟
(۳) میں نے خارجی فتنہ حصّہ اوّل" میں حضرت عمارؓ بن یاسر کے قاتل کے متعلق تو کوئی بحث نہیں کی۔ نہ اس کو حضرت معاویہؓ کی خطائے اجتہادی کا مبنی قرار دیا ہے پھر آپ نے مجھ پر الزام تراشی کے لئے یہاں اس لئے ذکر کیا ہے کہ قارئین اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں کہ میں حضرت معاویہؓ کو حضرت عمارؓ بن یاسر کا قاتل ہونے کی وجہ سے ان کی خطائے اجتہادی کا قائل ہوں۔ کیا یہ علمی بددیانتی نہیں ہے؟
(۴) میری تحریر جو آپ نے خارجی فتنہ حصّہ اوّل ص۱۳۵ سے پیش کی ہے اس میں اس امر کی تصریح ہے کہ :۔ مسلک اہل السنّت والجماعت یہ ہے کہ گو حضرت معاویہؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں مگر قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ نزاع و جنگ کرنے میں ان سے اجتہادی غلطی ہو گئی تھی"۔
(۵) اگر آپ کے نزدیک حضرت معاویہؓ کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا الزام تراشی ہے تو پھر اس الزام تراشی کے مرتکب تو آپ کے نزدیک

حضرت معاویہؓ کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا الزام تراشی ہے تو پھر اس الزام تراشی کے مرتکب تو آپ کے نزدیک بارہ صدیوں کے جمہور اہل السنّت والجماعت میں حضرات اکابر دیوبند سمیت تمام مفسرین محدثین۔ متکلمین اور مجددین و صالحین امت ہیں جو جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کی خطائے اجتہادی کے قائل ہیں اور مولانا سندیلوی خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ (متاخرین کا) یہ مسلک باوجود شہرت و مقبولیت عام درحقیقت بالکل غلط۔ بے دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے" (ملاحظہ ہو۔ خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۳۳۵ بحوالہ مولانا سندیلوی کی اظہار حقیقت جلد دوم ص۱۶۴)۔

مؤلف اصل حقیقت کی یہ بہتان تراشی چکوالی پر نہیں بلکہ ان تمام محققین اہل السنّت والجماعت پر ہے جو حضرت معاویہؓ کی طرف خطائے اجتہادی منسوب کرتے ہیں۔ چکوالی نے تو ان کا متفق علیہ مسلک مدلل کر کے پیش کر دیا ہے۔

(۶) خطائے اجتہادی نہ حق کے خلاف ہوتی ہے نہ گناہ۔ بلکہ یہ حق کے دائرہ کے اندر ہی ہوتی ہے چنانچہ میں نے مولانا سندیلوی کے جواب میں اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ فریقین کے حق پر ہونے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ان میں سے کسی سے خطا نہیں ہوئی بالکل غلط ہے کیونکہ حق پر ہونے اور غلطی کرنے میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ اجتہادی خطا حق کے دائرہ میں ہی رہتی ہے۔ اس کو خلاف حق نہیں کہہ سکتے الخ (خارجی فتنہ اول ص۲۲۶)

اور جب ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اس جنگ میں حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں حق پر تھے۔ اور خطائے اجتہادی حق کے خلاف نہیں ہوتی تو اس کو حضرت معاویہؓ کی شان میں الزام تراشی اور رافضیت قرار دینا خارجیت کا خطرناک ہتھکنڈا نہیں تو اور کیا ہے ؟

(۷) مؤلف مذکور کے امام اہل سنت مولانا سندیلوی کے نزدیک بھی خطائے اجتہادی کا قول بے ادبی اور خلاف احترام نہیں ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔ـــــ مگر فی نفسہ اس مسلک میں کوئی بات اصول اہل سنت کے خلاف نہیں نہ اس سے کوئی شرعی قاعدہ ٹوٹتا ہے اور نہ اس میں بے ادبی کا شائبہ ہے۔ کسی صحابی کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت بے ادبی نہیں اسلئے جو حضرات یہ مسلک رکھتے ہیں ان پر اس مسلک کی وجہ سے کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص۴۶۵)

لیجئے۔ مولانا سندیلوی نے ناشر "جواب شافی" اور مؤلف "اصل حقیقت" کی طرف سے مجھ پر اس بہتان تراشی کی بنیاد ہی گرادی ہے کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا تسلیم کر کے ان پر الزام تراشی کی ہے اور انکے احترام کے خلاف لکھا ہے۔

(۸) مولانا سندیلوی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تو خطائے اجتہادی سے مبرا مانتے ہیں لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کے قائل ہیں چنانچہ اپنے ایک غیر مطبوعہ محررہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ) خط میں ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :۔ اپنے اجتہاد کے لحاظ سے ف

(یعنی حضرت حسینؓ) حق پر تھے۔ اگرچہ واقع کے لحاظ سے ان کی غلطی تھی"
(ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اول ص ۲۳۶)

(۲) ایک حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے سندیلوی صاحب لکھتے ہیں
"یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے لئے اولیٰ یہ تھا کہ دوبارہ انتخاب پر راضی ہو جاتے۔ حضرت معاویہؓ کو معزول کرنے اور ان سے بیعت کا مطالبہ کرنے کے بجائے ان کی اعانت حاصل کر کے قاتلین سیدنا عثمانؓ کی سرکوبی کرتے۔ انہوں نے اس اولیٰ صورت کو ترک فرمایا یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی۔ حضرت معاویہؓ کے لئے اولیٰ یہ تھا کہ جدید انتخاب کے مطالبہ کو ترک اور قاتلین سیدنا عثمانؓ سے قصاص لینے کے مطالبہ کو ملتوی کر دیتے۔ اس کے ساتھ حضرت علیؓ کی اعانت کر کے ان سبائی منافقوں کا استیصال کرتے انہوں نے اس اولیٰ صورت کو ترک فرمایا یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص ۴۵۳-۴۵۴)۔

مولانا سندیلوی نے حضرت حسینؓ۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تینوں کی طرف واضح طور پر اجتہادی غلطی کی نسبت کی ہے۔ اگر یہ امر بقول مؤلف مذکور الزام تراشی۔ اور مخالفت پر مبنی ہے تو ان کے امام اہل سنت مولانا سندیلوی صاحب ان تینوں صحابہ کرام پر الزام تراشی کے مرتکب ہوئے ہیں بلکہ اس میں حضرت معاویہؓ کو بھی معاف نہیں کیا اور جس بات کی بنا پر مؤلف مذکور چکوالی پر بار بار تبرا بازی کی مشق کر رہے ہیں اسی بنا پر ان کے امام اہل سنت بھی اس

کی زد میں آسکتے ہیں۔ مولانا سندیلوی کی مذکورہ عبارت پر بحث کیلئے ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اول ص۱۳۸)۔

مولانا سندیلوی کا مسلک

مؤلف "اصل حقیقت" مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کے مسلک کی وضاحت کے لئے ان کی حسب ذیل عبارت پیش کرتے ہیں کہ:۔ جماعتِ صحابہ کی اتباع ہم اہل السنّت والجماعت کی خصوصیت امتیازی ہے۔ اسلئے سب سے پہلے حضرات صحابہ کے مسلک کی جانب دیکھنا چاہیے۔ جمل و صفین وغیرہ مشاجرات پیش آنے کے وقت صحابہ کرام تین جماعتوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساتھی تھی جو انھیں حق پر سمجھتی تھی اور ان کے مخالفین کو غلطی پر۔ دوسری جماعت اصحاب جمل (وصفین) رضی اللہ عنہم اور ان کے مؤیدین کی تھی جو انہیں حق پر سمجھتی تھی اور حضرت علیؓ کو غلطی پر۔ تیسری جماعت غیر جانبدار تھی اور صحابہ کرام کی اکثریت اسی جماعت میں تھی۔ اوّل الذکر دونوں جماعتیں (چونکہ) فریق کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان میں سے ہر فریق کی رائے دوسرے فریق کی رائے سے متصادم ہے اس لئے کسی کو ترجیح نہ دی جائیگی اور دونوں سے قطع نظر کر کے غیر جانبدار حضرات کی رائے پر نظر کی جائیگی اور اسی کی پیروی کرنا صحیح راستہ ہے۔ ان (غیر جانبدار) حضرات کا مسلک بیان کرتے ہوئے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل ج ۴ میں ص۱۵۳ پر زیر عنوان :۔

الکلام فی حرب علی ومن حاربه من الصحابة تحریر فرماتے ہیں۔ وذهب سعد بن ابی وقاص وعبد الله بن عمر وجمهور الصحابة الی الوقوف فی علی واهل الجمل واهل الصفین وبه یقول جمهور اهل السنة وابوبکر بن کیسان (حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبداللہ بن عمر اور جمہور صحابہ کا مسلک حضرت علیؓ و اہل جمل و اہل صفین کے بارے میں توقف تھا۔ جمہور اہل سنّت اور ابو بکر بن کیسان کا بھی یہی مسلک ہے) اس نقل کے علاوہ غیر جانبدار صحابہ کی غیر جانبداری خود اس بات کی برھان جلی ہے کہ ان کا مسلک اس مسئلہ میں توقف ہی تھا۔ الفصل کی مندرجہ بالا عبارت بتا رہی ہے کہ صحابہ کرام کے بعد جمہور اہل سنّت نے بھی یہی مسلک اختیار کیا" (اظہار حقیقت جلد دوم ص۱۴۲-۱۴۱)۔ اللہ اکبر ایک زمانہ تھا کہ صحابہ کرام کی اکثریت اور متقدمین اہل سنّت کی اکثریت کا یہ مسلک اتنا معلوم و مشہور تھا کہ اس مسلک کے مخالفین کو بھی سب سے پہلے اسی کا ذکر کرنا پڑتا تھا کہ علامہ ابن حزم کو جمہور متاخرین کی طرح اس مسلک کے مخالف ہونیکے باوجود یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جمہور صحابہ و جمہور متقدمین ان کے ہمخیال نہیں اب سوال یہ ہے کہ اگر حضرت امام اہل سنت کی طرح کوئی محقق جمہور متاخرین کے مسلک کے بجائے جمہور صحابہ و جمہور متقدمین کا یہ محتاط نقطہ نظر پیش کرتا ہے تو وہ کیا جرم کرتا ہے؟ کیا جمہور صحابہ و جمہور متقدمین نعوذ باللہ دائرہ اہل سنّت سے خارج ہیں جو ان کا محتاط مسلک قبول کرنا جرم

ہو؛ جیسا کہ چکوالی فرقے کے گلابی شیعہ باور کرانا چاہتے ہیں؟ (اصل حقیقت" ۔ (ص ۵۳/۵۴)

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۱۸

مؤلف مذکور نے درمیان سے مولانا سندیلوی کی حسب ذیل عبارت حذف کر دی ہے ۔ (ان کا (یعنی غیر جانبدار

الجواب (۱)

صحابہ کا) مسلک اس مسئلہ میں توقف ہی تھا) فریقین میں کسی کو وہ غلطی پر نہیں سمجھتے تھے ۔ عام طور پر یہ حضرات اسے قتال فتنہ کے نام سے موسوم کرتے تھے جس کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ فریقین کے بارے میں صورت خطا کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکے اور مسئلہ ان پر مشتبہ ہو گیا ۔ الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص ۴۴۱) ۔ مؤلف صاحب کا مندرجہ عبارت حذف کر دینا ان کی علمی خیانت پر مبنی ہے ۔ کیونکہ اس عبارت کے پیش نظر قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ غیر جانبدار صحابہ کرام اس بارے میں کسی فیصلہ تک پہنچ ہی نہیں سکے تھے ان پر یہ مسئلہ مشتبہ ہو گیا تھا کہ کس فریق کا موقف صحیح ہے اور کس کا غلط ۔ تو جب وہ حضرات کسی نتیجہ پر پہنچ ہی نہیں سکے تھے تو ان کے اس موقف کی پیروی کیونکر ہم پر لازم آسکتی ہے ۔ ان کی پیروی تو اس صورت میں لازم آتی جبکہ وہ کسی امر کا فیصلہ کرتے ۔

امام نووی

(۲) ان غیر جانبدار حضرات صحابہ کے موقف کے متعلق امام نووی فرماتے ہیں :- وقسم ثالث اشتبهت

علیھم القضیة وتحیروا فیھا ولم یظھر لھم ترجیح احد الطرفین فاعتزل الفریقین وکان ھذا الاعتزال ھو الواجب فی حقھم لانہ لایحل الاقدام علی قتال مسلم حتی یظھر انہ مستحق لذلک الخ (نووی شرح مسلم جلد ثانی۔ کتاب فضائل الصحابہ ص۲۷۳) ترجمہ:۔ اور تیسری قسم ان صحابہ کی تھی کہ ان پر قضیہ (معاملہ) مشتبہ ہوگیا اور اس میں وہ حیران رہ گئے اور دونو میں سے کسی طرف ترجیح دینا ان پر کھل نہ سکا۔ اسلئے انہوں نے فریقین سے علیحدگی اختیار کی اور انکی یہ علیحدگی (کنارہ کشی) انکے حق میں واجب تھی۔ کیونکہ جب تک یہ ظاہر نہ ہوجائے کہ وہ جنگ کرنے کا مستحق ہے کسی مسلمان کے خلاف لڑنے کا اقدام کرنا حلال نہیں ہے۔ الخ ـــــ نووی کی پوری عبارت بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۵۵۲ پہ درج کردی ہے۔ اسکے علاوہ امام نوویؒ نے مشاجرات صحابہ کے بارے میں اہل السنت والجماعت کا مذہب ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔ وکان علی رضی اللہ عنہ ھو المحق المصیب فی تلک الحروب ھذا مذھب اھل السنة" (نووی جلد ثانی ص۳۹۰ کتاب الفتن):۔ اور ان جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی حق وصواب پہ تھے۔ یہی اہل السنت کا مذہب ہے۔) ـــــ اس سے ثابت ہوا کہ متاخرین و متقدمین سب اہل السنت والجماعت کا یہی مذہب ہے۔ اور توقف کرنے والے حضرات تو خود تردد اور تذبذب میں تھے۔ مسلک تو وہ

اختیار کیا جاتا ہے جس پر کلّی اطمینان ہو اور کسی قسم کا تذبذب باقی نہ رہے۔

حضرت مجدد الف ثانی

حضرت مجدد الف ثانی بھی صحابہ کرام کے تین گروہوں میں سے مشاجرات صحابہ کے بارے میں تیسرے گروہ کے متعلق لکھتے ہیں:

طائفۂ دیگر متوقف بودند و ہیچ جانب را بدلیل ترجیح نداده

الخ (مکتوبات امام ربانی جلد ثانی طبع قدیم مکتوب ۳۶ ص ۵۲)

ترجمہ:۔ اکابر اہل سنت کے نزدیک (اللہ تعالیٰ ان کی کوششیں قبول فرمائیں) باہمی جھگڑوں اور لڑائیوں میں صحابہ کرام کے تین گروہ ہوئے ہیں۔ ایک گروہ نے اپنی دلیل و اجتہاد کی بنا پر حضرت علیؓ کا حق پر ہونا معلوم کر لیا۔ دوسرے گروہ نے اپنی دلیل و اجتہاد کی بنا پر حضرت علیؓ سے اختلاف رکھنے والوں کا حق پر ہونا معلوم کر لیا۔ اور تیسرے گروہ نے اس میں توقف اختیار کیا اور دلیل کی بنا پر کسی ایک جانب کو ترجیح نہ دے سکے۔ پس پہلے گروہ کے لئے اپنے اجتہاد کی بنا پر حضرت امیر (علیؓ) کی نصرت واجب ہو گئی اور دوسرے گروہ پر حضرت امیرؓ کے مخالف جانب نصرت واجب ہوئی کیونکہ ان کے اجتہاد کا یہی تقاضا تھا۔ اور تیسرے گروہ پر توقف لازم ہوا کیونکہ وہ اپنے اجتہاد اور دلیل کی بنا پر کسی کو ترجیح نہ دے سکے۔ پس صحابہ کرام کے ہر سہ گروہ نے اپنے اجتہاد کی بنا پر عمل کیا۔ اسلئے کسی کو ملامت کرنے کی گنجائش

نہیں اور نہ کسی پر طعن کرنا مناسب ہے"۔
اسکے بعد حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں "لیکن جمہور اہل سنّت بدلیلے کہ برایشاں ظاہر شدہ باشد برانند کہ حقیّت در جانب امیر بودہ و مخالف او راہ خطا را پیمودہ لیکن ایں خطا چوں خطائے اجتہادی است از ملامت وطعن دور است الخ (ایضاً صـ۵۴)۔ ترجمہ: لیکن جمہور اہل سنّت اس دلیل کی بنا پر جو ان پر ظاہر ہوئی ہے یہ مسلک رکھتے ہیں کہ حق حضرت علیؓ کی جانب تھا اور آپ کے مخالف راہ خطا پر چلے ہیں لیکن ان کا اختلاف چونکہ اجتہاد پر مبنی ہے اس لئے خطا کیوجہ سے ان پر طعن وملامت نہیں کی جاسکتی"۔
حضرت مجدد الفؒ ثانی کی مذکورہ عبارتیں بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اوّل صـ ۵۵۱ / ۵۵۲ پر نقل کردی ہیں۔ امام ربانی مجدد الفؒ ثانی نے بھی واضح طور پر یہاں حضرت علی المرتضیٰؓ کے موقف کو حق وصواب پر مبنی قرار دیا ہے اور فریق ثانی کے موقف کو باوجود حق کے، خطائے اجتہادی پر محمول کیا ہے اور اسی کو جمہور اہل سنّت کا مذہب قرار دیا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بانی دار العلوم کراچی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "خصوصاً مشاجرات صحابہ میں تو جس طرح امت کا اس پر اجماع ہے کہ دونو فریق کی تعظیم واجب اور دونو فریق میں سے کسی کو برا کہنا ناجائز ہے۔ اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ جنگ جمل میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حق پر تھے اور انکا مقابلہ کرنے والے خطاء پر اسی طرح جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان کے مقابل حضرت معاویہؓ اور ان کے اصحاب خطا پر۔ البتہ ان کی خطاؤں کو اجتہادی قرار دیا جو شرعاً گناہ نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہو بلکہ اصول اجتہاد کے مطابق اپنی کوشش صرف کرنے کے بعد بھی اگر ان سے خطاء ہوگئی تو ایسے خطا کرنے والے بھی ثواب سے محروم نہیں ہوتے۔ ایک اجر اُن کو بھی ملتا ہے الخ بحوالہ مقام صحابہ ص۹۰ (ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۶۰۹)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب اس مسئلہ اجتہادی خطا کو امت کا اجماعی مسلک قرار دے رہے ہیں جن میں متقدمین و متاخرین سب شامل ہیں

علامہ ابن حزم

مولانا سندیلوی نے اپنے مسلک توقف کی تائید میں علامہ ابن حزمؒ متوفی ۴۵۶ھ کی جو زیر بحث عبارت درج کی ہے وہ بھی ان کے لئے مفید نہیں کیونکہ ابن حزمؒ نے بھی اصحابِ توقف کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ:۔ اما من وقف فلا حجة له اکثر من انه لم یتبین له الحق فلا سبیل الی مناظرته باکثر من ان نبین له وجه الحق حتی یراه" (الفصل فی الملل والاھواء والنحل ج۴ ص۱۵۳) اور جس نے اس میں توقف کیا ہے تو اس سے زیادہ اس کیلئے حجت نہیں ہے کہ اس پر حق واضح نہیں ہوا۔ اور جس کے لئے حق ظاہر نہیں ہوا تو اس کے ساتھ

مناظرہ کرنے کی اس سے زیادہ اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ہم اس کیلئے حق کی دلیل واضح کردیں حتیٰ کہ وہ خود اس کو جان لے"۔ علامہ ابن حزم، امام نووی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ محققین اہل سنت نے ان غیر جانبدار صحابہ کرام کے توقف کا جو مطلب بیان کیا ہے وہی خود مولانا سندیلوی ان الفاظ میں بیان کر رہے ہیں :۔ (غیر جانبدار صحابہ کا مسلک) اس بارہ میں توقف ہی تھا۔ وہ فریقین کے بارے میں صواب وخطا کا کوئی فیصلہ نہیں کرسکے اور مسئلہ ان پر مشتبہ ہوگیا"۔ (اظہار حقیقت جلد دوم صفحہ ۲۴۴)۔

(۲) غیر جانبدار صحابہ کرام اس بارے میں معذور تھے اور انہوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر کسی فریق کی حمایت نہیں کی۔ لیکن اس کے بعد جب دلائل سے واضح ہوگیا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا اجتہاد صحیح تھا اور فریق ثانی سے اس اجتہاد میں خطا ہوگئی تھی تو پھر جمہور اہل سنت نے یہی مسلک اختیار کرلیا۔ مثلاً مولانا سندیلوی لکھتے ہیں :۔

(۱) ہماری حیثیت اور صحابہ کرام کی حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حضرت علیؓ کو خلیفہ تسلیم کرنا ان (یعنی صحابہؓ) کے لئے عقیدے کی حیثیت نہیں رکھتا تھا جبکہ ہمارے لئے اس کی حیثیت عقیدے کی ہے الخ (اظہار حقیقت ج ۲ ص ۲۴۵)۔

ایک سوال یہاں ہمارا سوال یہ ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ کو خلیفہ ماننا صحابہ کرام کے لئے عقیدہ کی حیثیت

نہیں رکھتا تھا تو پھر آپ نے صحابہ کرام کے خلاف اس کو عقیدے کی حیثیت کیوں دیدی ہے۔ آپ پر تو صحابہ کرام کی پیروی لازم تھی؟

(۲) سندیلوی صاحب لکھتے ہیں :۔ حضرت علیؓ کو بعد حضرات خلفائے ثلاثہ افضل امت سمجھنا بعد کی بات ہے۔ دورِ صحابہ میں یہ خیال عام نہ تھا۔ جمہور صحابہ حضرت عثمانؓ تک تو ترتیب فضیلت حسب خلافت سمجھتے تھے۔ ان کے بعد کسی کو افضل امت نہیں سمجھتے تھے" (اظہار حقیقت جلد ثانی ص۴۲۱) ـــــ لیکن بعد میں تو اہل السنت والجماعت کا یہ متفق علیہ عقیدہ ہو گیا کہ خلفائے ثلاثہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ افضل امت ہیں۔ اور آپ کا بھی غالباً یہی عقیدہ ہو گا تو یہاں بھی ہمارا سوال ہے کہ آپ نے دور صحابہ کے خلاف حضرت علیؓ کی افضلیت کا عقیدہ کیوں تسلیم کر لیا۔

(۳) مولانا موصوف فرماتے ہیں :۔ جہاں تک حضرت علیؓ کی شخصیت کا تعلق ہے دورِ صحابہ کے بعد کوئی سُنی ان کے انتخاب کو غلط نہیں کہہ سکتا۔ ہر سُنی کے نزدیک آں محترم خلیفہ ہونے کے اہل تھے لیکن ان کے دور کے صحابہ کرام کو یقیناً اس کا حق تھا کہ وہ انھیں منصب خلافت کے لئے مناسب نہ سمجھیں اور ان کی خلافت سے اختلاف کریں الخ (ایضاً ج ۲ ص۴۱۰) ـــــ یہاں بھی یہی سوال ہے کہ جب حضرت معاویہؓ وغیرہ صحابہ کرام حضرت علیؓ کے انتخاب کو صحیح نہیں سمجھتے تھے اور ان حضرات کو یہ حق تھا کہ حضرت علیؓ کو خلافت کے منصب کے مناسب نہ

سمجھیں تو پھر ان حضرات صحابہ کے موقف کے خلاف آپ کو یہ حق کیونکر حاصل ہو گیا کہ آپ جمہور اہل سنت کی طرح حضرت علیؓ کے انتخاب کو صحیح سمجھتے ہیں اور نہ صرف منصب خلافت کا اہل سمجھتے ہیں بلکہ ان کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کی روشنی میں چوتھا موعودہ خلیفہ راشد مانتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے "جواب شافی" صـ۱ پر تصریح کر دی ہے کہ: "حضرت علیؓ کی خلافت بھی آیت استخلاف و آیت تمکین کا مصداق ہے"۔ کیا مذکورہ تینوں امور کا اقرار کر کے آپ نے غیر جانبدار صحابہ یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے موقف کی مخالفت نہیں کی؟ آپ پر تو لازم تھا کہ دو صحابہ کے موقف کی پیروی کرتے اور سر مو ان سے انحراف نہ کرتے اور اگر آپ کو ان حضرات صحابہ کے موقف کے خلاف کتاب و سنت سے کوئی ایسی دلیل میسر آگئی ہے جس کی بنا پر آپ نے ایک نیا موقف جمہور اہل السنت والجماعت کے مطابق اختیار کر لیا ہے۔ تو پھر کیا آپ امت کے دوسرے محققین کو یہ حق نہیں دیتے کہ وہ کتاب و سنت کی دلیل سے جو بعد میں ان پر ظاہر ہوئی ہے غیر جانبدار صحابہ کے مسلک توقف کو چھوڑ کر فریقین کو برحق مانتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰؓ کے اجتہاد کو صحیح اور حضرت معاویہؓ کے اجتہاد کو خطا پر مبنی قرار دیں۔

حضرت علی کے مصیب ہونے کی دلیل

مشاجرات صحابہ کی بحث میں بندہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مصیب ہونے پر (یعنی آپ کا اجتہاد

صحیح تھا اور فریق ثانی سے اجتہاد میں خطا ہوگئی) مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔ قارئین حضرات "خارجی فتنہ حصہ اول میں اس بحث کا مطالعہ فرمالیں اور اس مسئلے میں سب سے اہم اور واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی خلفائے ثلٰثہ کی طرح قرآن کی آیتِ استخلاف اور آیت تمکین کا قطعی مصداق تھے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بلا نام جن حضرات صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا تھا وہ یہی چار اصحاب تھے یعنی امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند آیت استخلاف کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔ "اس سے ثابت ہوا کہ تسلطِ اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالۂ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہی چار یار کے لئے تھا۔" (ھدیۃ الشیعۃ ص۵۶)

اور خود مولانا سندیلوی بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ:۔

"حضرت علیؓ کی خلافت بھی آیت استخلاف و آیت تمکین کا مصداق ہے۔" (جواب شافی ص۱)۔

اہم سوال تو اب سوال یہ ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ اللہ کے (بلا تصریح نام) وعدے کے مطابق خلیفہ بنے ہیں تو پھر ایسے خلیفہ راشد سے جنگ کرنے کا کیا حکم ہوگا؟ ہر اہل عقل و دیانت

شخص یہی کہیگا کہ قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد سے جنگ کرنا ناجائز ہے لیکن مولانا سندیلوی اس وعدۂ قرآنی کو تسلیم کرنے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والے بھی ٹھیک تھے اس میں ان کی کوئی غلطی نہیں۔ فرمائیے! پھر قرآن کے خلیفہ راشد کی عملاً کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ پھر تو روافض بھی یہی کہ سکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کے منکرین کی بھی کوئی غلطی نہیں اور حضرت صدیق اکبر سے جنگ کرنے والے منکرین زکوٰۃ اور مرتدین نے بھی کوئی غلطی نہیں کی۔ کیا اس توجیہ سے انکار خلافت خلفائے ثلثہ کا دروازہ نہیں کھل جائیگا۔ پھر تو ابن سبا کے حامی بلوائیوں کا بھی کوئی قصور نہیں جنہوں نے قرآن کے تیسرے موعودہ خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا تھا۔ کیا مولانا سندیلوی حضرت علی المرتضیٰ رضی سے جنگ و قتال کرنے کا جواز پیدا کرکے اعدائے خلفائے ثلثہ کا جواب دے سکیں گے؟

حلِ اشکال (حضرت معاویہ معذور تھے)

حضرت علی المرتضٰے کی قرآنی خلافت راشدہ کے تحفظ کے سلسلہ میں بندہ نے اس امر کی تصریح کردی تھی کہ:۔ حضرت علی کا موعود خلیفہ راشد ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے لیکن دور صحابہ میں یہ نصوص صحابہ کرام کے پیش نظر نہ تھیں کیونکہ آیت و حدیث میں خلفائے اربعہ کے نام نہیں تھے۔ اس وقت

صحابہ کرام نے اجتہاد کی بنا پر اپنا اپنا موقف اختیار کر لیا اور وہ اس میں معذور تھے۔ بحیثیت شرف صحابیت کے ہم حضرت امیر معاویہؓ کے خلوص میں شبہ نہیں کر سکتے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ سے اجتہادی خطا کا صدور ہو گیا تھا۔ اور اس میں نہ کوئی بے ادبی ہے نہ تنقیص شان کیونکہ اجتہادی خطا پر بھی از روئے حدیث بخاری ایک گونہ ثواب ملتا ہے تو کارِ ثواب پر ملامت کیونکر جائز ہو سکتی ہے الخ (خارجی فتنہ حصہ اول ص۲۰۳)

(ب) اسی بنا پر میں نے دوسرے مقام پر لکھا تھا: حضرت معاویہؓ اور دوسرے حضرات صحابہ ان حالات میں معذور تھے اور یہ بھی ملحوظ رکھیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے اصل اختلاف حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے اور نہ لینے پر مبنی تھا۔ چنانچہ امام غزالیؒ اور دوسرے محققین نے یہی فرمایا ہے جیسا کہ امام غزالیؒ کی عبارت (احیاء العلوم سے) کتاب ھذا ص۲۱۶ نقل کی جا چکی ہے۔ لیکن اب سندیلوی صاحب حضرت علی المرتضیٰ کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق تسلیم کرنے کے بعد معذور نہیں ہیں۔ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر آیت استخلاف کی نص قرآنی کے تقاضے کو مجروح کر رہے ہیں الخ (ص۵۸۴)۔

خلاصۂ بحث

مشاجرات صحابہ کے بارے میں مولانا سندیلوی نے صحابہ کرام کے تین موقف بیان کئے ہیں: ۔ (۱) توقف کرنے والے (۲) حضرت علیؓ کے حامی (۳) حضرت معاویہؓ کے حامی

اسی سلسلے میں انھوں نے اہل السنت والجماعت کے مختلف مسالک کا ذکر کیا ہے۔ آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ:۔ "راقم السطور کے نزدیک ان مسالک میں قوی ترین مسلک پہلا یعنی مسلک توقف ہے الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص۴۷۵) اور توقف کا مطلب وہ خود لکھ چکے ہیں کہ "وہ فریقین کے بارے میں صواب وخطا کا کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔ اور مسئلہ ان پر مشتبہ ہوگیا" (ایضاً ص۴۴۱)۔

فرمائیے! جب غیر جانبدار حضرات صحابہ خود کوئی فیصلہ ہی نہ کر سکے اور وہ تردد اور شبہ میں پڑ گئے کہ دوسرے صحابہ کرام میں سے (جن کے مابین جنگ واقع ہوئی تھی) کس کا موقف صحیح ہے اور کس کا غلط۔ تو کیا کسی مشکوک موقف کو اختیار کرنا قوی ترین مسلک ہو سکتا ہے۔ مسلک تو یقین کی پیروی میں اختیار کیا جاسکتا ہے نہ کہ شک کی اتباع میں۔ باقی رہے صحابہ کرام کے دونوں گروہ تو بیشک ان کا اپنا اپنا اجتہادی مسلک تھا جس کی انھوں نے پیروی کی۔ اب اہل السنت والجماعت کیلئے دو ہی راستے ہیں یا حضرت علیؓ کو مجتہد مصیب اور حضرت معاویہؓ کو مجتہد مخطی مانیں یا حضرت معاویہؓ کو مجتہد مصیب اور حضرت علیؓ کو مجتہد مخطی مانیں۔ لیکن اس دوسری صورت میں معاملہ برعکس ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ اپنے دور میں افضل امت ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ بیعت رضوان کی وجہ سے وہ قطعی طور پر جنتی بن چکے ہیں اور وعدہ خداوندی کے تحت وہ منصب خلافت راشدہ پر فائز ہوئے ہیں۔

اور گو حضرت معاویہؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں لیکن ان کو مذکورہ فضائل حاصل نہیں نہ ہی وہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق ہیں کیونکہ آپ مہاجرین اولین میں سے نہیں ہیں۔ لہذا حضرت معاویہؓ کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنے سے کوئی تنقیص اور بے ادبی لازم نہیں آتی بلکہ اس پر بھی آپ کو ایک ثواب ہی ملیگا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس جنگ میں مجتہد مخطی (اجتہادی خطا کرنے والا) قرار دیا جائے تو پھر یہ لازم آئیگا کہ اسقدر قطعی فضائل خصوصی سے متصف اور قرآن کے وعدہ کے تحت چوتھے خلیفہ راشد کے منصب خلافت کی کوئی ادنےٰ حیثیت بھی نہیں کہ ان کے ساتھ جنگ و قتال کرنیوالوں کا موقف بالکل صحیح تھا اور آپ کی طرف سے منصب خلافت راشدہ کے تحفظ کرنے میں غلطی ہوگئی تھی۔ اسی بنا پر جمہور اہل السنت والجماعت نے دور صحابہ کے بعد اس مسلک پر اجماع کر لیا ہے گو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ بوجہ مجتہد ہونے کے دونوں حق پر تھے مگر اس جنگ و قتال میں حضرت علیؓ کا اجتہاد صحیح تھا اور حضرت معاویہؓ کا غلط۔ لیکن اس اجتہادی خطا کی نسبت کرنے پر تو مولانا سندیلوی اور ان کی پارٹی اسقدر مشتعل ہوتی ہے گویا کہ انکے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ معصوم تھے۔

سندیلوی صاحب نہ توقف کے قائل ہیں نہ تصویب کے

مولانا سندیلوی بظاہر توقف کے مسلک کو قوی ترین مسلک قرار دیتے ہیں لیکن ان کا عمل اس کے خلاف

ہے۔ کیونکہ توقف میں تو کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا معاملات میں اشتباہ کی وجہ سے۔ مگر مولانا موصوف واضح طور پر اپنا فیصلہ لکھ رہے ہیں کہ :۔
یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے لئے اولیٰ یہ تھا کہ دوبارہ انتخاب پر راضی ہو جاتے۔ حضرت معاویہؓ کو معزول کرنے اور ان سے بیعت کا مطالبہ کرنے کے بجائے ان کی اعانت حاصل کر کے قاتلین سیدنا عثمانؓ کی سرکوبی کرتے۔ انہوں نے اس اولیٰ صورت کو ترک فرمایا۔ یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی۔ حضرت معاویہؓ کے لئے اولیٰ یہ تھا کہ جدید انتخاب کے مطالبہ کو ترک اور قاتلین سیدنا عثمانؓ سے قصاص لینے کے مطالبہ کو ملتوی کر دیتے۔ اس کے ساتھ حضرت علیؓ کی اعانت کر کے ان سبائی منافقوں کا استیصال کرتے۔ انھوں نے اس اولیٰ صورت کو ترک فرمایا یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص ۵۳، ۵۴)
فرمائیے! یہ ہے مولانا سندیلوی کے مسلک توقف کا ان کے ہاتھوں سے حشر۔ نہ حضرت علی کو چھوڑا اور نہ حضرت معاویہؓ کو۔ دونو کو اجتہادی خطا کرنے والا قرار دیدیا۔ بقول مؤلف اصل حقیقت " ان دونو حضرات کو خطا کار قرار دیدیا۔ ع

وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

کوئی سندیلوی صاحب سے پوچھے کہ پھر اتنی لمبی چوڑی بحث آپ نے کیوں کی۔ اور حضرت معاویہؓ کی طرف جمہور اہل سنت نے اگر اجتہادی خطا کی نسبت کر دی تو ان پر غیظ و غضب کے اتنے تیر کیوں برسائے

مؤلف اصل حقیقت مولانا سندیلوی پر بھی تو تبرا کی زبان کھولیں۔ میں تو ان کے نزدیک صرف حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا کا قائل ہونیکی وجہ سے مجرم تھا اور اس کو آپ نے بغض معاویہؓ قرار دیا۔ اب اپنے امام اہل سنت پر کیا فتویٰ دینگے جو حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونو کو اجتہادی خطا کا مرتکب قرار دے رہے ہیں۔ ع

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

حضرت علی المرتضیٰ پر سندیلوی تنقیدیں — مؤلف کا جھوٹ نمبر ۱۹

مؤلف اصل حقیقت اور ناشر پمفلٹ

"جواب شافی" کا یہ دعویٰ بھی جھوٹ پر مبنی ہے کہ مولانا سندیلوی نے تمام صحابہ کا دامن صاف کرنیکی کوشش کی ہے۔ اگر اس سے ان کا یہ مطلب ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کا دامن اسطرح صاف کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے قتال میں ان سے کوئی اجتہادی خطا بھی سرزد نہیں ہوئی تو پھر ہم اعلان کرتے ہیں کہ سندیلوی صاحب نے حضرت علیؓ کا دامن خلافت صاف نہیں کیا بلکہ ان پر حسب ذیل تنقیدات کرکے ان کی موعودہ خلافت راشدہ کو مجروح کیا ہے :-

(۱) جنگ جمل کے متعلق لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ فریقین جنگ نہ چاہتے تھے اس لئے جنگ رک گئی اسے حضرت علیؓ کی فتح سے تعبیر کرنا بالکل غلط ہے" (اظہار حقیقت جلد دوم ص)۔

(۲) حضرت علیؓ کو بعد خلفائے ثلٰثہ افضل امت سمجھنا بعد کی بات ہے" (ایضاً ص۴۲۱)۔

(۳) اگر یہ بھی ثابت ہو جائے تو افضل سمجھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ احق بالخلافہ بھی سمجھا جائے" (ص۴۲۱)

(۴) پھر حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کی تجویز کیوں منظور نہ فرمائی حقیقت یہ ہے کہ اگر دوبارہ انتخاب ہوتا اور آزادانہ ہوتا تو حضرت علیؓ کی کامیابی اور ناکامی کے امکانات برابر ہوتے"۔ (ص۴۲۲)۔

(۵) حضرت علیؓ حضرات اصحاب جمل و حضرات اصحاب صفین سے جنگ کرنے کے بجائے اگر ان سب کو اپنے گرد جمع کرنے کی کوشش کرتے تو قلیل مدت میں سازشی گروہ اور مفسد ٹولی کا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ ان کی خلافت بھی مستحکم ہو جاتی اور خانہ جنگی بھی نہ ہوتی مگر یہ حقیقت ناقابل انکار اور بالکل روشن ہے کہ آں محترم نے اس کی کوشش نہیں فرمائی بلکہ ایسا طرز عمل اختیار فرمایا جو ان حضرات کو آں محترم سے دور کرنے والا تھا الخ (ایضاً ص۴۳۹-۴۳۳)۔

تبصرہ سندیلوی صاحب یہاں حضرت علی المرتضیٰ پر صریح زیادتی کر رہے ہیں۔ اگر سندیلوی صاحب دل سے حضرت علی المرتضیٰ کو قرآن کی آیت استخلاف اور آیت تمکین کا صحیح مصداق اور چوتھا موعودہ خلیفہ راشد مانتے ہیں تو پھر سبائی قوت توڑنے کا کیا یہ طریق صحیح نہ تھا کہ پہلے دوسرے حضرات حضرت علی المرتضیٰ کی بیعت خلافت

کر لیتے اور پھر متحدہ قوت سے سبائیت کا استیصال کرتے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے اسی بنا پر سب حضرات کو ان کی خلافت کی بیعت کرنے کی دعوت دی تھی لیکن مولانا سندیلوی اپنی ذہنی اپج کی بنا پر اس کے برعکس راگ الاپ رہے ہیں۔

(۶) حضرت معاویہؓ کو معزول کرنے میں عجلت فرمانا حضرت علیؓ کی شرعی نہیں سیاسی غلطی تھی"۔ (ص ۱۹۳)۔

(۷) بالفرض حکمین نے کتاب وسنت پر نظر کئے بغیر اپنی رائے سے یہ فیصلہ کر دیا کہ حضرت علیؓ خلافت سے معزول ہو جائیں تو بھی اس فیصلے کی پابندی کرنا حسب معاہدہ حضرت علیؓ پر واجب تھا کیونکہ اس فیصلہ کے جواز میں تو کسی کلام کی گنجائش ہی نہیں الخ (ص ۲۰۴)

تبصرہ اگر مولانا سندیلوی حضرت علی المرتضیٰ کو قرآن کا موعودہ خلیفہ راشد مانتے ہیں تو پھر ان کو معزول کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کی بنا پر حکمین کے فیصلہ کو اجتہادی خطا قرار دیا ہے۔

(۸) دانشمندی کا تقاضا یہی نظر آتا ہے کہ انھیں معزول نہ کیا جاتا انھیں معزول کرنا اس وقت نہ ضروری معلوم ہوتا ہے نہ قرین تدبر و مصلحت "۔ (ص ۱۹۶)۔

تبصرہ :۔ سندیلوی صاحب کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ نے جو

حضرت معاویہؓ کو معزول کیا تو ان کا یہ اقدام تقاضائے دانشمندی اور تدبر و مصلحت کے خلاف تھا۔ العیاذ باللہ۔ یہ ہے سندیلوی صاحب کے نزدیک قرآن کے چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کے فیصلہ کی حیثیت حالانکہ یہ وہی حضرت علی المرتضیٰ ہیں جن کو حضرت عمر فاروق اپنے میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا کہتے تھے اور جن کے متعلق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اَقْضَا اُمَّتِیْ عَلِیْ بن ابی طالب (میری امت میں سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالے (حضرت) علیؓ بن ابیطالب ہیں)

______ قارئین ہی فیصلہ فرمائیں کہ مولانا سندیلوی نے مندرجہ عبارات میں موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کا دامن خلافت راشدہ صاف کیا ہے یا داغدار۔ بندہ نے تو باتباع جمہور حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا کا قول اختیار کیا تو مؤلف "اصل حقیقت" نے اس کو بغض معاویہؓ قرار دیا لیکن مولانا سندیلوی حضرت علی المرتضیٰؓ پر اسقدر تنقیدی بمباری کرنے کے باوجود بھی محبّ حضرت علی اور امام اہل سنت قرار پائے ؎

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کی عقل کرشمہ ساز کرے

مولانا سندیلوی کی تنقیدی عبارتوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ۔
"خارجی فتنہ حصہ اوّل ۳۹۹ تا ۴۰۶)۔

مولانا ظفر احمد عثمانی کا موقف

مؤلف اصل حقیقت لکھتے ہیں :۔ خانقاہ بھون کے مفتی اعظم اور شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اپنی بے نظیر کتاب "اعلاء السنن" کے مقدمہ "قواعد فی علوم الحدیث" میں لکھتے ہیں :۔ فائدہ :۔ الارجاء علی نوعین قال الحافظ فی مقدمۃ الفتح ص۴۵۹ ۱۲ وجلد ۲ ص۱۷۹) فالارجاء بمعنی التاخیر وھو عندھم علی قسمین منھم من ارادبہ۔ تاخیر القول فی الحکم فی تصویب احدی الطائفتین اللتین تقاتلوا بعد عثمان۔ وقال فی التہذیب ج ۱ ص۹۴۔ التشیع فی عرف المتقدمین ھو اعتقاد تفضیل علی علیٰ عثمان وان علیا کان مصیبا فی حروبہ وان مخالفہ مخطئ مع تقدیم الشیخین وتفضیلھما۔ وربما اعتقد بعضھم ان علیا افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا کان معتقد ذلک ورعا دینا صادقا مجتھدا فلا ترد روایتہ بھذا لاسیما ان کان غیر داعیۃ واما التشیع فی عرف المتاخرین فھو الرفض المحض (ای السب والشتم فلا تقبل روایۃ الرافضی الغالی ولا کرامۃ قلت ولا یخفی ان الارجاء بالمعنی الاول لیس من الضلالۃ فی شئ بل ھو واللہ الورع والاحتیاط والسکوت عما جری فی الصحابۃ وشجر بینھم اولی۔ فلیس کل من

اطلق علیہ الارجاء متہما فی دینہ وخارجاً عن السنۃ بل
لابد من تفحص عن حالہ فان کان لارجاءہ امر الصحابۃ
الذین تقاتلوا فیما بینہم الی اللہ وتوقفہ عن احکام الطائفین
فھو من اھل السنۃ ومن حزب الورعین حتماً ومن اطلق
علیہ ذلک لقولہ بعدم احتراز للعاصی فھو الذی یتہم فی
دینہ۔ (ترجمہ) فائدہ۔ ارجاء کی دو قسمیں ہیں اور شیعیت کی بھی دو
قسمیں ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۴۵۹ و
ج ۲ ص ۱۷۹ پر لکھتے ہیں:۔ کہ ارجاء کے معنی ہیں فیصلہ دینے سے بچنا۔ اور
اس کی دو قسمیں ہیں:۔ پہلی قسم یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت
کے بعد جن صحابہ کرام کے درمیان مشاجرات ہوئے ان میں سے صرف
کسی ایک جماعت کی تصویب کرتے (اور دوسرے کو خطا کار قرار دینے
سے بچنا۔ یہی حافظ ابن حجر اپنی دوسری کتاب تہذیب التہذیب ج ا
ص ۹۴ پر لکھتے ہیں کہ متقدمین کے نزدیک شیعیت دو چیزوں کا نام تھا
ایک حضرت علیؓ کو حضرت عثمان پر فضیلت دینا دوم مشاجرات صحابہ میں
حضرت علیؓ کو برصواب اور دوسری جماعت کو برخطا قرار دینا۔ متقدمین
کے نزدیک اس قسم کا نقطہ نظر رکھنے والے لوگ شیعہ تھے چاہے وہ حضرات
شیخین (صدیق اکبر و فاروق اعظم) کو حضرت علیؓ سے بہتر و افضل قرار
دیں۔ گو بعض ایسے شیعہ حضرت علیؓ کو آنحضرت کے بعد سب سے افضل
بھی سمجھتے تھے۔ اگر اس قسم کے شیعہ متورع۔ دیندار۔ سچے اور باصلاحیت

ہوں تو ان کی روایت حدیث قبول کرلی جائیگی خصوصاً جبکہ ایسا اپنے مسلک کا داعی نہ ہو۔ یہ تو تھا متقدمین کا مسلک۔ متاخرین کے نزدیک شیعیت نام ہے رافضیت یعنی سبّ وشتم کا۔ ایسے غالی رافضیوں کی روایت حدیث قبول نہیں کی جائیگی ہیں (یعنی مولانا ظفر احمد عثمانی) کہتا ہوں کہ اِرجاء کی پہلی قسم یعنی مشاجرات صحابہ میں کسی ایک کی تائید کرنے کے بجائے سکوت و توقف گمراہی تو کیا ہوتا خدا کی قسم یہ انتہائی دینداری اور احتیاط ہے کیونکہ صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات ہوئے اس میں فیصلہ دینے سے سکوت کرنا اولیٰ بات ہے۔ لہذا ہر وہ شخص جس کا مسلک ارجاء بتایا جائے بددین اور اہل سنّت سے خارج نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ یہ دیکھنا ہوگا کہ اگر وہ ارجاء صحابہ کا قائل ہے یعنی مشاجرات صحابہ میں دونوں فریقوں میں سے کسی ایک فریق کی تائید کرنے سے بچتا ہے تو بلاشبہ وہ اہل سنّت کی محتاط ترین جماعت میں سے ہے البتہ اگر وہ اِرجاء کی دوسری قسم کا قائل ہے یعنی کہتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد چاہے کتنے ہی گناہ کئے جائیں ان سے ضرر نہیں ہوتا تو ایسا شخص بے دین ہوتا ہے الخ (اصل حقیقت ص۵۵، ۵۶، ۵۷)۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب سے مؤلف

الجواب اصل حقیقت نے یہاں جو عبارت نقل کی ہے یعنی التشیع فی عرف المتقدمین الخ یہ وہی عبارت ہے جو مولانا سندیلوی کے پمفلٹ "جواب شافی" ص۱۴۱ پر ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس

عبارت کو مولانا سندیلوی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ انہی کے مسلک توقف کی تائید میں یہ عبارت پیش کی گئی ہے۔ اس عبارت کا مفصل جواب "خارجی فتنہ حصہ اول" میں دیا جا چکا ہے (ملاحظہ ہو از ص۲۵۴ تا ص۲۶۵)۔

(۲) قرون اولیٰ میں تشیع اور شیعیت کوئی مذہبی اصطلاح نہ تھی۔ عموماً لفظ شیعہ لغوی معنی میں استعمال ہوتا تھا یعنی گروہ یا پیروکار۔ اسی لئے حضرت علی المرتضیٰ کے پیروکاروں کو شیعانِ علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے پیروکاروں کو شیعانِ عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے پیروکاروں کو شیعانِ معاویہ کہا جاتا تھا۔ یعنی حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کی پارٹیاں۔ اسی بنا پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ابن سبا یہودی کے فتنہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بس لشکر والے جناب امیر کے اس شیطان کے وسوسہ سے چار فرق ہو گئے۔ ایک فرقہ شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین کہ اہل سنت والجماعت کے پیشوا ہیں اور حضرت امیرؓ کے چال چلن پر حقوق اصحاب کبار اور ازواج مطہرات کے پہچانتے تھے الخ (ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اول ص۲۹۵ بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ مترجم اردو ص۹) اسلئے اگر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے متقدمین کی اصطلاح میں ان لوگوں کو شیعہ قرار دیا ہے جو حضرت علی المرتضیٰ کو صواب پر مانتے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے ان لوگوں کو شیعہ کہا ہے جو حضرت علی کو صواب پر مانتے

کے علاوہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتے ہیں۔ مؤلف کا ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ قرار دینا کم فہمی ہے یا بددیانتی۔ اور زیر بحث مسئلہ صرف حضرت علیؓ کو صواب پر اور حضرت معاویہؓ کو خطا پر ماننے کا ہے نہ کہ حضرت علیؓ کی افضلیت کا کیونکہ ہم جمہور اہل السنّت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے افضل مانتے ہیں۔ —— (۳) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے جو یہ فرمایا ہے کہ: گو بعض ایسے شیعہ حضرت علیؓ کو آنحضرت کے بعد سب سے افضل سمجھتے تھے اگر اس قسم کے شیعہ متورع۔ دیندار۔ سچے اور بلا صلاحیت ہوں تو ان کی روایت حدیث قبول کر لی جائیگی۔ الخ

لیکن موجودہ زمانے میں تو کوئی شیعہ دیندار اور متقی نہیں ہو سکتا جو حضرت علیؓ کو حضرت صدیق وغیرہ سے افضل مانتا ہو۔ بلکہ ایسے شخص کے اندر تو خلفائے ثلاثہ کا بغض پایا جاتا ہے تو ایسے شخص کی روایت کیونکر قبول کی جا سکتی ہے۔ مؤلف صاحب اس معمہ کو بھی حل فرمائیں

(۴) خود حافظ ابن حجر عسقلانیؒ محدث فرماتے ہیں:۔ وذھب جمھور اھل السنۃ الی تصویب من قاتل مع علیؓ الخ (فتح الباری جلد ۱۳۔ کتاب الفتن ص ۵۴)۔ اور جمہور اہل السنّت کا مسلک یہ ہے کہ جو حضرت علیؓ کے ساتھ ہو کر لڑنے والے ہیں وہ صواب پر تھے الخ تو مؤلف مذکور کی فہم و عقیدہ کے تحت تو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بھی شیعہ تھے۔ بلکہ بارہ سو سال کے تمام متاخرین محققین اہل سنّت شیعہ

تھے (جن کے متعلق مولانا سندیلوی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ حضرت علیؓ کو صواب پہ اور حضرت امیر معاویہؓ کو خطا پر مانتے ہیں) حالانکہ حضرت مجدد الف ثانی وغیرہ اکابر اہل سنت نے اس مسلک کو اہل السنت والجماعت کا عقیدہ قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اوّل)۔

تحقیق مولانا عثمانیؒ

مؤلف صاحب نے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی محدثؒ کی اعلاء السنن سے جو عبارت پیش کی ہے وہ مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کے خلاف ہے کیونکہ مولانا عثمانی کے نزدیک مشاجرات صحابہ کی بحث میں ارجاء کا مطلب یہ ہے کہ:۔ "ان میں سے کسی ایک کو نہ صواب پر سمجھا جائے اور نہ خطا پر بلکہ توقف اور سکوت کرنا دینداری اور تقوی ہے۔ حالانکہ مولانا سندیلوی موصوف نے مشاجرات صحابہ پر مفصل بحث کی ہے جیسا کہ کتاب ہذا ص ___ پر بحوالہ اظہار حقیقت جلد دوم ص۵۳ ان کی عبارت نقل کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مولانا موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:۔ اس جنگ میں حضرت معاویہؓ اقرب الی الحق تھے۔ (ایضاً ص۵۵) نیز لکھتے ہیں کہ:۔ حضرت علیؓ کی رائے صحیح ضرور تھی مگر حضرت معاویہؓ کی رائے اَصح یعنی نسبتاً صحیح تھی"۔ (ص۲۰۲)

علاوہ ازیں فرماتے ہیں:۔ ان حضرات اکابر علمائے اہل سنت کا یہ مسلک تھا کہ ان سب مشاجرات مذکورہ میں فریقین حق پر تھے یعنی حضرات

اصحاب صفین بھی حق پر تھے اور حضرت علیؓ اور انکے مؤیدین بھی حق پر تھے ان میں سے کسی سے بھی خطائے اجتہادی کا صدور نہیں ہوا الخ (ایضاً ص ۳۱۶)۔ اس میں بھی مولانا سندیلوی نے بجائے توقف اور سکوت کے فریقین کو حق وصواب پر قرار دیدیا" اور یہی مولانا موصوف حضرت علی المرتضیٰ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

پھر حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کی تجویز کیوں نہ منظور فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر دوبارہ انتخاب ہوتا اور آزادہوتا تو حضرت علیؓ کی کامیابی اور ناکامی کے امکانات برابر ہوتے۔ (ص ۴۲۲)۔

علاوہ ازیں کتاب ھذا کے سابقہ صفحات میں حضرت علی المرتضیٰ پر مولانا سندیلوی کی تنقیدات کی تفصیل درج کردی گئی ہے دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔ کیا سندیلوی صاحب کی ان تنقیدات کو کوئی ذی عقل اور اہل ہوش شخص توقف اور سکوت کہ سکتا ہے۔

مؤلف اصل حقیقت جواب دیں کہ مشاجرات صحابہ کے بارے میں کیا ان کے امام اہل سنت مولانا سندیلوی کا مسلک توقف وسکوت ہے یا حضرت علیؓ پر تنقید وجرح؟ پھر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ کا مسلک ارجاء پیش کرنے سے آپ کو کیا فائدہ حاصل ہوا؟ جبکہ سندیلوی صاحب بھی اس کے خلاف عمل کررہے ہیں۔ بندہ نے مولانا سندیلوی کی ایسی سولہ ۱۶ عبارتیں درج کردی ہیں جن میں انہوں نے چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ پر تنقید وجرح کی ہے (ملاحظہ ہو

خارجی فتنہ حصہ اول ۳۹۹ تا ۴۰۶) اور بعض عبارتیں کتاب ہذا پر نقل کر دی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا سندیلوی مشاجرات صحابہ کی بحث میں ذہنی انتشار میں مبتلا ہیں۔ اور اندھیرے میں ہی ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ ان کی ژولیدہ بیانی انکی متضاد تحریرات سے ظاہر ہے ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

ارجاء کا مطلب مشاجرات کے مسئلہ میں ارجاء کے قول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کو مصیب (صواب پر ماننا) اور حضرت امیر معاویہ کو مخطی (خطا پر ماننا) بے بنیاد اور ناجائز ہے۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی باہمی جنگوں (جمل و صفین) کے تذکرہ سے اجتناب کیا جائے بہتر یہی ہے کہ کسی فریق کے صواب و خطا کا حکم نہ لگایا جائے۔ تاکہ کوئی شخص کسی فریق صحابہ سے سوءظن میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اور یہ مطلب حضرت مولانا عثمانیؒ کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ بل هو والله الورع والاحتياط والسكوت عما جرى في الصحابة وشجر بينهم اولىٰ۔ (مقدمہ اعلاء السنن ص ۱۴۲)۔

بلکہ وہ (یعنی ارجاء) بخدا تقویٰ اور احتیاط ہے۔ اور صحابہ کے درمیان جو واقعات اور مشاجرات (یعنی نزاع و قتال) واقع ہوئے ہیں انہیں

سکوت اولی (بہتر) ہے"۔ اور ظاہر ہے کہ ترک اولیٰ (یعنی بہتر صورت کو ترک کردینا) جائز ہوتا ہے نہ کہ ناجائز۔ تو اگر کوئی شخص مشاجرات صحابہ میں بحث کرکے فریقین میں سے کسی ایک کے اجتہاد کو صحیح اور دوسرے کے اجتہاد کو غیر صحیح (غلط) قرار دیتا ہے تو اس کو شرعاً ناجائز نہیں کہہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ حسب ضرورت مفسرین۔ محدثین اور متکلمین وغیرہ اکابر علمائے اہل السنت والجماعت نے مشاجرات صحابہ پر بحث کی ہے اور مولانا سندیلوی کے اقرار کے مطابق متاخرین نے اس میں حضرت علی المرتضیٰ کو مصیب اور حضرت امیر معاویہؓ کو مخطی قرار دیا ہے۔ اور اس کے متعلق مولانا سندیلوی موصوف یہی تصریح کرتے ہیں کہ:۔ کسی صحابی کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت بے ادبی نہیں اس لئے جو حضرات یہ مسلک رکھتے ہیں ان پر اس مسلک کی وجہ سے کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا"۔ (اظہار حقیقت جلد دوم ص ۴۶۵)۔

اور تعجب خیز امر یہ ہے کہ خود سندیلوی صاحب نے اسی مشاجرات صحابہ کے مسئلہ پر اظہار حقیقت تصنیف فرمائی ہے جس کی دوسری جلد ۴۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں انہوں نے صاف الفاظ میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی طرف اجتہادی غلطی منسوب کی ہے۔ تو اگر مؤلف خارجی فتنہ نے جمہور اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برحق قرار دے کر ان کی اجتہادی خطا کا قول کیا ہے تو پھر اس کے خلاف مؤلف "اصل حقیقت" کی طرف

سے یہ خارجیانہ واویلا کیسا ہے۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۰

مؤلف مذکور لکھتے ہیں: "جیسا کہ امام حسن محمد بن حنفیہ اور امام اعظم کو بھی مرجی کہا گیا ہے تو وہ اسی ارجاء صحابہ کی وجہ سے کہا گیا" (حاشیہ ص ۵۶) ۔ــــــ مؤلف صاحب کا یہ لکھنا بھی ہمالیہ سے بڑا ان کا روایتی جھوٹ ہے کیونکہ ارجاء صحابہ کی وجہ سے کسی نے بھی امام اعظم کو مرجی نہیں کہا۔ بلکہ بعض نے غلط فہمی کی وجہ سے آپ کو مرجیہ میں شمار کر دیا جن کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہوں کی وجہ سے آخرت میں کسی کو سزا نہ ہو گی جبکہ اس کا ایمان وعقیدہ صحیح ہو۔ اور علامہ ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے بھی اسی مسئلہ پر اعلاء السنن میں بحث کی ہے۔ (ب) امام اعظم تو مجتہد کے لئے صواب وخطا کے قائل ہیں جیسا کہ بعد میں یہ بحث آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اصل حقیقت کے مؤلف کو ہدایت فرمائیں کہ وہ خارجیت اور ناصبیت سے تائب ہو کر مسلک اہل السنت والجماعت کے تابع ہو جائیں۔ آمین

محدث عثمانیؒ بھی اجتہادی خطا کے قائل ہیں

(۱) اگر ورع اور احتیاط اس میں ہے کہ فریقین کے بارے میں توقف اور سکوت کیا جائے تو اس پر تو حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ عثمانی نے بھی عمل نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اس جنگ میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو بہ نسبت حضرت امیر معاویہؓ

کے اولیٰ بالحق قرار دیا ہے۔ چنانچہ خوارج سے قتال کے متعلق ارشادِ رسالت کی مراد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وفی قوله صلی اللہ علیہ وسلم:۔ یقتلها اولی الطائفتین بالحق" دلیل علی ان کلا من الفرقتین علی الحق واحدہما التی تلی قتل المارقة اولٰهما به وهو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ واصحابه" (اعلاء السنن جلد ۱۲۔ حاشیہ ص ۶۲۳)۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ فرقہ مارقہ (دین سے نکلنے والا یعنی خوارج) کو وہ فریق قتل کریگا جو ان دونوں میں اولیٰ بالحق ہوگا: اس بات کی دلیل ہے کہ ہر دو فریق حق پر ہونگے لیکن جو فریق مارقہ یعنی خوارج کو قتل کریگا وہ ان دونوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگا اور وہ (حضرت) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور آپکے اصحاب"

(ب) مذکورہ حدیث نبوی کی تشریح کرتے ہوئے محدث عثمانیؒ فرماتے ہم کو یہی کہنا چاہیے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونو حق پر تھے مگر حضرت علی حق کے زیادہ قریب تھے جیسا حنفی علما کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ و امام شافعی رحمہ اللہ علیہما دونو حق پر ہیں مگر ابوحنیفہ حق کے زیادہ قریب ہیں۔ جملہ ائمہ مجتہدین کے بارے میں انکے مقلدین کہتے ہیں" (برأۃ عثمانؓ ص ۶۴)

تمام اہل السنت والجماعت حدیث نبوی کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ کو بہ نسبت حضرت معاویہؓ کے اولیٰ بالحق اور اقرب الی الحق قرار دیتے ہیں

لیکن ایک مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی ہیں کہ وہ اس کے برعکس اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں کہ :-

واقعات پر نظر کرنے سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں حضرت معاویہ اقرب الی الحق تھے الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص۲۵۵)۔

کاش کہ مولانا سندیلوی حدیث نبوی کے مقابلہ میں ایسی جسارت نہ کرتے۔

(۲) مولانا ظفر احمدؒ صاحب عثمانی بھی حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے اس اختلاف و نزاع کو (جس کے نتیجہ میں جنگِ صفین واقع ہوئی ہے) اجتہادی اختلاف قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں :- کان قتال اهل الجمل و اهل الصفین عن اجتهادٍ یعنی اصحاب جمل اور اصحاب صفین کی جنگ اجتہاد کی بنا پر تھی"۔ اس اجتہادی اختلاف کے سلسلہ میں ایک مسلک یہ ہے کہ کل مجتهد مصیبٌ یعنی ہر مجتہد کا اجتہاد صحیح ہوتا ہے۔ اور دوسرا مسلک یہ ہے کہ :- المصیب واحد یعنی اجتہادی اختلاف میں ایک ہی مجتہد صواب پر ہوتا ہے (اسی کی رائے صحیح ہوتی ہے) اور دوسرا خطا پر۔ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے محدث عثمانیؒ بلوغ الامانی ص۷۴ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں :- ولکن الصواب عند اللہ عزّ وجل واحد وقد ادّی القوم ما کلفوا به حین اجتهدوا وقاتلوا باجتهادهم ووسعهم الذی فعلوا وان کان احدهما قد اخطأ الذی

كان ينبغي ان يقول به الا انه فقد اجتهد قد رجهد ما كلف به لكن الصواب عند الله عزّوجلّ في الاشياء واحد وهذا كله قول ابي حنيفة وابي يوسف وقولنا وهذا يدل على ان اباحنيفة واصحابه لم يكونوا من المصوبة واخطأ من حكى عنهم ما يوهم ذلك (اعلاء السنن ج ۲ ص۲۳۵) لیکن اللہ عزّوجلّ کے ہاں (اجتہادی اختلاف میں) صواب (صحیح) ایک ہی ہے اور جنہوں نے اجتہاد کیا ہے وہ جس بات کے مکلف تھے اس کے مطابق انہوں نے مقدور بھر اپنی کوشش کی ہے۔ اگرچہ ان دونوں میں سے ایک نے باوجود اپنی پوری کوشش کے صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں خطا کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں صواب ایک ہی ہے۔ (بلوغ الامانی ص۴۰) اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ اور آپکے اصحاب مُصَوِّبہ میں سے نہ تھے (جو ہر مجتہد کی رائے کو صحیح قرار دیتے ہیں) اور جس نے امام اعظم اور آپ کے اصحاب سے ایسی بات نقل کی ہے جس سے مُصَوِّبہ ہونے کا وہم ہوتا ہے۔ اس نے غلطی کی ہے۔

(ب) اسی بحث میں محدث عثمانی بحوالہ تلخیص ج ۲ ص۴۰۰) لکھتے ہیں:۔

وكيف يقال:۔ ان كل مجتهد مصيب عند الله في كل مسئلة وقد صح عن النبي صلى الله عليه وسلم اذا اجتهد الحاكم[1] فأخطا فله اجر وان اصاب فله اجران (متفق عليه) نعم كون المجتهد ماجوراً في الخطأ والصواب جميعًا يدل

[1] بندہ نے اس حدیث شریف کے تحت مفصل بحث کی ہے اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کی کتب جمعیہ سنیہ سے بھی انکی تحقیق پیش کی ہے (ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اول از ص۳۲۵ تا ص۳۳۴)

على كونه مقبولاً عند الله موصِلاً لمن تبعه الى الجنة لان المجتهد لابد ان يكون صوابه اكثر من خطاءه وللاكثر حكم الكل فافهم والله تعالىٰ اعلم (مقدمه اعلاء السنن ج ۲ ص ۲۳۶)

اور کیونکر یہ کہا جاتا ہے کہ ہر مجتہد کا اجتہاد ہر مسئلہ میں اللہ کے ہاں صحیح ہوتا ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے کہ جب کوئی حاکم اجتہاد کرتا ہے پھر اس میں خطا کرتا ہے تو اس کے لئے ایک اجر ہے اور اگر اس کا اجتہاد صحیح ہوتا ہے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں (یہ حدیث متفق علیہ یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں پائی جاتی ہے) ہاں مجتہد کو خطا اور صواب دونوں پر اجر ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کے ہاں مقبول ہے اور جو اس کی پیروی کرے اس کو جنت میں پہنچانے والا ہے کیونکہ مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ اس کا صواب (اصابت رائے) اس کی خطا سے بہت زیادہ ہو۔ اور اکثر کے لئے حکم کل کا ہوا کرتا ہے" ——— محدث عثمانی نے یہاں حدیث نبوی کے تحت کل مجتہد مصیب کے مسلک کے بجائے اس مسلک کو اختیار کیا ہے کہ مجتہد کی رائے صحیح بھی ہوتی ہے اور غلط بھی (المجتهد يخطى ويصيب)

فرمائیے! اس تصریح کے بعد کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مولٰنا ظفر احمد صاحب عثمانی مشاجرات صحابہ میں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونو کو صواب پر سمجھتے تھے۔ اس کے ساتھ امام

غزالیؒ کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رکھیں کہ :- ولم یذھب الی تخطئة علیؓ ذو تحصیل اصلاً (احیاء العلوم جلد اول ص۱۰۲) اور یہ کسی اہل علم کی تجویز نہیں ہے کہ حضرت علیؓ کو کہا ہو کہ خطاء پر تھے" (ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۲۱۹) مشاجرات صحابہ کے سلسلہ میں جب کسی صاحب علم و فضل نے حضرت علی المرتضیٰ کے اجتہاد کو غلط نہیں کہا اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کل مجتهد یخطی ویصیب کے قائل ہیں تو اس بنا پر ان کا مسلک بھی جمہور اہل سنت کے مطابق یہی ہے کہ اس میں حضرت امیر معاویہؓ سے اجتہادی غلطی کا صدور ہو گیا تھا۔ البتہ اس میں وہ توقف اور سکوت کو بہتر سمجھتے ہیں۔

محدث سہارنپوریؒ بھی چار یاری ہیں | حضرت مولینا خلیل احمد صاحب

محدث سہارنپوری قدس سرہٗ (صاحب بذل المجہود شرح ابی داؤد) کی خدمت میں چند سوالات عرض کئے گئے تھے جن میں سوال اوّل یہ تھا کہ حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کے متعلق باتیں شیعوں کی جن مقامات کے سنیوں میں پہنچتی ہیں ان مقامات کی ہر تقریب ذکر بزرگان دین میں ذکر فضائل خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم ضروری ہے یا نہیں؟ اور بغرض خوشنودی شیعہ جس تقریب ذکر بزرگان دین میں ذکر فضائل خلفاء نہ کیا جائے اس تقریب میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں؟ ان کے

جواب میں حضرت محدث سہارنپوری نے ارشاد فرمایا کہ حضرات خلفائے ثلثہ یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم و غنی اکرم رضی اللہ عنہم کے متعلق یا ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت علی و حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق شیعوں کی باتیں جن مقامات کے سنیوں میں پہنچتی ہیں یا پہنچنے کا احتمال ہو۔ ان مقامات پہ ہر تقریب ذکر صالحین میں بیان فضائل خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم ضروری اور سخت ضروری ہے۔ بدلائل بسیار۔ (دلیل اوّل) ذکر حالات خلفائے راشدین ایسا ضروری شعار مذہب ہے کہ علمائے کرام نے کسی کتاب میں کسی خطبہ میں کسی وعظ میں ترک نہیں کیا بلکہ علمائے کرام کی سینکڑوں کتابیں اسی باب میں موجود ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے ایک مکتوب میں یہ افادہ ہے کہ ذکر جمیل خلفائے راشدین شعار مذہب اہل سنت ہے اسکو خطبہ میں جس نے ترک کیا ہے وعید مَن تَشَبَّہَ بقوم فھو منھم (یعنی جس نے کسی قوم سے مشابہت کی وہ انہی میں شمار ہوگا۔) بنا براس کے جس تقریب ذکر صالحین میں ذکر جمیل خلفائے راشدین نہ ہوگا اس تقریب کے بانی و ذاکر و قاری و شرکاء جمیعاً بحکم حدیث مَنْ تَشَبَّہَ روافض کے ساتھ محشور ہونگے الخ (نوٹ) ذکر خلفائے راشدین کے متعلق حضرت مجدد الفثانی کا مذکورہ ارشاد مکتوبات دفتر دوم حصہ ششم مکتوب نمبر ۱۵ میں موجود ہے)۔ (فتاوی مظاہر العلوم جلد اوّل المعروف فتاوی خلیلیہ ص ۳۴۹)

(۲) اسی سلسلۂ استفسارات کے جواب میں حضرت محدث سہارنپوری ارشاد فرماتے ہیں :۔ ذکر مناقب چار یار کبار عبادت ہے ۔ اور جن مواقع میں روافض کی مجالس ہوتی ہوں اور ذکر چار کی مزاحمت ہوتی ہو اور فساد عقائد عوام کا اندیشہ ہوتا ہو وہاں ذکر مناقب چار یار شعار سنیت ہوگا لان ما توقف علیہ الواجب واجب (جو امر پر واجب موقوف ہو وہ واجب ہوتا ہے) اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت اور چار یار کبار کی مدح نظماً و نثراً پڑھنا فی حد ذاتہ جائز و مستحب ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم (ص ۳۶۵) اس فتویٰ کی تصدیق کرنے والے اکابر علماء میں حسب ذیل اکابر کے بھی دستخط ہیں :۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند ۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا ۔ محدث العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری ۔ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہم اللہ اجمعین ۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نے چار یار کی اصطلاح بھی استعمال فرمائی ہے اور ذکر مناقب چار یار کو عبادت قرار دیا ہے تو حضرت محدث سہارنپوری اور تصدیق کرنے والے تمام اکابر دیوبند چار یاری ہوئے ۔ اب مؤلف اصل حقیقت کس راستہ کو اختیار کرینگے ۔ ؟
علاوہ ازیں حضرت محدث سہارنپوری ائمہ ثلاثہ کے الفاظ حضرت علی حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق استعمال کرتے ہیں اب کیا فتویٰ ہے

مؤلف صاحب کا۔

حضرت محدث سہارنپوریؒ کے | مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی بھی چار یاری ہیں

مذکورہ جواب ۱۳ کی تصدیق کرنیوالوں میں بھی اکابر علمائے دیوبند حضرت شیخ الہند۔ علامہ محمد انور شاہ صاحب محدث۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمن صاحب۔ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب۔ حضرت میاں اصغر حسین صاحب اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کے دستخط موجود ہیں۔ چونکہ حضرت محدث سہارنپوریؒ نے استفسار کے جواب میں عموماً حسب ضرورت حضرات خلفائے ثلثہ کا تذکرہ کیا ہے اس لئے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب محدث عثمانیؒ نے اپنی تصدیقی عبارت میں یہ لکھا ہے کہ :۔ احقر نے اس تحریر کو من اولہ الی آخرہ بغور سنا۔ الحمد للہ جوابات سب صحیح اور واجب الاظہار ہیں۔ واقعی بغیر ذکر خلفائے ثلثہ ذکر صالحین اس زمانہ میں تشبہ بالروافض ہونے کی وجہ سے معصیت کبیرہ ہے مگر سنیوں کو ضروری ہے کہ ذکر خلفائے ثلثہ کیساتھ ذکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ضرور کریں تاکہ آنحضرتؐ سے انکار کی صورت پیدا نہ ہو۔ نیز تشبہ بالخوارج کا اندیشہ نہ ہو۔ فقط احقر ظفر احمد تھانوی مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (ایضاً فتاوی خلیلیہ ص۱۲۶)۔

فرمائیے! علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی مؤلف اعلاء السنن بھی چار یاری ہوگئے

جن کی تحریرات کو مؤلف صاحب مذکور اپنی تائید میں پیش کر رہے ہیں اور پھر محدث عثمانی رح خارجی فتنہ سے تحفظ کے لئے حضرات خلفائے ثلٰثہ کے مناقب جلیلہ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے مناقب کا ذکر بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح اپنی تصدیق میں ارشاد فرماتے ہیں :-

احقر اشرف علی تھانوی عفی عنہ نے ان جوابات اور تصحیحات کو دیکھا بالکل حق ہے۔ عزیزم مولوی ظفر احمد سلمہ نے جو اضافہ ذکر حضرت علی رض کا اپنی تصحیح میں مشورہ دیا ہے میرے نزدیک بھی بہت ضروری ہے اور واقعہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایسا ہی ہوتا بھی ہے۔ حق تعالیٰ جزائے خیر دے اس ذکر مقدس کے اہتمام کرنے والوں کو اور اسکی مشروعیت کے اظہار میں سعی کرنیوالوں کو۔ اور اس کے ساتھ ایک مشورہ احقر بھی عرض کرتا ہے کہ مناسب ہے کہ کوئی مجلس خاص اس ذکر کے لئے منعقد نہ کی جائے ورنہ خدشہ ہے کہ چندروز میں اس مجلس کا حال محفل مولود کا سا نہ ہو جائے۔ اور مواعظ کے ساتھ یہ ذکر بھی ہو جایا کرے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ فقط ۲۲ر شوال المکرم ۱۳۳۱ھ۔

اعلان حق چاریار رض	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے زیادہ تھے اور بفضل تعالیٰ سب ناجی اور جنتی ہیں لیکن

حضرات اکابر نے خصوصیت سے جو ذکر مناقب چار یارؓ کو عبادت قرار دیا ہے اور جہاں ان کی مخالفت پائی جاتی ہو وہاں ان کے ذکر فضائل کو واجب قرار دیا ہے (حالانکہ عشرہ مبشرہ کو بہ نشان نام حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بوحی خداوندی جنتی قرار دیا ہے۔ پھر اصحاب بدر اور اصحاب بیعت رضوان بھی ہیں) لیکن ان کا ذکر نہیں فرمایا تو اس کی وجہ یہی ہے کہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کے تحت یہی چار یارؓ قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین ہیں درجہ بدرجہ ان کو ماننا گویا کہ تمام جماعت صحابہ کرام کو ماننا ہے۔ اور ان کا انکار گویا کہ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کا انکار ہے۔ الحمدللہ پاکستان میں خدام اہل سنت کو حقتعالیٰ نے یہ خصوصی توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ بطور مشن اور تحریک کے خلافت راشدہ۔ حق چار یارؓ پر محنت کر رہے ہیں۔ اور اس محنت سے اب در و دیوار بھی گونج رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل السنت والجماعت کے اس مذہبی شعار کا پرچم بلند سے بلند تر کریں۔ آمین۔ اعلان "حق چار یارؓ" سے وہی لوگ بدکتے ہیں جن کے دل و دماغ میں انہیں سے کسی ایک خلیفہ راشد سے بھی تکدر و بغض پایا جاتا ہے العیاذ باللہ۔ چنانچہ مؤلف "اصل حقیقت" نے کتابچہ کے ٹائیٹل پر "حق قرآن حق سنت۔ حق اصحاب اور حق خلافت راشدہ" تو لکھا ہے لیکن "حق چار یارؓ" نہیں لکھا۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مدحِ صحابہؓ واجب ہے (حضرت مدنیؒ)

۱۹۳۹ء میں لکھنؤ میں اہل السنت والجماعت کی طرف سے مدح صحابہ کی تحریک چلائی گئی تھی (اور روافض نے تبرا ایجی ٹیشن کا کارنامہ سرانجام دیا تھا) اسی سلسلے میں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسینؒ احمد صاحبؒ مدنی دارالعلوم دیوبند سے رضاکاروں کا ایک دستہ لیکر گرفتاری دینے کیلئے تشریف لے گئے تھے (اس موقع پر خادم اہل سنت دیوبند میں ہی زیر تعلیم تھا) حضرت مدنیؒ کے حصہ لینے کی وجہ سے یوپی گورنمنٹ کچھ جھک گئی اور ضروری شرائط تسلیم کر لی تھیں۔ حضرت مدنیؒ نے مرکزی مجلس تحفظ ناموس صحابہؓ لکھنؤ کے سکرٹری صاحب کے نام ایک مفصل خط لکھا جس میں مدح صحابہ کرام کے واجب ہونے پر دلائل تحریر فرمائے تھے جن کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔

حضرت خاتم النبیین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوستوں اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم کی تعریفیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بہت سی آیتوں میں ذکر کی گئی ہیں حتیٰ کہ بعض جگہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کی پیدائش سے پہلے پہلی کتابوں میں (تورات انجیل میں) ان کی ثنا اور صفت ذکر کی گئی تھی۔ الخ

(۲) احادیث صحیحہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ثنا وصفت ان سے محبت رکھنے کی تاکید ان کی شان میں گستاخی کی مذمت۔

ان کی تابعداری کرنیکا حکم۔ ان کا ذکر بالخیر کرنے کا ارشاد وغیرہ نہایت کثرت سے مذکور ہے۔ اسی بنا پر مسلمانوں کے اجتماعات عامہ۔ عیدین حج جمعہ وغیرہ میں لیکچر دیتے ہوئے خطبہ پڑھتے ہوئے صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی ثنا، وصفت کرنی نہ صرف مستحب قرار دی گئی ہے (دیکھو در مختار۔ شامی۔ عالمگیری) بلکہ حسب تصریح امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز (مکتوبات امام ربانی جلد دوم ص۱۵) اس کو شعار اہل سنت وجماعت بھی قرار دیا گیا ہے فرماتے ہیں الخ
(۳) وجوب مدح صحابہ کی دوسری وجہ کے تحت حضرت مدنی فرماتے ہیں علاوہ ازیں جس جگہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے نہ صرف بدظنی پھیلائی جاتی ہو بلکہ اشہد ان علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفۃ بلا فصل" باواز بلند اذان میں کہا جاتا ہو۔ نیز امامباڑوں مجلس خاصہ اور خصوصی مساجد میں ان کی طرف غلط اور جھوٹے اہانت آمیز واقعات منسوب کئے جاتے ہوں اور عوام سنیوں کا سننا اور شریک ہونا اور غلطی میں پڑنا ممکن ہو تو سنیوں کی اصلاح اور تحفظ عقائد کیلئے ایسی مجالس کا منعقد کرنا جن میں صحابہ کرام کے صحیح واقعات ذکر کئے جاتے ہوں اور انکی ثنا، وصفت کی جاتی ہو واجب ہے۔
(۴) ہندوستان جیسے ملک میں تبرا قانونی اور اجتماعی اور اخلاقی جرم ہے اور مدح صحابہ اخلاقی۔ ذاتی اور اجتماعی فریضہ ہے الخ (مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم مکتوب نمبر۶۱ محررہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ)۔ اسی مدح

مدح صحابہ ایجی ٹیشن میں امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے رضاکار احرار جوش و خروش سے یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

جنکا ڈنکا بج رہا ہے چار سو لیل و نہار
وہ ابوبکرؓ و عمرؓ۔ عثمانؓ و حیدرؓ چار یار

(ملاحظہ ہو کاروان احرار جلد دوم ص۱۲۴ مرتبہ جانباز مرزا) اس کا حوالہ "خارجی فتنہ حصہ اول ص۵۴۳ پر بھی درج ہے۔

مجتہد کے صواب پر یقین بھی ہوسکتا ہے (محدث عثمانیؒ)

علاوہ ازیں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ لکھتے ہیں :۔ وفی شرح المهذب عن الطحاوی اذا کان فی المسئلة نصوص قطعية المتن قطعية الدلالة لم يكن مظان للاجتهاد بل الحق فيها واحد قطعا۔ غاية الامر ان المجتهد المخالف لم يطلع عليها (او اطلع عليها ولم يرها متواترة) والمتواتر قد يحصل فی حق شخص ولا يحصل فی حق آخر۔ فاذا خالف مجتهد لعدم اطلاعه على مثل هٰذه النصوص يكون معذوراً فی مخالفته الی حيث يطلع على النص۔ ولا يحل العمل بقوله ذٰلك ولا يقلد فيه وينقض الحكم به (۱-۴۶) مقدمه اعلاء السنن جلد ۲ ص۲۳۵)۔ اور امام طحاویؒ سے شرح المہذب میں منقول ہے کہ جب کسی مسئلہ میں ایسی نصوص ہوں جن کی عبارت بھی

قطعی ہو اور دلالۃ بھی تو اس میں اجتہاد کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہوتی زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ جس مجتہد نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ان نصوص پر وہ مطلع نہیں ہو سکا (یا مطلع تو ہوا ہے لیکن اس نے ان کو متواتر نہیں سمجھا) اور تواتر کبھی ایک شخص کے حق میں حاصل ہوتا ہے اور دوسرے شخص کے حق میں حاصل نہیں ہوتا۔ پس جب کوئی مجتہد ان نصوص پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے اپنے اجتہاد کی وجہ سے اختلاف کرتا ہے تو جب تک وہ ان نصوص سے مطلع نہ ہو وہ اس اختلاف میں معذور ہوگا لیکن اسکے قول پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور اسمیں اس کی تقلید نہ کی جائیگی۔ اور اس کی وجہ سے اس کا حکم منتاقض ہوگا"۔

اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ سے قتال کیا۔ تو یہ ان کے اجتہاد پر مبنی تھا۔ اور وہ اس وقت معذور تھے۔ کیونکہ انکے پیش نظر آیت استخلاف و آیت تمکین کی نصوص نہ تھیں جن کا مصداق چوتھے نمبر پر حضرت علی المرتضٰے بنتے ہیں اور نہ دوسری احادیث تھیں جن سے آپ کا خلیفہ حق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت اور دیگر واقعات گزرنے کے بعد محققین اہل سنت پر ان نصوص کی روشنی میں یہ بات کھل گئی کہ بوجہ مہاجرین اولین میں ہونے کے قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضٰے ہی بنتے ہیں تو جمہور اہل سنت کا اس مسلک پر اتفاق ہو گیا کہ ان

مشاجرات اور جنگوں میں حضرت علی المرتضیٰ مصیب تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مخطی۔

حضرت مجدد الف ثانی کا ارشاد

چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں" لیکن جمہور اہل سنت بدلیلے کہ برایشاں ظاہر شدہ باشد برانند کہ حقیت در جانب امیر بودہ و مخالف او براہ خطا بودہ لیکن ایں خطا چوں خطائے اجتہادی است از ملامت وطعن دور است و از تشنیع وتحقیر پاک ومبرا الخ (مکتوبات امام ربانی جلد ثانی مکتوب ۳۶ طبع قدیم ص ۵۳/۵۴) " لیکن جمہور اہل سنت اس دلیل کی بنا پر جو ان پر ظاہر ہوئی ہے اس پر ہیں کہ حضرت امیرؓ (علی المرتضیٰ) حق پر تھے اور آپ کے مخالف غلط راہ پر چلے لیکن یہ چونکہ اجتہادی خطا ہے اس لئے ملامت اور طعن سے دور ہے اور تشنیع وتحقیر سے پاک اور مبرا ہے الخ (ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۳۰۹)۔

(ب) نیز حضرت مجدد فرماتے ہیں:۔"

" ناچار ہمہ را دوست می داریم بدوستی پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات واز بغض وایذائے ایشاں گریزاں کہ آں بغض وایذاء منجر باں سرور می شود لیکن محق را محق گوئیم ومخطی را مخطی۔ حضرت امیر برحق بودند ومخالفاں ایشاں برخطا زیادہ بریں فضولیست"۔ (مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۲۶۶) ۔" ناچار تمام صحابہ کو ہم دوست رکھتے ہیں بوجہ

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کے اور ان کے بغض وایذاء سے بھاگتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام کا بغض وایذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ لیکن حق والے کو حق پر کہتے ہیں اور خطا کرنے والے کو خطا پر۔ حضرت امیرؓ (علی المرتضیٰ) حق (صواب) پر تھے اور آپ کے مخالفین خطا پر۔ اس سے زیادہ کہنا فضول ہے۔" (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۲۱۰)

حضرت علیؓ قطعاً مصیب ہیں (ابن حزمؒ) | شرعی دلائل کی بنا پر

ہی علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:۔ فبهذا قطعنا على صواب على رضی الله عنه وصحة امامته وانه صاحب الحق وانه له اجرين اجر الاجتهاد واجر الاصابة وقطعنا ان معاوية رضی الله عنه ومن معه مخطئون مأجورون اجراً واحداً الخ (الفصل في الملل والاهواء والنحل جلد ثالث ص ۱۶۱)۔" اور اس وجہ سے ہم قطعی طور پر کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صواب پر تھے اور آپ کی امامت (خلافت) صحیح تھی۔ آپ صاحب حق ہیں اور آپ کے لئے دو اجر ہیں۔ ایک اجر اجتہاد کرنے کا اور دوسرا اجر صواب پر پہنچنے کا۔ اور ہم یہ بھی قطعی طور پر کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپکے ساتھی خطا کرنے والے تھے اور ان کو ایک اجر ملیگا۔"

یہ وہی امام ابن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) ہیں جن کی عبارت مولانا سندیلوی نے پیش کی ہے کہ اس بارے میں جمہور صحابہ توقف کے

قائل ہیں جس پر تبصرہ کیا جاچکا ہے۔ شروع شروع میں خواہ توقف کا مسلک اختیار کیا گیا ہو۔ لیکن بعد میں جب کتاب و سنت کے دلائل سامنے آئے تو ان کی وجہ سے حضرت علی کے مصیب اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مخطی ہونے پر اجماع ہوگیا۔ اور یہ کہنا غلط ہے کہ تمام متقدمین کا مسلک توقف تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو متاخرین ان حضرات کے مسلک کے خلاف کیوں مسلک اختیار کرتے۔ بلکہ متقدمین حضرات کے اقوال بھی حضرت علیؓ کے مصیب اور حضرت معاویہؓ کے مخطی ہونے کے خارجی فتنہ حصہ اول میں درج کردئے گئے ہیں اور خود امام ابن حزمؒ بھی متقدمین میں سے ہیں ۔

مسلک خطائے اجتہادی کف لسان کیخلاف نہیں
حضرت مجدد الف ثانی رح

پہلے یہ عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے جو مشاجرات صحابہ میں سکوت اور توقف کرنے کو اولیٰ فرمایا ہے اس سے اجتہادی خطا کے قول کی نفی نہیں ہوتی اور جو حضرات اجتہادی خطا کے قائل ہیں وہ بھی کف لسان اور سکوت کو اولیٰ اور احوط قرار دیتے ہیں چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الفؒ ثانی فرماتے ہیں:۔

" امام شافعی فرماید و نیز منقول از عمر بن عبدالعزیز است تلک دماء طھر اللہ تعالیٰ عنھا ایدینا فلنطھر عنھا السنتنا ازیں

عبارت مفہوم می شود کہ بحقیت یکے دخطائے دیگرے ہم لب نباید کشود و ہمہ را جز بہ نیکی یاد نباید کرد ہم چنیں در حدیث نبوی آمدہ است اذا ذکر اصحابی فامسکوا یعنی چوں اصحاب من مذکور گردند و از منازعات ایشاں یاد کردہ شود شما خود را نگاہ دارید و یکے را بر دیگرے اختیار نکنید"۔ (مکتوبات جلد ثانی مکتوب ۳۶ طبع قدیم صـ۵۳) " امام شافعی فرماتے ہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بھی منقول ہے کہ یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے پاک رکھا ہے اسلئے ہم پر لازم ہے کہ اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں"۔ اس عبارت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ایک فریق کے حق پر ہونے اور دوسرے فریق کے خطا پر ہونے کا ذکر بھی زبان پر نہ لانا چاہیے۔ اور سوائے نیکی کے کسی کا کوئی ذکر نہ کرنا چاہیے اور اسی طرح حدیث نبوی میں آیا ہے کہ جب میرے اصحاب کا تذکرہ ہو تو اپنے آپ کو روک لو اور کسی کو کسی پر ترجیح نہ دو"۔ بیشک احتیاط اسی میں ہے لیکن اس کے باوجود اس کے بعد متصلاً ہی حضرت مجدد قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔ لیکن جمہور اہل سنت بدلیلے کہ بر ایشاں ظاہر شدہ باشد برانند کہ حقیت در جانب امیر بودہ و مخالف او بر راہ خطا پیمودہ الخ :۔ لیکن جمہور اہل سنت اس دلیل کی بنا پر جو ان پر ظاہر ہوئی ہے یہ مسلک رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق (صواب) پر تھے اور مخالف فریق خطا کی راہ پر چلے ہیں الخ

بندہ نے حضرت مجدد صاحب کی مندرجہ عبارات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ :۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ بطور مسئلہ کے حضرت علی المرتضٰے کو اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق حق وصواب پر کہنا اور آپ سے اختلاف کرنے والوں کو یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو خطا پر سمجھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد اور امام شافعیؒ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ وغیرہ بزرگوں کے فرمان کے خلاف نہیں ہے نہ ہی اس سے کسی صحابی کی تنقید و توہین لازم آتی ہے"۔ (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۲۱)

(ب) حدیث نبوی اذا حکم الحاکم فاجتھد ثم اصاب فلہ اجران و اذا حکم فاجتھد ثم اخطا فلہ اجر" بخاری شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) "جب کوئی حاکم اپنے حکم میں اجتہاد کرتا ہے اور وہ صواب کو پہنچتا ہے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب حاکم اپنے اجتہاد میں خطا کرتا ہے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے" —— اس حدیث شریف کے تحت بندہ نے لکھا تھا کہ :—— اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مجتہد کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا گناہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس میں اس مجتہد کی توہین و تنقیص ہے۔ لیکن احتیاط اس میں ہے کہ مشاجرات صحابہ کا ذکر ہی نہ کیا جائے لیکن اگر کسی ضرورت کے تحت کرنا پڑے تو طرز بیان ایسا نہ ہو جس سے کسی صحابی کی تنقیص و توہین لازم

آئے"۔ (خارجی فتنہ حصّہ اوّل ص۳۰۲)۔
فرمائیے! بندہ نے تو خود کتاب مذکور میں لکھدیا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ مشاجرات صحابہ کا ذکر نہ کیا جائے۔ اور مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے۔

اپنے اپنے دور میں | مشاجرات صحابہ کی بحث کی ضرورت

حسبِ ضرورت مفسرین۔ محدثین۔ متکلمین اور مجددین امت وغیرہم مشاجرات صحابہ پر بحث کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔ وکتب القوم مشحونۃ بالخطاء الاجتہادی کما صرح بہ الامام الغزالی والقاضی ابوبکر وغیرھما الخ (مکتوبات امام ربانی جلد اوّل مکتوب ۲۴۹)" اور قوم (اہل سنت) کی کتابیں (حضرت معاویہ کے متعلق) خطائے اجتہادی کے قول سے بھری ہوئی ہیں جیسا کہ اس کی تصریح امام غزالی اور قاضی ابوبکر بن العربیؒ وغیرہ نے کی ہے"۔ (ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۳۲۸)
پاکستان میں بانی جماعت اسلامی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی کتاب "خلافت وملوکیت" میں مشاجرات صحابہ پر مفصل بحث کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باطل پر قرار دیا ہے العیاذ باللہ۔ اسی طرح مولانا لعل شاہ صاحب بخاری نے بھی اپنی ضخیم کتاب "استخلاف یزید" میں یہی موقف اختیار کیا ہے کہ حضرت

معاویہ رضؓ سے گو اجتہادی غلطی ہوئی لیکن اس جنگ میں آپ باطل پر تھے (ان کے نظریات پر ہیں نے" دفاع حضرت معاویہؓ میں ضروری بحث کردی ہے)۔ مودودی نظریہ کے ردعمل میں محمود احمد صاحب عباسی نے اپنی کتابوں "حقیقت خلافت وملوکیت" اور خلافت معاویہ ویزید" وغیرہ میں حضرت معاویہؓ کے حق میں غلو وافراط اور حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں تفریط وتوہین کی روش اختیار کی۔ پھر مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی نے بھی مشاجرات صحابہ پر مفصل بحث کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"مشاجراتِ صحابہ کی بحث راقم السطور کے لئے بہت تکلیف دہ ہے مگر وجہ تسکین صرف یہ ہے کہ مسلک اہل سنّت روشن کرنے سے بہت سی گمراہیوں کی ظلمتیں دور ہوجائینگی الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص۲۲)۔

لیکن افسوس ہے کہ مسلک اہل سنّت کو روشن نہ کرسکے بلکہ اسکی تردید شروع کردی اور حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں تفریط اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو میں مبتلا ہوگئے۔ بہرحال محقق سندیلوی اس بحث میں نہ مسلک توقف وسکوت پر قائم رہ سکے اور نہ ہی مسلک تصویب اختیار کیا۔ بلکہ اگر ان کے پیش کردہ موقف کو لامسلک کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ بندہ نے دورِ حاضر کے مسالک افراط و تفریط کے خلاف قلم اٹھایا اور اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ اول میں

مسلک اہل السنت والجماعت کو مدلل و مبرہن کر کے قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کے تحفظ کا فریضہ ادا کیا ہے۔ وللہ الحمد۔

مولانا ظفر احمد عثمانی بھی مسلک احتیاط پر قائم نہ رہ سکے

(تنقید کا حق)

مولینا ظفر احمد محدث عثمانیؒ کی طرف سے حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں مودودی صاحب کے غلط نظریات کے رد میں ایک کتابچہ "برآءۃ عثمان" محررہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ مجلس خدام صحابہ پاکستان (ملتان) نے شائع کیا تھا جس کے سرپرست مولینا حافظ عطاء المنعم صاحب بخاری ہیں۔ اس کتابچہ میں محدث عثمانی مرحوم نے بطور مقدمہ یہ لکھا ہے۔ —— (ب) یہ جو کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی بھی تنقید سے بالا نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر کس و ناکس کو ہر شخص پر تنقید کا حق حاصل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ ادنیٰ پر تنقید کر سکتا ہے یا اپنے مساوی پر۔ ادنیٰ کو اعلیٰ پر۔ جاہل کو عالم پر غیر مجتہد کو مجتہد پر۔ غیر صحابی کو صحابی پر تنقید کا حق نہیں" —— (ج) صحابی کو صحابی پر تنقید کا حق ہے مگر وہاں بھی اول سند کو دیکھا جائیگا کہ روایت تنقید کی سند صحیح بھی ہے یا نہیں۔ پھر یہ بھی دیکھا جائیگا کہ جس صحابی پر تنقید کی گئی ہے اس نے اس کا کچھ جواب دیا ہے یا نہیں؟ اگر جواب دیا ہے تو تنقید کو رد کر دیا جائیگا اور جواب نہیں

دیا ہے تو دونوں صحابیوں کے درجات میں نظر کی جائے گی کہ دونوں میں سے اعلیٰ و افضل اور ارجح کونسا ہے اگر ایک دوسرے سے افضل وارجح ہے تو ان کی تنقید کو رد کر دیا جائیگا۔ اگر دونوں کا درجہ مساوی ہے تو ہمکو یہ کہکر الگ ہو جانا چاہیے کہ دونوں بڑے ہیں وہ جانیں اور ان کا کام ہم کو ان میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔

—— (د) صحابہ بدریین سب سے افضل ہیں اور ان میں عشرہ مبشرہ بقیہ سے افضل ہیں اور عشرہ مبشرہ میں شیخین (یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ) دوسروں سے افضل ہیں۔ ان کے بعد حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم"۔ (ص ۱۲/۱۳)

(۲) مودودی صاحب نے "خلافت و ملوکیت" میں لکھا تھا کہ:۔ حضرت معاویہؓ کے مسلسل صوبہ شام پر گورنر رہنے کا خمیازہ حضرت علیؓ کو بھگتنا پڑا"۔

اسکے جواب میں محدث عثمانیؒ لکھتے ہیں:۔ (یہ) خیال خام ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ بصرہ میں تو حضرت معاویہؓ گورنر نہ تھے وہاں حضرت علیؓ کو کس چیز کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ وہاں جنگ جمل کیوں ہوئی ہے۔ اس جنگ سے پہلے تو حضرت معاویہؓ تردد اور تذبذب ہی میں تھے کہ حضرت علیؓ کی بیعت سے نہ صراحتاً انکار کرتے تھے نہ اقرار۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) حضرت طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہما) کے مقابلہ نے حضرت معاویہؓ کے اس خیال کو پختہ کر دیا کہ معاملہ مشکوک ضرور ہے

ورنہ ایسے ایسے جلیل القدر صحابہ جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں حضرت علیؓ کی بیعت توڑ کر ان کے مقابلہ میں ہرگز نہ آتے۔ حضرت علیؓ کو یہ مشکل اس لئے پیش آئی کہ انہوں نے امام حسنؓ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل نہ کیا۔ ان دونوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت معاویہؓ کو بالکل نہ چھیڑا جائے۔ ان صوبوں کا نظم ونسق سنبھالا جائے جنکے گورنروں نے آپ کی خلافت تسلیم کرلی ہے۔ معاویہؓ اکیلے کب تک رہینگے آج نہیں تو کل مجبور ہو کر آپ کی بیعت منظور کرلینگے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی۔ (برأۃ عثمان ص۳۶ طبع اول)

(ب) مگر حضرت علیؓ نے ان کی بات نہ مانی۔ محمد بن ابی بکر اور ان کے بڑے ساتھیوں۔ مالک أشتر نخعی وغیرہ کی رائے پر عمل کیا جو حضرت معاویہؓ سے لڑائی کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ شاید کثرت رائے کا غلبہ اسکا سبب ہوا ہو۔ اور ان دونو کی پوزیشن کو ایسا مضبوط کیا کہ اول الذکر کو اپنا مشیر خاص (سیکرٹری) بنایا اور دوسرے کو فوج کا کمانڈر انچیف

ـــــــــــ

لہ لیکن مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی جنگ جمل کا نتیجہ اس کے برعکس بیان کرتے ہیں۔ مگر جب جنگ جمل کے بعد بکثرت مہاجرین و انصار اور اکابر صحابہ نے ان (حضرت علیؓ) کی خلافت تسلیم کرلی تو ان کے نزدیک ان کی خلافت مستقل ہوگئی۔ اور مزید استصواب کی ضرورت نہ رہی۔" (اظہار حقیقت حصہ دوم ص۲۱۲)۔

اور ظاہر ہے کہ بکثرت مہاجرین و انصار کا فیصلہ بہ نسبت حضرت معاویہؓ کی رائے کے ہمارے لئے حجت ہے۔

حالانکہ یہ دونو قتل عثمان سے مُتہّم اور اس فتنہ کبریٰ کے بانی شمار ہوتے تھے۔ اسی چیز نے حضرت معاویہؓ اور ان کے ہمخیال صحابہ کی نظروں میں خلافت علی کی پوزیشن کو مخدوش بنا دیا۔ اور جنگ جمل نے اس خدشہ کو زیادہ قوی کر دیا جنگ جمل نے حضرت علیؓ کی جماعت میں اضطراب پیدا کر دیا۔ ان کے بہت سے حامی جو اب تک ان کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے شک میں پڑ گئے۔ جس کی وجہ سے جنگ صفین بھی بے نتیجہ رہی۔ پھر جو صوبے ان کے ساتھ تھے آہستہ آہستہ انکے ہاتھ سے نکل گئے صرف کوفہ میں خلافت قائم رہی اور کوئی صوبہ ان کے قبضہ میں نہ رہا" (ص۳۷)۔

(ج) قاتلان عثمانؓ کو خفیہ راستہ سے گھر میں لانے والے محمد بن ابی بکر تھے"۔ پھر حضرت علیؓ نے اپنے دربار میں ان کی پوزیشن اتنی کیوں بڑھائی کہ ایک موقعہ پر ان کو مصر کا گورنر بھی بنا دیا۔ کیا یہ پوزیشن ہمارے لئے قابل قبول ہو سکتی ہے؟ (ایضاً ص۳۸) ـــ (د) حضرت علی المرتضےٰؓ کی طرف سے جلد ہی منصب خلافت قبول کرنے پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ اگر ایک مہینے کی اور تاخیر ہو جاتی تو مملکت کے نظم و نسق میں کوئی خلل واقع نہ ہوتا۔ کیوں کہ ان دو ہزار باغیوں کے سوا عام مسلمان امن پسند تھے اور عمال عثمانؓ ہر مقام پر مظبوطی کیساتھ انتظام کو سنبھالے ہوئے تھے اور اگر منصب خلافت کے خلاء کو جلدی ہی پورا کرنا ضروری تھا تو حضرت علیؓ اس وقت خلافت کو قبول

کرتے ہوئے صاف فرما دیتے کہ میں مستقل خلیفہ اس وقت بنوں گا جب سب عمّال جمع ہو کر مجھے اس منصب کو قبول کرنے کی دعوت دینگے۔ اس کے بعد عمّال کو بلایا جاتا کہ وہ سب اہل مدینہ کے ساتھ مل کر مسئلہ خلافت کو طے کریں۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ بلکہ وہی ہوا جس کا امام حسنؓ کو خطرہ تھا کہ سب سے پہلے بلوائیوں نے ان کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ پھر اہل مدینہ میں سے کچھ نے خوشی سے اور کچھ نے بلوائیوں کے دباؤ سے بیعت لی ..... جب ایسے جلیل القدر اصحاب پہ بھی دباؤ ڈالا گیا تو دوسروں کا کیا ذکر؟ پھر یہ بھی نہ ہوا کہ ان بلوائیوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جاتا۔ خلیفہ وقت کا فرض تھا کہ بلوائیوں اور باغیوں کو گرفتار کر کے شریعت کے مطابق سزا دیتا۔ ان لوگوں کا صرف یہی جرم نہ تھا کہ انہوں نے ایک خون کر دیا تھا۔ ان کا جرم سنگین تھا کہ بلوہ اور بغاوت کر کے حکومت کا تختہ الٹا اور خلیفہ اسلام کو جو سب مسلمانوں کا محترم و معظم نائب رسول تھا قتل کر ڈالا۔ اس صورت میں سب مسلمانوں کو ان کی سزا کے مطالبہ اور احتجاج کا حق تھا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان بلوائیوں کی پوزیشن مضبوط نہ کرتے کہ مالک اشتر نخعی کو فوج کا کمانڈر انچیف بنا دیا اور محمد بن ابی بکر کو اپنا مشیر خاص یا سیکرٹری بنا لیا (جو فتنہ قتل عثمانؓ کے بانی تھے) اور ان کے دوسرے ساتھیوں میں سے بھی کسی کو مجلس شورے (پارلیمنٹ) میں شامل کر لیا گیا۔ کچھ کو

فوج میں۔ بلکہ خلافت کا منصب سنبھالتے ہی مسلمانوں سے اپیل کرتے کہ ان بلوائیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ مجھے کیا کرنا چاہیے) تو حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے مطالبۂ دم (خون) عثمانؓ کے لئے راست اقدام سوچنے کی نوبت نہ آتی"۔ (ص ۴۵/۴۶)۔

(ر) اس راست اقدام کا سبب یہ ہوا کہ حضرت علیؓ نے ان بلوائیوں کو نیچا دکھانے کی بجائے اونچا کر دیا۔ یہ اسلام کے کس آئین و قانون کے موافق تھا کہ بلوائیوں اور باغیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے الخ (ص ۴۹)

(ز) ان بلوائیوں کا بلوائی ہونا حضرت علیؓ کو معلوم تھا۔ ان کی قتل و غارت گری کا منظر بھی ان کے سامنے تھا۔ پھر کسی کے دعویٰ اور مطالبے کی شرعاً کوئی حاجت نہ تھی۔ حکومت کا فرض تھا کہ ان سب کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں ڈال دیتی۔ پھر قاتلین کو قتل کر دیا جاتا اور بقیہ کو ہاتھ پیر کاٹنے یا جیل ہی میں سختی جھیلنے کی سزا دی جاتی (ص ۵۰)

(س) اگر کسی شورہ پشت باغی جماعت کے دبانے سے مرکزی حکومت عاجز ہو جائے تو کیا صوبائی گورنر (یعنی حضرت معاویہؓ) کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ مرکز مجھے اجازت دیدے تو میں اس کی سرکوبی کے لئے کافی ہوں"۔ (ص ۵۱)۔

(ش) یہ عقدہ اب تک حل نہیں ہوا کہ جب حضرت علیؓ کو ان باغیوں کا مفسد اور فتنہ پرداز ہونا معلوم تھا تو پھر ان کو اپنے ساتھ لشکر

میں کیوں شامل کیا الخ کیا ہمارے معترض ناقد (یعنی مودودی صاحب) جو درجۂ اجتہاد پر پہنچنا چاہتے ہیں اس گتھی کو سلجھانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے ؟ (ص۵۲)۔

تبصرہ اب مؤلف اصل حقیقت جواب دیں کہ (۱) مذکورہ بالا عبارات میں قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علیؓ المرتضیٰ پر جس طرح تنقید کی گئی ہے ۔ کیا حضرت مولانا ظفر احمد صاحب محدث عثمانی کا یہی وہ موقف ہے جو آپ نے ان کے مقدمہ اعلاء السنن سے پیش کیا ہے کہ تقویٰ اور احتیاط یہی ہے کہ مشاجرات صحابہ کے بارے میں توقف اور سکوت اختیار کیا جائے ۔

(۲) کیا یہ ان بزرگوں کی تنقید ہے جو اسی "براءۃ عثمان" میں یہ لکھ رہے ہیں کہ : ۔ غیر صحابی کو صحابی پر تنقید کا حق نہیں ۔ (ص۱۳) ۔

(ب) نیز فرماتے ہیں کہ : ۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم پر تنقید کرنا آسان کام نہیں ہے ۔ اوّل تو غیر صحابی کو صحابی پر تنقید کرنے کا حق نہیں ۔ ع

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است (ص۱۲)

(ج) صحابی بر صحابی کی تنقید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ : ۔ دونوں صحابیوں کے درجات میں نظر کی جائیگی کہ دونوں میں سے اعلیٰ و افضل اور ارجح کونسا ہے ۔ اگر ایکدوسرے سے افضل و ارجح ہے تو ادنیٰ کی تنقید کو رد کر دیا جائے گا ۔ الخ (ص۱۳) لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے پیش کردہ

اصولوں کے خلاف ہی حضرت علی المرتضیٰؓ پر مندرجہ تنقیدات کی گئی ہیں کیونکہ محدث عثمانی صحابی نہیں نہ ہی مجتہد ہیں۔ بلکہ حضرت معاویہؓ کی تنقید کو بھی قبول نہ کیا جائیگا۔ جو ان کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ یقیناً بوجہ عشرہ مبشرہ اور اصحاب بدر اور اصحاب بیعت رضوان میں ہونے کے حضرت معاویہؓ سے افضل ہیں اور محدث عثمانی بھی یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ :۔ (حضرت معاویہؓ نے فرمایا) کہ مجھے بیعت کرنے میں کوئی عذر نہیں خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ علی مجھ سے بہتر اور افضل ہیں اور خلافت کے بھی مجھ سے زیادہ مستحق ہیں مگر آپ نہیں جانتے کہ حضرت عثمان ظلماً قتل کئے گئے ہیں اور ان کے قاتل حضرت علیؓ کے ہمراہی بن کر زندہ دندناتے پھر رہے ہیں الخ (ص۵۹)۔

تو مندرجہ پیش کردہ اصول پر حضرت معاویہؓ کے لئے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ پر تنقید کرنا بلکہ ان سے جنگ و قتال تک کرنا کیونکر جائز ہو گیا؟ کیا اس گتھی کو کوئی سلجھا سکتا ہے؟

یقین نہیں آتا کہ مولانا ظفر احمد محدث عثمانی اپنے پیش کردہ اصول کے خلاف اس طرح کھل کر حضرت علی المرتضیٰ پر تنقید کریں جس طرح مودودی صاحب نے حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما پر کی ہے۔ محدث عثمانی حضرات اکابر دیوبند اور جمہور اہل السنت والجماعت کے مسلک کے خلاف اس طرح آزادروی اختیار نہیں کر سکتے۔ اس قسم کی تنقیدی عبارت الحاقی ہو سکتی ہے اور مولینا

عثمانی نے جو ناشر کتاب کو یہ لکھا کہ :۔
مسودہ کی نقل جو ارسال خدمت ہے طالب علم کی لکھی ہوئی ہے اس لئے اس کا مقابلہ شہاب کے پرچوں سے کر لیا جائے تو کاتب کو سہولت ہوگی اور مقابلہ ہی سے معلوم ہو جائے گا کہ بعض مقامات پر "شہاب" میں کچھ عبارت کے حذف ہونے سے مضمون بے ربط ہوگیا ہے۔ اس لئے کتابی شکل میں اس مسودہ سے کتابت کرائی جائے۔ آپ حضرات اہل علم ہیں ناقل کی غلطیوں پر خود واقف ہو جائینگے جہاں جہاں اس میں قطع و برید ہے وہاں مسودہ کو سامنے رکھا جائے
(۲۸ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ)۔ "براءۃ عثمانؓ ص ۷)۔

محدث عثمانی کی مندرجہ ہدایت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہفت روزہ شہاب میں بھی قطع و برید کی گئی تھی اور پھر یہ مسودہ بھی بجائے مولینا عثمانی کے کسی طالب العلم کا لکھا ہوا تھا۔ اس سے ہمارے شبہ کو تقویت پہنچتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اعلاء السنن اور براءۃ عثمان کے مضمون کا تضاد

براءۃ عثمانؓ میں لکھا گیا ہے کہ :۔ ان بلوائیوں کا بلوائی ہونا حضرت علیؓ کو معلوم تھا۔ ان کی قتل و غارت گری کا منظر بھی ان کے سامنے تھا۔ پھر کسی کے دعویٰ اور مطالبہ کی شرعاً کوئی حاجت نہ تھی۔ حکومت کا فرض تھا کہ ان سب کو گرفتار

کرکے جیلخانہ میں ڈال دیتی پھر قاتلین کو قتل کر دیا جاتا اور بقیہ کو ہاتھ پیر کاٹنے یا جیل ہی میں سختی جھیلنے کی سزا دی جاتی الخ (ص۵)۔
لیکن یہی محدث عثمانیؒ اعلاء السنن میں بحوالہ فتح الباری ج ۱۳ ص۲۴ لکھتے ہیں:۔ ویدل لذلک ان احداً لم ینقل ان عائشۃ ومن معها نازعوا علیاًؓ فی الخلافۃ ولا دعوا الی احد منهم لیولوه الخلافۃ۔ وانما انکرت هی ومن معها علی منعه وقتل قتلۃ عثمان وترک الاقتصاص منهم وکان علیؓ ینتظر من اولیاء عثمان ان یتحاکموا الیه فاذا ثبت علی احدٍ بعینه انه ممن قتل عثمان اقتص منه فاختلفوا بحسب ذلک الخ۔" اور اس امر کی (کہ حضرت عائشہؓ صلح چاہتی تھیں نہ جنگ) دلیل یہ ہے کہ کسی نے بھی یہ بات نقل نہیں کی کہ حضرت عائشہؓ اور آپ کے متبعین نے خلافت کے بارے میں حضرت علیؓ سے نزاع کیا ہے اور نہ ہی انہوں نے کسی اور کو ان میں سے خلیفہ بنانے کی دعوت دی ہے۔ اور حضرت عائشہؓ اور آپ کے حامیوں نے حضرت علیؓ پر اس وجہ سے اعتراض کیا ہے کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے اور ان سے قصاص نہیں لیا۔ اور حضرت علیؓ اس بات کے منتظر تھے کہ حضرت عثمانؓ کے اولیاء (وارثوں) میں سے آپ کی طرف مقدمہ لائیں۔ پھر جب معین طور پر ثابت ہو جائے کہ حضرت عثمانؓ کو فلاں نے قتل

کیا ہے تو آپ اس سے قصاص لیں اس بنا پر انہوں نے اختلاف کیا تھا الخ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری کی مندرجہ عبارت پیش کر کے محدث عثمانی نے حضرت علی المرتضیٰ کے موقف پر کوئی تنقید نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت علیؓ کی یہ توجیہ صحیح ہے۔ لیکن برأۃ عثمانؓ میں تو سخت تنقید کی گئی ہے۔ لہٰذا اعلاء السنن کی عبارت قابل اعتماد ہوگی۔ علاوہ ازیں اس قتال باہمی کے سلسلہ میں محدث عثمانی حضرت علی المرتضیٰ کو از روئے حدیث نبوی اولی الطائفتین بالحق قرار دے رہے ہیں جیسا کہ کتاب ہذا کے ص پر ان کی عبارت نقل کر دی گئی ہے۔ نیز باغیوں سے قتال کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔ والاولی ان لایبدأ الامام بالقتال مالم یبدءوا به اذا لم یترتب علیه مفسدة۔ کذلك فعله علی رضی الله عنه وهو القدوة فی الباب کما سیاتی" (اعلاء السنن جلد ۱۲ ص۶۶۲)" اور بہتر یہ ہے کہ جب تک باغی لوگ جنگ کی ابتدا نہ کریں امام (خلیفہ) وقت جنگ کی ابتدا نہ کرے بشرطیکہ جب جنگ نہ کرنے پر کوئی خرابی نہ لازم آئے۔ حضرت علی رضی اللہ نے اسی طرح کیا ہے (کہ باغیوں سے قتال میں ابتدا نہیں کی) اور آپ اس مسئلہ (باب) میں امت کیلئے مقتداء ہیں۔ جیسا کہ عنقریب اس کا ذکر آئیگا۔

فرمائیے! محدث عثمانیؒ جو حضرت علی المرتضیٰ کو اولی الطائفتین بالحق قرار دے رہے ہیں اور باغیوں کے احکام کے بارے میں آپ کو

قدوہ تسلیم کر رہے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کی پالیسی پر اس طرح بلا توقف براءۃ عثمانؓ میں مفصل جرح و تنقید کر رہے ہیں جس طرح آج کوئی صدر ایوب یحیٰ اور بھٹو پر کر سکتا ہے۔ اس پر یقین کرنا مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔

اگر بالفرض مولانا عثمانی مرحوم کے قلم سے ہی زیر بحث جملے نکلے ہیں تو جمہور محققین اہل سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل تسلیم نہیں ہونگے حضرت علی المرتضیٰ کی موعودہ خلافت اور آپ کے انتخاب وغیرہ مسائل پر "خارجی فتنہ حصہ اول میں مفصل بحث کر دی گئی ہے۔ اہل شوق حضرات وہاں ملاحظہ فرمالیں۔ یہاں جتنا عرض کر دیا ہے مولف "اصل حقیقت" کے جواب کے لئے کافی ہے۔ واللہ الہادی۔

یزید اور حجاج فاسق تھے (مولانا ظفر احمد عثمانیؒ) مولف "اصل حقیقت"

باتباع مولانا سندیلوی وغیرہ یزید کو عادل اور صالح مانتے ہیں لیکن محدث عثمانیؒ اس کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ خلیفہ فسق کی وجہ سے معزول ہو جاتا ہے یا نہیں اسی بحث میں آپ نے یہ عنوان قائم کیا ہے:۔

" تحقیق خروج الامام حسین بن علی رضی اللہ عنہما و امثالہ علی ائمۃ الجور"

(اس بات کی تحقیق کہ امام حسین بن علی وغیرہ نے ائمہ جور (ظالم خلفاء) کیخلاف خروج کیا ہے"۔ ——— اسی سلسلے میں حضرت امام حسینؓ وغیرہ اکابر کے خروج

کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔ قلت ۔ وایمکن ان یقال ۔ ان الولاۃ الذین خرجوا علیھم کانوا فسقۃ من اول الامر وقد عرفت ان الولایۃ لا تنعقد لفاسق ابتداءً عند الجمہور فلم یکن خروجہم علی الامام وھو المنہی عنہ بل علی غیر امام الخ (میں کہتا ہوں کہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جن والیان ملک کے خلاف ان اکابر نے خروج کیا تھا وہ ابتداء سے ہی فاسق تھے ۔ اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ جمہور کے نزدیک فاسق کی ولایت (حکومت) ابتداء سے ہی منعقد نہیں ہوتی ۔ تو ان حضرات کا خروج کسی امام کے خلاف نہ تھا (کیونکہ شرعًا وہ امام وخلیفہ ہی نہ تھے)۔ اور جو خروج ممنوع ہے وہ امام کے خلاف ہے) ان کا خروج اسکے خلاف تھا جو (حقیقتاً) امام (خلیفہ) ہی نہ تھا۔

(ب) اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں :۔ فاولئک الائمۃ الذین خرجوا علی یزید والحجاج لعلھم ظنوا من انفسھم القدرۃ علی خلعہما لکثرۃ من بایعھم علی ذلک فقد بایع علی ید مسلم بن عقیل للامام حسین بن علی عدد کثیر من اہل الکوفۃ تزید عدتھم علی اربعین الفا الخ (اعلاء السنن جلد ۱۲ ص ۶۱۸) : "پس ان ائمہ (یعنی امام حسین وغیرہ) نے جو یزید اور حجاج کے خلاف خروج کیا ہے یعنی ان کے مقابلے میں نکلے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں وہ ان دونوں (یعنی یزید وحجاج) کو معزول کرنے کی قدرت رکھتے تھے

بوجہ ان لوگوں کی کثرت کے جنہوں نے ان کی بیعت کی تھی چنانچہ امام حسینؓ بن علی کیلئے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر کوفیوں کی ایک کثیر تعداد نے بیعت کی تھی جن کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ تھی" محدث عثمانیؒ تو صراحتاً یزید اور حجاج کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ اور برأۃ عثمانؓ میں یہ بھی لکھا ہے کہ :۔ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف خروج کیوں کیا؟ جواب یہ ہے کہ حضرت امام کو روایتیں ایسی پہنچی تھیں جن سے یزید کا فاسق ہونا لازم آتا تھا اور فاسق ہونے کے بعد خلیفہ معزول ہوجاتا ہے یا مستحق عزل ہوجاتا ہے پس امام کا یزید کے خلاف خروج کرنا بالکل صحیح تھا" (ص۲۷)

اب کیا فتویٰ لگاتے ہیں مؤلف اصل حقیقت "خانقاہ تھانہ بھون کے مفتی اعظم حضرت مولانا ظفر احمد صاحب محدث عثمانیؒ پر جو کھلم کھلا یزید اور حجاج کو فاسق قرار دے رہے ہیں۔ بہرحال مؤلف صاحب مذکور کو محدث عثمانیؒ کا سہارا بھی کچھ کام نہ دے سکا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

متقدمین کون ہیں؟

مؤلف "اصل حقیقت" لکھتے ہیں :۔ اس عبارت میں حافظ ابن حجرؒ نے متقدمین کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ متقدمین کی اصطلاح کن کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ اس کے لئے ملاحظہ ہو مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم کورنگی کراچی) کا احسن الفتاویٰ جلد اوّل ص۲ بحوالہ علامہ لکھنویؒ و امام ذہبیؒ۔ جس کا

خلاصہ یہ ہے کہ :۔ دوسری صدی کے اختتام تک جن حضرات کی ولادت ہوئی وہ متقدمین میں ہونگے۔ اور تیسری صدی کے شروع سے متاخرین کا دور شروع ہوگا۔"

اس تحقیق سے چکڑالی صاحب کی کم علمی اور جہالت نمایاں ہوجاتی ہے کیونکہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ متقدمین کون ہیں اور متاخرین کن کو کہا جاتا ہے۔ وہ تو امام غزالیؒ اور قاضی ابوبکر بن العربیؒ کو بھی متقدمین میں شمار کرتے ہیں اور حدیث خیر القرون کا مصداق بھی صرف آنحضرت کے زمانہ کو سمجھتے ہیں حالانکہ اس مشہور روایت میں آنحضرتؐ نے تین زمانوں کو خیر القرون کا مصداق قرار دیا ہے۔ (۱) اپنے اور صحابہ کرام کے مبارک عہد کو (۲) پھر تابعین کے اور (۳) تبع تابعین کے زمانہ کو۔ ارشاد ہے :۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم (صحاح) (اصل حقیقت ص۵۷)۔

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲

مجھے علم کا دعویٰ نہیں۔ بہ نسبت علم مجھ پر جہل غالب ہے بندہ تو خادم اہل سنت ہے اور یہ حقتعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ شیعیت۔ خارجیت اور مودودیت وغیرہ کے مقابلہ میں بندہ کو تحفظ عظمت صحابہ اور تحفظ عقیدہ خلافت راشدہ (اعلان حق چاریار) کی توفیق نصیب ہوئی ہے (۲) مؤلف اصل حقیقت نے احسن الفتاوی کی عبارت پیش کرنے میں علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ اصل عربی عبارت

حسبِ ذیل ہے۔ والمراد بالمتقدمین من فقھائنا ھم الذین ادرکوا الائمۃ الثلاثۃ ومن لم یدرکھم فھو من المتاخرین ھذا ھو الظاھر من اطلاقاتھم فی کثیر من المواضع (الی ان قال)، وذکر الذھبی فی مفتح کتاب میزان الاعتدال فی نقد اسماء الرجال الحد الفاصل بین المتقدمین و المتاخرین ھو رأس ثلث مائۃ الخ (مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ ص۱۵) بظاہر ادرکوا ائمۃ الثلاثۃ سے احد الائمۃ الثلاثۃ مراد ہے۔ اس صورت میں ذہبیؒ کے قول سے مطابقت ہوجائیگی۔ کیونکہ صاحبین کی وفات دوسری صدی کے آخر میں ہوئی ہے پس اس دوسری صدی کے اختتام تک جن حضرات کی ولادت ہوئی ہو وہ متقدمین ہونگے اور تیسری صدی کے شروع سے متاخرین کا دور شروع ہوگا۔ (۶ ربیع الآخر ۱۳۸۸ھ)۔ مذکورہ عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے "اور متقدمین سے مراد ہمارے فقہاء میں سے وہ ہیں جنہوں نے ائمہ ثلثہ (یعنی امام اعظم ابوحنیفہ۔ امام محمد۔ امام ابویوسف) کو پایا ہے اور جنہوں نے ان ائمہ کو نہیں پایا وہ متاخرین میں سے ہونگے۔ اور بہت مقامات پر ان کے اطلاق و استعمال کرنے میں یہی اصطلاح ظاہر ہوتی ہے اور آخر میں انہوں نے فرمایا ہے) کہ علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب "میزان الاعتدال فی نقد اسماء الرجال کے مقدمہ میں فرمایا ہے کہ متقدمین و متاخرین کے درمیان حد فاصل تیسری صدی کی ابتدا ہے" ——— حقیقت یہ ہے کہ

یہاں علامہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد فقہائے حنفیہ کے متقدمین و متاخرین ہیں جس پر ان کے یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ من فقہائنا یعنی ہمارے فقہائے (حنفیہ) میں سے اور ائمہ ثلاثہ سے مراد بھی امام اعظم وغیرہ ائمہ حنفیہ ہیں۔ مؤلف "اصل حقیقت" سے ہمارا سوال ہے کہ کیا امام غزالی اور قاضی ابوبکر بن العربی فقہائے حنفیہ میں سے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

(۳) امام اعظم ابوحنیفہؒ کا سن وفات ۱۵۰ھ ہے۔ امام مالک کا ۱۷۹ھ۔ امام شافعی کا ۲۰۴ھ۔ امام احمد بن حنبل کا ۲۴۱ھ ان ائمہ کی وفات کی بنا پر تو فقہائے شافعیہ کے متقدمین ۲۰۴ھ کے بعد کے شمار ہونگے۔ اور امام احمد بن حنبل کے ۲۴۱ھ کے بعد کے۔

(۴) محدثین میں امام بخاری کی تاریخ وفات ۲۵۶ھ۔ امام مسلم کی ۲۶۱ھ۔ امام ابوداؤد کی ۲۷۵ھ۔ امام ترمذی کی ۲۷۹ھ۔ امام نسائی کی ۳۰۳ھ ہے۔ کیا یہ ائمہ حدیث متقدمین میں شمار نہیں ہونگے حتیٰ کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نے تو یہ لکھا ہے کہ:۔ متاخرین محدثین نے جن کی ابتدا ابن السبکی (حافظ تاج الدین عبدالوہاب (متوفی ۷۷۱ھ) سے ہوئی ہے الخ (امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف ص۴۳) مولانا سندھی نے تو ساتویں صدی ہجری تک متقدمین کا دور بتایا ہے اور امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ اور قاضی ابوبکر بن العربی متوفی ۵۴۳ھ تو ان سے بہت پہلے کے ہیں کیا وہ متقدمین میں شمار نہیں ہونگے

(۵) حدیث خیر القرون قرنی میں قرن کے معنی میں مختلف اقوال ہیں۔ اور ان میں جو قول راجح ہے وہ یہ ہے کہ اس سے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے جو ۲۲۰ھ تک رہا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر شیخ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ فرماتے ہیں:- طبقات رجال کی کتابوں میں ان کی تصریح ملتی ہے کہ تبع تابعین کا دور ۲۲۰ھ تک رہا ہے۔" یہ تینوں دور خیریت کے اعتبار سے ہیں اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ متقدمین کا دور ۲۲۰ھ تک ہے، ورنہ امام احمد بن حنبل وغیرہ ائمہ اجتہاد بھی متقدمین میں سے خارج ہو جائیں گے ——— (۶) امام ابوالحسن اشعریؒ کی ولادت ۲۶۰ھ میں اور وفات (چند سال اوپر) ۳۰۳ھ ہے۔ آپ تو متکلمین اشاعرہ کے امام ہیں۔ کیا آپ بھی طبقہ متکلمین میں متاخرین میں شمار ہوں گے ؟

(۷) امام غزالیؒ کے ترجمہ (حالات زندگی) میں لکھا ہے کہ:- وقد جمع الاستاذ عبدالکریم العثمان بعض ما جاء فی کتب المتقدمین عنه فی کتاب سماہ "سیرۃ الغزالی" (حاشیہ وفیات الاعیان جلد ۴ ص ۲۱۶) "اور استاذ عبدالکریم عثمان نے متقدمین کی کتابوں سے امام غزالیؒ کے بعض حالات اپنی کتاب میں جمع کئے ہیں۔ جس کا نام سیرۃ الغزالی رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام غزالیؒ کے بعد کے مصنفین بھی متقدمین میں شمار ہوتے ہیں۔

(۸) علامہ شبلی نعمانی مؤرخین کے متعلق لکھتے ہیں یہ تصنیفات جس زمانے

کی ہیں وہ قدماء کا دور کہلاتا ہے۔ پانچویں صدی کے آغاز سے متاخرین کا دور شروع ہوتا ہے۔ (الفاروق حصہ اول)۔

قرآن کے سابقون الاوّلون کون ہیں

(۹) اصل یہ ہے کہ تقدم و تاخر اضافی امور میں سے ہیں۔ ہر پہلا شخص متقدم ہے اور بعد میں آنے والا متاخر۔ اسی اعتبار سے ہر طبقہ میں متقدمین و متاخرین پائے جاتے ہیں قرآن حکیم میں صحابہ کرام کے بھی دو طبقوں کا سابقون اور آخرون کے الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں ہے والسّٰبقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ " اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب امت سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ (ایمان لانے میں) ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا (کہ ان کا ایمان قبول فرمایا جس پہ ان کو جزا ملیگی) اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے (کہ اطاعت اختیار کی جس کی جزاء سے یہ رضا اور زیادہ ہوگی الخ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔ اس جملہ میں اکثر حضرات مفسرین نے حرف مِن کو تبعیض کے لئے قرار دے کر مہاجرین و انصار صحابہ کرام کے دو طبقے قائم کئے ہیں ایک سابقین اولین کا۔ دوسرا دوسرے درجے کے حضرات صحابہ کرامؓ کا

پھر اس میں اقوال مختلف ہیں بعض حضرات نے صحابہ کرام میں سے سابقین اولین ان کو قرار دیا ہے جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کہ سابقین اولین وہ صحابہ ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ اور شعبی نے فرمایا کہ جو صحابہ حدیبیہ کی بیعت رضوان میں شریک ہوئے وہ سابقین اولین ہیں اور ہر قول کے مطابق باقی صحابہ کرام مہاجر ہوں یا انصار سابقین اولین کے بعد دوسرے درجے میں ہیں (مظہری۔ قرطبی) اور تفسیر مظہری میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ حرف مِنْ کو اس آیت میں تبعیض کے لئے نہ لیا جائے بلکہ بیان کے معنی میں ہو تو مفہوم اس جملے کا یہ ہوگا کہ تمام صحابہ کرام بہ نسبت باقی امت کے سابقین اولین ہیں اور من المهاجرین والانصار اس کا بیان ہے الخ (تفسیر معارف القرآن جلد چہارم ص۴۲۹)۔

بہرحال جب قرآن مجید کے سابقین و متقدمین صحابہ کرام کے بارے میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ تو بعد کی امت کے متقدمین و متاخرین میں طبقات کے لحاظ سے حد فاصل کیونکر قائم کی جا سکتی ہے۔ یہ تفصیل تو قارئین کی معلومات کے لئے عرض کر دی گئی ہے ورنہ مؤلف اصل حقیقت کا فریب اور جھوٹ تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے احسن الفتاوٰی کی عربی عبارت اور اس کا ترجمہ پیش نہیں کیا جس میں تصریح تھی کہ یہاں فقہائے حنفیہ کے متقدمین و متاخرین مراد ہیں۔ علاوہ ازیں

یہ عرض ہے کہ اگر مؤلف اصل حقیقت کے نزدیک ۲۰۰ھ کے بعد سب متاخرین ہیں۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ مشاجرات صحابہ کے مسئلہ میں قریباً بارہ سو سال کے اہل حق متاخرین نے ایک بے اصل اور بے بنیاد مسلک حضرت معاویہؓ وغیرہ کی اجتہادی خطا کا اختیار کیا ہے تو پھر ان بارہ صدیوں کے محققین کے دیگر عقائد و مسائل پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

مولانا سندیلوی کے متقدمین

مولانا محمد اسحٰق سندیلوی فئۃ باغیۃ کی بحث میں لکھتے ہیں

"درحقیقت نہ یہ کوئی نیا انکشاف ہے۔ نہ مخصوص طور پر میری تحقیق بلکہ اکابر علمائے متقدمین کی ایک جماعت نے اس حقیقت کا ادراک کر لیا تھا اور انہوں نے اس کا اظہار بھی فرمایا۔ دیکھئے علامہ بدر الدین عینیؒ علامہ ابن بطالؒ[1] رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص۲۵)

اور اسکے حاشیہ میں مولانا سندیلوی ابن بطال کے متعلق لکھتے ہیں:۔

[1] ابو الحسن علی بن خلف بن بطال القرطبی شارح بخاری۔ سن وفات ۴۴۹ھ (شذرات الذہب جلد ۲ ص۲۸۳)۔

(۲) پھر لکھتے ہیں:۔ علامہ ابن بطال کی شخصیت علم و فضل و تقویٰ کے اعتبار سے ممتاز اور تعارف کیلئے نیا نہیں وہ بھی اس رائے میں متفرد نہیں ہیں۔ علامہ عینیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ مہلب اور ایک جماعت کی بھی یہی رائے ہے ان کے الفاظ یہ ہیں الخ (ص۲۵) حاشیہ میں علامہ مہلب

کے متعلق لکھتے ہیں: سنہ المھلب بن احمد بن اسید الاسدی ابن ابی صفرہ سن وفات ۴۳۵ھ (معجم المؤلفین ج ۱۳ ص ۳۱-۳۲) لیجئے۔ مولانا سندیلوی نے ۴۳۵ھ اور ۴۴۹ھ میں وفات یافتہ علماء کو بھی متقدمین میں شمار کر دیا۔ جس سے مؤلف صاحب مذکور کے جھوٹ کی قلعی کھل گئی۔ کاش کہ مؤلف صاحب مجھ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے امام اہل سنت سندیلوی صاحب سے ہی متقدمین و متاخرین کی تعریف پوچھ لیتے تو یوں رسوائی نہ ہوتی لیکن ان کی قسمت میں جو لکھا تھا وہی ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ابن تیمیہ و ابن قیم بھی متقدمین میں ہیں

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جلد نمبر ۶۰ شمارہ نمبر ۵ فروری ۱۹۸۱ء مطابق ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ میں جناب مولانا عبدالعلی صاحب فاروقی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے

"چودہویں صدی ہجری کے دو عظیم فتنے اور انکا تعاقب"

اس میں فتنہ قادیانیت اور فتنہ شیعیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری نے ختم نبوت پر براہ راست حملہ آور فتنہ قادیانیت کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر قادیانیت کی شہ رگ کو کاٹ دیا الخ۔ دوسری شخصیت امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی نور اللہ مرقدہ کی ہے جن کو مشیت ایزدی نے پہلی صدی ہجری سے لیکر چودھویں صدی تک کتمان مذہب کی آڑ میں اسلام

کے محاذی فرقہ رافضیہ کی سرکوبی کے لئے منتخب کیا تھا الخ
فتنہ رافضیت کے سلسلہ میں ہی مولانا موصوف لکھتے ہیں :۔ عالم اسلام کے باتجبر علما ہنے اسلام کے خلاف دیگر اندرونی و بیرونی فتنوں کی طرح اس فتنہ کا بھی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ چنانچہ متقدمین میں محی الدین خطیبؒ علامہ ابن قیم اور علامہ ابن تیمیہؒ نے ردِ شیعیت میں بے بہا کتابیں ارقام فرمائیں الخ ——— فرمائیے ! علامہ ابن تیمیہؒ کی وفات ۷۲۸ھ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم جوذیؒ کی وفات ۷۵۱ھ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ساڑھے سات سو سال ہجری تک کے علماء بھی متقدمین میں شمار ہوتے ہیں تو امام غزالیؒ متوفی ۵۰۵ھ اور قاضی ابوبکر بن العربی متوفی ۵۴۳ھ کیوں نہ متقدمین میں شمار ہونگے۔ اب تو مؤلف صاحب کو قلبی توبہ کر کے علمائے حق کے مسلک کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ ورنہ اپنے مکذوبات اور بہتانات کا انجام دیکھ لیں۔

تحریر علامہ خالد محمود صاحب
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۲

مؤلف اصل حقیقت لکھتے ہیں :۔ ائمہ اربعہ کے خاتم اور متقدمین کے ترجمان حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک بتاتے ہوئے قائد اتحاد علامہ خالد محمود اپنے مضمون آداب الحدیث میں تحریر فرماتے ہیں :۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ جب صحابہ کرام کسی مسئلہ میں خود مختلف ہوں تو ان میں غور کرنا کہ کس کی بات درست ہے کیا جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ تم جس کی چاہو پیروی

کرلو لیکن ان میں سے کسی کے موقف پہ رائے زنی نہ کرو۔ اذا اختلف اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسئلۃ ھل یجوز فیہ ان تنظر فی اقوالھم من الصواب منھم فنتبعہ۔ فقال لی لا یجوز النظر بین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت کیف الوجہ فی ذلک؟ قال تقلد ایھم احببت (جامع بیان العلم و فضلہ از حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ جلد دوم ص۱۰۲ (ترجمہ۔ صحابہ کرام کا جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو کیا جائز ہے کہ ہم ان کے اقوال کا جائزہ لیں کہ راستی کس کے پاس ہے کہ ہم اس کی پیروی کریں تو آپ نے فرمایا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جائزہ لینا جائز نہیں۔ میں نے کہا پھر کیا کریں؟ آپ نے فرمایا۔ ان میں سے جن کی بات پسند ہو اس کی تقلید کریں"۔)۔

حضرت امام احمد بن حنبل امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ ہیں۔ انہوں نے صحابہ کرام کی روایات سے تمسک کرنے میں وہی موقف اختیار کیا ہے جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ہے (جامع بیان العلم ج۲ ص۸۳) ہر دو امام صحابہ کے فیصلوں کو اپنے لئے حجت اور سند سمجھتے ہیں اور اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کی بات پہ امت کو رائے زنی کی اجازت نہیں" (ماہنامہ الرشید ص۱۸ جامعہ رشیدیہ ساہیوال اپریل ۱۹۸۲ء)۔

قائد اتحاد علمائے دیوبند علامہ خالد محمود کی یہ بصیرت افروز تحریر جو داعی اتحاد علمائے دیوبند فاضل رشیدی کے موقر رسالہ میں شائع ہوئی

ہے بالکل واضح ہے۔ اس میں نہ صرف سکوت و توقف والے مسلک کی تائید ہے (جسے بیان کرنے پر چکڑالی صاحب حضرت امام اہل سنت سے ناراض ہیں۔ اور حضرت کو خارجی قرار دینے کی بھی جسارت کرتے ہیں) بلکہ علامہ خالد محمود کی اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبلؒ کا مستند مسلک بھی یہی ہے چکڑالی صاحب اس بصیرت افروز تحریر کو پڑھیں اور اپنے قلبی مرض کا علاج کریں۔ اگر سندیلوی صاحب اور مولانا نور الحسن بخاری صاحب کی بات ماننے سے انھیں چڑ ہے تو کم از کم علامہ خالد محمود صاحب ہی کی تحقیق تسلیم کر لیں۔ اگرچہ ہمیں ان سے قبول حق کی امید نظر نہیں آتی الخ (اصل حقیقت ص ۶۱ تا ص ۶۳)۔

الجواب (۱) علامہ خالد محمود صاحب ایم اے پی ایچ ڈی کی جو عبارت یہاں نقل کی گئی ہے اس کا تعلق فقہی مسائل میں صحابہ کرام کے اختلاف سے ہے نہ کہ مشاجرات صحابہ سے۔ اور اس کی دلیل یہ الفاظ ہیں :۔ قال تقلد ایھم احببت (امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ تو صحابہ میں سے جس کی چاہے تقلید کر لے"۔ (۲) اگر امام احمد بن حنبلؒ کے ارشاد کا تعلق مشاجرات صحابہ سے ہے تو مولانا سندیلوی بھی اسکے خلاف ہیں کیونکہ انہوں نے اظہار حقیقت کے سینکڑوں صفحات میں رائے زنی کی ہے۔ اور حضرت علی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونو کے متعلق تصریح کی ہے کہ یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی

چنانچہ گذشتہ صفحات میں ان کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں جن میں حضرت علی المرتضیٰ پر واضح تنقیدات ہیں۔

(۳) علامہ صاحب موصوف نے یہ حوالہ امام ابن عبد البرؒ کی کتاب جامع بیان العلم سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ مولانا سندیلوی ان سے سخت بدظنی رکھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں :۔ جو شخص عقل و فہم سے کام لے کر اور کتاب و سنّت کے نور سے آنکھوں کو روشن کرکے اس کتاب (یعنی استیعاب) کو دیکھے گا وہ خواہ حافظ ابن عبد البر کی قوت حافظہ اور ان کی وسعت نظر کے متعلق کیسی ہی اچھی رائے کیوں نہ قائم کرے مگر ان کی فہم دین اور ان کے تفقہ کے متعلق تو ہرگز کوئی اچھی رائے قائم نہیں کر سکتا۔ نہ انھیں نقل روایت کے بارے میں قابل اعتماد سمجھ سکتا ہے الخ (اظہار حقیقت جلد اول ص۱۱۱)

(۴) مُسند امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق مولانا سندیلوی لکھتے ہیں۔

اس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی فضائل و مناقب میں روایت کی صحت و عدم صحت کا لحاظ نہ رکھتے تھے بلکہ ضعیف روایتیں بھی قبول کر لیتے تھے" (ایضاً ۱۲۲) —— (۵) مودودی صاحب نے اپنی کتاب تفہیمات جلد دوم میں یہ لکھا تھا کہ :۔" بسا اوقات صحابہ رضوان اللہ علیہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کر جاتے تھے ابن عمرؓ نے سنا کہ ابوہریرہ وتر کو ضروری نہیں

سمجھتے فرمانے لگے ابوہریرہ جھوٹے ہیں۔ الخ ان روایات کا جواب دیتے ہوئے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی فرماتے ہیں:۔

بعض مودودیان کرام نے اس عبارت (تفہیمات) کا امام ابن عبدالبر کی کتاب العلم کا حوالہ ذکر کیا ہے۔ مگر کتاب العلم میں ان امور کی کوئی سند نہیں ہے جبکہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ سے متقدم لوگوں کا قول بلا سند مقبول نہیں ہوتا تو ان کا قول کس طرح مقبول ہو سکتا ہے نیز ان کی کتاب العلم اتنی مشہور و معروف نہیں ہے جتنی کہ کتاب الاستیعاب ہے الخ (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص۴۷)

(۶) امام احمدؒ بن حنبل بھی صحابہ کرام کی خطائے اجتہادی کے قائل ہیں چنانچہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ لکھتے ہیں:۔

بہر حال عامۂ معتزلہ اور چند اہل السنت والجماعت کی رائے یہ بتلائی جاتی ہے کہ وہ مسائل فقہیہ غیر منصوصہ میں تعدد حق کے قائل ہیں (یعنی ہر مجتہد صواب پر ہوتا ہے) لیکن جمہور اہل السنت والجماعت کا جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں (یعنی امام اعظمؒ ابوحنیفہ۔ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن حنبل) مذہب مختار یہی ہے کہ تمام مسائل منصوصہ اصلیہ اور فرعیہ کی طرح ان مسائل میں بھی عند اللہ کوئی ایک حق ہے کہ جسکی تلاش میں مجتہدین اپنی اپنی قوت اجتہاد صرف کرتے ہیں اور جس مجتہد سے خطا ہو جاتی ہے) بجائے اس کے کہ وہ آثم (یعنی گناہگار) ٹھہرتا الٹا اجر اور ثواب

کا مستحق ہوتا ہے الخ (ہدیہ سنیہ ص۹) علامہ شبیر احمد عثمانی کی مفصل عبارت اور اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اول ص۳۳۳ تا ص۳۳۴) ـــــــــ شیخ الاسلام علامہ عثمانی کی تصریح سے ثابت ہوا کہ امام احمدؒ بن حنبل سمیت چاروں ائمہ مجتہدین کا مسلک یہ ہے کہ مجتہد کی رائے صحیح بھی ہوتی ہے اور غلط بھی۔ البتہ خطائے اجتہادی پر بھی ایک گونہ ثواب ملتا ہے۔ لہذا امام ابن عبد البرؒ کی زیر بحث کتاب العلم کی عبارت میں امام احمدؒ بن حنبل کے اس ارشاد کا کہ:۔ صحابہ پر رائے زنی نہ کی جائے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے اختلاف پر اس طرح رائے زنی نہ کیجائے جس سے ان میں سے کسی کی تنقیص و توہین لازم آتی ہو لیکن خطاء اجتہادی کی نسبت کرنا تو مولانا سندیلوی کے نزدیک بھی کسی صحابی کی (تنقیص اور) بے ادبی نہیں ہے (ملاحظہ ہو اظہار حقیقت جلد۲ ص۴۶۵) بہر حال اس سے یہ ثابت ہوا کہ ائمہ اربعہ کا مسلک صواب و خطائے اجتہادی کے قول کا تھا نہ کہ توقف۔

(۷) علامہ شبیر احمدؒ عثمانی شیخ ابن ہمام کی تحریر الاصول کا حوالہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ اطلاق الصحابة الخطاء فی الاجتهاد شائع مُتکرر الخ (بڑی دلیل مجتہد کے مخطی ہونے کی یہ ہے کہ صحابہ کرام صراحتاً خطا فی الاجتہاد کا اطلاق کیا کرتے تھے الخ (ہدیہ سنیہ ص۲۱)۔

علامہ خالد محمود بھی خطاء اجتہادی کے قائل ہیں | مؤلف اصل حقیقت

پر الزام قائم کرنے کی وجہ سے بندہ نے مزید اقوال پیش کر دیئے ہیں ورنہ علامہ خالد محمود صاحب موصوف بھی مشاجرات صحابہ میں خطائے اجتہادی کے قائل ہیں۔ چنانچہ بعض سوالات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :۔ خلیفہ برحق بے شک حضرت علی رضی مرتضیٰ تھے لیکن اس وقت تک حضرت علیؓ کی خلافت پر تمام عالم اسلام کا اجماع نہ ہوا تھا۔ اہل سنت کا اس خلافت پر کلی اجماع ایام خلافت کے بعد حضرت امام حسنؓ کی صلح کے بعد منعقد ہوا۔ اس کے بعد جو حضرت علی مرتضےٰ کی خلافت کے خلاف ہو وہ بے شک گمراہ ہے۔ لیکن ان ایام اختلاف میں جب دونوں طرف صحابہ کرام کے متعدد افراد ہوں ہم خطائے اجتہادی کے کسی بھی مرتکب کو کسی طرح مورد الزام نہیں ٹھیرا سکتے بلکہ مجتہد مخطی بھی ارشاد نبوت کی رو سے مثاب و ماجور ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال (عبقات من باب الاستفسارات ص ۲۸۹) ـــــ علامہ خالد محمود صاحب نے باتباع جمہور وہی تحقیق پیش کی ہے جو بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اول میں تفصیلاً پیش کر دی ہے۔ اب خدا جانے مؤلف اصل حقیقت کو چھپنے کے لئے کوئی پناہ گاہ ملیگی یا نہیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ علامہ صاحب نے بھی حضرت حسنؓ کے ساتھ لفظ امام استعمال کیا ہے کیا مؤلف مذکور

ان پر بھی کوئی مشق تبرا کرینگے؟ بہرحال زیر بحث مسئلہ تو مشاجرات صحابہ کا تھا لیکن مؤلف نے اپنے روایتی جھوٹ کے زیر اثر علامہ صاحب کی دوسری غیر متعلقہ عبارت پیش کردی اور اس پر بھی بندہ نے توجیہ پیش کردی ہے۔

مولانا نورالحسن شاہ بھی قائل ہیں

خطائے اجتہادی کی بحث میں مولانا نورالحسن شاہ صاحب بخاری مرحوم نے مخدوم العلماء حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی کتاب "علمائے دیوبند کا مسلک" (ص۲۵) سے حسب ذیل عبارت پیش کی ہے:۔

علمائے دیوبند انہیں (یعنی صحابہ کرام کو) غیر معصوم کہنے کے باوجود محفوظیت دین کے بارے میں قابل تنقید و تبصرہ نہیں سمجھتے کہ بعد والے انھیں اپنی تنقید کا ہدف بنالیں بلکہ ان کی باہمی تنقید کو (جس کا انہیں حق تھا) نقل کرنے میں بھی رشتہ ادب کو ہاتھ سے چھوڑ دینا جائز نہیں سمجھتے چہ جائیکہ ان کے باہمی تنقید و تبصرہ کے فعل سے امت مابعد کو ان پر تنقید کرنے کا حقدار سمجھتے بلکہ ان کی پاک باطنی اور تقویٰ قلب کے منصوص ہوجانے کے بعد دین کے معاملات میں ان کی لغزش تابحد خطا باقی رہ جاتی ہے جسمیں معصیت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اسی لئے ان کے مشاجرات اور باہمی نزاعات میں خطاء وصواب کا تقابل ہے۔ حق و باطل یا طاعت و معصیت کا نہیں اور سب جانتے

ہیں کہ مجتہد مخطی کو بھی اجر ملتا ہے نہ کہ زجر الخ (عادلانہ دفاع ص۱۲)
علاوہ ازیں بندہ نے مولانا نور الحسن شاہ صاحب مرحوم کی حسب ذیل عبارت امام نوویؒ کے حوالہ سے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۳۵۷ پر نقل کی ہے :- " پھر ان میں سے بعض اپنے اس اجتہاد میں صحیح تھے اور بعض خطا پر تھے اور وہ خطا میں معذور ہیں کیونکہ ان کی خطا، اجتہادی تھی اور خطائے اجتہادی پر گناہ نہیں ہوتا۔ ان جنگوں میں حضرت علیؓ حق و صواب پر تھے اہل سنت کا یہی مذہب ہے" (عادلانہ دفاع ص۲۱)۔
فرمائیے! مولانا بخاری مرحوم نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق و صواب پر ہونے کو اہل سنّت کا مذہب تسلیم کر لیا ہے؟ ... اگر مؤلف "اصل حقیقت" میں کچھ بھی خوف خداوندی و دیانت موجود ہے تو میری بات نہ سہی علامہ خالد محمود صاحب موصوف اور مولانا نور الحسن بخاری مرحوم ہی کی بات مان لیں۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کا ارشاد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے معیار حق ہونے کے اثبات میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم رحمۃ اللہ علیہ ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-
"ممکن ہے کہ کسی شکی کو شک و شبہ گزرے کہ جب صحابہؓ کے فروعی مذاہب مختلف رہے اور مسائل میں اختلاف تناقض تک نظر آتا ہے تو لامحالہ ایک کی اطاعت کر کے بقیہ سے دستبرداری ہی دینی پڑیگی

ورنہ ضدین کا اجتماع ہو جائیگا جو ناممکن العمل ہے تو پھر سب کی اطاعت و پیروی کہاں رہی اور ممکن ہی کب ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ اگر ایک کی پیروی دوسروں کی طعن و تنقید سے بچ کر اور سب کی عظمت رکھ کر ہو تو وہ سب ہی کی پیروی کہلائیگی جیسے سلسلۂ نبوت میں عملاً پیروی ایک رسول کی ہوتی ہے مگر معیار حق سب کو سمجھا جاتا ہے الخ
(مقدمہ مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص۲۲)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے اتباع صحابہ کا جو مفہوم یہاں پیش کیا ہے وہی امام ابن عبدالبرؒ کی مذکورہ عبارت کا ہے جو علامہ خالد محمود صاحب نے پیش کی ہے یعنی صحابہ کرام کے فقہی اختلافات میں کسی ایک کی اتباع عملاً کرنے کے باوجود کسی دوسرے صحابہ کے موقف پر تنقید و جرح نہ کرے جس سے ان کی تنقیص و توہین لازم آتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ارشاد خطائے اجتہادی کے قول کے منافی نہیں ہے کیونکہ خطائے اجتہادی پر بھی جب مجتہد کو ایک گونہ ثواب ملتا ہے تو کار ثواب کی نسبت کو کون صاحب عقل بے ادبی اور تنقیص قرار دے سکتا ہے۔

گرامی نامہ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ بنام خادم اہل سنت

دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے شروع شروع میں ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کے متعلق کچھ

کچھ نرم بیان دیا تھا اور اِن کے متعلق تعریفی کلمات بھی فرمائے تھے۔ جب شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی لاہوری وغیرہ اکابر علماء کے مودودی صاحب کے خلاف سخت بیانات شائع ہوئے تو مودودی صاحبان نے حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ وغیرہ علماء کے وہ سابقہ بیانات اپنی تائید میں شائع کئے اس سلسلہ میں بندہ نے حضرت قاری صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا جس میں مودودی صاحب کے متعلق آپ کی رائے دریافت کی تو اپنے جوابی گرامی نامہ میں آپ نے ارشاد فرمایا:۔

سامی نامہ باعث عزت ہوا۔ میں مسلسل سفروں میں رہا اسلئے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ جماعت اسلامی کے جدید فقہیات اور تفقہ کی فرعیات جو جناب نے قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں انھیں پڑھ کر افسوس ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نیا فقہ تیار ہو رہا ہے اور پرانے فقہ کا لباس اتار کر پھینکا جا رہا ہے۔ اِنّا لِلّٰہ۔ جماعت اسلامی کے افکار و خیالات کے بارہ میں جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے دوبار ظاہر ہو چکی ہے۔ جنوری ۱۹۴۲ء میں بھی اپنی رائے کا اظہار کر چکا ہوں اس میں نفس تحریک حکومت الٰہی کے بارہ میں جس کا عنوان اب نہیں رہا عرض کیا گیا تھا کہ اس سے کسے اختلاف ہو سکتا ہے بشرطیکہ یہ عنوان محض نہ ہو بلکہ اسکے نیچے حقیقت بھی وہی ہو جو اس عنوان کے شایانِ شان ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت مولانا حسین احمد صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب کے مقدمہ کے طور پر احقر نے ایک تحریر لکھی تھی جس میں معیار حق کے مسئلہ پر کلام کیا تھا اس سے ہی احقر کی رائے مکرر واضح ہو گئی تھی۔ پھر دہلی جمعیۃ العلما کے دفتر سے ایک جماعتی بیان شائع ہوا جس پر احقر کے بھی دستخط تھے اس میں اس تحریک کے اثرات (سلف سے اعتماد اٹھ جانے اور ان کی عظمت کے رشتے کمزور ہو کر ان پر زبان تنقید کھل جانے وغیرھا کو) ظاہر کر کے اس سے اپنی برأت کا اعلان کیا گیا تھا۔ بہرحال کئی بار آراء ظاہر ہو چکی ہیں جو اظہار خیال کے لئے کافی ہو جانی چاہیے۔ الخ (۳۰-۸-۸۳) ۔ ہجری

مودودی صاحب اہل حق میں سے ہیں (مولانا ظفر احمد عثمانیؒ)

شروع شروع میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب محدث عثمانی کو بھی مودودی صاحب سے حسن ظن تھا۔ چنانچہ پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان بیاہ و شادی کے جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے مودودی صاحب کو جو خط لکھا اس کا ابتدائی حصہ حسب ذیل ہے: ـــــــ مکرمی مولانا سید ابو الاعلیٰ صاحب زادت محاسنکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مجھے آپ سے غائبانہ محبت ہے جس کی شہادت خود آپ کا ضمیر دیگا اور میرا یہ طرز عمل بھی کہ میں گاہے گاہے تحفانہ بھول اور ڈھاکہ سے آپ کو از خود لکھتا رہا ہوں۔ یہ خط بھی اسی غائبانہ محبت کی بنا پر لکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آجکل

بعض علماء نے آپ کی تکفیر و تفسیق کے لئے فتویٰ نویسی شروع کردی ہے اور آپ کو جماعت اہل حق سے جدا سمجھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اہل حق سے الگ نہ کرے۔ پھر کسی کے الگ کرنے کی پرواہ نہیں الخ
(رسائل و مسائل حصہ دوم ص۱۶۷ بار دوم ۱۹۵۷ء)

گو متعلقہ مسئلہ زیر بحث میں مولانا عثمانی نے مودودی صاحب کے موقف کی اس خط میں تردید کردی ہے لیکن مندرجہ الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد دس سال تک آپ کو مودودی صاحب سے حسن ظن اور محبت کا تعلق تھا لیکن بعد میں جب مودودی صاحب کے باطل نظریات سے آپ واقف ہوئے تو ان کے رد میں برأتِ عثمانؓ بھی لکھی اور اس کے بعد بھی ان کے نظریاتِ باطلہ کا رد کیا۔
اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب صاحب تفسیر معارف القرآن بھی پہلے مودودی صاحب سے حسن ظن رکھتے تھے لیکن بعد میں جب ان کے نظریات باطلہ کھل کر سامنے آئے تو انکے عقائد فاسدہ کی سخت تردید کی (ملاحظہ ہو۔ مودودی صاحب اکابر امت کی نظر میں ص۲۳ مؤلفہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب)۔
تو اب اگر کوئی شخص ان حضرات کی آخری آراء سے نظر بند کر کے ان کی ابتدائی آراء مودودی صاحب کی تائید میں پیش کرے تو یہ اسکی بددیانتی ہوگی۔ لیکن مؤلف "اصل حقیقت" تو خلاف حقیقت ہی راگ الاپنے کے عادی ہیں۔ شروع میں بندہ نے مولانا سندیلوی سے

حسن ظن کی بنا پر ان کو جماعت کا سرپرست لکھدیا تو اب بار بار اسی کو پیش کر رہے ہیں۔ حالانکہ اظہار حقیقت جلد دوم کے مطالعہ کے بعد وہ سابقہ حسنِ ظن باقی نہ رہا۔ اور مسلک حق کے تحفظ کے لئے میں نے مولانا موصوف کے نظریات کی رد میں کتاب "خارجی فتنہ حصہ اول لکھی ہے تو اس پہ جبیں بہ جبیں ہونے اور تبرا الاپنے کی کیا ضرورت ہے جس کی وجہ سے مؤلف صاحب جھوٹ پر جھوٹ مرتب کر رہے ہیں۔

اعتراض ۲ کی بحث
کیا حضرت علی کی خلافت عبوری تھی

میں نے مولانا سندیلوی کے متعلق دفاع صحابہ ص۵۲ پر یہ لکھا تھا کہ:۔ وہ حضرت علیؓ کی خلافت کو عارضی اور عبوری خلافت قرار دیتے ہیں نہ کہ مستقل اور آیت تمکین اور آیتِ استخلاف کا مصداق۔ چنانچہ اپنی کتاب "اظہار حقیقت" بجواب "خلافت و ملوکیت" جلد دوم ص۱۸۳ میں لکھتے ہیں:۔ ان حالات پر نظر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت اگرچہ بالکل صحیح تھی اور بے شک وہ خلیفہ برحق تھے لیکن انکی خلافت کی نوعیت ہنگامی (EMERGENCY) خلافت کی تھی جس میں پورے عالم اسلامی کے نمائندے شریک نہ تھے اور ان کی اکثریت نے اپنا حق حق رائے دہی استعمال نہیں کیا تھا اس صورت میں شرعاً و عقلاً ہر طرح لازم تھا کہ مناسب حالات پیدا ہونے کے بعد استصواب

رائے عامہ کیا جاتا الخ
اس کے جواب میں مولانا سندیلوی نے یہ لکھا ہے کہ:۔ اظہار حقیقت کی جو عبارت قاضی صاحب نے نقل کی ہے اسے بار بار پڑھنے پر بھی کسی عارضی وعبوری کے الفاظ نہ ملیں گے۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے غیر مستقل ہونے کا بھی کوئی تذکرہ اس میں نہیں مل سکتا اسی طرح اس مضمون کا نام ونشان بھی نہیں ملیگا کہ حضرت علیؓ کی خلافت آیت استخلاف وآیت تمکین کی مصداق نہ تھی ۔ یہ مضامین قاضی صاحب نے اپنی طرف سے وضع فرما کر میری طرف منسوب فرما دئے ۔موصوف کی اس عبارت پر حیرت ہے کہ ان غلط الزاموں کے ثبوت میں ایسی عبارت پیش کی جس میں ان میں سے کسی کا سرے سے وجود ہی نہیں۔" (جواب شافی ص۹)۔

جواب الجواب

میں نے اس کے جواب میں مولانا موصوف کی "اظہار حقیقت" جلد دوم سے آٹھ عبارتیں پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہنگامی سے مراد عبوری اور غیر مستقل حکومت لکھا ہے اور اس کے ثبوت کے لئے میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۲۰۸ پر حضرت معاویہؓ اور ان کی جماعت کا موقف بیان کرتے ہوئے مولانا سندیلوی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :۔ جواب یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کو خلیفہ تو تسلیم کرتے تھے لیکن ان کی خلافت کو ہنگامی خلافت سمجھتے تھے جس کی تفصیل گذشتہ صفحات

میں بیان کی جا چکی ہے) اور سبائی پارٹی کے استیصال سے پہلے انہیں مستقل خلیفہ بنانے کے لئے تیار نہ تھے ———— ان وجوہ کی بنا پر انہیں مستقل خلیفہ منتخب کرنا مناسب نہیں"۔ (اظہار حقیقت جلد دوم حاشیہ ص۱۸۸)۔

(۲) اسی سلسلہ میں بندہ نے مولانا سندیلوی صاحب کی یہ عبارت پیش کی ہے:۔ کیونکہ ایسی ہنگامی حالت میں جو خلیفہ منتخب ہوتا ہے اسکی حکومت کی حیثیت تاوقتیکہ استصواب رائے عامہ سے اسے استحکام حاصل نہ ہو جائے عبوری حکومت (INTERIM GOVERNMENT) ہے عبوری حکومت کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ حکومت سابقہ کی پالیسی کی اتباع کرے الخ (ایضاً ص۱۷۴)۔

ان دونوں عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا سندیلوی کے نزدیک ہنگامی خلافت عبوری اور غیر مستقل ہوتی ہے۔ اور جب موصوف نے اظہار حقیقت ص۱۸۳ پر یہ تصریح کر دی ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت اگرچہ بالکل صحیح تھی اور بے شک وہ خلیفہ برحق تھے لیکن ان کی خلافت کی نوعیت ہنگامی (EMERGENCY) خلافت کی تھی الخ تو اس سے لازم آتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت علیؓ کی خلافت بھی عبوری اور غیر مستقل تھی لہٰذا "جواب شافی" میں ان کا اس بات سے انکار کرنا بالکل غلط ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کو اگر آیتِ استخلاف اور آیت تمکین کی مصداق قرار

دیا جائے تو پھر اس کو عبوری اور غیر مستقل نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ تو وعدۂ خداوندی کے مطابق ابتدا سے انتہا تک مستقل خلافتِ راشدہ ہے اور جب سندیلوی صاحب کے نزدیک حسب عبارات' اظہار حقیقت) حضرت علیؓ کی خلافت عبوری اور غیر مستقل ہے تو اس کو آیات قرآنی کا مصداق نہیں قرار دے سکتے تو مولانا پہ میرا یہ الزام بھی بالکل درست تھا۔ لیکن اس کے جواب میں "مؤلف اصل حقیقت" یہ رونا رو رہے ہیں کہ اس کا مطلب واضح ہے کہ یہاں مولانا اپنا نقطہ نظر نہیں لکھ رہے بلکہ حضرت معاویہؓ اور ان کی جماعت کا نقطہ نظر بیان کر رہے ہیں۔ اسی طرح دوسری عبارت کے شروع میں یہ عبارت موجود ہے کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھ جو حضرات فقہاء صحابہ و تابعین تھے سب کی رائے یہ تھی الخ۔ اب قارئین کرام خود ہی اندازہ فرمالیں کہ اس چکوالی گوئبلز کی وقاحت اور بے شرمی کس حد تک پہنچ چکی ہے الخ (اصل حقیقت ص۶۷)۔

الجواب — مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۳

(۱) میں نے اظہار حقیقت کی آٹھ عبارتیں (جن میں سے دو عبارتیں اوپر نقل کر دی ہیں) صرف اس بات کے ثبوت میں پیش کی تھیں کہ مولانا سندیلوی کے نزدیک بھی ہنگامی خلافت سے مراد عبوری اور غیر مستقل خلافت ہوتی ہے کیونکہ یہ تبصرہ مولانا کا تھا۔ اس پر اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مولانا اپنا

نقطۂ نظر پیش کر رہے ہیں یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہم صحابہ کا۔
(۲) سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہ کا مذکورہ نقطۂ نظر مولانا سندیلوی کے نزدیک صحیح ہے یا غلط۔ اگر صحیح ہے تو پھر اس بنا پر اعتراض صحیح ہے اور اگر غلط ہے تو پھر مولانا نے حضرت معاویہؓ کے موقف کی تغلیط کر دی اور یہی موقف باتباع جمہور بندہ نے پیش کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ سے اس اختلاف میں اجتہادی غلطی سرزد ہوگئی تھی۔ کیا مؤلف مذکور کے لئے کوئی بھاگنے کا راستہ باقی رہ گیا ہے۔

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

(۳) یہ بھی مؤلف مذکور کا کھلا جھوٹ ہے کہ مولانا سندیلوی کا وہ نقطۂ نظر نہیں ہے جو حضرت معاویہؓ کا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی ساری کتاب میں حضرت معاویہؓ کے موقف کا دفاع کر رہے ہیں۔ ان کی رائے کو بہ نسبت حضرت علیؓ کی رائے کے اصح قرار دیتے ہیں اور جنگ صفین میں وہ بہ نسبت حضرت علیؓ کے حضرت معاویہؓ کو اقرب الی الحق اور حضرت علی المرتضیٰ پر تنقید کرتے ہوئے لکھ رہے ہیں۔

"اگر دوبارہ انتخاب ہو جاتا اور آزادانہ رائے دہی کا سب کو موقع ملتا تو باہمی اختلاف بھی ختم ہو جاتا۔ ان کی خلافت زیادہ مستحکم ہو جاتی اور مسلمانوں کی اتنی خونریزی نہ ہوتی۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کی تجویز کیوں نہ منظور فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر دوبارہ انتخاب ہوتا اور آزادانہ ہوتا تو حضرت علیؓ کی کامیابی اور ناکامی کے

امکانات برابر ہوتے"۔ (اظہار حقیقت جلد دوم ص۱۲۲)۔

فرمائیے کیا مولانا سندیلوی یہاں اپنا نقطہ نظر نہیں پیش کر رہے اور وہ بھی حضرت معاویہؓ کے نقطہ نظر کی تائید میں۔ (ب) علاوہ ازیں مولانا سندیلوی صاف لکھ رہے ہیں کہ:۔ ان حالات میں جو خلافت منعقد ہوئی وہ جائز تو تھی لیکن ہنگامی تھی اس کے استحکام اور اس کی بقاء کے لئے استصواب رائے اور دوبارہ انتخاب کی حاجت سے انکار نہیں ہو سکتا الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص۱۲۳)۔

بہرحال سندیلوی صاحب جب دوبارہ انتخاب کرانے کی حمایت کر رہے ہیں اور اس کا نتیجہ بھی یہ بیان کر رہے ہیں کہ:۔

"اگر دوبارہ انتخاب ہوتا اور آزادانہ ہوتا تو حضرت علیؓ کی کامیابی اور ناکامی کے امکانات برابر ہوتے"۔

تو کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سندیلوی صاحب کے نزدیک حضرت علیؓ اللہ تعالیٰ کے وعدہ قرآنی کے تحت خلیفہ نہ تھے کیونکہ جسکو اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق خلیفہ بنانا ہے وہ دوبارہ انتخاب میں بھی اس کی قدرت اور نصرت سے ضرور کامیاب ہوگا اور اس بات کا احتمال باقی نہیں رہتا کہ وہ دوبارہ انتخاب میں ناکام ہو جائے۔ اب قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ کذاب اور گوئبلز کون ہے۔ مؤلف "اصل حقیقت" یا جیکوالی مؤلف خارجی فتنہ"۔ مؤلف کی زبوں حالی تو اس حد تک ہے کہ کہنا پڑتا ہے۔ ع۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

یعنی وہ چور کتنا دلاور ہے جو ہاتھ میں چراغ لے کر چوری کر رہا ہے کیا اسکے بعد بھی مؤلف مذکور کی شقاوت و عباوت میں کوئی شک ہو سکتا ہے۔ کاش کہ مولانا سندیلوی ایسے شخص کو اپنا ترجمان نہ بناتے

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

مؤلف اصل حقیقت کا جھوٹ نمبر ۲۴

مؤلف مذکور لکھتے ہیں:- "چکوالی صاحب کے اس قسم کے تبرائی الفاظ کہ حضرات حکمین اور حضرت معاویہؓ اور ان کے رفقاء صحابہ کرام نہ صرف گناہگار تھے بلکہ قرآنی آیت کے مخالف تھے۔ ہم شروع میں پیش کر چکے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۹)۔ اور چکوالی صاحب کے پیشوا العل شاہ بخاری و مودودی کے نظریات ان کی کتابوں "استخلاف یزید" اور "خلافت و ملوکیت" سے ظاہر و باہر ہیں الخ (ص ۴۲)۔

مؤلف مذکور نے اپنے کتابچہ ص ۹ پر جو کچھ لکھا ہے حسب ذیل ہے "اتنا ہی نہیں بلکہ چکوالی صاحب حضرت معاویہؓ کو خطاکار ماننا لازمی قرار دیتے ہیں اور اسے اتنا اہم عقیدہ سمجھتے ہیں کہ جو انھیں خطاکار نہ مانے وہ اسے قرآنی آیات کا منکر باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں"۔ لکھتے ہیں:-

"بندہ نے اس کتاب میں مسلک اہل السنت والجماعت کے اثبات کے لئے ہی آیت تمکین اور آیت استخلاف پر بحث کی ہے اور قرآنی

اور حدیثی دلائل کی بنا پر ہی ثابت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی غلطی ماننے کے بغیر اور کوئی صحیح راہ نہیں ہے۔ (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۲۱/۲۲) ـــــ حضرات حکمین پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کا فیصلہ آیت استخلاف کے خلاف تھا" (ایضاً ص ۴۵۵) بلکہ گناہ تھا (ایضاً سطر ۶) ـــــ اللہ کے مقرر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے"۔ (ایضاً سطر ۹) اسلئے حضرات حکمین ضال اور مضل تھے"۔ (ایضاً ص ۴۵۶ سطر ۱۰-۱۲) کیونکہ انہوں نے قرآن کے خلاف کیا (ص ۴۵۸ سطر ۱۷) نیز ملاحظہ ہو ہماری اس کتاب کا ص ۴۲) چکوالی صاحب کی اس غالیانہ انتہاپسندی کی تائید نہ متقدمین کے ہاں ملتی ہے نہ متاخرین کے ہاں۔ آج تک سوائے چکوالی صاحب کے کسی نے یہ کہنے کی جرأت نہیں کی تھی کہ جو حضرت معاویہؓ کو خطا کار نہ مانے وہ گمراہ اور خارجی ہے۔ اگر چکوالی صاحب میں ہمت ہے تو وہ اپنی تائید میں متقدمین یا متاخرین میں سے کسی ایک بھی محقق کا قول مستند حوالہ کے ساتھ پیش کریں جو حضرت معاویہؓ کو خطا کار نہ ماننے والوں کو دائرہ اہل سنت سے باہر اور خارجی قرار دیتا ہو۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ چکوالی صاحب ایسا کوئی حوالہ اپنی تائید میں نہیں پیش کر سکتے ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا (اگرچہ سب مل کر بھی ایک دوسرے کی مدد کریں) چکوالی صاحب معاویہؓ دشمنی میں آپ اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ احترام صحابہؓ کے متعلق دسیوں آیات قرآنی کا مقابلہ کرنے پر

تل گئے ہیں۔ اب سوائے توبہ کے اور کوئی شرعی دروازہ آپ کے لئے کھلا ہوا نہیں ہے۔ (ایضاً ص۱)۔

الجواب (۱) مؤلف صاحب کی پہلی فریب کاری یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف جنگِ صفین کے سلسلہ میں اجتہادی خطاء کی نسبت کرنے کو وہ احترامِ صحابہ کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ اور اس نسبت سے وہ یہ خود ساختہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو خطاکار کہا جاتا ہے جس کا جواب پہلے بھی دیا جا چکا ہے کہ کسی کو مجتہد مخطی کہنا اور کسی کو خطاکار کہنا دونوں میں فرق ہے کسی کو خطاکار کہنے کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ وہ عام طور پر خطائیں کرنے والا ہے اور خطائے اجتہادی تو وہ خطا ہوتی ہے جس پر از روئے حدیث نبوی ایک اجر ملتا ہے۔ اب اس مؤلف سے کوئی پوچھے کہ جب خطائے اجتہادی پر بھی مجتہد کو ثواب ملتا ہے تو اس نسبت میں کونسی بے ادبی اور تنقیص پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ ماتمی ٹولے کا سا واویلا کر رہے ہیں اور پھر طرفہ یہ کہ مؤلف کے امام مولانا سندیلوی خود بھی حضرت علی۔ حضرت معاویہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق لکھ رہے ہیں کہ ان سے اجتہادی غلطی ہو گئی تھی۔ ان کی یہ عبارتیں ہم نے اس کتاب کے ص۳۲۴ پر درج کر دی ہیں دوبارہ ملاحظہ کر لیں۔ فرمائیے اگر حضرت معاویہؓ کی غلطی کو اجتہادی غلطی قرار دینا میرا شرعی جرم ہے تو اس جرم کے مرتکب تو مجھ سے زیادہ سندیلوی صاحب ہیں

جو نہ صرف حضرت معاویہؓ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسینؓ کو بھی اجتہادی غلطی کرنے والا مان رہے ہیں۔ اگر مولف کے اندر دیانت کا کوئی ذرہ بھی موجود ہے تو پھر وہ اپنے امام اہل سنت پر کیوں تبرا بازی نہیں کرتے۔ علاوہ ازیں پہلے بھی یہ لکھا جا چکا ہے کہ مولانا سندیلوی کے نزدیک بھی خطائے اجتہادی کی نسبت کرنے میں کوئی بے ادبی نہیں ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

"کسی صحابی کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت بے ادبی نہیں۔"

(اظہار حقیقت جلد دوم ص۴۶۵)۔

اسکے باوجود مؤلف صاحب کا بار بار بہتان تراشی کرنا خارجیت کی ٹیکنیک نہیں تو اور کیا ہے۔؟

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۵

مؤلف مذکور کا یہ لکھنا بھی ایک کھلا جھوٹ ہے کہ چکوالی صاحب کی اس غالیانہ انتہا پسندی کی تائید نہ متقدمین کے ہاں ملتی ہے نہ متاخرین کے ہاں۔ آج تک سوائے چکوالی صاحب کے کسی نے یہ کہنے کی جرأت نہیں کی تھی کہ جو حضرت معاویہؓ کو خطاکار نہ مانے وہ گمراہ اور خارجی ہے الخ (ص۱) یہ بھی کھلا جھوٹ ہے۔ مؤلف صاحب یہ تو ثابت کریں کہ میں نے ایسا لکھا ہے۔ میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول ص۶۱۱ صفحات کی ضخیم کتاب ہے اور نہ صرف اس میں سے بلکہ میری بیسیوں تصانیف میں سے کہیں سے کوئی ایسی عبارت پیش

کردیں جس میں بندہ نے ایسا لکھا ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین۔

فتاوی کراچی
مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۶

مؤلف مذکور نے اصل حقیقت مذا پہ استفتاء کی حسب ذیل عبارت لکھی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ جمہور متقدمین کا یہ نقطہ نظر درست ہے کہ مشاجرات صحابہ میں توقف کرنا چاہیے کہ دونو برحق ہیں۔ بکر کہتا ہے کہ نہیں جمہور متاخرین کا یہ نقطہ نظر درست ہے کہ حضرت علیؓ برحق تھے اور حضرت معاویہؓ سے اجتہادی خطا ہوئی۔ عمرو کا کہنا ہے کہ نہ صرف جمہور متاخرین کا نظریہ درست ہے بلکہ جو اس نظریہ کو نہ مانے اور حضرت معاویہؓ و ان کے رفقاء کو مجتہد مخطی تسلیم نہ کرے وہ دائرہ اہل سنت سے خارج ہے۔ اس پر زید کا کہنا ہے کہ عمرو کا یہ کہنا زیادتی ہے کیونکہ جمہور متقدمین کے نقطہ نظر کا جو شخص مؤید ہو وہ دائرہ اہل سنت سے کیسے خارج قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ محتاط ترین مسلک یہی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی نے لکھا ہے کہ:۔ ھو واللہ الورع والاحتیاط۔ پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔ فان کان لا رجائہ امر الصحابۃ الذین تقاتلوا فیما بینھم الی اللہ و توقفہ عن تصویب احدی الطائفتین فھو من اھل السنۃ ومن حزبا لورعین

ختماً۔ مقدمہ اعلاء السنن ص۱۴۲) اور جمہور صحابہ و جمہور اہل سنت کا نقطہ نظر علامہ ابن حزمؒ کے الفاظ میں یہ ہے:۔ وذهب سعد بن ابی وقاص وعبد الله بن عمرو وجمهور الصحابة الى الوقوف فی علی واهل الجمل واهل الصفین وبه یقول جمهور اهل السنة" (الفصل فی الملل والنحل لابن حزم ج۴ ص۱۵۳) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمرو کا نقطہ نظر کہ حضرت معاویہ اور انکے رفقاء کو مخطی نہ تسلیم کرنے والا دائرہ اہل سنت سے خارج ہے مسلک اہل سنت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر مطابق ہے تو کیا اہل السنت کے نزدیک مولانا ظفر احمد عثمانیؒ۔ امام اعظم ابی حنیفہ اور وہ تمام علمائے کرام جو دونوں کو برحق سمجھتے آرہے ہیں یا جنہوں نے توقف کو پسند کیا جن میں جمہور متقدمین اہل سنت اور جمہور صحابہ بھی شامل ہیں۔ سب دائرہ اہل سنت سے خارج ہیں؟ جبکہ عمرو کی بات سے یہی لازم آتا ہے۔ بینوا و توجروا" (ص۱۱)۔ اسکے بعد جوابی فتاوی نقل کئے ہیں۔ جن پر بعد میں بحث کی جائیگی۔

کیا میرے چیلنج کا کوئی جواب ہے

مذکورہ استفتاء میں عمرو کا نظریہ پیش کرنے میں کھلا جھوٹ بولا ہے کیونکہ اسمیں میں جو نظریہ پیش کیا گیا ہے وہ ان کا مفروضہ ہے اور زیر بحث مسئلہ "مشاجرات صحابہ" میں بندہ نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ جو شخص حضرت معاویہؓ اور انکے رفقاء کو مجتہد مخطی نہ تسلیم

کرے وہ دائرہ اہل سنّت سے خارج ہے"؟ مؤلف مذکور ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں کرسکتا۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین۔ بلکہ میں نے تو توقف کے قول کو اہل سنّت ہی کا ایک قول تسلیم کیا ہے البتہ دلائل کی بنا پر اس کو کمزور ترین مسلک بنایا ہے چنانچہ مولانا سندیلوی کے جواب میں بندہ نے لکھا ہے :۔

سندیلوی صاحب بھی عجیب و غریب محقق ہیں انہوں نے مسلک توقف کو قوی ترین اور پسندیدہ مسلک قرار دینے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ :۔ یہ صحابہ کرام کا مسلک ہے۔ ——— اس پر ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا تمام صحابہ کرام کا یہ مسلک ہے ہرگز نہیں۔ مشاجرات کے بارے میں تو صحابہ کرام کے تین گروہ تھے۔ (۱) حضرت علیؓ اور انکے متبعین (۲) حضرت معاویہؓ اور انکے متبعین (۳) توقف کرنے والے صحابہ کرام۔ اگر صحابہ ہونے کی وجہ سے توقف کا مسلک قوی ترین ہے تو دوسرے دو نو مسلک بھی چونکہ صحابہ کرام کے ہیں اسلئے وہ بھی قوی ترین ہونے چاہییں۔ خدا جانے فاضل سندیلوی کو کیا ہو گیا ع۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

اسی سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے میں نے ۳ کے تحت لکھا ہے :۔

توقف کی بحث میں پہلے عرض کیا گیا ہے کہ جن صحابہ کرام نے فریقین میں سے کسی کا ساتھ نہیں دیا انپر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا اور وہ اپنے اجتہاد کی بنا پر کوئی فیصلہ نہیں کرسکے تھے اور اس وقت کے

پیچیدہ حالات میں وہ معذور تھے۔ لیکن بعدازاں جبکہ یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ حضرت علی المرتضیٰ ہی قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ تھے تو اب توقف کا مسلک ہمارے لئے قوی ترین مسلک نہیں قرار دیا جاسکتا۔ سندیلوی صاحب اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ جس مسلک میں حقیقت حال واضح ہی نہ ہو کیا اسے بھی قوی ترین اور پسندیدہ مسلک قرار دے سکتے ہیں اور اگر مسلک توقف اختیار کرنے والے علمائے اہل سنت کا مطلب یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ رضی کے واقعات نہ بیان کئے جائیں۔ کیونکہ اس سے ناواقف لوگ صحابہ کرام کے کسی نہ کسی فریق سے بدظن ہو سکتے ہیں تو یہ جدا امر ہے اور یہ کسی فریق کی طرف اجتہادی خطا منسوب کرنے سے متعارض بھی نہیں ہے جیسا کہ پہلے اس پر تبصرہ کیا جاچکا ہے۔ بہرحال تردد و تذبذب والا مسلک قوی ترین نہیں بلکہ کمزور ترین مسلک ہے اسلئے جمہور اہل سنت نے اسے اختیار نہیں کیا۔" (خارجی فتنہ حصہ اول ۵۸۵، ۵۸۶) فرمائیے! اتنی وضاحت کے بعد بھی کوئی اہل فہم و دیانت مجھ پر یہ بہتان لگا سکتا ہے کہ میں حضرت معاویہ کو مجتہد مخطی نہ ماننے والوں کو اہل سنت سے خارج قرار دیتا ہوں۔ اتنی دیدہ دلیری سے یہ بہتان تراشی اور وہ بھی استفتاء کی صورت میں سوائے سبائی پارٹی کے دلدادہ کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۷

استفتاء میں یہ جھوٹ لکھا گیا ہے کہ زید کہتا ہے کہ جمہور متقدمین کا یہ

نقطہ نظر درست ہے کہ مشاجرات صحابہ میں توقف کرنا چاہیئے کہ دونوں برحق ہیں۔ اس میں بھی تلبیس اور جھوٹ سے کام لیتے ہوئے مجھ پر الزام تراشی کی ایک صورت نکالی گئی ہے کہ میں شاید دونوں کو برحق نہیں مانتا۔ حالانکہ میں نے مشاجرات صحابہ کی بحث میں کئی بار اس امر کی تصریح کی ہے کہ اجتہادی اختلاف حق کے دائرہ میں ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

اجتہادی خطا حق کے دائرہ میں ہی رہتی ہے اس کو خلاف حق نہیں کہہ سکتے ــــــ سندیلوی صاحب یہ بھی نہیں سمجھتے کہ اجتہادی اختلاف میں حق و باطل کا تقابل نہیں ہوتا بلکہ صواب و خطا اور صحیح و غلط کا تقابل ہوتا ہے (خارجی فتنہ حصہ اول ص۳۲۶)۔

(ب) جو حضرات وحدت حق کے قائل ہیں یعنی عند اللہ حق ایک ہی ہوتا ہے اجتہادی مسائل میں وہ بھی خطائے اجتہادی کو حق کے اندر داخل کرتے ہیں نہ کہ خارج از حق۔ البتہ وہ صواب و خطا میں فرق کرتے ہوئے مجتہد کی طرف خطا کی نسبت بھی کر دیتے ہیں"۔ (ایضاً ص۳۳۲)۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر مجتہد حق پر ہوتا ہے البتہ صواب و خطا کا مسئلہ جدا ہے مودودی صاحب نے حضرت معاویہؓ کو باطل پر قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو خلافت و ملوکیت طبع اول ص۱۳۷)

تو میں نے ان کی تردید کی چنانچہ لکھا کہ:۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ گو حق کے مقابلہ میں باطل ہوتا ہے لیکن حضرت معاویہؓ کے لئے باطل کا لفظ نہیں استعمال کیا جاتا کیونکہ آپ کا اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا

اور جو قول اجتہاد پر مبنی ہو اسے باطل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ مودودی صاحب کی زیادتی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضؓ کے لئے باطل کا لفظ استعمال کیا ہے"۔ (خارجی فتنہ حصہ اول ص۴۲۳)۔

مولانا لعل شاہ صاحب بخاری کے نظریہ پر تنقید کرتے ہوئے میں نے لکھا ہے :۔ حضرت معاویہؓ کو حقیقتاً اہل باطل اور اہل جور وہی شخص کہہ سکتا ہے جو ان کو فقیہ اور مجتہد نہیں سمجھتا اور ان کے خلوص و نیت میں شک کرتا ہے لیکن جو شخص آپ کو مخلص اور فقیہ و مجتہد صحابی سمجھتا ہے وہ آپ کے اختلاف کو عنادی نہیں کہہ سکتا۔ اور نہ ہی وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کے زمانہ میں وہ حقیقتاً غیر عادل تھے کیونکہ اجتہادی اختلاف میں عادل اور غیر عادل کا تقابل نہیں ہوتا۔ الخ (ایضاً ص۴۲۶)۔

اور استفتاء میں جو عبارتیں علامہ ابن حزمؒ اور مولانا ظفر احمد صاحب محدث عثمانیؒ کی نقل کی گئی ہیں وہ بھی تلبیس پر مبنی ہیں اور ان پر مفصل تبصرہ پہلے کیا جا چکا ہے (ملاحظہ ہو کتاب ہذا ص۳۲) اور کس قدر یہ مؤلف کی فریب کاری ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نام بھی اس استفتاء میں لیا گیا ہے۔ حالانکہ امام اعظم اجتہادی اختلاف میں دونوں کے برحق ہونے کے باوجود اجتہادی صواب و خطا کے قائل ہیں جیسا کہ پہلے اس پر بحث کر دی گئی ہے۔

ایک اور بددیانتی

مؤلف مذکور نے اصل حقیقت میں جو

استفتاء نقل کیا وہ مکمل نہیں ہے۔ ہم نے واپسی رجسٹرڈ خطوط بھیج کران فتاوی کی نقلیں منگوائی ہیں جو اصل حقیقت میں درج کئے گئے ہیں۔ ان میں مستفتی (فتوے لینے والے) کا نام عبدالغفور امام مسجد ایک مینار عزیز آباد کراچی لکھا ہے۔

جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی والوں نے استفتا اور فتوے کی جو فوٹو اسٹیٹ کاپی ارسال کی ہے وہ وہی ہے جو اصل حقیقت میں ہے اور فتوی دینے والے مولانا ضیاء الحق صاحب ہیں۔ اس میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی وغیرہ حضرات میں سے کسی کی تصدیق نہیں ہے۔ (۲) دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴ نے ہمیں جو نقل بھیجی ہے اس کے استفتاء میں یہ عبارت زائد ہے:۔ اولی اور غیر اولی کا اختلاف صواب وخطا کا اختلاف کہلاتا ہے۔ یا اس میں دونوں حق ہوتے ہیں لیکن استفتاء کی یہ عبارت جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے استفتاء میں نہیں ہے۔ (۳) دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی نے جو نقل بھیجی ہے اس کے استفتاء میں یہ عبارت زائد ہے :۔ سوال (۲) زید کا کہنا ہے کہ اولی اور غیر اولی کا اختلاف صواب و خطا کا اختلاف ہے۔ بکر کہتا ہے۔ نہیں۔ اختلاف جب کبھی ہو تو اسکے تین مدارج ہیں۔

(۱) حق و باطل کا اختلاف جیسے عقیدہ ختم نبوت اور نظریہ امامت کا اختلاف ہے (۲) صواب وخطاء کا اختلاف مثلاً ہمارے خیال میں جہری نماز

میں قراءت خلف الامام کا اختلاف (۳) اَولیٰ اور غیر اَولیٰ کا اختلاف مثلاً" رفع یدین کا اختلاف۔ اس میں بکر کا کہنا ہے کہ اَولیٰ غیر اَولیٰ حق کے ہی دو پہلو ہیں اور دونو صواب کے پہلو بھی ہیں کسی مسئلہ میں اختلاف کے پہلو متعین کرنے میں تو بحث ہو سکتی ہے مگر جب بھی اَولیٰ اور غیر اولیٰ کا لفظ کہیں استعمال ہوگا تو وہ حق و باطل اور صواب و خطا سے ہٹ کر تیسری قسم کا اختلاف ہوگا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا کہنا درست ہے یا نہیں جر بینوا و توجروا (سائل بالا)۔

بد دیانتی

مؤلف "اصل حقیقت" نے ان استفتاؤں کی مندرجہ عبارت بالکل نقل نہیں کی۔ اور نہ ہی مفتی صاحبان کا اس کے تحت جواب نقل کیا ہے۔ یہ ان کی کھلی بددیانتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ چونکہ اس سوال نمبر ۲ کے جوابات مؤلف مذکور کے مقصد کے موافق نہ تھے اسلئے انہوں نے اس حصہ کے استفتاء اور جواب کو بالکل ہی حذف کر دیا ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

نقل فتاویٰ
فتویٰ بنوری ٹاؤن

اور جامعہ فاروقیہ کراچی سے استفتاء کی نقل بھی وہی آئی ہے جو "اصل حقیقت" میں منقول ہے۔

(۱) جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے

فتویٰ کی نقل حسب ذیل ہے :۔

الجواب :۔ باسمہٖ تعالیٰ۔ بصورت مسئولہ زید کا نظریہ کہ دونو فریق حق پر تھے اور ان میں سے کسی پر زبان درازی نہیں کی جائیگی بالکل صحیح ہے اگرچہ بہت سے علمائے کرام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد مخطی تسلیم کرلیا ہے تاہم زید کا قول احتیاط کا مسلک ہے اور ایسے شخص کو اہل سنت سے خارج کہنا کجی کی دلیل ہے لہذا جو حضرات اس مسئلہ میں توقف کرتے ہیں یا دونو فریق کو برحق سمجھتے ہیں وہ اہل سنت میں سے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

(تبصرہ) اہل السنت والجماعت میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہو جو فریقین کو حق پر نہ سمجھتا ہو۔ اور خطائے اجتہادی حق کے دائرہ میں ہی ہوتی ہے نہ اس سے خارج۔ (ب) خطائے اجتہادی کے قول میں نہ تنقیص اور بے ادبی ہے نہ زبان درازی بلکہ اس پر بھی ایک گونہ حسب حدیث نبوی ثواب ملتا ہے۔

نقل فتویٰ دارالعلوم کراچی

الجواب :۔ (۱) حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے کے مابین جو اختلافات پیش آئے ان کے بارے میں علماء اہل سنت نے دو طریقے اختیار کئے ہیں۔ بعض حضرات نے اس معاملہ میں توقف اور سکوت اختیار فرمایا اور کسی بھی فریق کے احقاق یا ابطال کی ضرورت نہیں سمجھی اور بعض حضرات نے حضرت علیؓ کو برحق قرار دیا

اور حضرت معاویہؓ کے بارے میں یہ کہا کہ ان سے خطائے اجتہادی ہوئی تھی یہ دونوں نقطہ نظر جائز ہیں اور ان میں سے کسی کے موقف کو بھی اہل سنت میں سے خارج نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ سلامتی اور احتیاط کا راستہ یہی ہے کہ بلا وجہ ان اختلافات میں کوئی محاکمہ نہ کیا جائے۔ تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون۔ لہذا عمرو کا یہ کہنا کہ توقف اختیار کرنے والا اہل سنت سے خارج ہے درست نہیں۔ مقدمہ اعلاء السنن اور الملل والنحل لابن حزم میں جو بات لکھی گئی ہے اور جن حضرات کی طرف اسے منسوب کیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اہل سنت سے خارج نہیں۔ (۲) اولیٰ اور غیر اولیٰ کا اختلاف اگر مجتہدین کے مابین ہو تو وہ خطاء اور صواب کا اختلاف نہیں کہلائیگا لیکن اگر یہ اختلاف غیر مجتہدین کے مابین ہو (مثلاً غیر مجتہد اولیٰ کو غیر اولیٰ کہتا ہے) تو یہ اختلاف خطا اور صواب کا اختلاف کہلائیگا

کتبہٗ محفوظ احمد۔ دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴؎۔

نقل اصل کے مطابق ہے۔ محمد عبدالحنان الجواب صحیح

مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴؎

(تبصرہ) (۱) بالکل صحیح فرمایا کہ مندرجہ دونوں قولوں کی بنا پر کسی کو اہل سنت سے خارج نہیں قرار دیا جا سکتا اور استفتا میں

جو تیسرا قول درج کیا گیا ہے یہ اہل سنت میں سے کسی کا بھی قول نہیں
ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک اجتہادی اختلاف میں صواب و خطا
کا تقابل ہوتا ہے نہ کہ حق و باطل کا (ب) یہ بھی صحیح ہے کہ بلا وجہ
اختلافات صحابہ میں کوئی محاکمہ نہ کیا جائے احتیاط اسی میں ہے لیکن
ضرورت کے وقت جمہور اہل السنت والجماعت کے ارجح اور اقوی موقف
کی دلائل سے تائید و تصویب جائز ہے اور اسی ضرورت کے تحت متکلمین
نے اس میں بحث کی ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات
میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء وغیرہ میں حضرت
شاہ عبد العزیز محدث نے تحفہ اثنا عشریہ میں اور اکابر دیوبند میں سے
حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ قطب الارشاد حضرت مولانا
رشید احمد گنگوہی۔ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسین احمد مدنی
اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی وغیرہ اکابر
نے مشاجرات صحابہ پر بحث کی ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت مولانا عبد الشکور
صاحب لکھنوی رح بعنوان "صحابہ کرام و خلفائے راشدین کے متعلق ضروری
عقائد" عقیدہ ۱۲ کے تحت لکھتے ہیں:۔ صحابہ کرام کے مشاجرات یعنی
ان کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے مگر بضرورت شرعی
بہ نیت نیک جن صحابہ کرام میں باہم کوئی جھگڑا ہوا تو ہمیں دونو
فریق سے حسن ظن رکھنا اور دونوں کا ادب کرنا لازم ہے جس طرح دو
پیغمبروں کے درمیان میں اگر کوئی بات اس قسم کی ہو جائے تو ہم

کسی کو برا نہیں کہہ سکتے بلکہ دونو پر ایمان لانا نص قرآنی سے ہم پر فرض ہے۔ اس کے بعد (فائدہ) کے تحت مولانا لکھنوی فرماتے ہیں اس (یعنی جنگ صفین کی) لڑائی کے متعلق اہل سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاویہؓ اور انکے ساتھ والے باغی اور خاطی مگر اس خطا پر ان کو برا کہنا جائز نہیں کیونکہ وہ بھی صحابی ہیں صاحب فضائل ہیں اور ان کی یہ خطا غلط فہمی کی وجہ سے تھی اور غلط فہمی کے اسباب موجود تھے۔ ایسی خطاء کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں جس پر عقلاً و شرعاً کسی طرح مواخذہ نہیں ہوسکتا الخ (مقدمہ کتاب خلفائے راشدین ص۱۱)۔ اور اس ضرورت کی بنا پر خود امام حزمؒ نے الفصل فی الملل والاہواء والنحل حصہ چہارم میں بحث کی ہے۔ اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ بھی سکوت اور احتیاط پر قائم نہیں رہے۔ اور مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی نے تو اپنے پسندیدہ اور قوی ترین مسلک "توقف و سکوت" کا اتنا مذاق اڑایا کہ ۴۸۰ صفحات کی ضخیم کتاب "اظہار حقیقت جلد دوم صرف جنگ جمل اور جنگ صفین کے محاکمہ میں تحریر کردی۔ اس بحث میں مؤلف "اصل حقیقت" کے نزدیک یہ حضرات قصوروار نہیں ہیں۔ قصور صرف میرا ہے کہ خارجی فتنہ حصہ اول میں مشاجرات صحابہ پر بحث کرکے کیوں جمہور اہل السنت والجماعت کا مسلک (خطائے اجتہادی) مدلل اور منقح کردیا ہے۔ (۲) اہل السنت والجماعت

کے نزدیک انبیائے کرام علیہم السّلام سے ترک اَولیٰ کا صدور ہو جاتا ہے۔جس کو زلت اور لغزش سے تعبیر کیا جاتا ہے۔البتہ یہ زلت فریضہ رسالت کی ادائیگی میں نہیں ہوسکتی۔علاوہ ازیں محققین اہل سنّت انبیائے کرام کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت بھی کردیتے ہیں۔لیکن یہ خطا صوری ہوتی ہے نہ کہ حقیقی۔البتہ انکے بلند مقام کی نسبت سے ان کو خطاء کہ دیا جاتا ہے۔جیساکہ مشہور ہے حسنات الابرار سیئات المقربین۔

خطائے اجتہادی کا اطلاق

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بوحی قطعی آں سرور را علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اطلاع بر سہو نسیان او می فرمودہ وصواب را از خطا متمیز ساختہ کہ تقریر نبی بر خطا مجوز نیست کہ مستلزم رفع اعتماد است الخ (مکتوبات جلد دوم مکتوب ۹۶)۔"حقتعالیٰ قطعی وحی کے ذریعہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے سہو ونسیان پر اطلاع دیدیتا ہے۔اور صواب وخطا میں تمیز کردیتا ہے۔کیونکہ نبی علیہ السلام کا خطا پر قائم رہنا جائز نہیں ہے۔جس کی وجہ سے شریعت پر اعتماد اٹھ سکتا ہے۔یہاں حضرت مجدد نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ خطا استعمال کیا ہے۔جس سے مراد سہو اور ترک اَولیٰ بھی ہے۔مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام کی بحث کے لئے ملاحظہ

ملاحظہ ہو میری کتاب" علمی محاسبہ" اور مختصراً یہ بحث میں نے" دفاع حضرت معاویہؓ" میں بھی کی ہے۔ (ملاحظہ ہو ص۵ تا ص۸) اور یہ بھی ایک حیرت انگیز غلو ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی تو امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ خطا استعمال کریں تو وہ عصمت نبوت کے منافی نہ ہو۔ لیکن حضرت معاویہؓ کے لئے اگر خطائے اجتہادی کا اطلاق کیا جائے تو یہ عظمتِ صحابہ کے منافی بلکہ بغض معاویہؓ پر محمول کیا جائے۔

نقل فتویٰ دارالافتاء والارشاد کراچی

الجواب باسم ملہم الصواب۔ زید کا کہنا درست ہے۔ توقف افضل ہے اور قائل توقف کو دائرہ اہل سنت سے خارج کہنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ اختلاف صرف لفظی ہے اگر باطل کو عقائد حقہ کے مقابلہ میں کہا جائے تو اولیٰ وغیر اولیٰ کو حق و باطل کا اختلاف نہ کہینگے اور عقائد اہل سنت والجماعت کے مابین جو مسائل مختلف فیہا ہیں جن میں بعض اقوال غیر اولیٰ۔ بعض راجح اور بعض مرجوح ہوتے ہیں۔ باطل سے مراد ایسی مرجوح یا غیر اولیٰ ہوں تو اس معنی سے صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(نوٹ) دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کی اس نقل پر مفتی صاحب کا نام جمیل احمد لکھا ہے۔ اور الجواب صحیح پر نام مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کا ہے۔ پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ مؤلف مذکور نے استفتاء نمبر۲ اور اسکا جواب نقل نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان جوابات سے انکا مقصد

حل نہیں ہوسکتا۔ مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے جواب میں یہ لکھا ہے کہ:۔ باطل سے مراد ان میں مرجوح یا غیر اولیٰ ہوں تو اس معنی سے صحیح ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر اکابر اہل سنت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے باطل اور جور وغیرہ کے الفاظ کا اطلاق کیا ہے۔ جس سے مراد صورت ہے نہ حقیقت۔ اور بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اوّل میں گناہ نافرمانی کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور پھر ساتھ ہی اس کی توجیہ بھی کر دی ہے لیکن باوجود اس کے مؤلف مذکور اس کو معاویہ دشمنی قرار دیتے ہیں۔ اگر مفتی رشید احمد صاحب کا یہ جواب نقل کر دیتے تو انکی بہتان تراشیوں کا پردہ چاک ہوجاتا تھا اسلئے انہوں نے خلاف دیانت و امانت استفتاء نمبر۲ اور اس کا جواب ہی حذف کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۸
مفترض الطاعۃ کی بحث

مؤلف" اصل حقیقت" لکھتے ہیں:۔ بلکہ چکوالی صاحب تو مسلک رفض کی تائید میں اپنے ان پیشواؤں سے بھی آگے نکل گئے کیونکہ ان دونوں (یعنی مودودی صاحب اور مولانا لعل شاہ صاحب) نے کہیں کھل کر حضرت علیؓ کے مامور من اللہ مفترض الطاعۃ اور معصوم عن الذنوب ہونے کی بات نہیں کی جبکہ چکوالی صاحب اس خطرناک عقیدے کے بھی قائل ہیں وہ اپنے خارجی فتنہ میں لکھتے ہیں:۔ آیت استخلاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ

حضرت علیؓ کو گویا اللہ تعالیٰ نے خود خلیفہ مقرر فرمایا ہے اور ان کا انتخاب بھی اس کی خصوصی توفیق اور وعدہ کے تحت صحیح ہوا ہے لیکن سندیلوی صاحب خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی طرفداری نہیں کرتے (ص۴۵۱)۔

آگے چل کر لکھتے ہیں :۔ جب حکمین نے آپ کو معزول کر دیا تو چونکہ یہ فیصلہ آیت استخلاف کے خلاف تھا اس لئے آپ (یعنی حضرت علیؓ) اس کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ کہ جس کام میں خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گناہ تھا۔ اللہ کے مقرر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے اور اگر حضرت علی المرتضیٰ حکمین کا فیصلہ منظور فرما لیتے تو یہ بھی آیت کے تقاضا کے خلاف ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کام وہ کر ہی نہیں سکتے تھے اس لئے حضرت علیؓ سے وہی عمل صادر ہوا جو مرضیٔ خدا تعالیٰ کے عین مطابق تھا۔ (ص۴۵۵)

مزید آگے چل کر لکھتے ہیں :۔ یہاں تو معاملہ حضرت مرتضیٰ کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حسب آیت استخلاف اپنے وعدہ کے مطابق خلیفہ مقرر فرمایا ہے اگر خلیفہ موعود کسی گورنر کو معزول کرنے کا حکم دیں تو انکو اس کا استحقاق بھی ہے اور ان کا یہ حکم صحیح بھی ہے کیونکہ خلیفہ موعود کی رہنمائی اس قسم کے اہم معاملات میں وہی کرنے والا ہے جس نے

ان کو منصب خلافت عطا فرمایا ہے (ص۲۶۷)
اس قسم کی عبارتیں چکوالی صاحب کے خارجی فتنہ میں بہت ہیں۔ ہمارے استدلال کے لئے پیش کردہ اقتباسات بھی کافی ہیں۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ چکوالی صاحب کی ان عبارتوں میں رافضیوں کا تصور امامت جھلک رہا ہے یا نہیں۔ وہ حضرت علیؓ کو نہ صرف اللہ کا مقرر کردہ خلیفہ (مامور من اللہ) کہتے ہیں بلکہ ان کو مفترض الطاعۃ قرار دیتے ہوئے ان سے کسی قسم کے اختلاف کا حق بھی رعایا کو نہیں دیتے اور نہ ان سے مرضیٔ الٰہی کے خلاف کسی کام کے ہونے کا امکان سمجھتے ہیں (جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ (معصوم عن الذنوب تھے) سوال یہ ہے کہ اگر ان عقائد و تصورات کے باوجود چکوالی صاحب سنی مسلمان ہیں تو پھر رافضیوں نے کیا قصور کیا ہے کہ ہم انکے نظریہ امامت کو کفر اور انکار ختم نبوت قرار دیتے ہیں۔ ع

ہے سوچنے کی چیز اسے بار بار سوچ

(اصل حقیقت ص۲۳)

الجواب (۱) میری مذکورہ عبارتوں سے مؤلف مذکور کا یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شیعہ عقیدہ امامت ہے ان کی جہالت و غباوت ہے یا ضد و عداوت۔ کیونکہ کسی سنی عالم نے ان کا مطلب یہ نہیں سمجھا اور نہ کوئی علم و دیانت والا ان سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے اگر ایسا ہوتا تو تبصرہ نگار علمائے کرام میرے پیش کردہ موقف و عقیدہ

کی کیونکر واضح تائید کرسکتے تھے۔ کیا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی وغیرہ علماء مؤلف کے نزدیک رافضی عقیدہ امامت کے قائل ہیں؟ مؤلف کا یہ جھوٹ ان کو کیونکر ہضم ہو سکیگا۔

(۲) اگر میری مذکورہ عبارتیں شیعہ عقیدہ امامت پر دلالت کرتی ہیں تو پھر مولانا سندیلوی بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مامور من اللہ تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کی قرآنی موعودہ خلافت کے لئے وہی الفاظ استعمال کئے ہیں جو مولانا سندیلوی نے حضرت صدیق اکبر کے لئے استعمال کئے ہیں اور میں نے سندیلوی صاحب ہی پر اتمام حجت کے لئے یہ الفاظ دہرائے ہیں۔ چنانچہ میں نے قرآن کی موعودہ خلافت کے سلسلہ میں مولانا سندیلوی کے ایک غیر مطبوعہ مضمون محررہ ۱۸ محرم ۱۳۹۳ھ کے حسب ذیل اقتباسات نقل کئے ہیں۔ جو انہوں نے حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی حقانیت کے ثبوت میں لکھا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی کی خلافت منصوص اور مرضی الٰہی تھی

(مولینا محمد اسحٰق سندیلوی)

(۱) بعنوان "نص قرآنی سے خلافت صدیقی کا ثبوت لکھتے ہیں:-

"خلافت صدیقی مرضی الٰہی تھی اور اللہ تعالیٰ کا حکم یہی تھا کہ انھیں کو خلیفہ و امام بنایا جائے (ص ۳)

(۲) اگر خلافت صدیقی کو موعودہ اور مامور بہا خلافت نہ سمجھا جائے

توآیت کے اس جزو کے کوئی صحیح معنی نہیں بن سکتے اور نہ وعدہ الٰہی کا ایفاء سمجھ میں آسکتا ہے۔ اس لئے اس نص قرآنی کا اقتضاء یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو موعودہ منصوصہ خلافت اور آں ممدوح کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلا فصل اور امت کا امام برحق تسلیم کیا جائے۔ (ص ۸)

(۳) یہ آیت خلافت صدیقی کے لئے نص ہے جس کا اقتضاء یہ ہے کہ آں محترم کو خلیفہ منتخب کرنا رضائے الٰہی اور حکم الٰہی کے مطابق تھا (ص ۱۱)۔ (۴) خلافت صدیقی کا کتاب الٰہی میں منصوص ہونا ثابت ہو چکا۔" (ص ۱۱) ——— مولانا سندیلوی کی مذکورہ عبارتیں بندہ نے "خارجی فتنہ حصہ اول ص ۲۲۸ پر درج کر دی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا سندیلوی حضرت صدیق کی خلافت کو مرضیٔ الٰہی۔ مامور بہا (جس کا اللہ نے حکم دیا ہے) اور منصوص (قرآن سے ثابت) مانتے ہیں علاوہ ازیں اسی مضمون کے بعض اقتباسات میں نے "خارجی فتنہ حصہ اول ص ۲۴۴ پر درج کر دیئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :-

گویا کہ صحابہ کرام سے فرمایا جا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم خلیفہ کا انتخاب کرنا۔ ہماری توفیق خاص تمہاری رفیق ہو گی اور یہ نظام خلافت ہمارا موعودہ اور پسندیدہ ہوگا۔ (ص ۵)۔

(۲) اسلئے امر کو بصورت وعدہ ذکر فرمایا گویا یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اس کام کے حکم کے ساتھ ہم اس کی توفیق خاص بھی دینگے اور تمہاری

نگرانی کرینگے تاکہ تم سے کوئی غلطی نہ ہو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم سے کوئی غلطی اس معاملے میں نہ ہوگی اور تمہارا انتخاب بالکل صحیح انتخاب ہوگا (۳) اسلئے امر بصورت وعدہ فرمایا گیا تاکہ انتخاب کے بعد وہ مطمئن ہو جائیں کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ عین مرضیٔ الہٰی تھا۔ (۴) یہ بات روز روشن سے زیادہ روشن ہوگئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام برحق ہیں۔ اور انہیں کو خلیفہ بنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا بلکہ کہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں مقرر فرمایا تھا۔ کیونکہ استخلاف کو آیت میں حق تعالیٰ جل شانہ نے خود اپنی ذات اقدس کی طرف منسوب فرمایا ہے" ـــــــ (۵) خلفائے راشدین کی خلافت کی حقانیت کا منکر بھی فاسق اور مستوجب عذاب آخرت ہے۔ یہ ان کی خلافت کے حق ہونے کا اعلان ہے اور انکے مخالفین کے لئے تہدید۔ ظاہر ہے کہ شیعہ ہی ان کی خلافت کے منکر ہیں"۔ (ص ۱۱)۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت موعودہ کے لئے جو الفاظ استعمال کئے ہیں کیا وہی نہیں ہیں جو مولینا سندیلوی نے حضرت صدیق اکبر کی خلافت کیلئے لکھے ہیں۔ یعنی حضرت صدیق رضی کی خلافت مرضی الہٰی تھی۔ مامور بہا تھی۔ آں محترم کو خلیفہ منتخب کرنا رضائے الہٰی اور حکم الہٰی کے مطابق تھا۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ہی نے انھیں مقرر فرمایا تھا۔ خلفائے راشدین کی خلافت کی حقانیت کا منکر بھی فاسق اور مستوجب عذاب آخرت ہے۔ تو اس کی کیا وجہ ہے

کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے لئے ایسی عبارت لکھی جائے تو وہ
وہ مسلک اہل السنت والجماعت کے مطابق ہو۔ اور یہی الفاظ حضرت
علی المرتضیٰ کیلئے استعمال کئے جائیں تو اس کو شیعیت قرار دیا جائے
کیا مؤلف اصل حقیقت کا یہ فرق کرنا بغض علیؓ پر مبنی نہیں ہے؟
مؤلف کے اندر اگر دیانت کی کوئی رمق بھی ہوتی تو ان پر لازم تھا کہ
مولانا سندیلوی کی بھی مذکورہ عبارتیں نقل کرتے۔ کیونکہ انکی عبارتیں نقل
کرنے کے بعد ہی میں نے حضرت علی المرتضیٰ کے لئے مذکورہ الفاظ لکھے تھے
اور اس سے مولانا سندیلوی پر اتمام حجت کیا تھا اور یہ اس بنا پر
تھا کہ مولانا سندیلوی خود تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت بھی
آیت استخلاف و آیت تمکین کی مصداق ہے یعنی حضرات خلفائے
ثلاثہ کی خلافتوں کی طرح حضرت علیؓ کی خلافت بھی وہی خلافت تھی جس
کا وعدہ آیت استخلاف میں فرمایا گیا ہے الخ (جواب ثانی ص۱)
مولانا سندیلوی کی اسی عبارت کی بنا پر میں نے یہ لکھا ہے کہ :-
چونکہ سندیلوی صاحب کے اپنے قول کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ
بھی خلیفہ موعود ہیں اسلئے باقتضائے نص قرآنی یہ ایمان رکھنا ہوگا کہ
خلفائے ثلاثہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ امام برحق ہیں اور انہی کو خلیفہ
بنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا بلکہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی
انہیں مقرر فرمایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق انکا انتخاب
خلافت بھی بالکل صحیح تھا۔ اور اس انتخاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی

نہیں پائی گئی"۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۴۵)
اگر مؤلف اصل حقیقت حضرت صدیق اکبرؓ کو تو مذکورہ الفاظ کا مصداق مانتے ہیں اور اس کو شیعہ عقیدہ امامت نہیں قرار دیتے۔ مگر ان الفاظ کا مصداق حضرت علی المرتضیٰ کو قرار نہیں دیتے (حالانکہ میں نے مولینا سندیلوی کے الفاظ ہی دہرائے ہیں)۔ اور اس کو شیعہ عقیدہ سمجھتے ہیں تو پھر ہر ذی شعور آدمی اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ مؤلف مذکور کا پتہ حضرت علی المرتضٰے کے بغض سے بھرا ہوا ہے اور وہ حضرت علیؓ کو قرآن کی آیت استخلاف د آیت تمکین کا مصداق نہیں مانتے۔ تو پھر خارجیت کس بلا کا نام ہے؟

(۴) انہی آیات اور ان کے تقاضا کے تحت میں نے مولانا سندیلوی کی بعض عبارتیں پیش کی تھیں جن میں سے نمبر ۵ کے تحت ان کی یہ عبارت لکھی تھی:۔

"حقیقت یہ ہے کہ اگر دوبارہ انتخاب ہوتا اور آزادانہ ہوتا تو حضرت علی کی کامیابی اور ناکامی کے امکانات برابر ہوتے" (اظہار حقیقت جلد دوم ص۴۵۳)۔

اس عبارت پر میں نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ تو فرمایا تھا کہ موعودہ خلفاء کے انتخاب میں غلطی نہیں ہونے دیگا۔ اور اس نے حضرت علیؓ کو اپنے حکم اور وعدہ کے تحت خلیفہ بنا ہی دیا۔ لیکن فریق ثانی کی اتنی

قوت تھی کہ دوبارہ انتخاب میں ہو سکتا تھا کہ حضرت علیؓ شکست کھا جاتے۔ یہ ہے سندیلوی صاحب کا قادر مطلق کے وعدہ اور حکم پہ ایمان؟ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۴۵۳)۔

نقطہ بحث جب مولانا سندیلوی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورین کی طرح حضرت علی المرتضیٰؓ کو بھی قرآن کا موعودہ خلیفہ مان لیا یعنی وعدہ کی صورت میں یہ ایک امر خداوندی تھا اور اسکے مطابق چاروں حضرات کو منصب خلافت عطا ہوا تو اسکے بعد یہ لازم آجاتا ہے کہ ان کی معزولی کا مطالبہ عند اللہ ناجائز تھا۔ چنانچہ میں نے اسی بنیاد پر لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قرآنی وعدے اور فیصلے کے بعد بھی اگر سندیلوی صاحب کا یہ نظریہ ہے کہ:۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حالات کے تحت یہ مطالبہ صحیح تھا کہ حضرت علیؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں اور دوبارہ آزادانہ انتخاب کرایا جائے۔ (۲) ان کے لئے حالات کے تحت قرآن کے موعودہ خلیفہ کا معزولی کے سلسلہ میں حکم ماننا جائز ہی نہ تھا۔ (۳) بجائے حکم ماننے کے حضرت علی المرتضیٰؓ سے جنگ و قتال کرنا جائز تھا خواہ وہ دفاعی ہو۔ (۴) جنگ جمل کے بعد بکثرت مہاجرین و انصار کے بیعت کرنے کے باوجود بھی حضرت معاویہؓ کا بیعت نہ کرنا صحیح تھا (۵) حضرت علی المرتضیٰ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ منتخب کرنے کے باوجود بھی ان کے دور خلافت میں حکمین

یا غیر جانبدار کا یہ فیصلہ صحیح تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی طرح حضرت معاویہؓ بھی اپنی جگہ مستقل خلیفہ ہیں۔ الخ (خارجی فتنہ حصہ اول ص۵۸)

حکمین کی خطائے اجتہادی

مؤلف کا جھوٹ ۲۹

مؤلف اصل حقیقت ماتمیوں کی طرح یہ داویلا کر رہے ہیں کہ میں نے حکمین کو ضال اور مضل قرار دیا ہے (اصل حقیقت ص۹) حالانکہ میں نے یہ الفاظ نہیں لکھے۔ میری طرف ان الفاظ کی نسبت کرنا ان کا کھلا جھوٹ ہے۔ بلکہ میں نے بعنوان "حکمین خطا کرینگے" یہ لکھا تھا کہ:۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ باز از واقعہ تحکیم اخبار فرمود فی الخصائص اخرج البیھقی عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل اختلفوا فلم یزل اختلافھم فیما بینھم حتی بعثوا حکمین فضلاً و اضلاً و ان ھذہ الامۃ مختلفۃ فلا یزال اختلافھم بینھم حتی یبعثوا حکمین ضلاً وضل من اتبعھما۔ مراد از ضلا آنست کہ خطا کردہ اند در اجتہاد خود و مراد از ضل من اتبعھما آنست کہ ایں خطاء موجب مفاسد کثیرہ گشت از انجملہ خروج خلافت از دست مہاجرین اولین بسوئے سائر قریش و ازاں جملہ برآمدن خوارج متمسک بانکہ تحکیم در دین اللہ صحیح نبود الخ (ازالۃ الخفاء فارسی جلد دوم ص۲۷۶ مطبوعہ

سہیل اکیڈمی لاہور) ۔ ترجمہ :۔ "پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ تحکیم کی خبر دی۔ خصائص میں ہے کہ بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اختلاف پیدا ہوا جو بڑھتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے حکمین (دو ثالث) مقرر کئے تو انہوں نے غلط فیصلہ کیا اور دوسروں کو بھی غلطی پر ڈالا۔ اور اس امت میں بھی اختلاف پیدا ہوگا۔ ان کا اختلاف بھی بڑھیگا حتیٰ کہ وہ حکمین کو مقرر کرینگے جو غلطی کرینگے اور جو ان کی پیروی کرینگے وہ بھی غلط راہ پر چلیں گے۔ ان ثالثوں کے گمراہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں خطا کی ہے اور ان کی پیروی کرنیوالے گمراہ ہونگے سے مراد یہ ہے کہ یہ خطا بہت مفاسد کا موجب بن گئی جن میں سے ایک یہ ہے کہ خلافت مہاجرین اولین میں سے نکل کر دوسرے قریش کی طرف چلی گئی اور ایک یہ ہے کہ خوارج پیدا ہوئے جنہوں نے یہ قول اختیار کیا کہ اللہ کے دین میں تحکیم (کسی کو ثالث مقرر کرنا) صحیح نہیں ہے الخ

مؤلف کی بددیانتی

یہ ساری عبارت میں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی پیش کی تھی جس میں انہوں نے ایک حدیث نبوی کی تشریح فرمائی ہے لیکن مؤلف اصل حقیقت نے یہ بددیانتی کی کہ نہ حضرت شاہ ولی اللہ کا نام لیا اور نہ ان کی عبارت کا۔ اور ضلا و اضلا کے الفاظ کی نسبت

میری طرف کردی تاکہ ناواقف قارئین یہ سمجھیں کہ چکوالی نے حضراتِ حکمین کے لئے ضلّا واضلاّ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث شریف کے الفاظ تھے اور اس حدیث سے استدلال کرنے والے حضرت شاہ ولی اللہ محدث ہیں۔ اگر مؤلف کا اعتراض ہے تو دراصل حدیث پر ہے اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی پر اس کے بعد میری باری آتی ہے۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ نے ضلّا واضلاّ کی مراد بھی واضح کردی ہے کہ ان ثالثوں سے اجتہادی غلطی سرزد ہوگی تو اب اعتراض کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ ہاں اگر مؤلف اجتہادی خطاء کی حکمین کی طرف نسبت کرنے کو بھی گناہ سمجھتا ہے تو اس کا اپنا مذہب ہے۔ جس کا مذہب اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں۔

حکمین کی نافرمانی اور گناہ صورتاً ہے نہ حقیقتاً

حکمین کے فیصلے کے بارے میں بندہ نے یہ بھی لکھا کہ یہ دونو فیصلے آیت استخلاف کے خلاف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ موعود کو کوئی معزول نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی حضرت علیؓ کی موعودہ خلافت کی موجودگی میں کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کیا جاسکتا ہے۔ سندیلوی صاحب اپنے اوہام و وساوس کے جال کو وسیع دائرہ میں پھیلاتے ہوئے یہ نتیجہ نکالتے وقت آیت استخلاف اور اس کے تقاضے سے

آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ آخر اس کا باعث کونسا داعیہ ہے ؟۔
سندیلوی صاحب کا زیر بحث مسئلہ میں یہ کہنا کہ :۔ نصب و عزل امام کا مسئلہ اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے الخ (اظہار حقیقت جلد دوم ص۱۳۸)۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حسب وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد ان کو معزول کرنا اختلافی و اجتہادی مسئلہ نہیں رہتا بلکہ ان کو معزول کرنا حکم خداوندی کے خلاف قرار پاتا ہے۔ (خارجی فتنہ حصہ اول ص۲۵۵)۔
میرا یہ اعتراض مولانا سندیلوی پر ہے اور وہ بھی اس بنیاد پر کہ وہ حضرت علی المرتضیٰؓ کو قرآن کی نص کے تقاضا کے تحت خلیفہ موعود مان رہے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے وعدہ کے مطابق اسی طرح خلیفہ برحق بنایا جس طرح پہلے تین خلفاء راشدین کو بنایا تھا۔ یہ عقیدہ تسلیم کرنے کے بعد کوئی سلیم الطبع اور ذی شعور انسان یہ نہیں کہ سکتا کہ ایسے خلیفہ موعود کو معزول کرنے اور نئے انتخابات کرانے کا مطالبہ یا ان کی موجودگی میں کسی اور کو خلیفہ بنانے کا فیصلہ جائز ہو سکتا ہے ؟ اگر کوئی اس نتیجہ کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ انتہائی جاہل اور غبی ہے یا ضدی اور عنادی۔
(۲) جس طرح قرآن کے تیسرے خلیفہ موعود کی معزولی کا مطالبہ جائز نہ تھا اسی طرح قرآن کے چوتھے خلیفہ موعود حضرت علیؓ کی معزولی کا مطالبہ بھی جائز نہ تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی

فرماتے ہیں :۔ حضرت مرتضیٰ کے حق میں ایک دوسری ایسی وجہ پائی جاتی ہے جو قتال کے بارے میں ان کے سخت ہونے کو ضروری قرار دیتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مرتضیٰ خلافت کا خلع نہ کریں (یعنی دستبردار نہ ہوں) اور اسکے قواعد کے مستحکم کرنے میں پوری پوری سعی کو کام میں لائیں تا کہ قیامت کے دن خلفاء کے زمرے میں مبعوث ہوں اس کی نظیر ذوالنورینؓ کا قصہ ہے (کہ آپ نے حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہونا گوارا کیا مگر خلافت سے خلع منظور نہ کیا الخ (ازالۃ الخفاء، مترجم جلد چہارم ص۵۳۵۔ ناشر قدیمی کتب خانہ کراچی)۔

چاروں خلفائے راشدین کی باہمی افضلیت تو بترتیب خلافت ہے لیکن قرآن کی موعودہ خلافت کا مصداق چاروں ہیں۔ اگر بالفرض حضرت علی المرتضیٰ کی معزولی کا مطالبہ جائز قرار دیا جائے تو پھر حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی معزولی کے مطالبہ کا جواز بھی نکل سکتا ہے بلکہ حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے قتل کرنے کا بھی۔ اور اس سے اوپر حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی مخالفت کا جواز بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ ہی کی خصوصیت ہے کہ ان خلفائے راشدین کی مخالفت۔ ان کی معزولی کا مطالبہ اور ان سے جنگ و قتال کے جواز کی شرعاً گنجائش نہیں ہے۔

حضرت معاویہؓ معذور تھے

البتہ فرق یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ اور دوسرے صحابہ کرام

نے حضرت علی المرتضیٰ سے جو شدید اختلاف کیا حتیٰ کہ جنگ وقتال کی نوبت آگئی تو اس میں وہ حضرات معذور ہیں کیونکہ اسوقت کسی کو یقین نہ تھا کہ حضرت علیؓ ہی قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ اور بندہ نے اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل میں بھی اس کی تصریح کر دی ہے کہ :- حضرت علیؓ کا موعودہ خلیفہ راشد ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے لیکن دور صحابہؓ میں یہ نصوص صحابہ کرام کے پیش نظر نہ تھیں کیونکہ آیت و حدیث میں خلفائے اربعہ کے نام نہیں تھے۔ اسوقت صحابہ کرام نے اجتہاد کی بنا پر اپنا اپنا موقف اختیار کرلیا اور وہ اس میں معذور تھے۔ بحیثیت شرف صحابیت کے ہم حضرت معاویہؓ کے خلوص میں شبہ نہیں کر سکتے البتہ یہ کہ سکتے ہیں کہ آپ سے اجتہادی خطا کا صدور ہو گیا تھا اور اس میں نہ کوئی بے ادبی ہے نہ تنقیص شان کیونکہ اجتہادی خطا پر بھی از روئے حدیث بخاری ایک گونہ ثواب ملتا ہے تو کار ثواب پر ملامت کیونکر جائز ہو سکتی ہے الخ ۵۲۴

صحابہ کرام آپس میں اختلاف کا حق رکھتے تھے

(ب) اور بندہ مولانا سندیلوی کے جواب میں یہ بھی لکھ چکا ہے کہ :- " یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام آپس میں اس قسم کے اختلاف کا حق رکھتے تھے لیکن یہ اس بنا پر تھا کہ اس وقت قطعی طور پر معلوم نہ تھا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ ہی قرآن کے

موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ فرمائیے اگر حضرت معاویہؓ کو اس وقت یہ یقین ہو جاتا تو کیا پھر بھی وہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے معزول ہونے کا مطالبہ کر سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ وہ معذور تھے لیکن اب جب ہمیں یہ یقین حاصل ہے اور (بقول مولانا سندیلوی) "حضرت علیؓ کو خلیفہ راشد تسلیم کرنا ہمارے لئے عقیدے کی حیثیت رکھتا ہے" اور اسی بنا پر امام غزالیؒ بھی خلفائے اربعہ کو بالترتیب امام حق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ احیاء العلوم جلد اوّل کی عبارت کتاب ھذا ص۳۲۱ پر پیش کی جا چکی ہے۔ تو اب زیر بحث مسئلہ میں اہل السنّت والجماعت کا یہی موقف صحیح قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس وقت حضرت امیر معاویہؓ سے قرآن کے خلیفہ راشد و موعود کے ساتھ جنگ و قتال کرنے میں خطا ہو گئی تھی اس میں حضرت معاویہؓ کی نہ تنقیص ہے اور نہ بے ادبی"۔ (خارجی فتنہ جلد اوّل ص۵۲۲)۔

بندہ نے جو کچھ لکھا ہے قرآن و حدیث کی نصوص کی روشنی میں لکھا ہے اور محققین اہل سنّت کے مطابق لکھا ہے۔ اس وقت ہماری بحث حضرت معاویہؓ سے نہیں بلکہ ان لوگوں سے ہے جو حضرت علی المرتضیٰؓ کو قرآن کا خلیفہ موعود مان کر بھی یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت سے معزولی کا اور جدید انتخاب کا مطالبہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے صحیح تھا۔ حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰؓ

سے ان کا جنگ و قتال کرنا بھی صحیح تھا بلکہ اس جنگ صفین میں بہ نسبت حضرت علیؓ کے حضرت معاویہؓ اقرب الی الحق تھے۔ حالانکہ کوئی اہل علم و فہم بھی حضرت علی المرتضیٰ کو موعودہ خلیفہ تسلیم کرنے کے بعد یہ نظریہ اختیار نہیں کر سکتا۔ جمہور اہل السنّت و الجماعت نے حضرت معاویہؓ کی خطائے اجتہادی کا قول قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد سے قتال کرنے کی بنا پر ہی کیا ہے۔ اور حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا تسلیم کرنے سے آپ کی ادنیٰ سے ادنیٰ تنقیص و بے ادبی بھی لازم نہیں آتی۔ اور نہ اس کو ایسی تنقید کہہ سکتے ہیں جس سے تمام صحابہ کرام بالاتر ہیں اور نہ اس کی وجہ سے حضرت معاویہؓ کے حق اور معیار حق ہونے کی نفی لازم آتی ہے کیونکہ اجتہادی اختلاف حق کے دائرہ میں ہی رہتا ہے۔ یہ صرف خارجیت ہی کی نحوست ہے کہ اجتہادی خطا کے قول کو بغض معاویہؓ پر محمول کیا جا رہا ہے العیاذ باللہ

اجتہادی خطاء ماننا عقیدۂ اہل سنّت میں داخل ہے

حافظ ابن کثیر مفسر و محدث متوفی ۷۷۴ھ حدیث اولی الطائفتین بالحق کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ و ان اصحاب علیؓ ادنی الطائفتین الی الحق وھذا ھو مذھب اھل السنۃ و الجماعۃ ان علیا ھو المصیب و ان کان معاویہؓ مجتھدا و ھو ماجور ان شاء اللہ ولکن علیا ھو الامام

فله اجران (البداية والنهاية جلد ۷ صنہ ۲۸۰ طبع بیروت)
"اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دونو گروہوں میں سے حضرت علیؓ زیادہ حق پہ تھے اور اہل السنّت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ حضرت علیؓ (اپنے اجتہاد میں) صواب پہ تھے۔ اگرچہ حضرۃ معاویہؓ کو بھی مجتہد ہونے کی وجہ سے (ایک) اجر ملیگا مگر حضرت علیؓ ہی اس وقت امام تھے۔ اس لئے ان کو دو اجر ملیں گے"۔

فرمائیے۔ حافظ ابن کثیر تو حضرت علیؓ کے مصیب اور حضرت معاویہؓ کے مخطی ہونے کو اہل السنّت والجماعت کا مذہب قرار دے رہے ہیں۔ (۲) علاوہ ازیں حضرت مجدد الفؒ ثانی ارشاد فرماتے ہیں "شیخ ابوشکور سالمی در تمہید تصریح کردہ کہ اہل السنّت والجماعت برانند کہ معاویہؓ با جمع از اصحاب کہ ہمراہ او بودند بر خطا بودند و خطائے ایشاں اجتہادی بود۔ و شیخ ابن حجر در صواعق گفتہ کہ منازعت معاویہؓ با امیر از روئے اجتہاد بودہ۔ و ایں قول را از معتقدات اہل سنّت فرمودہ"۔ (مکتوبات جلد اوّل مکتوب نمبر ۲۵۱)۔ شیخ ابوشکور سالمیؒ اپنی کتاب تمہید میں تصریح فرماتے ہیں کہ اہل السنّت و الجماعت کا موقف یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ مع اپنے حامی صحابہ کے خطا پہ تھے اور ان کی خطا اجتہادی تھی۔ اور شیخ ابن حجر مکی اپنی کتاب "صواعق محرقہ" میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر (علیؓ) سے حضرت معاویہؓ کا نزاع اجتہاد کی بنا پہ تھا اور آپ نے فرمایا ہے کہ

یہ قول عقائد اہل سنت میں سے ہے"۔
علاوہ ازیں اور اقوال بھی محققین اہل سنت کے بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اوّل میں نقل کر دئیے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۵۹۰ تا ۶۰۹)
لیکن مؤلف "اصل حقیقت" کا جو روگ ہے اس کے سامنے نہ قرآن کی موعودہ خلافت کی کوئی اہمیت ہے نہ ہی وہ اہل السنت و الجماعت کے اجماعی مسلک کو قبول کر سکتے ہیں۔ ان کو تو ہادیٔ مطلق کی طرف سے ہی کوئی ہدایت نصیب ہو تو راہ صدق و امانت پر آسکتے ہیں۔ البتہ ناواقف قارئین کے لئے ہم نے مسئلہ مشاجرات صحابہ میں یہاں ضروری بحث کر دی ہے۔ تفصیلات خارجی فتنہ حصہ اوّل میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گناہ کی نسبت
ایک سخت علمی اشکال اور اسکا حل

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط (پارہ ۲۶۔ سورۃ محمدؐ رکوع ۲) اس آیت کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے یہ لکھا ہے۔ اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے اور اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب اسیرؒ مالٹا نے بھی یہی ترجمہ لکھا ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی یہ ترجمہ

لکھاہے :۔ و امروز طلب کن برائے گناہاں خود و در حق مردان مسلمان وزنان مسلمان (آپ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی) اس ترجمہ پر بندہ کو یہ سخت اشکال پیش آیا تھا کہ ان حضرات نے ذنب کا ترجمہ گناہ کیوں کیاہے۔ ذنب بمعنی گناہ سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتاہے کہ امام المعصومین گناہوں سے معصوم نہ تھے۔ العیاذ باللہ۔ اس اشکال کا حل بفضلہ تعالیٰ یہ دل میں آیا کہ گناہ سے یہاں مراد صورتاً ہے نہ حقیقتاً اور چونکہ علماء اس قسم کے استعمال کو سمجھتے ہیں اس لئے ان حضرات نے ذنب کا ترجمہ گناہ ہی لکھ دیا۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :۔ ہر ایک کا ذنب (گناہ) اس کے مرتبہ کے موافق ہوتاہے۔ کسی کام کا بہت اچھا پہلو چھوڑ کر کم اچھا پہلو اختیار کرنا گو وہ حدود جواز و استحسان میں ہو بعض اوقات مقربین میں ذنب (گناہ) سمجھا جاتاہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن کے یہی معنی ہیں (یعنی ابرار کی نیکیاں مقربین کے لئے برائیاں قرار پاتی ہیں) حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن میں سو بار استغفار فرماتے تھے۔ مؤلف مذکور کو پہلے تو حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی اور حضرت شیخ الہند پر اعتراض کرنا چاہیے تھا کہ انہوں نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گناہ کی نسبت کیوں کی ہے۔ حالانکہ حضور معصوم

ہیں۔ پھر میری باری آنی چاہیئے تھی۔ حالانکہ میں نے حکمین کیطرف نافرمانی اور گناہ کی نسبت کی ہے جو معصوم تھی نہیں اور میں نے تو ساتھ ہی یہ بھی لکھدیا ہے کہ اس سے مراد صورتاً" گناہ اور نافرمانی ہے نہ کہ حقیقتاً۔ جس کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں لیکن جب مؤلف کی نیت میں ہی فساد ہو تو پھر کیا علاج ؟

خلافت صدیقی کے متعلق ایک اہم سوال کا جواب

اہل السنت والجماعت کا اس عقیدہ پہ اجماع ہے کہ چاروں خلفائے راشدین کی خلافت از روئے وعدہ قرآنی برحق ہے۔ اس پہ شیعوں کی طرف سے یہ سوال پیش کیا جاتا ہے کہ اگر ایسا ہے تو پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار صحابہ نے یہ کیوں فرمایا کہ مِنّا اَمِیْرٌ وَ منکم اَمِیْرٌ (کہ ایک امیر (خلیفہ) ہم میں سے اور ایک تم (مہاجرین) میں سے ہونا چاہیئے) اس پہ حضرت ابوبکر صدیق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا کہ الائمۃ من قریش۔ ائمہ یعنی خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔ تو انصار نے اپنا مطالبہ واپس لے لیا۔ اگر حضرت ابوبکر کی خلافت نص قرآنی سے ثابت تھی (اور اس کو مولانا سندیلوی بھی تسلیم کرتے ہیں) تو انتخاب خلیفہ کے لئے مشورہ کیوں کیا گیا۔ اور انصار نے نص قرآنی کے خلاف اپنی امارت (خلافت) کی تجویز کیوں پیش کی ؟ ۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیق کے لئے قرآن کی نص بطور عبارت
الجواب النص کے نہ تھی یعنی نام لے کر آپ کی خلافت کی پیشگوئی
نہ تھی بلکہ بطور اقتضاء النص کے یہ وعدہ تھا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وعدہ (جو آیت استخلاف
میں ہے) بنائے جانے والے خلفاء کی صفات بیان کی گئی تھیں
اور وعدہ ان اصحاب سے تھا جو اس آیت کے نزول کے وقت
موجود تھے۔ آیت قرآنی کے تحت کسی کو معلوم نہ تھا کہ وعدۂ خداوندی
کا مصداق کون کون صحابہ ہیں لیکن جب بالاتفاق حضرت ابوبکرؓ
صدیق کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا (اور حضرت علی المرتضیٰ نے بھی آپ کی
بیعت کر لی)۔ اور آپ کی زندگی میں اور کسی صحابی کو خلافتِ (حکومت)
حاصل نہ تھی تو وفات کے بعد یہ بات یقیناً ثابت ہو گئی کہ اللہ کے ارادے
میں حضرت ابوبکرؓ ہی خلیفہ بلافصل تھے۔ اسی طرح باقی خلفائے
راشدین کے بارے میں بھی ان کی وفات کے بعد ہی یہ یقین حاصل
ہوا کہ حضرت عمر فاروق حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ
بھی اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق برحق خلیفہ تھے۔

سوال دوم اسی موعودہ خلافت راشدہ کے سلسلہ میں ہی یہ
سوال ہوتا ہے کہ اہل السنت والجماعت کے
عقیدہ میں جب آیت تمکین کے تحت بوجہ مہاجرین اولین میں ہونے
کے یہی چار خلفاء ہی ثابت ہوتے ہیں تو پھر انصار نے آیت تمکین

کا یہ مطلب کیوں نہ سمجھا کہ خلافت مہاجرین اوّلین کے ساتھ مختص ہے۔ اور اسی وجہ سے انھوں نے انصار میں سے بھی خلیفہ بنانے کی تجویز پیش کردی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سورۃ النور رکوع ۷ کی آیت استخلاف میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ:۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو تم میں سے ایمان اور عمل صالح والے ہیں کہ ضرور ان کو خلیفہ بنائیگا۔ اس آیت میں منکم عام ہے (مہاجرین اولین کی کوئی تخصیص نہیں ہے) جن میں انصار صحابہ بھی شامل ہیں اور اور سورۃ الحج کی آیت تمکین میں فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ۔ یعنی اذن جہاد ان مظلوموں کے لئے ہے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا تھا کہ رب ہمارا صرف اللہ ہے"۔ اس سے مراد مہاجر صحابہ کرام ہیں۔ اسی سلسلہ کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ:۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰہُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ:۔ یعنی جن لوگوں کو گھروں سے نکالا گیا ہے (یعنی مہاجرین صحابہ) اگر ان کو ہم اس زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کرینگے اور زکوٰۃ دینگے اور نیکی کا حکم دینگے اور برائی سے روکیں گے:۔ —— اس میں اِنْ شرطیہ ہے کہ اگر ہم

مہاجرین کو اقتدار دیں تو وہ مذکورہ کام کرینگے۔ اس سے اس وقت یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا تھا کہ آیت استخلاف سے مراد بھی مہاجرین اولین ہی ہیں۔ کیونکہ یہ ممکن تھا کہ آیت استخلاف کے تحت انصار کو خلافت مل جائے اور آیت تمکین کے تحت مہاجرین کو۔ اس وقت یہ تخصیص نہیں سمجھی جا سکتی تھی کہ بطور وعدہ خلافت صرف مہاجرین صحابہ کو ملیگی۔ لیکن بعد میں جب انصار میں سے کوئی خلیفہ نہیں بنا۔ اور یہ چاروں خلفائے راشدین مہاجرین اولین میں سے ہی ہوئے تو بعد میں اس بات پر یقین حاصل ہو گیا کہ آیت استخلاف میں منکم سے مراد انصار نہیں بلکہ مہاجرین صحابہ ہی تھے۔ اسلئے اہل السنّت والجماعت نے قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کا دور گزرنے کے بعد اس عقیدہ پر اجماع کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ صرف مہاجرین صحابہ سے تھا اور مہاجرین میں سے صرف یہی چاروں خلیفہ بنے ہیں۔ اس لئے ان موعودہ خلفاء میں کسی پانچویں خلیفہ کا اضافہ نہیں کیا جا سکتا اور ان چار میں سے کسی کو اس آیت کے مصداق سے نکال نہیں سکتے۔ اور گو حضرت علی المرتضیٰ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ برحق ہیں اور حضرت حسنؓ کی صلح کے بعد بالاجماع حضرت معاویہؓ بھی خلیفہ برحق ہیں لیکن یہ دونوں حضرات باوجود خلیفہ برحق ہونے کے بوجہ مہاجرین اولین میں نہ شامل ہونیکے آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق نہیں قرار دئے جا سکتے

اور اصل معیاری خلافت انہی چار یارؓ کی خلافت راشدہ ہے۔ جو وعدۂ خداوندی کے مطابق ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اور جس طرح انبیائے کرام علیہم السلام کے مراتب میں فرق ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (یہ سب رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے) اسی طرح صحابہ کرام میں سے جو خلفاء ہوئے ہیں گو سب برحق ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر بھی برحق ہیں لیکن جو چار خلفائے کرام وعدہ الٰہی کا مصداق ہیں ان کا مرتبہ امت کے تمام برحق خلفاء میں سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ ہے خلافت راشدہ کے بارے میں اہل السنت والجماعت کا برحق عقیدہ جس سے رافضی، خارجی بلکہ مودودی بھی اتفاق نہیں کر سکتے۔ اور گو مودودی صاحب ان چاروں کو خلفائے راشدین مانتے ہیں لیکن سیاسی طور پر حضرت عثمان ذوالنورین کی خلافت کی مرکزی پالیسی پر اعتراضات کر کے ان کی قرآنی خلافت راشدہ کو مجروح کرتے ہیں۔ شیعہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت راشدہ کے منکر ہیں۔ اور زمانہ حال کے خارجی حضرت علی المرتضیٰ کی قرآنی خلافت راشدہ کو مجروح کرتے ہیں۔ اور مودودی صاحبان حضرت عثمان ذوالنورین کی قرآنی خلافت راشدہ پر اپنے تنقیدی تیر برساتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۳۰

مؤلف صاحب لکھتے ہیں کہ:
چکڑالی صاحب تو مسلک رفض

کی تائید میں اپنے ان پیشواؤں (یعنی مودودی صاحب اور مولانا لعل شاہ بخاری) سے بھی آگے نکل گئے۔ کیونکہ ان دونوں نے کہیں کھل کر حضرت علیؓ کے مامور من اللہ۔ مفترض الطاعۃ اور معصوم عن الذنوب ہونے کی بات نہیں کی جبکہ چکوالی صاحب اس خطرناک عقیدے کے قائل ہیں الخ (اصل حقیقت ص۲۷)۔

جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ مولانا سندیلوی کے الفاظ میں ہی لکھا ہے اگر اس سے عقیدہ رفض ثابت ہوتا ہے تو پھر آپ کے امام اہل سنت بھی رافضی ہیں۔ پہلے اس کی بحث گزر چکی ہے پھر دیکھ لی جائے کتاب ہذا ص)یہاں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کے لئے کہیں مامور من اللہ کی اصطلاح استعمال کی ہے اور نہ مفترض الطاعۃ ہونے کی اور نہ ہی کہیں آپکو معصوم عن الذنوب لکھا ہے یہ مؤلف کا کھلا جھوٹ ہے۔ اگر کہیں استعمال کئے ہیں تو پیش کیجئے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ حقیقت یہ ہے کہ مؤلف مذکور بہتان تراشی اور کذب بیانی کے فن میں بڑے ماہر ہیں۔ اور شاید ہی اس فن میں کوئی مرزائی اور رافضی ان کا مقابلہ کر سکتا ہو۔ (۲) میں نے تو نص قرآنی کے تقاضا کے تحت حضرت علی المرتضیٰ کو واجب الاطاعت قرار دیا ہے اور یہ تمام اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے،

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا ارشاد

چنانچہ میں نے حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

کی حسبِ ذیل عبارت جو حدیث نبوی فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین (یعنی اختلاف کے زمانہ میں تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنّت کی پیروی لازم ہوگی، کی تشریح میں آپ نے لکھی ہے) پیش کی تھی کہ :-

حضرت علی واجب الاطاعت خلیفہ ہیں

اسی بناء پر علمائے امت نے اطاعت امام کو غیر منصوصہ مقام میں صحت قیاس پر موقوف نہیں رکھا بلکہ اس کی اطاعت کو باوجود اسکے ضعیف قیاس کے بھی واجب جانا ہے اور اسکے مخالف کو اگرچہ اس کا قیاس امام کے قیاس سے اظہر اور قوی ہو جائز نہیں رکھا اور اس میں راز یہی ہے کہ اس کا حکم بذاتہ اصول دین سے ایک اصل ہے اور ادلہ شرعیہ میں سے ایک دلیل ہے۔" (بحوالہ منصب امامت مترجم اردو۔ ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۳۱/۵۵۶)

حضرت علی مفترض الطاعت ہیں۔ ابن حزم

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں :- وهو الامام الواجب اطاعته۔ الفصل ط ۱۶۱) اور حضرت علیؓ ہی اس وقت امام تھے جن کی اطاعت واجب تھی (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۵۸) ۔ (ب) نیز امام حزمؒ فرماتے ہیں :- نصح ان علیا هو صاحب الحق والامام المفترضة

طاعته و معاویة مخطئ ماجور مجتهدٌ الخ (ایضاً الفصل جلد ۴ ص ۱۶۳)۔ اور بیشک یہ صحیح ہے کہ حضرت علیؓ خلافت کے حقدار اور امام مفترض الطاعۃ ہیں اور حضرت معاویہؓ مجتہد ہیں خطا کرنے والے اور ان کو بھی (اس خطائے اجتہادی پر اجر ملے گا) لیجئے امام حزمؒ نے تو حضرت علی المرتضیٰ کو صراحتاً مفترض الطاعۃ امام لکھ دیا (حالانکہ میں نے تو یہ الفاظ نہیں لکھے)

دیکھئے مؤلف بے حقیقت امام حزمؒ پر کس قسم کا تبرا ایجاد کرتے ہیں؟

امام اہل سنّت کا ارشاد

امام اہل سنّت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی آیت تمکین کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ ظاہر ہے کہ جماعت مہاجرین میں سے صرف چار بزرگوں کو تمکین ملی۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پس قرآن شریف پر ایمان رکھنے والوں کا فرض ہے کہ ان چاروں کو خلیفہ راشد مانیں اور زمانہ خلافت میں جو کام انھوں نے کئے ان کاموں کے پسندیدہ ہونے کا یقین کریں (تحفہ خلافت تفسیر مجموعہ آیات قرآنی ص ۲۶۷) امام اہل سنّت کی یہ تفاسیر حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی امیر تحریک خدام اہل سنت صوبہ پنجاب نے تحفہ خلافت کے نام سے نئی شائع کی ہیں۔ (ب) آیۃ تمکین کی تفسیر میں اہل سنت لکھتے ہیں:۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یہ مہاجرین اپنے تمکین کے زمانہ میں اقامت صلوٰۃ اور

ایتاء زکوٰۃ اور امر معروف و نہی منکر کرینگے۔ اس بات کا اطمینان دلایا کہ حضرات مہاجرین میں سے جو خلیفہ مقرر ہو گا۔ زمانہ خلافت میں اس سے کوئی کام خلاف شریعت نہ ہو گا۔ اس کے تمام احکام مطابق شریعت ہونگے۔ مخالفین صحابہ اپنے ائمہ کے معصوم ہونے کا دعوے کرتے ہیں مگر عصمت کا ثبوت کرنا ان کے اولین و آخرین کے امکان سے باہر ہے۔ البتہ اس آیت سے حضرات مہاجرین کے لئے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ان میں سے جو شخص مسند آرائے خلافت ہو گا خلافت میں ایک نمونہ عصمت جو مہاجرین کے لئے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ مخالفین صحابہ کرام کے مزعومہ معصومین کی کروڑوں عصمتیں ان پر قربان ہیں"۔ (ایضاً ص۴۶۹) ۔فرمائیے۔ امام اہل سنت نے خلفائے اربعہ (چار یار) کے واجب الاطاعت ہونے کی پوری پوری تصریح فرمادی. کیا امام اہل سنت کو بھی شیعہ عقیدۂ امامت سے متہم قرار دیا جائیگا؟

حضرت معاویہ امام مفترض الطاعۃ ہیں (عباسی)

جدید خارجیت کے بانی محمود احمد صاحب عباسی حضرت معاویہؓ پر مودودی صاحب کی جارحانہ تنقید کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ کاش انہوں نے سوچا ہوتا کہ جن بزرگوں نے امیر المومنین سیدنا معاویہؓ پر اجماع کیا اور انہیں امام مفترض الطاعت جانا (یعنی ایسا امام جس کی اطاعت واجب ہو) وہ کس پایہ کے ہیں اور اللہ اور رسول اور جمہوریت کے

نزدیک انکا کیا درجہ ہے؟ الخ (خلافت معاویہ و یزید طبع چہارم[۳۶])
لیجئے۔ عباسی صاحب نے واضح طور پر حضرت معاویہؓ کو مفترض الطاعۃ قرار دیدیا۔ حالانکہ میں نے تو قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کے لئے بھی یہ الفاظ نہیں لکھے تھے۔ کیا مؤلف اصل حقیقت عباسی صاحب کو بھی شیعہ قرار دے کر ان پہ تبرا بازی کی مشق کریں گے
سچ ہے ۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے
دیکھئے۔ مؤلف صاحب اب بھی شرمندہ ہوتے ہیں یا نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔ اور امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور آپ کے حکم نافذ کرنے والا ہے لہذا اس کی فرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور اس کی نافرمانی آپ کی نافرمانی ہے مگر جب امام معصیت کا حکم دے تو یہ بات ظاہر ہے کہ اس کی فرمانبرداری خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری نہیں ہے (حجۃ اللہ البالغہ مترجم ص۱۰۲)۔

(ب) حضرت شاہ صاحب آیت استخلاف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ باز معنی لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ایجاب انقیاد قوم است در آنچہ حق خلیفہ باشد ——— ایں لفظ گویا مختصر ایجاب جمیع حقوق تفصیلیہ خلافت است و ہیچ فرق نیست درمیان آنکہ گویند استخلفت فلاناً علیکم و درمیان آنکہ وعدت فلاناً ان

استخلفه علیکم غدًا: پھر (یہ بھی سمجھ لو کہ) لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم پر (موعودہ خلفاء کی) اطاعت واجب کر دی۔ ان امور میں جن میں خلیفہ کی اطاعت کرنی چاہیے گویا یہ لفظ خلافت کے تمام تفصیلی حقوق کے وجوب کو بالاجماع ادا کر رہا ہے اور (بغائر نظر دیکھنے سے) ایسا کہنے میں کہ میں نے فلاں کو تم پر خلیفہ بنایا اور ایسا کہنے میں کہ میں نے فلاں شخص سے وعدہ کر لیا ہے کہ کل اس کو خلیفہ بناؤں گا کوئی فرق نہیں ہے بعد اس کے کہ کل کا دن آجائے اور وہ وعدہ پورا ہو جائے الخ (ازالۃ الخفاء جلد اول مترجم از امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحؒ)

بہر حال موعودہ خلفاء راشدین کی اطاعت واجب ہے اس میں اختلاف کرنے والے شیعہ۔ خارجی اور مودودی ہی ہو سکتے ہیں۔ فرمائیے۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید۔ علامہ ابن حزم اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور امام اہل سنت لکھنوی بھی حضرت علی رضؓ کو واجب الاطاعت امام تسلیم کرنے کی بنا پر مؤلف مذکور کے نزدیک شیعہ امامیہ میں سے ہیں یا یہ فتوے صرف چکوالی کے لئے گھڑا گیا ہے۔

شیعوں کے شیعہ عقیدۂ امامت اور سُنّی خلافت راشدہ کا فرق

عقیدہ میں منصب امامت منصب نبوت سے افضل ہے اور بارہ امام (حضرت علیؓ سے امام غائب حضرت مہدی تک) . . . .

انبیائے سابقین علیہم السلام سے افضل ہیں۔ العیاذ باللہ۔ چنانچہ پاکستان کے ایک شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو لکھتے ہیں :۔

خداوند عالم نے انبیاء کو اس وقت تک مرتبہ نبوت و رسالت پر فائز نہیں فرمایا جب تک ان سے اپنی توحید اور سرکار ختمی مرتبت کی رسالت اور ائمہ اہل بیت کی خلافت و امامت کا اقرار نہیں لیا۔" (احسن الفوائد فی شرح العقائد)۔

بندہ نے اپنی کتاب "علمی محاسبہ بجواب علمی جائزہ" میں ڈھکو صاحب اور انکے دوسرے مجتہدین کی عبارتیں درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ :۔ شیعوں کا عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔ اور حضرت علی المرتضیٰ اور بقیہ ائمہ اثنا عشر کی محبت و عقیدت کا دعویٰ اس لئے ہے کہ اس پردہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار منظور ہے چنانچہ امامت کی بحث کتب شیعہ میں جس شخص نے دیکھی ہے وہ اس کو خوب جانتا ہے۔ امام کو مثل انبیاء علیہم السلام کے معصوم و مفترض الطاعۃ کہنا اور یہ کہنا کہ امام کو اختیار ہے جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے اور ہر امام پر سال بہ سال خدا کی طرف سے کتاب کا نازل ہونا ختم نبوت کا انکار نہیں تو کیا ہے"۔ (ماہنامہ النجم لکھنو ۲۱ شوال ۱۳۴۹ھ ص ۱۲۰) ۔ ملاحظہ ہو علمی محاسبہ ص ۲۷۹ تا ص ۲۸۱)۔

میری یہ کتاب "علمی محاسبہ" ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئی ہے جو مودودی صاحب کے ایک عقیدتمند عالم مفتی محمد یوسف صاحب کی کتاب "مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ" کے جواب میں ہے بندہ نے "علمی محاسبہ" میں مسئلہ "عصمت انبیاء" اور صحابہ کرام کے معیار حق ہونے پر" مفصل و مدلل بحث کر کے فتنہ مودودیت کو پوری طرح بے نقاب کر دیا ہے۔ اسی طرح اس میں شیعہ عقیدہ امامت کا بھی ابطال کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب علمائے اہل السنّت والجماعت کے ہاں اتنی مقبول ہوئی ہے کہ اس کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب "مراجع برائے دیگر فرق باطلہ" کے تحت شامل کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"محاسبہ علمی جائزہ۔ مودودی مذہب" از قاضی مظہر حسین" (ص ۱۵ ضمیمہ ۲ برائے نصاب تعلیم درجہ عالمیت (مساوی ایم اے) سال اوّل" سولہ سالہ نصاب تعلیم"۔ یہ نصاب تعلیم مع دورہ حدیث وفاق المدارس کے اجلاس مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء کوئٹہ میں منظور کیا گیا ہے۔

لیکن اسکے باوجود مولف "اصل حقیقت" میرے عقیدے کو شیعہ عقیدہ امامت قرار دے کر عقیدہ اہل السنت والجماعت پر ایک ناپاک حملہ کر رہے ہیں۔

(۲) بندہ نے "دفاع صحابہ" میں بھی شیعہ عقیدہ امامت کی تردید

کی ہے۔ (۳) اپنی کتاب "سنی مذہب حق ہے" محررہ اکتوبر ۱۹۷۸ء
میں شیعہ عقیدہ امامت پر بحث کرتے ہوئے بندہ نے لکھا ہے :-
"موجودہ قرآن میں جہاں توحید و رسالت اور قیامت کا جا بجا ذکر ملتا ہے وہاں امامت کا مثل نبوت و رسالت کے کہیں ثبوت نہیں ملتا الخ (ص ۳۸)۔ (۴) اپنے کتابچہ "سنی شیعہ طلبہ کا اتحادی فتنہ" مطبوعہ ۱۳۹۶ھ میں مسئلہ امامت پر بحث کرتے ہوئے بندہ نے لکھا ہے
حضرت علیؓ وغیرہ ائمہ نبی نہیں اس لئے ان کی امامت بھی منصب نبوت سے افضل نہیں ہو سکتی۔ امتی کی امامت کا درجہ بہر حال نبی کی نبوت سے کمتر ہے"۔ (حاشیہ ص ۳۰)
اس میں شیعہ کلمہ اسلام پر بحث کر کے اس کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ اس میں عرض حال کے تحت میں نے لکھا ہے کہ :-

صحابہؓ معیار حق ہیں

رسالت محمدیہ کے عینی گواہ اور سنت و حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راوی (جو ما بعد والوں کی جرح و تنقید سے بالا ہیں) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہی ہیں۔ جن لوگوں نے براہ راست محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہیں کیا۔ اور جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض نہیں پا سکے وہ صحابہ کرام پر کلی اعتماد کر کے ہی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت فرشتہ کے جلووں، حضورؐ کے اقوال و اعمال اور حضورؐ کی محبوب اداؤں کو اپنے لئے اسوۂ حسنہ بنا سکتے ہیں۔ اگر

اصحابِ رسول ؐ کی مقدس جماعت کا اعتماد درمیان میں سے اٹھ جائے تو مابعد والی امت کا علمی وعملی تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُٹھ جاتا ہے"۔ (ص۶) ـــــــ (ب) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ کے ارشاد کا حوالہ دیا ہے کہ:- (حدیث ما انا علیہ واصحابی میں) صحابہ کرام کے ذکر کی وجہ یہ ہے تاکہ لوگ جان لیں کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے اصحاب کا طریقہ ہے اور راہ نجات فقط ان کے طریقہ کی پیروی کے ساتھ وابستہ ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ جو فرقہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو لازم قرار دیتا ہے وہ اہل السنت والجماعت ہی ہیں (ایضاً حاشیہ ص۶)

(۵) مودودی جماعت اسلامی پاکستان کے موجودہ امیر میاں طفیل محمد صاحب کی دعوت اتحاد کے جواب میں بندہ نے ایک کتاب محررہ ۸ مئی ۱۹۸۳ء بنام "میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ" شائع کی ہے جس میں شیعہ عقیدہ امامت پر بحث کی ہے اور شیعہ نائب امام غائب خمینی صاحب کی کتابوں سے بھی عقیدہ امامت پیش کر کے میاں طفیل محمد صاحب کے سامنے سنی شیعہ اتحاد کی دیگر صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی پیش کی ہے کہ: خمینی صاحب یہ بھی اعلان کریں کہ غیر نبی کا منصب امامت منصب نبوت سے افضل نہیں ہے اور حضرت علی المرتضیٰ سے لیکر امام مہدی تک بارہ امام اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بذریعہ

وحی نامزد امام نہیں ہیں"۔ (ص۱۰۹)۔ بہر حال بندہ تو اپنی تصانیف میں شیعہ عقیدہ امامت کو خلاف اسلام قرار دے رہا ہے۔ لیکن مؤلف اصل حقیقت کسی ایسے مشن کے کوئی خاص فرد ہیں جو مجھ پر ہی شیعہ عقیدہ امامت کا فرد جرم عائد کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

عقیدہ خلافت راشدہ

شیعہ عقیدہ امامت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ امام کو اپنی وحی کے ذریعہ نامزد کرتا ہے اور امامت نہ صرف یہ کہ نبوت کے مساوی مقام ہے بلکہ اس سے افضل ہے اور مثل انبیائے کرام کے یہ بارہ امام بھی معصوم ہیں۔ ان کی اطاعت نبی کی اطاعت کی طرح فرض ہے وغیرہ لیکن اس کے برعکس سنی عقیدہ خلافت راشدہ یہ ہے کہ خلفائے اربعہ کا نام لیکر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ کسی کو نامزد نہیں کیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیکر ان کی خلافت کا اعلان فرمایا ہے۔ ان حضرات کی خلافت قرآن کی عبارت النص سے ثابت نہیں یعنی ان کو نامزد نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان کی خلافت اقتضاء النص سے ثابت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بلا اعلان نام خلفاء بنانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان خلفاء کی مخصوص علامات و صفات کا ذکر کر دیا ہے اور جب وہ حضرات خلیفہ بنائے گئے اور ان پر قرآن کی موعودہ صفات منطبق ہو گئیں تو اہل السنت والجماعت نے یہ سمجھ لیا کہ جن خلفاء کے لئے بلا نام حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا وہ چار ہی تھے۔ اب اس

عقیدہ پر اہل السنت والجماعت کا اجماع ہو چکا ہے۔

اہل السنت والجماعت کے عقیدے میں: خلفائے راشدین محفوظ ہیں نہ کہ معصوم

معصوم وہ ہے جس سے گناہ کا صدور محال ہوتا ہے۔ اور راجح اور قوی مسلک یہ ہے کہ پیدائش سے لیکر وفات تک انبیائے کرام علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اگر قرآن مجید میں کسی نبی علیہ السلام کی طرف معصیت یا ذنب وغیرہ کی نسبت کی گئی ہے تو اس سے مراد زلت (لغزش) اور ترک اولیٰ ہے جو عصمت کے منافی نہیں۔ اور مسئلہ عصمت انبیاء کی بحث بندہ نے مفصل اور مدلل "علمی محاسبہ" میں کر دی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ (۲) غیر نبی معصوم تو نہیں البتہ محفوظ ہو سکتے ہیں یعنی اس سے گناہ سرزد تو ہو سکتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل شامل حال ہو جائے تو وہ گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے البتہ اس سے گناہ کا احتمال ختم نہیں ہوتا۔ قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین اصحاب بدر۔ اصحاب بیعت رضوان۔ عشرہ مبشرہ اور اکثر صحابہ کرام اسلام لانے کے بعد محفوظ رہے ہیں۔ اور اگر بطور شاذ و نادر کسی صحابی سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو اس کو رحمت خداوندی سے کامل توبہ کی بھی توفیق مل گئی ہے۔ اور شرف صحابیت کا یہی وہ ممتاز مقام ہے جو غیر صحابی کے لئے ضروری نہیں۔ تمام

صحابہ کرام کی وفات ایمان کامل پر ہوئی ہے۔ اور وہ براہ راست جنت میں جائیں گے (۳) مقام حدیبیہ میں ۱۴ یا ۱۵ سو صحابہ کرام جنکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا خصوصی شرف حاصل ہوا ہے۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الآیۃ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مومنین سے اس وقت راضی ہوگیا جو اس درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے"۔ اس آیت کی بنا پر اہل السنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اصحاب بیعتِ رضوان (جن میں خلفائے اربعہ حسب ترتیب خلافت سب سے افضل ہیں) سے اس کے بعد ایسا کوئی کام نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث بنے۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق نے ان کو اپنی رضا پر قائم رکھا ہے البتہ ان سے اجتہادی خطا سرزد ہوسکتی ہے اور بعض سے اس کا وقوع بھی ہوا لیکن اجتہادی خطا رضائے خداوندی کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہ حق کے دائرہ میں ہی ہوتی ہے۔ اسی بنا پر ان کو اس خطا پر بھی حسب حدیث بخاری ایک ثواب ملتا ہے۔ اہل سنّت کے نزدیک یہ چار دل خلفائے راشدین اجتہادی خطا سے محفوظ نہیں ہیں۔ البتہ ان کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق خلیفہ بنایا ہے اسلئے خلافت کی مرکزی اہم پالیسی میں وہ خطائے اجتہادی سے بھی محفوظ ہیں تاکہ قیامت تک ایک معیاری خلافت کا نمونہ باقی رہے۔

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۱۳ مؤلف اصل حقیقت لکھتے ہیں کہ

چکوالی صاحب اس خطرناک عقیدے (یعنی حضرت علیؓ کے معصوم عن الذنوب کے بھی قائل ہیں"۔ (ص۲۷)۔ (ب) ورنہ اس سے قبل وہ حضرت علیؓ کو شیعہ تصورِ امامت کے مطابق معصوم ماننے کے بجائے ان سے خطائے اجتہادی ہونے کا امکان تسلیم کرتے تھے بلکہ قصاص عثمانؓ میں حضرت علیؓ کی طرف سے تاخیر کو ان کی خطائے اجتہادی قرار دیتے تھے"۔ (ص۲۰)۔

اس بہتان تراشی پر سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق عقیدہ عصمت کے سایہ سے بھی بفضلہ تعالیٰ میری تحریریں محفوظ ہیں۔

حضرت علیؓ بھی خطائے اجتہادی سے محفوظ نہیں

اسی عنوان کے تحت بندہ نے مولانا سندیلوی کا جواب دیتے ہوئے نمبر۲ کے تحت لکھا ہے کہ:- محققین اہل سنّت ہر امر میں حضرت علی المرتضیٰ کے اجتہاد کا صحیح ہونا لازمی نہیں قرار دیتے۔ بلکہ وہ بیعت وانتخاب خلافت اور جنگ جمل وصفین کے مسئلہ میں کتاب وسنّت کی روشنی میں حضرت علیؓ کو حق وصواب پر مانتے ہیں۔ چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:- ـــــــ لازم نیست کہ امیر در جمیع امور خلافیہ محق باشند ومخالفت ایشان بر خطا ہر چند در امر محاربہ حق بجانب امیر بودہ الخ (مکتوبات جلد دوم مکتوب نمبر۳۶ طبع قدیم)

"یہ لازم نہیں ہے کہ حضرت امیر تمام (اجتہادی) امور میں حق پر ہوں اور ان کے مخالف خطا پر۔ البتہ محاربہ (جنگ و قتال باہمی) میں حق و صواب حضرت امیر (علی المرتضیٰ) کی طرف تھا۔" (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۰۹) فرمائیے! اپنی کتاب خارجی فتنہ میں بندہ نے اسکی تصریح کردی ہے کہ حضرت علی بھی ہر امر میں خطائے اجتہادی سے محفوظ نہیں ہیں لیکن مؤلف اصل حقیقت اس عبارت کو نظر انداز کر کے یہ افترا کر رہے ہیں کہ پہلے تو میرا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ سے اجتہادی خطا ممکن بلکہ واقع ہے اب شیعہ عقیدہ امامت اختیار کرنے کے بعد میرا وہ عقیدہ نہیں ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

بشارت الدارین کی عبارت میں تلبیس

مؤلف صاحب میرے بارے لکھتے ہیں:۔ "وہ اپنی کتاب بشارت الدارین میں مودودی صاحب کی کتاب خلافت و ملوکیت سے پہلے تو یہ عبارت لکھتے ہیں کہ:۔ حضرت علیؓ نے اس پورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفہ راشد کے شایان شان تھا۔ البتہ ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ جنگ جمل کے بعد انہوں نے قاتلین عثمان کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا۔ جنگ جمل تک وہ ان لوگوں سے بیزار تھے بادلِ ناخواستہ ان کو برداشت کر رہے تھے اور ان پر گرفت

کرنے کے لئے موقع کے منتظر تھے۔۔۔ پھر جنگ سے عین پہلے جو گفتگو ان کے اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے درمیان ہوئی اس میں حضرت طلحہؓ نے ان پر الزام لگایا کہ آپ خونِ عثمان کے ذمہ دار ہیں۔ اور انہوں نے جواب میں فرمایا لعن اللہ قتلۃ عثمان (عثمان کے قاتلوں پر خدا کی لعنت) لیکن اسکے بعد بتدریج وہ لوگ ان کے ہاں تقرب حاصل کرتے گئے جو حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں نے مالک بن حارث الأشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری کے عہدے تک دیدیئے درانحالیکہ قتل عثمان میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت علیؓ کے پورے زمانہ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جسے غلط کہنے کے سوا چارہ نہیں"۔ (خلافت و ملوکیت ص۱۴۶)

پھر اسکے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

لیکن اگر حضرت علی المرتضیٰ کے ایک جلیل القدر صحابی اور خلیفہ برحق ہونے کے مقام کو محفوظ نہ رکھا جائے اور جس ذہنیت کے تحت روافض حضرت امیر معاویہؓ اور فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص وغیرہ صحابہ کرام کو طعن و ملامت کا نشانہ بناتے ہیں اسی کے تحت حضرت علی المرتضیٰ پر تنقید کی جائے تو جس امر کو مودودی صاحب نے صرف ایک غلط کام قرار دیا ہے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ کی شخصیت کو مجروح کرنے کا بہت بڑا موجب بن سکتا ہے۔ کیونکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے

کہ اگر حضرت علیؓ کے نزدیک قاتلانِ عثمانؓ ملعون و مردود ہیں جیسا کہ آپ نے حضرت طلحہؓ سے فرمایا ہے تو پھر بجائے اس کے کہ حسبِ عہد خلیفہ برحق حضرت عثمان ذوالنورین کے قاتلوں سے قصاص لیں اور ان کی قوت و شوکت کو توڑنے کی کوشش کریں۔ ان کو گورنری جیسے بڑے بڑے مناصب ملکی عطا فرما رہے ہیں یہ کیا پالیسی ہے اس سے تو بظاہر اس شبہ کو تقویت پہنچتی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں آپ کا بھی ہاتھ تھا اور اسی طرح کے وجوہات کی بنا پر خوارج حضرت علی کے بدترین مخالف بن گئے تھے۔ اور آج بھی اس ذہن کے لوگ موجود ہیں۔ لہٰذا مسلک اہل السنت والجماعت کے مطابق یہی کہا جائیگا کہ اصحاب رسول اور خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لینے کے بعد ان کے کام کی ظاہری سطح کے پیش نظر بدگمانی نہیں کرنی چاہیے جو کچھ انہوں نے کیا دین کے لئے کیا اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کیا۔ سوائے اجتہادی خطا کے ان کی طرف کسی امر کو منسوب کرنا اپنے ایمان کی بربادی کا موجب بن سکتا ہے۔ کیونکہ ان سب صحابہ پر اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

(بشارت الدارین ص ۱۹۰/۱۹۱)

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۳۲

الجواب

(۱) مؤلف صاحب نے بڑی کاوش کے بعد میری تضاد بیانی کا سراغ لگایا ہے لیکن اس میں انھیں

کوہ کندن اور کاہ برآمدن کی دولت بھی نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ جو کچھ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق مودودی صاحب کے بیان پر تبصرہ کیا ہے وہ الزاماً ہے اور میری عبارت کے حسب ذیل الفاظ خود ہی اس پر دلالت کر رہے ہیں لیکن اگر حضرت علی المرتضیٰ کے ایک جلیل القدر صحابی اور خلیفہ برحق ہونے کے مقام کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور جس ذہنیت کے تحت روافض نے حضرت امیر معاویہؓ اور فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص وغیرہ صحابہ کرام کو طعن و ملامت کا نشانہ بنایا ہے اسی کے تحت حضرت علی المرتضیٰ پر تنقید کی جائے ..... اس سے تو بظاہر اس شبہ کو تقویت پہنچتی ہے ــــ ان کے کام کی ظاہری سطح کے پیش نظر الخ

لیکن ہم چونکہ روافض وغیرہ کی ذہنیت کے تحت اور ان کے کام کی ظاہری سطح کے پیش نظر تبصرہ نہیں کرتے بلکہ ان کے شرعی مقام کے پیش نظر چونکہ تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورین پر تنقید کی تھی اور آپ کے بلند مقام کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس لئے میں نے الزاماً لکھا ہے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ کی بلند دینی شخصیت کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو پھر اس قسم کے اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں ــــ (۲) اور میری جو عبارت مؤلف اصل حقیقت نے یہاں درج کی ہے۔ اس سے پہلے کی بھی چار سطریں اگر لکھ دیتے تو قارئین کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہو سکتے تھے۔

چنانچہ میں نے بعنوان "حضرت علیؓ پر تنقید مودودی" لکھا ہے کہ :-
اس دور کے ایک اور فلسفی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بانی جماعت اسلامی چونکہ اپنی عقل ناقص سے شرعی اصول و عقائد کو حل کرتے ہیں۔ اسلئے انھوں نے حضرت عثمان ذوالنورین کی بھی خوب تنقیص کی اور بالخصوص حضرت امیر معاویہؓ کی توضیح توہین کے مرتکب ہوئے ہیں لیکن اسکے باوجود وہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی پوزیشن کی بھی پورے طور پر صفائی نہ کر سکے چنانچہ لکھتے ہیں الخ۔
یہ بھی میں نے الزاماً لکھا تھا کیونکہ وہ اپنی ناقص عقل کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ کی بھی صفائی نہ کر سکے اور مخالفین کے لئے اعتراض کی گنجائش پیدا کر دی۔ ہم اس معاملہ میں بھی حضرت علی المرتضیٰؓ کے طرز عمل کو صحیح سمجھتے ہیں اور حاشیہ بشارت الدارین ص ۱۹۰ پر میں نے یہ نوٹ دیدیا ہے کہ: حضرت محمد بن ابی بکرؓ نے اگرچہ پہلے مخالفت حضرت عثمانؓ میں حصہ لیا تھا لیکن وہ قتل عثمانؓ سے بری ہیں اور بعد میں انہوں نے توبہ و ندامت کا بھی اظہار کیا جیسا کہ البدایہ کے حوالہ سے یہ بات پہلے ثابت کیجا چکی ہے" اور مؤلف "اصل حقیقت" نے بھی یہ نوٹ ص ۴۲ کے حاشیہ پر درج کر دیا ہے۔ اس نوٹ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ میں نے مودودی صاحب پر بطور الزام یہ تنقید کی تھی۔ کیونکہ وہ محمد بن ابی بکر کو قتل عثمان میں حصہ لینے والا سمجھتے ہیں۔ اور میں نے مالک ابن اشتر کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ اور یہاں بھی اس کے متعلق بحث کی گنجائش نہیں لیکن یہ

بات ضرور ملحوظ رکھنی چاہیے کہ علامہ علی قاری محدث حنفیؒ فرماتے ہیں:۔
وقال ابوحنیفۃ لولا علی لما یعرف السیرۃ فی الخوارج (شرح فقہ اکبر)

اگر حضرت علی نہ ہوتے تو خوارج کا حکم معلوم نہ ہوتا (امام اعظم) امام ابوحنیفہ

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت علیؓ نہ ہوتے تو خوارج کے بارے میں کوئی طریقہ معلوم نہ ہو سکتا۔ علاوہ ازیں امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ اور سب سے اوّل بدعتیوں سے حضرت علیؓ نے مجادلہ کا ڈھنگ نکالا کہ حضرت ابن عباسؓ کو خارجیوں سے بحث کرنے کو بھیجا الخ (مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد اوّل ص۱۳۳)۔ اور قاضی ابوبکرؒ بن العربی باغیوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ:" اہل علم نے کہا ہے کہ اگر حضرت علیؓ کی یہ جنگ (یعنی جمل و صفین) نہ ہوتی تو ہمیں باغیوں سے جنگ کرنیکا طریقہ معلوم نہ ہوتا"۔ (العواصم من القواصم مترجم ص۳۱۶)۔ ملاحظہ ہو:۔ خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۵۵۵ تا ص۵۹۵) اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب محدث عثمانیؒ کا یہ قول پہلے درج کیا جا چکا ہے کہ باغیوں سے جنگ کرنے میں حضرت علیؓ قدوہ (مقتدا) ہیں۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ اقضا امتی علی بن ابی طالب (میری امت میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالب ہیں (فتح الباری و عمدۃ القاری۔ کتاب التفسیر"۔ اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ تصحیح نامہ خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۲؍۱)، جب رحمۃ للعالمین

صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی کو اقتصا اُمتی کا مقام دیں اور حضرت فاروق اعظم اور دوسرے صحابہ کرام بھی آپ کی اس خصوصیت کو تسلیم کرلیں تو آج کون ہے جو حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کی پالیسی پر آزادانہ تنقید کرتا پھرے۔ اسی طرح قرآن کے تیسرے موعودہ خلیفہ راشد مان کر حضرت عثمان ذوالنورین کی خلافت کی پالیسی پر بیباکانہ تنقید کا کسی کو حق نہیں پہنچتا جیساکہ مودودی صاحب نے "خلافت و ملوکیت" میں اس کی جسارت کی ہے۔ بلکہ ہمیں حضرت امیر معاویہ اور فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص وغیرہ صحابہ کرام پر اس قسم کی تنقیدی جسارت کا کوئی حق نہیں ہے جیسا کہ مودودی صاحب نے کی ہے اور بندہ نے بشارت الدارین کی منقولہ عبارت میں اسکی تصریح کر دی ہے مگر مؤلف اصل حقیقت نے حقیقت پر دہ ڈالنے کے لئے یہ عبارت نقل نہیں کی۔

(۳) بندہ نے مشاجرات صحابہ کے سلسلہ میں شیعوں کے مطاعن کا جواب دیتے ہوئے حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون علیہما السلام کا واقعہ پیش کیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے کہ :۔ اَخَذَ بِرَأْسِ اَخِیْہِ یَجُرُّہٗ اِلَیْہِ حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی حضرت ہارون کے سر کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے لکھا ہے کہ :۔ اگر ان آیتوں کا ترجمہ اور ذکر عام مجمع میں بیان کیا جائے تو کیا عوام اس شبہ میں نہیں پڑ سکتے کہ نبی ہو کر یہ دو نو آپس میں کیوں

لڑ رہے ہیں۔ ان میں ایک ہی سچا ہو سکتا ہے۔ نعوذ باللہ حالانکہ دونو معصوم پیغمبر ہیں۔ بیشک انکے اختلاف کی ظاہری صورت تو یہی ہے لیکن ان کا منشا دین ہی ہے۔ نفسانیت اور دنیوی اغراض کا اس میں دخل نہیں ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب عوام کے سامنے یہ بیان کیا جائے کہ ایک طرف حضرت علی المرتضیٰؓ تھے اور دوسری طرف ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ اور ان کی آپس میں جنگیں ہوئیں۔ تو اگر کسی کے ذہن میں آئے کہ قرآن کے حکم کے مطابق تو حضرت عائشہ صدیقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اور تمام مومنوں کی ماں ہیں اور حضرت علیؓ کی بھی ایمانی اور روحانی ماں ہیں تو حضرت علیؓ نے باوجود بلند دینی مقام رکھنے کے اپنی ماں کے ساتھ کیوں جنگ کی تو کیا حضرت علی المرتضیٰؓ کے متعلق نعوذ باللہ وہ کسی بغض میں مبتلا نہیں ہو جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ ان جنگوں کیوجہ سے ایک گروہ خارجیوں کا پیدا ہوا جو العیاذ باللہ حضرت علیؓ کو مومن بھی نہیں سمجھتے تھے الخ۔ آخر میں بندہ نے لکھا ہے کہ:- اگر کوئی فرقہ اور گروہ مشاجرات صحابہ (یعنی ان کے باہمی جھگڑوں میں) صحیح اور عادلانہ موقف پر قائم رہا ہے تو وہ اہل السنّت والجماعت میں ہیں کیونکہ یہ ہر ہر صحابی کو واجب الاحترام مانتے ہیں ــــــ لیکن باوجود خلوص نیت کے رائے اور طریق کار میں غلطی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اہل سنّت کا اس بارے میں یہ موقف ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ

سے اس معاملہ میں خطا ہوگئی تھی لیکن اس کا منشا چونکہ نفسانیت نہیں اسلئے اس کو اجتہادی خطا کہا جائیگا۔ الخ (ملاحظہ ہو بشارت الدارین ص ۱۸۶-۱۸۷)۔

دو معصوم پیغمبر علیہما السلام کا واقعہ میں نے اسی لئے پیش کیا ہے کہ اگر ظاہری سطح کو دیکھا جائے تو العیاذ باللہ ان انبیاء سے بدظنی کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اسی کے تحت میں نے بشارت الدارین میں مودودی صاحب کے طرز عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ:۔ اصحاب رسول اور خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لینے کے بعد ان کے کام کی ظاہری سطح کے پیش نظر بدگمانی نہیں کرنی چاہیے جو کچھ انہوں نے کیا دین کے لئے کیا اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کیا۔ سوائے اجتہادی خطا کے ان کی طرف کسی امر کو منسوب کرنا اپنے ایمان کی بربادی کا موجب بن سکتا ہے کیونکہ ان صحابہ پر اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ (بشارت الدارین ص ۱۹۱)۔

مؤلف کی کج فہمی اور جھوٹ نمبر ۳۳

مؤلف صاحب بشارت الدارین کی مذکورہ بالا عبارتوں سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ:۔

ورنہ اس سے قبل وہ حضرت علیؓ کو شیعہ تصور امامت کے مطابق معصوم ماننے کے بجائے ان سے خطائے اجتہادی ہونیکا امکان تسلیم کرتے تھے بلکہ قصاص عثمان میں حضرت

حضرت علیؓ کی طرف سے تاخیر کو ان کی خطائے اجتہادی قرار دیتے تھے الخ

الجواب (۱) خطائے اجتہادی کا امکان تو تمام صحابہ کرام بلکہ حضرت علی المرتضیٰ سمیت چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے ہے۔ اور حضرت علی کے متعلق "خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۵۰۰ پر عنوان ہی یہی ہے کہ "حضرت علی بھی خطائے اجتہادی سے محفوظ نہیں"۔ اور پوری عبارت کتاب ہذا ص۴۷۳ پر منقول ہے۔

(۲) مؤلف کا یہ کہنا کہ میں نے قصاص حضرت عثمان کے بارے میں حضرت علی کی اجتہادی غلطی تسلیم کی ہے' ایک سفید جھوٹ ہے۔ مندرجہ عبارتوں میں تو میں نے یہ بالکل نہیں لکھا۔ البتہ مولانا مودودی پر الزام قائم کیا ہے اور اگر وہ میری اس عبارت سے یہ نتیجہ نکال رہے ہیں کہ:۔ اصحاب رسول اور خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلیم کر لینے کے بعد ان کے کام کی ظاہری سطح کے پیش نظر بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ سوائے اجتہادی خطا کے ان کی طرف کسی امر کو منسوب کرنا اپنے ایمان کی بربادی کا موجب بن سکتا ہے کیونکہ ان صحابہ پر اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" تو یہاں نہ حضرت علیؓ کا نام ہے اور نہ حضرت عثمانؓ کے قصاص میں تاخیر کرنے کا ذکر۔ یہ تو اہل السنت والجماعت کا عام اصول پیش کیا ہے۔ اور یہ میں نے تمام صحابہ کے متعلق لکھا ہے چنانچہ میرے الفاظ یہ ہیں:۔" اصحاب رسول اور خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تسلیم کر لینے کے بعد ان کے کام کی ظاہری سطح کے پیش نظر بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ الخ ——— اس میں تو حضرت علی المرتضٰی کے علاوہ دوسرے خلفاء بھی شامل ہیں۔ اور اگر اس سے حضرت علیؓ کی اجتہادی خطا کا وقوع ثابت ہوتا ہے (جیسا کہ مؤلف یہی کہہ رہے ہیں)، تو خلفائے ثلٰثہ کے لئے بھی اس سے وقوع ماننا پڑیگا اور یہ اصول میں نے دراصل مودودی صاحب کی ان توہین آمیز عبارتوں کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے۔ جن میں انہوں نے حضرت عثمان ذوالنورین خلیفہ راشد اور جلیل القدر صحابی حضرت معاویہؓ پر کڑی تنقید کی ہے۔ حضرت علی المرتضٰی پر تو مودودی صاحب نے اس زبان میں تنقید کی ہی نہیں جو زبان حضرت عثمانؓ ذوالنورین اور حضرت معاویہؓ کے حق میں استعمال کی ہے جس کی وجہ سے میں ان سے کہوں کہ سوائے خطا اجتہادی کے حضرت علیؓ کے متعلق کچھ نہ کہیں۔ بہرحال مؤلف "اصل حقیقت" بیچارے انتہائی کج فہمی اور بددیانتی اور جھوٹ کی ظلمت میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائیں۔ آمین

مؤلف صاحب کا جھوٹ نمبر ۲۴

مؤلف صاحب لکھتے ہیں" اپنی اس کتاب میں چکڑالی صاحب نے حضرت علیؓ کی طرف خطائے اجتہادی کی اس نسبت پر بھی بس نہیں کی بلکہ حضرت علیؓ پر طنز بھی کی ہے:۔

فرماتے ہیں:۔ ——— یہ بھی عجیب فلسفہ امامت و خلافت

ہے کہ جس نے غزدہ تبوک کی تکمیل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی نے ہرقل شاہ روم کے لشکریوں کو شکست دی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آنا چاہتا تھا وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح جانشین اور امت کا امام اوّل نہ تسلیم کیا جائے بلکہ اس کے ایمان میں بھی شک کیا جائے۔ لیکن جس نے ۲۴ سالہ خلافت ثلاثہ کے بعد اپنے دور حکومت میں بھی ملک کفر میں سے کچھ بھی نہ فتح کیا ہو اور نہ بزعم شیعہ اپنی خلافت بلا فصل بھی جھنوالی ہو ـــــ تو ایسا شخص خواہ انفرادی علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں کتنا ہی عظیم سمجھا جائے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین اوّل اور خلیفہ بلا فصل کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے (بشارت الدارین ص ۳۷۶-۳۷۷)

اس عبارت میں حیکوالی صاحب نے آخری بات تو بزعم شیعہ قرار دیکر کہی ہے لیکن اس سے اوپر کی عبارت حضرت علیؓ کی ذات گرامی پر خود ان کا تبصرہ ہے۔ ہم نے ان کے اس تبصرے کے نیچے لائن کھینچدی ہے۔ اس پر دوبارہ نگاہ ڈالیے تو آپ کو اسمیں حضرت علیؓ پر دو طنز نظر آئینگے۔ ایک تو یہ کہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں بھی حضرت علیؓ نے اسلامی فتوحات سے دلچسپی نہیں لی۔ دوسرے یہ کہ اپنے عہد خلافت میں بھی وہ غیر ملکی فتوحات میں دلچسپی لینے کے بجائے خانہ جنگیوں میں الجھے رہے۔ فرمایئے حیکوالی صاحب کی

ان قدیم وجدید تحریروں میں کیا تضاد محسوس نہیں ہوتا؟ اور کیا ان کی اس تلون مزاجی سے یہ بات سامنے نہیں آتی کہ وہ جس طرف بھی رُخ کرتے ہیں اس میں انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اعتدال کی سعادت انھیں نصیب نہیں ہے اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت عطا فرمائے اور جمہور صحابہ اور جمہور متقدمین کے مسلک اعتدال پر انھیں کاربند ہونے کی توفیق بخشے۔ ط)۔

الجواب بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسینؓ رد ماتم میں ایک مدلل ضخیم کتاب ہے۔ اس کے آغاز سخن کے تحت میں نے لکھا ہے کہ:۔ اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ محرم ۱۳۹۲ھ میں ایک پمفلٹ بنام "ہم ماتم کیوں کرتے ہیں"۔ مؤلفہ ملک غلام عباس صاحب بی اے شیعانِ تلہ گنگ ضلع کیمبلپور (اٹک) کی طرف سے شائع ہوا تھا جس کے جواب میں تلہ گنگ کے سُنی احباب کی فرمائش پر میں نے ایک رسالہ "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے" لکھا۔ اس کے جواب میں ملک عباس صاحب نے ایک سائیکلوسٹائل اشتہار بنام "کھلی چٹھی بنام مظہر حسین مولوی چودہویں صدی" تقسیم کیا جس کا جواب بھی ہماری طرف سے شائع کر دیا گیا بعد ازاں ان دونوں جوابی رسالوں کا مجموعہ "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے" ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ میں شائع ہوا ——— ہمارے جوابی رسالہ "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے" نے سارے ملک کو متاثر کیا

اور چونکہ اہل تشیع ماتمی ہنگاموں کے ذریعہ ہی ناواقف سُنّی عوام کو متاثر کرتے تھے اور اس ذریعہ سے اپنے مذہب کو فروغ دے رہے تھے۔ اسلئے ان کی راہ میں ہمارا جوابی رسالہ بڑی رکاوٹ بن گیا جس کی وجہ سے انھوں نے اپنے علماء و مجتہدین سے اس کا جواب الجواب تیار کرنے پر بہت اصرار کیا جس کے نتیجہ میں انجمن حیدری چکوال کی طرف سے ایک کتاب بنام "فلاح الکونین فی عزاء الحسین" رمضان ۱۳۹۲ھ میں شائع کی گئی الخ۔

اس کتاب فلاح الکونین کے جواب میں بندہ نے کتاب بشارت الدارین شائع کی۔ (۲) فلاح الکونین کے مؤلف نے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلاف زہر افشانی کی ہے کہ:۔ "غار میں دشمنوں کے خوف کی وجہ سے آپ دل چھوڑ گئے تھے۔ اور جی ہار بیٹھے تھے"۔ اسکا جواب دیتے ہوئے بندہ نے لکھا ہے کہ:۔ یہ حملہ دراصل ابوبکرؓ پر نہیں اس ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ جنہوں نے حضرت علیؓ پر بھی ترجیح دے کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس سفر ہجرت میں اپنا رفیق بنایا تھا الخ (ص۳۷۵)۔

اسی بحث میں اس سے پہلے عنوان :۔ "خلافت صدیقی میں روم و شام کی فتوحات" بندہ نے یہ لکھا ہے۔ (۷) اگر حضرت علی المرتضیٰ کو بستر نبوی پر سونے کی وجہ سے کوئی یہ نتیجہ نکالے کہ اس میں حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کا اشارہ تھا تو یہ صحیح نہیں

اور شاید اسی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں مدینہ منورہ میں شہر کی حفاظت اور امامت کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا لیکن رفیق ہجرت اور یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے اس تاریخی سفر پر اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ جہاں شاہ روم سے مقابلہ کی توقع تھی تاکہ اس موقع پر بھی ثانی اثنین کی خصوصیت حضرت ابو بکر صدیق کو ہی نصیب ہو۔ اور چونکہ حضرت صدیق نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اول خلیفہ بننا تھا اس لئے آپ کو ہی اس سخت معرکہ میں لشکر اسلام کی قیادت کا تجربہ کرانا مقصود تھا اور گو اس موقع پر قیصر شاہ روم مرعوب ہوگیا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر نہ آیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی کی وہ عظیم ثانی اثنین کی شخصیت ہے جنہوں نے اپنے قلیل اڑھائی سالہ دور خلافت میں فتوحات عراق کے علاوہ ہرقل قیصر روم کی حدود سلطنت کو بھی پامال کرنا شروع کر دیا تھا ——— تو جب آئندہ حضرت صدیق رضی نے ہی ہرقل کے مقابلہ میں اسلامی لشکر بھیجنے تھے اور ملک شام کی حدود میں پرچم اسلام لہرانا تھا تو پھر پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی یار غار کو ہی اس خصوصی سفر میں اپنے ساتھ رکھنا تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول کی

حیثیت سے شاہ روم کا مقابلہ کرنا تھا اور چونکہ من جانب اللہ
حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق اول خلیفہ ہونے کا فیصلہ نہ تھا اور
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ مطلوب نہ تھا کہ حضرت علیؓ پہلے
خلیفہ بنیں اسلئے شاہ روم کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے صدیق اکبر کو ہمراہ لیا اور حضرت علی المرتضیٰ کو شہر کی
حفاظت کے لئے اپنا نائب بنا دیا۔ اور اپنے ہونے والے جانشین
اعظم کو اپنے ہمراہ لے گئے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ثانیٔ
رسول اور نائب مطلق یہی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔
قارئین کرام انصاف کریں کہ یہ وہی حضرت ابو بکر ہیں جنکو مصنف
فلاح الکونین یہ لکھ رہے ہیں کہ غار میں دشمنوں کے خوف کیوجہ
سے آپ دل چھوڑ گئے تھے اور جی ہار بیٹھے تھے"۔ یہ حملہ دراصل
ابو بکرؓ پر نہیں اس ذات سرورِ کائنات پر ہے جنہوں نے حضرت
علیؓ پر بھی ترجیح دے کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس سفر ہجرت
میں اپنا رفیق بنا لیا تھا الخ (ص ۳۷۴-۳۷۵) اسکے بعد یار غار
حضرت صدیقؓ کی شان میں علامہ اقبال مرحوم کے اشعار پیش
کرکے ہیں نے ۹ کے تحت لکھا ہے :۔ یہ بھی عجیب فلسفہ امامت و
خلافت ہے الخ اور مؤلف مذکور نے سابقہ عبارتوں کو
نظر انداز کرکے یہاں سے عبارت پیش کی ہے۔ تاکہ قارئین کو دھوکہ
دیا جا سکے۔ جو اس مضمون کے سیاق و سباق کو نہیں جانتے

بہرحال بندہ کی مندرجہ عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ میں نے شیعہ حملوں سے حضرت صدیق اکبر کا دفاع کیا ہے اور ان کے عقیدہ امامت وخلافت (کہ حضرت علی اللہ کے نامزد پہلے (بلا فصل) خلیفہ ہیں) کا ابطال کر کے حضرت صدیق کا خلیفہ اوّل ہونا ثابت کیا ہے۔ اور غزوہ تبوک میں حضرت صدیق کو ساتھ لے جانے اور حضرت مرتضیٰ کو پیچھے مدینہ منورہ میں چھوڑ جانے کی حکمت بیان کی ہے۔ میرا مقصود شیعی عقیدہ امامت کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل پر اعتراض کرنا ہے نہ کہ اپنے عقیدہ خلافت راشدہ کی بنا پر۔ یہ شیعوں پر الزام اور اتمام حجت ہے۔

(۳) مؤلف مذکور نے ایک اور چالاکی اور یہ بددیانتی کی ہے کہ میری عبارت کا وہ حصہ درمیان سے حذف کر دیا ہے جس سے میرا مقصود واضح ہوتا تھا۔ چنانچہ مؤلف صاحب نے ص۶ سطر ۸ کے آخر میں اہم عبارت حذف کر کے وہاں پر یہ لکیر ڈالدی ہے جو حسب ذیل ہے: ——— اور بزعم شیعہ اپنی خلافت بلا فصل بھی چھنوالی ہو) اور ۲۴ سال کا طویل عرصہ یوں بے بسی اور بیکسی میں گذارا ہو کہ بظاہر دشمنان اسلام کے مذہب کا ہی پیروکار اور اپنا سچا مذہب ظاہر کرنے کی بھی توفیق نہ ملی ہو (جس کو تقیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے) تو ایسا شخص خواہ انفرادی علم وعمل اور زہد وتقویٰ میں کتنا ہی عظیم سمجھا جائے الخ

یہ سب میں نے عقیدہ شیعہ کی بنا پر الزام دیا ہے۔ اور بزعم شیعہ کے الفاظ سے پہلے بھی جو کچھ لکھا ہے اسی بنا پر لکھا ہے نہ کہ اپنے عقیدہ کی بنا پر کیونکہ ہم اہل سنّت کا تو یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی المرتضیٰ نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت راشدہ کو دل سے تسلیم کیا اور ان کے دَور خلافت میں آپ ان حضرات کے مشیر رہے ہیں۔ اور گو حضرت علی المرتضیٰ اس دور میں سپہ سالار کی حیثیت سے کفار کے مقابلے میں جنگ کے لئے تشریف نہیں لے گئے (اور ایسی مرکزی شخصیتوں کو خلفاء اپنے پاس رکھتے تھے) لیکن دور خلفائے ثلاثہ کی فتوحات ساری قوم کی ہی فتوحات سمجھی جاتی ہیں جن میں حضرت علی رضی المرتضیٰ کی شخصیت نمایاں ہے۔

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۲۵-۲۶

لہذا مؤلف کا یہ لکھنا کہ :- میں نے حضرت علی رضی پر دو طنز کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں بھی حضرت علی رضی اسلامی فتوحات سے دلچسپی نہیں لی۔ دوسرے یہ کہ اپنے عہد خلافت میں بھی وہ غیر ملکی فتوحات سے دلچسپی لینے کے بجائے خانہ جنگیوں میں الجھے رہے"۔

میری مندرجہ بالا عبارت میں تو کہیں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ (ا) حضرت علی رضی نے دَور خلفائے ثلاثہ میں اسلامی فتوحات سے دلچسپی نہیں لی۔ (ب) یا یہ کہ آپ کو اپنے دور خلافت میں بھی اس

سے دلچسپی نہیں تھی۔ مؤلف کے یہ دو نو جھوٹ ہیں اور مجھ پہ بہتان تراشی۔ دور حاضر کے خارجی تو حضرت علی المرتضیٰ پہ اس طرح کی الزام تراشی کرتے ہیں۔ لیکن اہل سنت میں سے کوئی یہ نظریہ نہیں رکھتا۔ البتہ شیعہ عقیدہ امامت کے ابطال کے لئے علمائے اہل سنت یہ کہتے رہتے ہیں اور بندہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ خدا تعالیٰ کے نامزد پہلے خلیفہ تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کے مفتوح ہونے کے متعلق جو پیشگوئیاں فرمائی تھیں (اور شیعہ مذہب کی مستند کتب فروع کافی جلد دوم و حیات القلوب[1] وغیرہ میں بھی ان کا تذکرہ ملتا ہے)۔

وہ حضرت علی المرتضیٰ کے ہاتھوں پوری ہونی چاہیے تھیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ خلفائے ثلثہ کے دور میں بلاواسطہ اور نہ اپنے دور خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ کو یہ فتوحات نصیب ہوئیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات خلفائے ثلثہ برحق خلیفہ تھے۔ جن کے دور خلافت میں یہ عظیم الشان پیشگوئیاں تکمیل پذیر ہوئیں۔ بلکہ شیعہ عقیدہ امامت کی بنا پہ تو حضرت علی المرتضیٰ رض العیاذ باللہ ہر طرح ناکام رہے۔ خلفائے ثلثہ کی از روئے تقیہ بیعت کر کے اپنا دین چھپایا اور اپنے دور خلافت میں بھی وہ (حسب

---

[1] ملاحظہ ہو آفتاب ہدایت ص ۱۵۵ تا ص ۱۵۹ مؤلفہ مولانا محمد کرم الدین رحمہ اللہ تعالیٰ۔

زعم شیعہ) اپنے دین کے مطابق اصلاحات نافذ نہ کرسکے چنانچہ میں نے بشارت الدارین کے ضمیمہ میں ماتمی مجتہد محمد حسین ڈھکو کی کتاب تجلیات صداقت پر "ایک اجمالی نظر" ص۵۴۲ پر بھی یہ لکھ دیا ہے کہ:۔ حسب اعتقاد شیعہ وہ (حضرت علیؓ) اپنے دورِ خلافت میں بھی اقامت دین نہیں کرسکے اور خلفائے ثلثہ کی بدعات نماز تراویح وغیرہ کو ختم نہیں کرسکے نہ ہی متعہ کو حلال قرار دے سکے۔ ملاحظہ ہو فروع کافی جلد۳ کتاب الروضہ ص۳۰-۲۹) اور نہ ہی شیعہ مذہب کی اذان و نماز کا انتظام کرسکے۔ چنانچہ شیعوں کے شہید ثالث (جس کو جہانگیر بادشاہ نے قتل کروا دیا تھا) قاضی نور اللہ شوستری صاف طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ:۔ والحاصل ان امر الخلافة ما وصل الیه الا بالاسم دون المعنی اور حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو خلافت برائے نام پہنچی تھی نہ کہ از روئے معنی و حقیقت"۔ اور ماتمی مجتہد نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ:۔ مؤلف (یعنی میرے والد مولانا محمد کرم الدینؒ) کے بزرگوں کی وجہ سے نہ آنجناب کو ثبات قدم حاصل ہوا نہ وہ موعودہ اصلاحات کرسکے" (تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت ص۴۲۲) الخ۔

اگر مؤلف اصل حقیقت کو کچھ بھی خدا کا خوف ہوتا اور ان کو کچھ بھی صدق و دیانت کا حصّہ ملتا تو وہ میری مذکورہ عبارات کے

پیش نظر کوئی رائے قائم کرتے۔ لیکن خارجیت کی ظلمت نے تو
ان کو کسی کام کا رہنے نہیں دیا۔ بہر حال بشارت الدارین میں
بندہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ شیعہ عقیدہ امامت کی بنا پر ہے۔

خلافت علوی میں غیر ملکی فتوحات نہ ہونے کی حکمت

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں غیر ملکی فتوحات حاصل نہ ہونے کی ایک وجہ
تو عالم اسباب میں یہی ہے کہ اندرونی خانہ جنگی کی وجہ سے آپ
اس کے لئے فارغ ہی نہ ہو سکے۔ (نہ یہ کہ آپ کو اس کی دلچسپی
ہی نہ تھی) علاوہ ازیں منجانب اللہ اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر
آپ کو غیر ملکی فتوحات حاصل ہوتیں تو شیعہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی فتوحات کے متعلق ان پیشگوئیوں کا مصداق حضرت
علی المرتضیٰؓ کو قرار دے سکتے تھے۔ جس کے بعد اس امر میں شبہ ہو سکتا
تھا کہ خلفائے ثلاثہ کی فتوحات بھی ان پیشگوئیوں کا مصداق ہیں
یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے شبہات کی گنجائش نہ باقی رہنے
دی۔ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے عہد میں غیر ملکی فتوحات کا دروازہ
بند کر دیا تاکہ ہر دیانتدار شخص یہ حقیقت تسلیم کر سکے کہ حضور خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم کی ان عظیم الشان پیشگوئیوں کا مصداق پہلے تین خلفائے
راشدین ہی تھے اگر ان کو موعودہ برحق خلفاء نہ تسلیم کیا جائے تو پھر
امام الصادقین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں صحیح نہیں قرار دیجا سکتیں

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمتیں ہیں۔ اور غیر ملکی فتوحات نہ ہونے کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ کی موعودہ خلافت راشدہ میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ اور اگر آپ کو چوتھا خلیفہ راشد نہ تسلیم کیا جائے تو پھر قرآن مجید کی سورۃ الحج کی آیت تمکین کی پیشگوئی بھی صحیح قرار نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ اس میں مہاجرین اولین کے متعلق وعدہ ہے اور حضرت علی المرتضیٰ بھی یقیناً مہاجرین اولین میں سے ہیں لہذا حضرت علی سمیت چاروں خلفاء (چار یارؓ) آیت تمکین کا مصداق ہیں۔ قرآن حکیم کی ان آیات اور وعدہ خداوندی کی بناء پر مسئلہ خلافت کے متعلق شیعی اور خارجی نظریات قطعی باطل قرار پاتے ہیں۔ اور سنی عقیدہ خلافت راشدہ آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن ہوجاتا ہے۔ وللہ الحمد۔

اعتراض نمبر ۳ کی بحث

مؤلف اصل حقیقت لکھتے ہیں:۔ چکوالی صاحب کے رافضیت زدہ دل و دماغ میں جو تعفن ہے اس کا ایک اور مظہر ان کا یہ اعتراض ہے۔ اور حضرت امام اہل سنت کے خلاف جب ان کی رجعت شروع ہوئی ہے تو اس وقت سب سے پہلا جو اعتراض جو انہوں نے کیا تھا وہ یہی تھا۔ حضرت علیؓ و حضرات حسنینؓ نیز اپنے باقی ائمہ عشر (بارہ امام) کے لئے شیعہ حضرات اپنے تصور امامت یعنی امامت برتر از نبوت کے مطابق امام اور علیہ السلام لکھتے اور

بولتے ہیں اسی لئے شیعی پروپیگنڈے کے زہریلے اثرات سے آشنا محتاط اہل علم۔ اہل سنت بین شیعی ائمہ کے لئے ان الفاظ کے استعمال کو نامناسب سمجھتے ہیں اور شیعوں کی مشابہت سے بچنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ یہ بات بھلا باطنی شیعوں کو کہاں پسند آسکتی ہے۔ اسی لئے جیکوالی صاحب بھی (جن میں اپنے والد کے بریلویانہ اثرات اب تک باقی ہیں) بزرگوں کی آڑ میں اپنے اس قلبی مرض کا یوں اظہار کرتے ہیں کہ:۔ بعض لوگ ان حضرات کے لئے امام کا لفظ بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔ یہ دراصل خارجی مشن کے اثرات ہیں جو شعوری یا غیر شعوری طور پر اہل سنت کے عنوان سے پھیلائے جارہے ہیں۔" (یادگار حسین مؤلفہ قاضی مظہر حسین جیکوالی ص۶)

اس کے جواب میں ہم خود کچھ کہنے کے بجائے قاضی مظہر حسین جیکوالی کے اکابرین میں سے بعض" خارجی" حضرات کی تحریریں پیش کرکے فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں (۱) سب سے پہلے تو ہم اس مضمون کا حوالہ دینگے جو محدث العصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہ کا تحریر کردہ ہے اور اسے امام اہل سنت حضرت مولینا عبدالشکور صاحب لکھنوئیؒ نے اپنے رسالہ النجم لکھنو (محرم ۱۳۶۳ھ) میں شائع کیا تھا۔ اسی مضمون کو اب دوبارہ دار المبلغین لکھنو کے ترجمان ماہنامہ" ندائے سنت لکھنو نے بھی نومبر ۱۹۸۰ء کی

اشاعت میں درج کیا ہے۔ اس مضمون کا عنوان ہے "حضرت حسین کو امام اور سید الشہدا کہنا درست نہیں"۔ چکوالی صاحب کے غیض و غضب میں مزید اضافہ کرنے کے لئے ہم انہیں یہ اطلاع بھی دینا چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں انہوں نے حضرت امام اہل سنت مدظلہ کے جس رسالہ" اہل سنت اور نظریہ امامت" پہ اعتراضات کئے تھے اب یہی رسالہ اللہ کے فضل و کرم سے دار المبلغین لکھنو کے اس ترجمان ماہنامہ" ندائے سنت" میں بھی یہ تمام و کمال شائع ہو گیا ہے (ملاحظہ ہو۔ ندائے اہل سنت لکھنو شمارہ اکتوبر نومبر ۱۹۸۳ء)

مؤلف کا جھوٹ نمبر ۳۷

الجواب

مؤلف" اصل حقیقت" نے یادگار حسین" سے جو میری عبارت پیش کی ہے۔ اگر ماقبل کی عبارت پیش کر دیتے تو ناظرین بندہ کے مسلک سے واقف ہو جاتے لیکن مؤلف کے دامن میں غالباً بددیانتی اور کذب بیانی ہی کی دولت پائی جاتی ہے اس لئے وہ اخفائے حق پہ مجبور ہیں۔ میں نے پہلے حضرت معاویہؓ اور یزید کے بارے میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے ایک طویل مکتوب سے حسب ذیل عبارت نقل کی ہے: جب یہ سولہ مقدمات تمہید کے طور پہ بیان ہو گئے تو شیعوں کے اعتراضات کی دھجیاں بکھر گئیں اور سنیوں کے طرز فکر کے مطابق جگر گوشہ رسولؐ

شہداء کے امام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وعن اولادہ کی شہادت پر انگلی اٹھانے کی گنجائش نہ رہی اور اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یزید پلید کو ولیعہد بنانے میں بھی کوئی خدشہ موجب انکار نہ نکلا۔" (قاسم العلوم مترجم اردو ص۱۷۳)

اس میں حضرت نانوتوی قدس سرہٗ نے یزید کو تو اپنی تحقیق کیمطابق پلید لکھا ہے (جس پر یزیدی گروہ مشتعل ہوگا) لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کر دیا ہے کیونکہ بعد میں یزید کی خرابیوں کے آپ ذمہ دار نہیں ہیں۔ اسکے بعد بندہ نے یہ لکھا ہے کہ:۔ حضرت امام حسین رضؓ کے بارے میں بہت زیادہ افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ رافضی آپ کو دیگر ائمہ اہل بیت کی طرح بذریعہ وحی خدا کی طرف سے نامزد امام معصوم مانتے ہیں اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ وغیرہ انبیائے سابقین علیہم السلام سے بھی افضل مانتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اور خارجی فرقہ کے لوگ حضرت علی المرتضیٰ کو بھی کافر قرار دیتے ہیں اور حضرت امام حسینؓ کی بھی توہین و تکفیر کرتے ہیں۔ لیکن اہل السنت والجماعت ان دونوں کے خلاف مسلک حق و اعتدال پر قائم ہیں۔ وہ ان حضرات کو اپنے اپنے درجہ پر تسلیم کرتے ہوئے ان کی محبت کو جزو ایمان قرار دیتے ہیں۔ نہ انبیاء و خلفائے راشدین پر ان کو فوقیت دیتے ہیں اور نہ کسی پہلو سے ان کی تنقیص و توہین کرتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ

اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "منصب امامت" میں امامت کے متعدد اقسام بیان کئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔ پس خود خلیفہ سیاست ایمانی میں نبی کے مشابہ ہے اسی واسطے اسے امام کہتے ہیں۔ پس نمازیوں کی جماعت کا متبوع ادائے نماز میں نبی کے مشابہ ہے اور وہی نماز کا امام ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جو کوئی مذکورہ کمالات میں سے کسی کمال میں انبیاء اللہ سے مشابہت رکھتا ہو وہی امام ہے الخ ——— (منصب امامت مترجم اردو ص۵۹) نیز فرماتے ہیں۔ پس مطلق لفظ امام سے صاحب امامت باطنہ سمجھا جاتا ہے اور پس۔ کسی امام سے ظہور ہدایت کی قلت اس کے درجہ غلو و کمال کے سقوط یا کمی کا باعث نہیں بن سکتی۔ یہی ائمہ اہل بیت ہیں کہ ان میں سے ایک امام جعفر صادقؒ جو پیشوائے عالم اور رہنمائے بنی آدم ہیں۔ ایک ان میں سے ان کے جد امجد حضرت سجادؒ ہیں جو سوائے چند اکابر اہل بیت کے بہت کم لوگ ان سے مستفید ہوئے"۔ (ص۷۲) اور تحریر فرماتے ہیں کہ :۔ امامت تامہ کو خلافت راشدہ۔ خلافت علی منہاج النبوۃ اور خلافت رحمت بھی کہتے ہیں" (ص۷۵) بعض لوگ ان کے لئے امام کا لفظ بھی ناجائز قرار دیتے ہیں اور ان کو اہل بیت بھی تسلیم نہیں کرتے یہ در اصل خارجی مشن کے اثرات ہیں جو شعوری یا غیر شعوری طور پر اہل سنت کے عنوان سے پھیلائے جارہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ امت

کے مجددین و محدثین وغیرہ بھی لفظ امام اور اہل بیت کے مفہوم سے نا آشنا رہے ہیں۔ اور سنیت کے نام سے بہ طریق تبلیغ و اصلاح مذہب اہل السنت والجماعت کو ہی مجروح کرنے والا ہے"
(یادگار حسین ص۴تا۶)۔

(۲) بندہ نے یہاں شیعی عقیدۂ امامت کا بھی رد کیا ہے اور خارجی عقیدہ کا بھی اور مؤلف اصل حقیقت نے میری مذکورہ عبارت اس لئے نقل نہیں کی تاکہ ان کے اس جھوٹ کا پردہ چاک نہ ہو جائے جو وہ مجھ پر شیعی عقیدہ امامت کا ایک عظیم بہتان تراش رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو اصل حقیقت ص۷۳)۔

(۳) میں نے یہ نہیں لکھا کہ جو شخص حضرت حسین وغیرہ ائمہ اہل بیت کے ساتھ روافض کے تشابہ سے بچنے کے لئے احتیاطاً لفظ امام استعمال نہیں کرتا وہ خارجی ہے۔ بلکہ میں نے یہاں دو باتیں لکھی ہیں (۱) جو لوگ ان حضرات کو اہل بیت نہیں مانتے (۲) اور ان کے لئے امام کا لفظ بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔ ان دونوں باتوں کے مجموعہ کو میں نے خارجیت سے متاثر ہونا بتایا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ محمود احمد عباسی اور ان کی پارٹی حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو اہل بیت نہیں تسلیم کرتے اور مسلم شریف کی اس حدیث کو وضعی قرار دیتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللھم ھولاء

اهل بیتی فاذھب عنہم الرجس فطہرھم تطہیرًا۔ "(اے اللہ۔ یہ میرے اہل بیت (گھر والے) ہیں ان سے رجس کو دُور فرما اور ان کو اچھی طرح پاک کر دے"۔) گو قرآن کی آیت تطہیر[1] کا خطاب نبی کریم رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ازواج (امہات المومنین) کو ہے اور وہی اس کا اولین مصداق ہیں لیکن از روئے حدیث نبوی حضرت علی وغیرہ مذکورہ حضرات بھی اہل بیت ہیں۔ اور اہل السنت والجماعت اجماعی طور پر ان کو بھی اہل بیت قرار دیتے ہیں۔ لیکن عباسی صاحب نے سرے سے اس حدیث کا ہی انکار کر دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو خلافت معاویہ و یزید طبع چہارم ص ۳۰)۔

لیکن مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی از روئے حدیث ان حضرات کو اہل بیت تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی بھی ان حضرات کے اہل بیت ہونے کے قائل ہیں۔ لہٰذا

---

[1] انما یرید اللّٰہُ لیذھبَ عنکمُ الرجسَ اھلَ البیت ویطہرکم تطہیرا۔ (سورۃ احزاب ع ۴۔ آیت ۳۳) اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو تم سے (معصیت و نافرمانی کی) آلودگی دُور رکھے اور تم کو (ظاہرًا و باطنًا۔ عقیدتًا و عملًا و خلقًا بالکل) پاک صاف رکھے" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)۔ اس آیت تطہیر کی تفسیر میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ بندہ نے یادگار حسینؓ ص ۱۸۰ پر نقل کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمالیں۔

مؤلف کا ان علماء کو بھی میری زیر بحث تحریر کا مصداق قرار دینا جھوٹ اور افتراء ہے۔ اور اسی بہتان تراشی کے لئے مؤلف نے میری عبارت کے صرف یہی الفاظ لکھے ہیں کہ: ۔ بعض لوگ ان حضرات کے لئے امام کا لفظ بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔" اور اس کے متصل یہ عبارت نہیں لکھی۔ اور ان کو اہل بیت بھی تسلیم نہیں کرتے"۔ مؤلف کا اوڑھنا بچھونا یہی بددیانتی اور افتراء ہے جس کا مظاہرہ اس سارے کتابچہ میں ہے۔ جس کا نام" اصل حقیقت" رکھا ہے۔ ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

اسی موقع پر بولا جاتا ہے۔ یہ کتابچہ" اصل حقیقت" نہیں بلکہ بے حقیقت اور خلاف حقیقت ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اور انکا مضمون

بہت عرصہ ہوا حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کا گرامی نامہ میرے پاس آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ تحفہ شیعہ مؤلفہ جناب مولانا نور بخش صاحب توکلی ایم اے مرحوم (جو دو جلدوں میں ہے) کا اپنے نسخہ سے تبادلہ کرو۔ چنانچہ میں نے" تحفہ شیعہ" کی دو نو جلدیں ان کو اور انہوں نے اپنی دونو جلدیں میرے پاس بھیجدیں۔ اس پر مولانا موصوف نے شکریہ کا خط لکھا تھا۔ ان کے پاس جو نسخہ تھا وہ غیر مجلد تھا اور ابتدائی صفحات کچھ بوسیدہ تھے۔ بعد ازاں خط وکتابت کا کوئی موقع نہ ملا

مؤلف صاحب نے ندائے سنّت لکھنو نومبر ۱۹۸۰ء کے حوالہ سے حضرت مولانا اعظمی صاحب کے جس مضمون کا ذکر کیا ہے وہ میں نے دیکھا ہے۔ جس کا عنوان ہے "تحقیق انیق" "حضرت حسین رضی کو سید الشہداء اور امام کہنا درست نہیں"۔ لیکن اس کے نیچے لکھا ہے۔ از تبرکات حجۃ الاسلام حضرت امام اہل سنّت رحمۃ اللہ علیہ"۔

اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مضمون امام اہل سنّت مولانا لکھنوی رح کا ہے نہ کہ مولانا اعظمی کا۔ البتہ اس کے بعد دسمبر ۱۹۸۰ء کے پرچہ میں ایڈیٹر صاحب کی طرف سے اس پر معذرت کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ یہ مضمون حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کا ہے۔ غلطی سے یہاں امام اہل سنت کا نام درج ہو گیا ہے

سید الشہداء کی بحث

اس مضمون میں حضرت مولانا اعظمی لکھتے ہیں :۔ احادیث نبویہ میں میں صرف دو صحابیوں کے لئے سید الشہداء کا لفظ وارد ہوا ہے ایک حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے بلال مؤذن رضی اللہ تعالیٰ عنہ" اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔ ان دو صحابیوں کے علاوہ اور کسی باب میں یہ لفظ میری نگاہ سے کسی روایت میں نہیں گذرا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ریحانۃ الرسول جگر گوشہ بتول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام نامی کے ساتھ سید الشہدا کا استعمال کسی مذہبی روایت یا نص نبوی پر مبنی نہیں۔ الخ

تبصرہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کیلئے سید الشہداء اور امام الشہدا کے الفاظ توحجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قدس سرہٗ استعمال فرماتے ہیں چنانچہ "یادگار حسینؓ" میں حضرت نانوتویؒ کی جو عبارت بندہ نے درج کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں :- "جگر گوشۂ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم امام الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ الخ (صکا) -

اس سے معلوم ہوا کہ سید الشہداء کا ارشاد نبوی بوجہ مخصوص لقب کے نہیں ہے - ورنہ حضرت نانوتویؒ اس کا اطلاق حضرت حسینؓ پر نہ کرتے یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ شہداء تو انبیائے کرام میں بھی ہیں - اور خلفائے راشدین میں سے حضرت فاروق اعظم - حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ بھی شہید ہیں اور ان سے پہلے ۱۴ - اصحابِ بدر بھی شہید ہوئے ہیں - تو کیا ان سب کے بھی حضرت حمزہؓ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما سردار ہیں - کیوں نہ یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ حضرت حمزہ شہدائے احد کے سردار ہیں - اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی سید شہدائے کربلا قرار دینا جائز ہے

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء کا وسیع مفہوم

امام ابوبکر جصاصؒ متوفی ۳۷۰ھ (جو متقدمین محققین میں سے ہیں اور طبقہ مجتہدین فی المسائل میں شمار کئے جاتے ہیں) لکھتے ہیں

عن ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سید الشھداء حمزۃ بن عبد المطلب ورجل قام الی امام جائر فامرہ ونہاہ فقتلہ (احکام القرآن جلد دوم ص۳۴ ناشر سہیل اکیڈمی لاہور) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حمزہ بن عبد المطلب سید الشہداء ہیں اور وہ شخص (بھی) جو کسی ظالم امام (یعنی سربراہ مملکت) کے مقابلہ میں کھڑا ہو جائے اور اسکو امر و نہی کرے۔ پھر وہ امام جائر اس کو قتل کر دے (ایضا الجامع الصغیر للسیوطی ج۲ ص۳۴) فرمایئے اب تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہو گیا کہ صرف حضرت حمزہ سید الشہداء نہیں بلکہ ہر اس شخص کو بھی سید الشہداء کہا جا سکتا ہے جس کو اعلان حق کی بنا پر کوئی ظالم و جابر حکمران قتل کر دے۔ لہذا نہ صرف حضرت امام حسینؓ بلکہ ان کے علاوہ دوسرے شہیدوں کو بھی سید الشہداء قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کے علاوہ حضرت بلالؓ کو بھی سید الشہداء قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نے حدیث کے تحت لکھا ہے۔ کاش کہ اصاغر علماء حضرات اکابر علماء کی تحقیق پر اعتماد کرتے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی بصیرت اور حقیقت شناسی کا مقام آج کسے نصیب ہو سکتا ہے

حضرۃ حسینؓ کو سید الشہداء کہنا رسالت کی توہین ہے (مولانا عبید اللہ انور)

مؤلف "اصل حقیقت" اپنے کتابچہ کے آخری صفحہ ۸۰ پر لکھتے ہیں:۔
جانشین شیخ التفسیر یادگار سلف حضرت مولانا عبید اللہ انور اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اس عظیم نسبت اور ان کے شرف صحابیت کے انکار کی مجال نہیں لیکن انہیں سید الشہدا کہنا رسالت کی اس لئے توہین ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس شرف کا مصداق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔ انہیں امام کہنا رفض وسبائیت کی غیر شعوری تبلیغ ہے اسلئے کہ روافض کے نزدیک امامت کا ایک مخصوص مفہوم ہے جس کے پیش نظر وہ نبی سے امام کو افضل ترین قرار دیتے ہیں اور امام کو معصوم گردانتے ہیں" (ہفت روزہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور ص۸ ۱۴ محرم ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۷۸ء)

الجواب (۱) حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور جانشین ہیں شیخ التفسیر قطب زماں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہٗ کے اور حضرت لاہوریؒ کا جو سابقہ خطبہ خدام الدین ۱۱ محرم ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۲ء میں شہادت حضرت حسین کے متعلق دوبارہ شائع ہوا تھا۔ وہ حال ہی میں انجمن خدام الدین لاہور نے "شہادت حسین" کے نام سے کتابی صورت میں دوبارہ شائع کیا ہے۔ اور اس میں جابجا حضرت حسینؓ کے نام کے ساتھ امام کا لفظ لکھا ہے تو ہم یہ کیسے باور کریں کہ

کہ حضرت جانشین صاحب موصوف نے اپنے شیخ اور مقتدا حضرت لاہوری کے معمول کے خلاف لفظ امام کو ممنوع قرار دیا ہوگا اور نہ ہی یہ بات قابل تسلیم ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی تو حضرت حسین رضی کے لئے سید الشہداء کے الفاظ استعمال کریں لیکن مولانا عبیداللہ صاحب انور اتنے سخت الفاظ میں اس استعمال پر تنقید کریں کہ حضرت حسین رضی کو سید الشہداء کہنا رسالت کی توہین ہے" غالباً یہ الفاظ حضرت مولانا موصوف کے خطبہ میں الحاقی ہیں۔ کیونکہ ہمیں پہلے تجربہ ہو چکا ہے کہ ان کے نام سے ایک خطبہ پہلے بھی شائع کیا گیا تھا اور اور وہ حضرت معاویہ رضی اور حضرت عمرو بن العاص کی توہین پر مبنی تھا

حضرت عمرو بن العاص نے غلط بیانی سے کام لیا (مولانا عبیداللہ انور)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور مورخہ ۱۵ / ۲۲ جون ۱۹۶۲ء میں مولانا عبیداللہ صاحب انور جانشین حضرت لاہوری کا جو خطبہ شائع ہوا تھا اس میں لکھا تھا کہ: اسلامی تاریخ میں نفاق کی ایک لکیر ہے اس لکیر کا اسلامی حکومت کے زوال سے گہرا تعلق ہے۔ یہ لکیر بنی ہاشم اور بنی امیہ کی خاندانی رقابت ہے۔ حضرت عثمان رض کے زمانے میں نفاق کی تین تحریکیں پیدا ہوئیں۔ بنی امیہ میں نفاق۔ عرب اور غیر عرب میں نفاق۔ قریش اور غیر قریش میں نفاق۔ یعنی حکومت کے اعلیٰ۔ درمیانی اور ادنیٰ تینوں طبقوں میں حسب مدارج

نا اتفاقی کا اثر موجود تھا۔ عمرؓو بن العاص نے امیر معاویہؓ کو کہا کہ اب میں ایک ایسی چال چلتا ہوں یا تو جنگ ختم ہوجائیگی یا حضرت علیؓ کی فوج میں نفاق بڑھ جائیگا۔ اس نے اپنی فوج کے متعدد نیزوں پر قرآن بندھوائے۔ عمرؓو بن العاص نے فریب سے کام لیکر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اعلان فیصلہ کے لئے منبر پہ کھڑا کردیا۔ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری عمرو بن العاص کی اس غلط بیانی پہ ششدر رہ گئے اور فرمایا کہ :۔ یہ اعلان صریح غداری اور بے ایمانی ہے۔ خلفائے راشدین کی سنت یہ ہے کہ مسلمانوں کی مجلس شوریٰ خلیفہ منتخب کرے مگر حضرت معاویہؓ نے قیصر و کسریٰ قائم کردیا۔

فرمائیے مولف صاحب! خدام الدین کے اس خطبہ جمعہ پہ کیا کچھ کہئیگے حقیقت یہ ہے کہ یہ خطبہ مولانا عبیداللہ انور صاحب نے نہیں لکھا بلکہ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر (سابق ایڈیٹر خدام الدین) نے لکھا ہے ہم خود یہ خطبہ پڑھ کر بہت پریشان ہوئے تھے۔ مودودی جماعت نے ٹریکٹ کی صورت میں اس خطبہ کی سارے ملک میں اشاعت کی اور پروپیگنڈا کیا کہ ان کے امیر ابو الاعلیٰ مودودی صاحب پر الزام لگاتے ہو کہ انہوں نے خلافت و ملوکیت میں حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کی توہین کی ہے۔ اب شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کے جانشین صاحب کے اس خطبہ کو دیکھ لو۔ آخر جب ہم نے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور سے دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت لاہوری

کی وفات کے بعد مصروفیات کی وجہ سے میں خود خطبہ جمعہ نہیں لکھ سکتا تھا۔ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر نے یہ خطبہ خود لکھا اور میرے نام سے شائع کر دیا جس کی بعد میں ہمیں اطلاع ہوئی"۔ اس خطبہ کی اشاعت کے متعلق یہ داستان علامہ خالد محمود صاحب ایم اے (پی ایچ ڈی) بھی جانتے ہیں۔ ان سے بھی دریافت کر لیا جائے۔ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کے وصال کے بعد خدام الدین کے مضامین کی نگرانی نہیں کی گئی۔ اسی کمزوری کی وجہ سے خدام الدین ۱۲ دسمبر ۱۹۸۰ء ص۲ میں وہ مضمون شائع ہو گیا تھا جس میں ایران کے خمینی کے متعلق یہ القاب لکھے تھے۔ "حضرت مجاہد ملت غازی دین متین علامہ آیت اللہ خمینی دامت برکاتہم"۔ اس مضمون کا حوالہ پہلے بھی دیا جا چکا ہے۔ دیکھئے کتاب ہذا ص‍ ‍ ‍)

خدام الدین کے نئے تبصرہ نگار

خدام الدین لاہور ۳۰ نومبر ۱۹۸۴ء میں دو کتابوں پر تبصرہ کیا گیا ہے (۱) کتاب خارجی فتنہ حصہ اول پر علمائے اہل السنت والجماعت کے تائیدی تبصرے۔ اس کے مرتب قاری شبیر محمد صاحب علوی سلمہ (لاہور) ہیں۔ تبصرہ نگار خارجی فتنہ حصہ اول کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔ کتاب کے نام کے اول میں مولانا اسحٰق صاحب کی طرف ان عقائد کی جو نسبت کی گئی ہے وہ محل نظر ہے کیونکہ مولانا صاحب کی ساری عمر رد رفض میں صرف ہوئی اور ایسے تعاقب و تردید

میں شاید ہی مولانا موصوف راہ اعتدال سے ہٹے ہوں۔ جہاں اس بات کا تعلق ہے کہ مولانا صدیقی صاحب محمود عباسی کی کتاب سے متاثر ہیں۔ یہ بات بھی قرین قیاس نہیں کیونکہ ایک عمومی مجلس میں جب مولانا سے "خلافت معاویہ و یزید" کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا یہ کتاب اہل السنت والجماعت کے عقائد و نظریات کی ترجمان نہیں صرف شیعہ کا جواب ان کی اپنی زبان میں ہے۔

الجواب معلوم ہوتا ہے کہ تبصرہ نگار نے میری کتاب "خارجی فتنہ حصہ اول کے مباحث پڑھے ہی نہیں۔ میں نے زمانہ حال کے خارجی فرقہ کے جو عقائد بعنوان "خارجیت کا طوفان" درج کئے ہیں ان عقائد کی نسبت مولانا کی طرف نہیں کی گئی بلکہ مولانا سندیلوی کو بتایا ہے کہ خارجی فرقہ اس قسم کے عقائد کی تبلیغ و تشہیر کر رہا ہے کیونکہ مولانا موصوف نے اپنی کتاب "اظہار حقیقت" جلد اول ص۲ پر لکھا ہے کہ :- اگر اس سے مراد نواصب و خوارج ہیں تو جہاں تک مجھے علم ہے ان کا کوئی وجود پاکستان و ہندوستان میں نہیں ہے" (ب) مولانا سندیلوی نے محمود احمد عباسی کی کتاب مذکور کی تائید کی ہے۔ چنانچہ ان کی تائیدی عبارت کتاب ہذا ص۳۰۵ پر منقول ہے ملاحظہ فرمالیں۔ حالانکہ عباسی صاحب کی کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حسین کی صریح توہین پائی جاتی ہے (ج) جمہور اہل السنت کا یہ عقیدہ ہے کہ مشاجرات صحابہ میں حضرت

علی المرتضیٰ صواب پر تھے اور حضرت معاویہؓ خطاء پر۔ البتہ انکی یہ خطا اجتہادی تھی لیکن مولانا سندیلوی اس عقیدے کو بے دلیل بلکہ خلاف دلیل قرار دیتے ہیں اور خارجی فتنہ حصہ اول میں اسی مسئلہ پر بحث کی گئی ہے (د) جمہور اہل سنّت کے نزدیک یزید فاسق تھا لیکن مولانا سندیلوی اس کو صالح اور عادل قرار دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ خارجی فتنہ حصہ دوم میں زیر بحث آئیگا۔ علاوہ ازیں مولانا موصوف نے قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ پر تنقیدیں بھی کی ہیں اور وہ عبارتیں کتاب ہذا ط۳۹ پر بھی منقول ہیں۔ (۲) تبصرہ نگار صاحب نے مرتب رسالہ قاری شیر محمد صاحب پر یہ تنقید کی ہے کہ انہوں نے خدام الدین جلد ۲۸ شمارہ ۷ اکے خطبہ حضرت شیخ التفسیرؒ کا مرتب مولانا سعید الرحمٰن علوی کو بتایا ہے۔ حالانکہ یہ عقل و درایت کے خلاف ہے"۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کا یہ خطبہ خدام الدین میں سالہا سال پہلے شائع ہوا تھا اور جو خطبات مولانا احمد علی حصہ اوّل میں بھی شائع ہوچکا ہے۔ اب علوی صاحب نے اسے دوبارہ شائع کیا ہے۔ مرتب سے مراد یہاں مصنف نہیں بلکہ یہ ہے کہ خدام الدین ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۲ء کے دیگر مضامین کی ترتیب میں مذکورہ خطبہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ جیسا کہ خود قاری شیر محمد صاحب موصوف تائیدی تبصروں کے مرتب ہیں نہ کہ مصنف۔

کتاب "دفاع حضرت معاویہؓ"

اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے تبصرہ نگار موصوف لکھتے ہیں:۔ رفض اپنے کھلے انداز و روپ میں ہو یا تقیہ ومنافقت کی آڑ میں۔ قاضی صاحب اس حقیقت کو بھانپ کر اس کے تعاقب میں اپنے متعلقین سمیت چل پڑتے ہیں۔ مگر اس سلسلہ میں حضرت قاضی صاحب کا رویہ خاندان بنوامیہ کے سلسلہ میں راہ اعتدال سے ہٹ جاتا ہے اور بنوامیہ کے سلسلہ میں آپ جو شدت اختیار فرماتے ہیں اس کا شکوہ صرف غیروں ہی کو نہیں بلکہ آپ کے متعلقین اور ارادتمندوں کو بھی ہے۔ زیر نظر کتاب "دفاع حضرت معاویہؓ" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ قاضی صاحب کے متعلقین میں سے مولانا مہر حسین شاہ صاحب نے آپ کی مایہ ناز کتاب "خارجی فتنہ" میں بعض مقامات پر اس قسم کی عبارات کی تلخی کو محسوس کر کے حضرت قاضی صاحب کو ایک تفصیلی خط لکھا جس میں ان تلخ اور سخت عبارات کی نشاندہی کی گئی ہے —— کتاب کی علمی حیثیت مسلم ہے مگر اکثر و بیشتر مقامات پر یہ احساس ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کو اپنی مغلق اور تلخ عبارات کی وضاحت میں سخت مشکل پیش آرہی ہے۔ مثال کے طور پر صـ۵۳ـ پر (علمی محاسبہ) کی عبارت "حضرت معاویہؓ حقیقتاً باغی نہ تھے" کہ اس عبارت کو بار بار پڑھئے پھر بھی وضاحت نہیں ہوتی کہ حضرت قاضی صاحب کیا فرمانا

چاہتے ہیں۔ ایک ہی عبارت کو بار بار لوٹایا جا رہا ہے الخ

تبصرہ تبصرہ نگار صاحب نے اس مختصر کتاب" دفاع حضرت معاویہؓ" کو بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اسکا پس منظر یہ ہے کہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب بخاری مؤلف" کھلی چٹھی" کے شیخ واستاد مولانا لعل شاہ بخاری کی کتاب" استخلاف یزید" پر تنقید کرتے ہوئے میں نے خارجی فتنہ حصہ اول میں یہ لکھا تھا کہ بخاری صاحب موصوف کا مطالعہ وسیع ہے متعدد کتابوں کے انبار لگا دیئے ہیں لیکن وہ بھی راہ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد ناواقف قاری کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ حسن ظن نہیں رہتا جو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ مثلاً حسب ذیل عبارتیں ملاحظہ ہوں الخ (خارجی فتنہ حصہ اول ص۴۲۵)۔ اور ص۴۲۹ پر میں نے لکھا:-

بہر حال شاہ صاحب موصوف نے حضرت معاویہؓ کو جس طریق سے تنقید و مذمت کا ہدف بنایا ہے ناجائز ہے الخ (ایضاً حاشیہ ص۴۲۹)

مولانا لعل شاہ صاحب بخاری پر میری تنقید سے مولوی مہر حسین شاہ صاحب بخاری برافروختہ ہوئے اور میرے نام کھلی چٹھی لکھی جس میں یہ بھی لکھا کہ حضرت معاویہؓ جلیل القدر صحابی نہیں اور آپ مجتہد بھی نہیں وغیرہ۔ درحقیقت مولوی مہر حسین شاہ صاحب حضرت معاویہؓ کے بارے میں شیعیت کے راستہ پر گامزن ہیں۔ (۲) انہوں نے

الزاما کھلی چٹھی میں مجھے یہ لکھا کہ تم نے بھی تو حضرت معاویہؓ کے بارے میں اس قسم کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ بندہ نے تو ساتھ ہی اس کی توجیہ بھی لکھدی ہے کہ باطل۔ جور۔ باغی کے الفاظ جو بعض اکابر اہل سنت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں استعمال کئے ہیں ان سے مراد صورتاً جور د بغاوت ہے نہ کہ حقیقتاً۔ چنانچہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے بھی لکھا ہے:۔۔۔۔۔۔ اس لڑائی کے متعلق اہل سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاذؓ اور انکے ساتھ والے باغی اور خاطی مگر اس خطا پر ان کو برا کہنا جائز نہیں کیونکہ وہ بھی صحابی ہیں صاحب فضائل ہیں۔ ایسی خطا کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں الخ (خلفائے راشدین ص۱۱/۱۹)۔ امام اہل سنت کی پوری عبارت میں نے خارجی فتنہ حصہ اول ص۸۲۰ پر نقل کرکے اس کی توجیہ بھی کردی ہے کہ یہاں بغاوت سے مراد صورتاً بغاوت ہے نہ کہ حقیقتاً۔ کیونکہ یہ اجتہادی خطا کی بنا پر ہے میں نے تو حضرت معاویہؓ کا ہر جگہ دفاع کیا ہے اور تبصرہ نگار اس کے برعکس نتیجہ نکال رہے ہیں (۲) بنی امیہ اور بنی ہاشم کے تقابل کی تو میں نے کسی کتاب میں بحث ہی نہیں کی اور اس قسم کے تقابل کو میں صحیح نہیں سمجھتا جس کو شیعہ اور خارجی اپنی اپنی بنیاد بناتے ہیں۔ بحث تو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے مابین جنگ کی ہے اور پھر حضرت حسینؓ اور یزید

کے موقف کی۔ ان دونو مسئلوں میں بندہ نے اہل السنت والجماعت کی ترجمانی کی ہے۔ تبصرہ نگار صاحب ان کتابوں کو غور سے پڑھنے کی کوشش کریں اور مسلک اہل السنت والجماعت کا تحفظ کریں۔ آخر میں خدام الدین کے نگران حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور شیخ التفسیر قطب زماں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی یادگار ہے اسکے مضامین اور تبصرے بغیر تحقیق اور نظر ثانی کے نہیں شائع ہونے چاہییں۔

تبصرہ نگار موصوف (جن کا نام معلوم نہیں) بالکل نئے اور ناتجربہ کار معلوم ہوتے ہیں۔ وہ ان زیر بحث مسائل سے واقف ہی نہیں اور نہ انہوں نے ان کتابوں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اصل مقصد تو مسلک اہل السنت والجماعت کا تحفظ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ خود تبصرہ نگار ہی مسلک اہل السنت والجماعت کو شعوری یا غیر شعوری طور پر مجروح کرتے رہیں۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

خمینی کون ہیں

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خمینی صاحب کٹر شیعہ ہیں اور عموماً شیعہ اثنا عشریہ ان کو نائب امام غائب قرار دیتے ہیں خمینی صاحب نے اپنی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ ابوبکر اور عمر نے قرآن کی مخالفت کی (الخ ملاحظہ ہو کشف الاسرار فارسی ص ۱۳۶ - ۱۴۷)

میں نے اپنی کتاب "میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ" میں خمینی صاحب کی کتابوں سے ان کے شیعی عقائد لکھے ہیں اور پھر میاں طفیل محمد صاحب سے سوال کیا ہے کہ ان عقائد کی وجہ سے

اہل سنت اور اہل تشیع میں اگر اسلامی اتحاد کی کوئی بنیاد پائی جاسکتی ہے تو اس کی نشاندہی کریں ؟

میں نے کتاب "تحفۂ خلافت" اور "دعوت اتحاد کا جائزہ" سے زیادہ نفع اٹھایا ہے۔ (مولانا منظور نعمانی)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب دام فیضہم کو ہم تحریک خدام اہل سنت کی مطبوعہ کتابیں بھیجتے رہتے ہیں۔ چنانچہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کا مجموعہ تفسیر آیات قرآنی (جو حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی امیر تحریک خدام اہل سنت صوبہ پنجاب نے "تحفۂ خلافت" کے نام سے شائع کیا ہے) اور کتاب میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ وغیرہ بھیجی گئی تھیں۔ تو حضرت مولانا موصوف نے حافظ عبدالوحید صاحب حنفی (ناظم دفتر تحریک خدام اہل سنت چکوال) کے نام اپنے گرامی نامہ محررہ ۸ رذیقعدہ ۱۴۰۲ھ میں تحریر فرمایا کہ :-

آپ کی مرسلہ کئی کتابوں سے استفادہ کیا۔ خاص کر "تحفۂ خلافت" اور "دعوت اتحاد کا جائزہ" سے میں نے زیادہ نفع اٹھایا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ لکھنؤ حالانکہ شیعوں کا مرکز ہے لیکن شیعوں کی کتابیں یہاں بلکہ ہندوستان بھر میں کہیں نہیں ملتیں۔ آپ کی مرسلہ بعض کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مجلسی کی جلاء العیون وغیرہ یا انکے ترجمے پاکستان میں چھپ گئے ہیں۔ زحمت برداشت کر کے مجھے شیعوں کی

ان قدیم کتابوں کے نام اور ملنے کا پتہ لکھ دیجئے جو پاکستان میں دستیاب ہیں ——— ایرانی انقلاب اور خمینی کے متعلق جو کچھ الفرقان میں آیا ہے وہ اصل کتاب کا ابتدائی حصہ ہے اصل کتاب کی کتابت ہو رہی ہے۔ ابھی مجھے بھی کچھ لکھنا باقی ہے

محترمی جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ الخ

حضرت مولانا نعمانی موصوف کی کتاب کا جو حصہ الفرقان لکھنؤ میں شائع ہوا ہے اس سے بھی کئی ناواقف اہل سنّت کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ معلوم ہوگیا ہے کہ شیعیت اور خمینیت کیا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی اس کتاب سے (جو ہندوستان میں ایرانی انقلاب۔ امام خمینی کے نام سے چھپ گئی ہے جس کا ایک نسخہ حضرت مولانا نعمانی نے ہمیں بھیجا ہے)۔ عالم اسلام کو بہت نفع حاصل ہوگا۔ یہ حقتعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ مولانا دام فضلہم کو اس پیرانہ سالی میں اس عظیم فتنہ رفض کے تعاقب اور نشاندہی کی توفیق ملی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

ایک کتاب "آتشکدہ ایران" (اختر کاشمیری)

لاہور کے ایک صحافی جناب اختر کاشمیری نے انقلاب ایران کے سلسلہ میں ایک کتاب "آتشکدہ ایران" شائع کی ہے۔ موصوف ایران کی دعوت پر ۱۹۸۲ء کی عالمی سیرت

کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔ انھوں نے ایران میں جو کچھ دیکھا وہ پوری جرأت سے قلمبند کردیا ہے۔ کتاب قابل مطالعہ اور باعث عبرت ہے۔ اختر کاشمیری نے "شمع سخن" کے تحت انقلاب ایران کا جو مختصر تجزیہ کیا ہے حسب ذیل ہے:۔ انقلاب ایران کی مثال بھی چراغ سی ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے دور سے دیکھا تو انھیں صرف نور کا ہالہ نظر آیا۔ مگر ہم نے اس کی تپش کو بہت قریب سے محسوس کیا ہے اس لئے ہمارے نزدیک تو وہ نور کا ہالہ نہیں۔ شعلۂ جوالہ ہے"۔ (صـ۱۱) ——— (۲) لکھتے ہیں:۔جب کسی مقرر کی تقریر کے دوران امام خمینی کا نام آتا ہے تو ان پر درود پڑھا جاتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آنے پر ایک بار بھی درود نہیں پڑھا گیا۔" (صـ۱۱۲) امام خمینی اور ان کے رفقاء، عرب دشمنی میں بہت آگے جا چکے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ کعبے کو فتح کرکے وہاں سے امام خمینی کے امام مہدی ہونیکا اعلان کردیا جائے اور پھر عالم اسلام کے نوے کروڑ مسلمان امام خمینی کے ہاتھ پر از سر نو اسلام قبول کریں۔ اس سے قبل وہ کسی کو مسلماں تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں" (صـ۱۱۸)۔

(۳) امام خمینی نے اپنے موجودہ منصب پر فائز ہونے کے بعد بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو جو مبینہ نامۂ محبت تحریر کیا اس میں یہ ارشاد رشد و ہدایت بھی موجود ہے کہ "ہندوستان

کی سرزمین پر مہاتما گاندھی حضرت علیؓ کی تعلیمات کے ترجمان تھے اسلئے ہندوستان اور ایران کے درمیان محبت کا لازوال اور ناقابل شکست رشتہ موجود ہے" (صفحہ ۸۴)

یہ ہے انقلاب ایران اور نائب امام غائب خمینی کے شیعہ مذہب کی حقیقت کہ مسٹر گاندھی ہندوستان میں حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی تعلیمات کے ترجمان تھے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

دوسری کتاب سفر نامہ ایران (اسعد گیلانی)

اختر کاشمیری صاحب نے "انقلاب ایران" کے مشاہدہ کے بعد اپنے جو تاثرات لکھے ہیں اس کا خلاصہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔ اب جماعت اسلامی پاکستان کے ایک لیڈر سید اسعد صاحب گیلانی کے تاثرات کا خلاصہ بھی قارئین حضرات پڑھ لیں۔ گیلانی صاحب ۱۹۸۰ء (۱۹۸۳) میں ایرانی انقلاب کی تقریبات آزادی میں شرکت کے لئے ایران گئے تھے۔ انھوں نے بھی سفر نامۂ ایران کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں اپنے تاثرات مکمل طور پر پیش کر دیئے ہیں۔ وہ اس ایرانی انقلاب کو خالص اسلامی انقلاب قرار دیتے ہیں اور دوسرے سنی ممالک کو متنبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔ کیا عالم اسلام کے ۴۴ سنی ممالک کیلئے یہ بات چیلنج کی حیثیت نہیں رکھتی کہ دنیا کا واحد شیعہ ملک دین کی بنیاد پر اپنے تصورات دینی کے مطابق ایک

انقلاب برپا کر چکا ہے لیکن دنیا کے چوالیس[۴۴] سنی ممالک میں سے کسی ایک ملک کے اندر بھی ان کے فقہی تصورات کے مطابق کوئی انقلاب برپا نہیں ہوا ہے الخ (ص۹) پھر ص۱۰ پر گیلانی صاحب لکھتے ہیں :۔ ہم اپنے علم اور تربیت کے مطابق ہر حال میں سچ کی حمایت کرنے پر مجبور ہیں اور سچ یہی ہے کہ ایران کا انقلاب بلاشبہ ایک اسلامی انقلاب ہے"۔

خمینی مودودی اتحاد

گیلانی صاحب "حرف اوّل" کے تحت لکھتے ہیں :۔ اور جب ۱۱ر فروری ۱۹۷۹ء کو انقلاب رونما ہو گیا تو عالم اسلام کی مختلف اسلامی تحریکوں کے مقتدر رہنما مولانا مودودی کے مشورے پر طیارہ چارٹر کر کے تہران پہنچے تاکہ ایران میں اسلامی انقلاب کے بانیوں کو بہ خلوص مبارکباد پیش کریں۔ یہ عالم اسلام کی طرف سے ایران کے اسلامی انقلاب کا خیر مقدم کرنے والا پہلا وفد تھا جو خود وہاں پہنچا"۔ (ص۷)۔

خمینی مودودی ملاقات

گیلانی صاحب موصوف بعنوان "انقلاب ایران اور مولانا مودودیؒ" لکھتے ہیں :۔ اس صدی میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اسلامی انقلاب کے زبردست مفکر۔ داعی اور مجاہد تھے انہوں نے اسلام کو ایک مشن کی حیثیت سے پیش کیا اور مقصد زندگی بنا کر عمر بھر اسکے

نفاذ کی جد وجہد میں مصروف رہے۔ انہوں نے ۱۹۵۶ء میں امام خمینی سے مکہ مکرمہ میں دوران حج ملاقات کی تھی اور انھوں نے امام خمینی کی اسلامی تحریک پر ظلم وتشدد کے خلاف ۱۹۶۳ء میں اپنے رسالے ترجمان القرآن میں ایک زبردست معلوماتی مضمون دے کر ایران کی اسلامی تحریک کی علی الاعلان حمایت کی تھی جب شاہ نے قم کے اندر ۱۵ ہزار سے زائد اسلامی تحریک سے وابستہ انسانوں کو گولیوں سے بھون دیا تھا۔ جب خمینی کو جلا وطن کیا گیا تو مولانا مودودی کو ان سے مکمل ہمدردی اور ان کے نظریات سے اتفاق تھا (ص۲۴۵)۔

میاں طفیل صاحب کا انٹرویو

مودودی جماعت اسلامی کے امیر کا ایک انٹرویو مصر کے اخبار الدعوۃ میں شائع ہوا تھا جس کا مستند ترجمہ جماعتی نظریات کے ترجمان ماہنامہ "زندگی" رامپور (انڈیا) کے فروری ومارچ ۱۹۸۱ء کے مشترک شمارے میں (جو انٹرویو نمبر کے عنوان سے چھپا ہے) شائع ہوا ہے۔ اس انٹرویو میں ایک سوال کا جواب میاں طفیل محمد صاحب کی زبان سے اس طرح ادا ہوا ہے:۔

ایران کے اسلامی انقلاب سے ہمارا تعلق پہلے ہی سے تھا لیکن ہم اس کا اظہار غیر مناسب وقت میں پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ خمینی سے ہمارا تعلق ۱۹۶۳ء ہی سے ہے جبکہ وہ ایران سے

نکلے۔ ایران سے نکلنے کے بعد علامہ خمینی حج کے لئے تشریف لے گئے اور مولانا مودودی بھی حج کے لئے تشریف لے گئے تھے دونوں قائدوں میں وہاں ملاقات ہوئی اور علامہ خمینی نے مولانا مودودی کے سامنے تمام باتوں کی تشریح کی۔ مولانا مودودی جب پاکستان لوٹے تو انہوں نے ایران کے حادثات کے سلسلے میں ایک زبردست مقالہ لکھا جو ترجمان القرآن میں شائع ہوا اور اس مقالے کی وجہ سے پرچہ چھ مہینے کے لئے بند کر دیا گیا اور مولانا مودودی اور چالیس اراکین جماعت کو جیل بھیجدیا گیا۔ غرض کہ ایران کے اسلامی انقلاب سے ہمارا تعلق ابتداء سے اب تک ہے"۔ (بحوالہ ماہنامہ ندائے سنت" لکھنو۔ مارچ۔ اپریل ۱۹۸۱ء)۔

جماعت اسلامی ہند کی قرارداد

ایرانی انقلاب کے بارے میں اجلاس مجلس شوریٰ

جماعت اسلامی ہند منعقدہ دہلی مئی ۱۹۸۰ء میں جو قرارداد پاس ہوئی تھی وہ ان کے ماہنامہ "زندگی" رام پور ستمبر ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔ مرکزی مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند کا یہ اجلاس ایران کے اسلامی انقلاب کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ دور جدید میں احیاء اسلام کا جو خواب حسن البنا شہید۔ سید قطب شہید۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی علیہ الرحمۃ۔ ڈاکٹر اقبال۔ علامہ حلی شریعتی نے

دیکھا تھا اس کی تکمیل سب سے پہلے آیت اللہ خمینی کی قیادت میں ایران میں ہوئی اور افغانستان۔ پاکستان نیز کئی مسلم ممالک اس منزل کی طرف گامزن ہیں۔ (بحوالہ ندائے سنّت ص۴۲)۔

مقام عبرت مودودی جماعت اسلامی ایک مستقل تحریک ہے پاکستان ہو یا ہندوستان کمیونسٹوں کی طرح اسلام کے نام پر ان کا ایک ہی نظام اور پروگرام ہوتا ہے۔ طہران (ایران) کی قریبًا ستر لاکھ کی آبادی میں کوئی ایک سنی مسجد بھی نہیں ہے نہ اس کی اجازت ہے۔ سنی مسلمان نماز جمعہ بھی علیحدہ نہیں پڑھ سکتے۔ ایران خالص شیعہ اسٹیٹ ہے اور پھر جو قائد انقلاب گاندھی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کا ترجمان سمجھتا ہے اس کا اسلام کیسا ہوگا۔ خمینی ایران کا کلمہ ہے۔ لا الہ الا اللہ خمینی روح اللہ۔ درمیان سے محمد رسول اللہ بھی حذف ہوگیا اور شیعوں کا علی ولی اللہ بھی۔ چنانچہ جناب اختر کاشمیری صاحب لکھتے ہیں امام خمینی کے ملاقات ہال میں مقدس نژاد نعرہ زن ہوئے تو لا الہ الا اللہ خمینی روح اللہ۔ اللہ واحد۔ خمینی قائد اللہ اکبر خمینی رہبر۔ مرگ بر ضد ولایت فقیہ۔ مرگ بر امریکا۔ مرگ بر شوروی (روس)، مرگ بر اسرائیل کے نعروں کا طوفان آگیا۔ الخ (آتشکدہ ایران ص۴۶)۔

فرمائیے جہاں حضور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے تلقین فرمودہ کلمہ اسلام میں لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ حذف کر کے اس کی جگہ خمینی روح اللہ پڑھا جائے۔ وہ اسلام کونسا اسلام ہے۔ واقعی یہ انقلاب تو بڑا ہے لیکن اسلامی نہیں غیر اسلامی ہے۔ یہ انقلاب مودودی صاحب اور خمینی صاحب کے اسلام پر ہی مبنی ہو سکتا ہے۔ اس کا اس اسلام سے کوئی تعلق نہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے اور آپ کی جماعت صحابہ کے واسطہ سے مابعد کی امت کو پہنچا ہے۔ خمینی صاحب تقیہ اور متعہ دونوں عبادتوں کے قائل ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو" میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ")

ایرانی انقلاب کے سربراہ | ابوبکرؓ اور عمرؓ نے قرآن کی مخالفت کی (خمینی)

خمینی کی فارسی تصنیف "کشف الاسرار" کا ایک عنوان ہے:-

"مخالفتہائے ابوبکر بانص قرآن ص ۱۳۹"

یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے قرآن کی نصوص کی مخالفتیں کیں۔

اس کے بعد دوسرا عنوان ہے:-

مخالفت عمر با قرآن خدا" (ص ۱۴۷)

یعنی حضرت عمر فاروق نے بھی قرآن کی مخالفت کی"

اب مودودی جماعت اسلامی سے ہمارا سوال ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما تو قطعی طور پر قرآن کی

آیت استخلاف اور آیت تمکین کے وعدے اور پیشگوئی کیمطابق خلیفہ راشد ہیں تو جو شخص ان کو قرآن کا مخالف قرار دیتا ہے کیا وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام کا نظام نافذ کرسکتا ہے۔ آپ لوگ دوراہے پہ نہ کھڑے ہوں۔ ایک راستہ اختیار کرلیں۔ خلفائے راشدین کا یا خمینی روح اللہ صاحب کا۔ علاوہ ازیں یہ بھی ظاہر ہے کہ خمینی صاحب پاکستان اور سعودی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں حالانکہ مودودی جماعت سعودی حکومت سے بھی منافع حاصل کرتی ہے۔ حتیٰ کہ مودودی صاحب نے ملوکیت کے راستہ سے شاہ فیصل ایوارڈ بھی قبول کر لیا تھا۔ اور پاکستان کے ساتھ بھی وفاداری کا دعوےٰ رکھتی ہے اور صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے ریفرنڈم کی تائید کرتی ہے حالانکہ اختر کاشمیری صاحب یہ انکشاف بھی کررہے ہیں کہ مولانا آزاد کی روایت ہے کہ اس دوران کچھ "مردان بزرگ" تشریف لائے اور ان سے تبادلہ خیال کیا۔ ایک آیت اللہ نے کہا آخر آپ میں کس بات کی کمی ہے آپ عالم ہیں۔ شاہی مسجد کے خطیب ہیں۔ عوام میں اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔ آپ کے چاہنے والوں کی کثرت ہے۔ مولانا آزاد نے کہا بے شک اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے"۔ انہیں مشورہ ملا کہ پھر انقلاب کے ذریعے آپ ملک کے صدر کیوں نہیں بنتے ؟ کیا فوج میں آپ کا کوئی رسوخ

نہیں ؟ مولانا آزاد نے مصنوعی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا میرا تو کوئی رسوخ نہیں البتہ قاضی اسرار الحق "فوجی خطیب" کی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں"۔ ارشاد ہوا پھر تو کسی تردد کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ فوج کے ذریعے انقلاب لائیں۔ یہ ملک کے صدر بنیں اور آپ وزیر خارجہ۔ انقلاب کے بعد "منصب ولایت فقیہ" بنائیں جس کے اختیارات علماء کے پاس ہوں اور کلیدی آسامیوں پر علماء کو مامور کیا جائے۔ مولانا آزاد نے واپسی پر ہمیں حکم دیا کہ قاضی اسرار صاحب کا احترام کیا جائے کیونکہ انھیں ملک کا صدر بنا دیا گیا ہے الخ (ص۱۲۱)۔

یہ ہیں پاکستان میں انقلاب لانے کے لئے ایرانی اکابر کے عزائم ممکن ہے ایران نے پاکستان میں انقلاب لانے کے لئے مودودی جماعت سے ساز باز کر رکھی ہو۔ واللہ اعلم۔

تصویر پرستی

اختر کاشمیری لکھتے ہیں :۔ بت پرستی اسلامی عقائد کی رو سے حرام ہے مگر ایران میں انقلاب اسلامی کے بعد شخصیت پرستی کا طوفان جنون آیا ہے، تاریخ انسانی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ایسا لگتا ہے خدا بندوں کے درمیان آگیا ہے اور بندے اس کی آمد کا جشن منا رہے ہیں۔ امام کی ذات بت کی حیثیت اختیار کر چکی ہے پوری قوم اس بت کی پوجا میں مصروف ہے۔ امام خمینی کی تصویر

ان کے پیروکاروں کے لئے تو خیر مقدس باپ کی تصویر ہے۔ یہی تصویر پیشہ ور مجرموں کے لئے بھی ایک ڈھال ہے۔ وہ اس تصویر کی آڑ میں بدکاری کے بیج بوتے اور جرائم کی فصل اگاتے ہیں۔ حدیہ کہ ایران کے ارباب حکومت کی نظر میں وہی شخص مسلمان اور انقلابی ہے جس کے پاس امام کی تصویر دلپذیر ہے۔ جس کے پاس یہ تصویر نہیں وہ اسلام دشمن۔ انقلاب دشمن اور غدار ہے۔ جہاں معیار ایمان تصویر کی پرستش ہو وہاں معیار کفر خدا کی پرستش کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے" (ص ۸۲)

جناب صلاح الدین صاحب کی کتاب" انقلاب ایران" سے حسب ذیل عبارت اختر کاشمیری صاحب نے درج کی ہے کہ :-

" امام خمینی صاحب کی تصویر ایک بت کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ کوئی عمارت۔ اس کا اندرونی گوشہ۔ مکان۔ دکان مدرسہ حتیٰ کہ مسجد کے صحن و محراب۔ بجلی کے کھمبے۔ درخت کے تنے بسیں۔ ٹرک۔ گاڑیاں۔ غرض کوئی ایسی ساکت و متحرک چیز موجود نہیں جس پر امام خمینی کی تصویر آویزاں یا چسپاں نہ ہو۔ اب کوئی کتاب۔ اخبار۔ رسالہ ایسا نظر نہیں آتا جو ان کی تصویر سے مزین نہ ہو۔ الخ (ص ۸۵)

اسی سلسلہ میں جناب کاشمیری صاحب موصوف لکھتے ہیں۔

" میں نے ایک اردو شناس دوست کے سامنے ذرا جھجکتے

ہوئے خیال ظاہر کیا کہ شاید یہ قرآن ہی وہ منفرد کتاب ہے جو اب تک امام خمینی کی تصویر سے بچی ہوئی ہے۔ وہ دوست کہنے لگے اس حد تک تو آپ کا خیال درست ہے کہ قرآن پر امام خمینی کی تصویر شائع نہیں ہوئی۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہوگا کہ امام کی تصویر قرآن سے دور ہے۔ پھر وہ فخریہ طور پر گویا ہوئے کہ امام کے پیروکار نماز اور تلاوت کے وقت امام کی تصویر الگ نہیں کرتے۔ نماز میں تصویر سامنے ہوتی ہے جبکہ تلاوت کے خاتمہ پر نشانی کے طور پر قرآن کے اوراق میں بھی یہی تصویر رکھی جاتی ہے الخ (ص۵۶)۔

یہ ہے ایران میں تصویر خمینی کی پرستش کی چند جھلکیاں۔ مودودی جماعت اس کو اسلامی انقلاب قرار دیتی ہے۔ حالانکہ رحمۃ للعلمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ (۸ھ) کے موقع پر تمام بتوں کو پاش پاش کروا دیا تھا اور بیت اللہ کی دیواروں پر سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کی تصاویر بھی مٹا دی تھیں۔

ایران میں قالین تبرّا

جناب اختر کاشمیری ایک تقریب کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

آیت اللہ شیرازی کی تقریر کے دوران مولانا نثار احمد نے ہال کی دیوار پر لگے ہوئے ایک نمائشی قالین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

کہا کہ اسے پڑھئے۔ میں نے پوچھا کیا کوئی خاص بات ہے؟ کہنے لگے نیچے سے اوپر ساتویں سطر پڑھ لیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا میں نے جو اس سطر کو تلاش کر کے پڑھا تو اتحاد اسلامی کا بھانڈا پھوٹ گیا یہ ایک دعائیہ عبارت تھی جس میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اصحاب کبار پر لعنت کا ورد کیا گیا ہے۔ اب جو میں نے غور کیا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ اوپر سے ٹھیک ساتویں سطر میں یہی بددعا خلیفہ اول اور دوم کے بارے میں بھی موجود تھی۔ میں نے مولانا نثار احمد سے کہا کہ اب آپ اوپر سے ساتویں سطر پڑھیں اور مسلم اتحاد کے دعوت کی حقیقی بنیاد تلاش کریں۔ ہمیں یہ جان کر سخت رنج ہوا کہ آیت اللہ خمینی کے ایک دست راست نے چالیس ملکوں کے علماء کے سامنے اس قالین کی نمائش کیوں کی؟ اگرچہ یہ باتیں ان کے عقیدے میں داخل ہیں تو ہوتی رہیں لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک طرف امام خمینی کو امام امت قرار دیا جائے اور دوسری طرف ان کی حکومت کے زیر اہتمام پوری امت کی دلآزاری میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی جائے۔ کیا یہ بات بھی امام امت کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اکابرین امت کی توہین کریں؟ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی (ص ۲۵)
یہ ہیں خمینی انقلاب کی خصوصیات۔ جس کو مودودی جماعت

اسلامی انقلاب قرار دیتی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ شیعہ انقلاب ہے۔ اور تقیہ، متعہ کے علاوہ صحابہ کرام۔ امہات المومنین اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر لعنت و تبرا کرنا شیعہ مذہب کے ستون ہیں۔ اس سے تو یہی لازم آتا ہے کہ مودودی تحریک ایک گہری شیعہ تحریک ہے۔ اور اسی تحریک کی مسلکی تقویت کے لئے مودودی صاحب نے کتاب "خلافت و ملوکیت" لکھی تھی علاوہ ازیں مودودی صاحب نے اضطراری حالت میں متعہ کو بھی حلال قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (مودودی مذہب" بحوالہ ترجمان القرآن ۱۹۵۵ء)۔

مودودی صاحب ایک نیا مذہب بنا رہے ہیں (حضرت مدنی)

انہی عواقب اور نتائج کی بنا پر شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے اپنی خداداد بصیرت سے سالہا سال پہلے یہ فرما دیا تھا کہ اسلام کے نام پر بھی مودودی جماعت اسلامی سے اشتراک نہیں کرنا چاہیے اور حضرت نے اپنی کتاب "مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت" میں بھی اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ:۔ مودودی صاحب کا کتاب و سنت کا بار بار ذکر فرمانا محض ڈھونگ ہے وہ نہ کتاب کو کتاب مانتے ہیں اور نہ وہ سنت کو سنت مانتے ہیں بلکہ وہ خلاف

سلف صالحین ایک نیا مذہب بنا رہے ہیں اور اسی پر لوگوں کو چلا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔ (ص ۳۲) سچ ہے
ع ۔ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

پاکستان میں شیخ التفسیر قطب زماں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے رد مودودیت میں کتاب "مودودیت سے علمائے حق کی ناراضگی کے اسباب" شائع کی جس میں لکھا کہ مودودی صاحب دین کا ایک ایک ستون گرا رہے ہیں۔ اسی طرح اکابر علمائے دیوبند میں سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "فتنہ مودودیت" لکھی۔ اور آخر وقت تک اپنے متوسلین کو فتنہ مودودی سے بچنے کی تلقین فرماتے رہے لیکن افسوس ہے ان حضرات کے کئی متوسلین نے ان اکابر حضرات کی بصیرت تحقیق اور نصیحت کو نظر انداز کر کے مودودی جماعت سے اشتراک و اتحاد قائم کر لیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لفظ امام کا استعمال

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی فرماتے ہیں:۔ مثال کے طور پر امام کے لفظ کو لیجئے کہ بہتیرے سنی حضرات اس لفظ کو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے ناموں کے ساتھ استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ بے شبہ مخالفین اہل سنت کی ایجاد ہے۔ اور وہ اپنے مزعومہ مسئلہ امامت کی بنیاد پر ان حضرات کو امام لکھتے ہیں

جس کی رُو سے یہ حضرات ان کے نزدیک معصوم و مفترض الطاعۃ ہیں اور اس معنی کے لحاظ سے کسی سنّی کے لئے کسی غیر نبی پر امام کا اطلاق جائز نہیں ہے مگر سنی حضرات نے صرف اسی بنا پر کہ حضرات حسنینؓ بھی مثل دوسرے صحابہ کے ان کے نزدیک واجب التعظیم ہیں امام کے معنی مطلق پیشوا و مقتدا کے لیکر ان حضرات کو امام لکھنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اگر رواداری کا جذبہ غالب نہ ہوتا تو یہ بات غور طلب تھی کہ حضرات حسنینؓ کے مطلق پیشوا اور مقتدا ہونے میں تو بے شبہ کوئی کلام نہیں ہے۔ اور اس معنی کے لحاظ سے یقیناً وہ امام ہیں لیکن چونکہ حضرات مخالفین اہل سنت اس لفظ کو حضرات حسنینؓ کے حق میں ایک ایسے معنی کے لحاظ سے استعمال کرتے ہیں جس کی شریعت مطہرہ قطعاً اجازت نہیں دیتی اسلئے ان کے حق میں اس لفظ کو استعمال کرنے سے سخت التباس اور اشتباہ کا اندیشہ ہے اور مخالفین اس التباس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ناواقفوں کو مغالطہ دے سکتے ہیں۔ ہاں اگر کسی ایسے شخص کے حق میں یہ لفظ بولا جائے جس کو مخالفین معصوم اور مفترض الطاعۃ نہیں سمجھتے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ یہاں اصلاً کسی التباس و مغالطہ کا امکان نہیں ہے (ایضاً ندائے سنت لکھنؤ نومبر ۱۹۸۰ء)۔

تبصرہ | (۱) یقیناً شیعوں کا عقیدہ امامت عقیدہ ختم نبوت

سے متصادم ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اور شیعہ اسی عقیدہ امامت کے تحت ان حضرات اہل بیت کو امام کہتے ہیں لیکن سنّی اس عقیدہ کے تحت ان حضرات کو امام نہیں کہتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سنّی عموماً حضرت علیؓ کو گفتگو میں امام علیؓ نہیں کہتے۔ حالانکہ آپ ان سب سے افضل ہیں۔ خواص تو خواص عوام اہل سنت بھی حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ وغیرہما کو صرف پیشوا اور مقتدائے دین سمجھ کر امام کہتے ہیں بلکہ سنّی عوام تو عموماً شیعہ عقیدۂ امامت کو جانتے بھی نہیں جس طرح سنّی عوام امام ابوحنیفہ۔ امام شافعی وغیرہ کہتے ہیں اسی طرح وہ امام حسنؓ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ التباس تو تب ہو سکتا تھا جب سنّی عوام صرف ان حضرات اہل بیت کے ساتھ لفظ امام استعمال کرتے اور انکے علاوہ کسی اور بزرگ پیشوا کو امام نہ کہتے۔ حالانکہ سینکڑوں اکابر اہل حق کے ناموں کے ساتھ بلا تکلف امام کا لفظ بولا جاتا ہے امام غزالیؒ۔ امام رازیؒ۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ زبانزد عوام ہیں۔ اس استعمال عام سے تو شیعہ عقیدہ امامت کی بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس تحریک کی نہ کوئی ضرورت ہے نہ افادیت کہ ان بارہ حضرات کے ناموں کے ساتھ لفظ امام نہ استعمال کیا جائے اور جو حضرات ان حضرات کے ساتھ لفظ امام استعمال کرنا درست نہیں سمجھتے ان کے پاس

کوئی شرعی دلیل نہیں ہے انہوں نے صرف ایک پہلو سامنے رکھا ہے اور دوسرے پہلوؤں کو نظرانداز کردیا ہے۔

(۲) اکابرامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی۔ حضرت علامہ مولانا حیدر علی صاحب وغیرہ جنہوں نے ساری علمی زندگی ابطال شیعیت میں گذار دی ہے وہ بھی امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ تمام حضرات اکابر دیوبند جو مسلک اہل سنت کے داعی اور محافظ رہے ہیں وہ بھی بلا تامل امام حسن اور امام حسین وغیرہ لکھتے ہیں حتیٰ کہ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی جو سنی شیعہ اختلافی مسائل میں ایک خاص بصیرت رکھتے ہیں۔ وہ بھی ان حضرات کے ساتھ امام کا لفظ عموماً استعمال کرتے ہیں۔ ان کے صاحبزادگان مولانا عبدالمومن فاروقی۔ مولانا عبدالسلام صاحب فاروقی اور انکے پوتے مولانا عبدالعلیم صاحب بھی (جو ندائے سنت لکھنو کے ایڈیٹر ہیں اپنے مضامین میں ان حضرات کے لئے لفظ امام استعمال کرتے ہیں تو مقام تعجب ہے کہ ندائے سنت میں شائع شدہ ایک مضمون کو حجت بنا کر مؤلف "اصل حقیقت" حضرات اہل بیت کے لئے لفظ امام کے استعمال کو ناجائز قرار دینے کی تحریک چلانا چاہتے ہیں۔

امام اہل سنت اور لفظ امام | امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ

اپنی مشہور اور متداول کتاب "خلفائے راشدین ص۱۱۲ پر لکھتے ہیں
حضرت امام حسنؓ کے پوتے حسن بن زید فرماتے ہیں الخ۔ صفحہ ۲۲۰
پر لکھتے ہیں :- حضرت علیؓ اور امام حسنؓ الخ۔ حضرت علیؓ کے لئے
لفظ امام نہیں لکھا۔ حضرت حسنؓ کے لئے لکھا ہے۔ اور صفحہ ۲۳۸
پر خاتمۃ الکتاب کے تحت لکھتے ہیں :- حضرت علیؓ مرتضیٰ کے بعد
حضرت امام حسنؓ الخ (۲) تطہیر الجنان کے ترجمہ تنویر الایمان
ص۲۱ و ص۲۵ پر امام اہل سنت لکھتے ہیں :- حضرت امام حسنؓ
صفحہ ۱۰۷ پر لکھتے ہیں :- حضرت امام حسینؓ نے فرمایا الخ۔ (۳)
" ندائے سنت لکھنو اکتوبر۔ نومبر ۱۹۸۳ء میں مولانا محمد اسحٰق صاحب
سندیلوی کا مضمون "اہل سنت اور نظریہ امامت" شائع ہوا ہے۔
جس میں وہ حضرات اہل بیت کے لئے لفظ امام ناجائز قرار دیتے ہیں
اور اسی شمارہ میں امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ کا مضمون
"تفسیر آیت تبلیغ" شائع ہوا ہے جس میں امام اہل سنت نے
ص۱۳ پر امام رضا علیہ السلام اور ص۱۴ پر امام جعفر صادق علیہ السلام
کے الفاظ لکھے ہیں۔ اب کس امام اہل سنت کو ترجیح دیں۔ حضرت
امام اہل سنت مولانا لکھنویؒ کو یا " مؤلف اصل حقیقت " کے
امام اہل سنت مولانا سندیلوی کو یا مولوی عظیم الدین صاحب کے
امام اہل سنت محمود احمد صاحب عباسی کو۔

(۴) مولانا
اہل سنت و نظریہ امامت (مولانا سندیلوی)

سندیلوی کے رسالہ" اہل سنّت اور نظریہ امامت ص۲۴ پر لکھا ہے کہ اسی طرح کا ایک جھوٹ یہ مشہور کیا گیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ حضرت جعفر صادق کے شاگرد تھے۔ یہ بھی بالکل غلط اور شیعی افتراء ہے" اس میں امام ابوحنیفہ کے الفاظ ہیں لیکن" ندائے سنّت" میں جو مذکورہ مضمون شائع ہوا ہے اس میں صرف حضرت ابوحنیفہ لکھا ہے۔ امام کا لفظ نہیں ہے۔ امام کا لفظ کس نے حذف کیا ہے؟ معلوم نہیں۔ غالباً مضمون ارسال کرنے والے نے لفظ امام حذف کیا ہے۔ میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص۱۶۰ پر مولانا سندیلوی کے ایک رسالہ" اسلامی ذہن" کی ایک عبارت پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔ مولانا نے یہاں دو بزرگوں کا ذکر کیا ہے یعنی امام اعظم ابوحنیفہ کا اور امام محمد باقرؒ کا۔ حضرت ابوحنیفہ کے نام کے ساتھ امام کا لفظ لکھا ہے اور حضرت جعفر صادق کے نام کے ساتھ امام کا لفظ نہیں لکھا۔ کیا یہ بیجا تعصب نہیں اگر لغوی معنی میں حضرت جعفر صادق کے ساتھ لفظ امام لکھدیتے تو شرعاً کیا خرابی تھی۔ کیا وہ کسی درجے میں بھی پیشوا نہیں ہیں؟ غالباً اسی اعتراض سے بچنے کے لئے" ندائے سنّت کے شائع کردہ مضمون میں حضرت ابوحنیفہ کے ساتھ لفظ امام نہیں لکھا۔ واللہ اعلم۔ اور یہ بھی عجیب نظریہ ہے کہ سندیلوی صاحب اور محمود احمد عباسی صاحب کے نام کے ساتھ ازروئے عقیدت امام

کا لفظ استعمال کیا جائے لیکن حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ناموں کے ساتھ اگر لفظ امام استعمال ہو تو دلوں میں ناگواری پیدا ہوتی ہے اور ماتھوں پر شکنیں پڑ جاتی ہیں۔ کیا یہ لوگ امتِ مسلمہ کو یہی سمجھانا چاہتے ہیں کہ یہ بزرگ کسی معنی میں بھی دین کے مقتدا و پیشوا نہ تھے ؎

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

مولانا اعظمی نے خود امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے الفاظ لکھے ہیں یزید ناپاک اور خبیث تھا (مولانا اعظمی)

مؤلف "اصل حقیقت" نے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کے مضمون مذکور کو بڑی اہمیت دی ہے جسمیں آپ نے لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ وغیرہ اکابر اہل بیت کے ناموں کے ساتھ لفظ امام لکھنا درست نہیں۔ لیکن یہ بھی ایک عجیب لطیفہ ہے کہ خود مولانا اعظمی نے بھی ان حضرات کیلئے لفظ امام استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ اپنے ایک مضمون "حضرت معاویہؓ کی شان میں سوء ادبی اور اس کا جواب" میں خواجہ حسن نظامی کے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے کہ (حضرت معاویہ نے حضرت امام حسنؓ کو زہر دلوایا تھا) لکھتے ہیں کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے جس ناپاک اور خبیث وجود

کا ہاتھ رنگین ہے اُسی نے حضرت حسنؓ کو بھی زہر دلوایا تھا۔ چنانچہ مسلم الثبوت و مستند مورخ و محدث علامہ سیوطی نے اس دردناک داستانِ غم کو لکھتے ہوئے اس کی صاف تصریح کی ہے کہ جس ننگ انسانیت نے حضرت امام حسینؓ کے ساتھ یہ ستم روا رکھا تھا وہ یزید علیہ ما یستحقہ ہے (تاریخ الخلفا صفہ ۱۳۰)" (النجم لکھنو جمادی الاولیٰ۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۹ھ ص ۲۹)

(۲) مولانا اعظمی نے یزید کو ننگ انسانیت۔ ناپاک اور خبیث اور قاتل حسینؓ قرار دیدیا۔ حالانکہ مؤلف "اصل حقیقت" کے امام اہل سنت مولانا سندیلوی یزید کو صالح اور عادل قرار دیتے ہیں"۔ ـــــــــ فرمائیے! مولانا اعظمی نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو امام بھی لکھدیا اور یزید کو خبیث اور ناپاک بھی کہہ دیا۔ نواب مؤلف صاحب حضرت مولانا اعظمی سے کس قسم کی عقیدت رکھیں گے اور کیا کیا بے نقط سنائیں گے ؎

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مؤلف صاحب نے مولانا اعظمی صاحب کا بھی سہارا لیا تھا مگر وہ بھی کام نہ آیا۔

حضرت معاویہؓ کے گستاخ کو تین کوڑے اور یزید کو امیر المومنین کہنے پر بیس کوڑے (مولانا اعظمی)

اسی مضمون میں حضرت امیر معاویہؓ

کا دفاع کرتے ہوئے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی لکھتے ہیں۔ پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو جس نے حضرت معاویہ رضی کی شان میں گستاخی کی تھی تین کوڑے لگوائے۔ حالانکہ وہ اپنے زمانہ خلافت میں کسی کو جلدیں مارنے کا حکم نہیں دیتے تھے (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۱۔ صواعق (محرقہ) ص ۱۳۲)۔

نیز مولانا اعظمی لکھتے ہیں:۔ حضرت ابن عبدالعزیز رح نے ایک دوسرے شخص کو جس نے یزید کو امیرالمومنین کے لقب سے یاد کیا تھا بیس کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ (تاریخ الخلفاء۔ صواعق محرقہ ص ۱۳۲-۱۳۴) (ایضاً النجم ص ۳۵)

لفظ امام کے استعمال کے متعلق حضرت مولانا اعظمی کی ایک رائے کو تو مؤلف صاحب نے بطور حجت پیش کر دیا۔ اب مولانا اعظمی موصوف کی اس تحقیق کو بھی مان لیں کہ یزید ناپاک اور خبیث تھا۔ (اور یزید کے فاسق ہونے پر اہل السنت والجماعت کا اتفاق بھی ہے) ——— (ب) مولانا اعظمی نے بجائے حضرت معاویہ رضی کے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو پانچواں خلیفہ راشد لکھا ہے کیا مؤلف صاحب اس بنا پر مولانا اعظمی موصوف کو اپنی تبرا بازی کا ہدف بنائینگے

حضرات اہل بیت دینی و روحانی پیشوا ہیں | لفظ امام کی بحث

میں مؤلف "اصل حقیقت" نے میرے رسالہ "یادگار حسین" کی عبارت تو نقل کر دی لیکن خارجی فتنہ حصہ اول میں اس کے متعلق جو میں نے لکھا ہے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ حالانکہ میں نے اس میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حسب ذیل عبارت بھی پیش کی تھی:۔ چونکہ در حق اصحاب اعتقاد نیک باید داشت ہمچناں در حق اہل بیت معتقد باید بود و صالحین ایشاں را مزید تعظیم تخصیص باید کرد ——— ایں فقیر را معلوم شدہ است کہ ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہم اقطاب نسبتی بودند از نسبتہا۔ قطبیت ایشاں امریست باطنی الخ (تفہیمات الٰہیہ ج ۲ ص ۲۴۴-۲۴۵)" اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں اچھا اعتقاد رکھنا چاہیئے اسی طرح اہل بیت کے حق میں بھی عقیدت رکھنی چاہیے اور انکے صالحین افراد کی زیادہ تعظیم کے ساتھ تخصیص کرنی چاہیے۔ اس فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ بارہ ائمہ رضی اللہ عنہم اقطاب نسبتی ہوئے ہیں باطنی نسبتوں کے اعتبار سے اور ان کا قطب ہونا ایک باطنی امر ہے" ——— علاوہ ازیں فرماتے ہیں:۔ انی رأیت ائمۃ اھل البیت فی خطیرۃ القدس باتم وجہ واجمل وجہ وعلمت ان منکرھم والمشاجن لھم فی خطر عظیم"۔ (تفہیمات الٰہیہ جلد اول ص ۱۰۲)۔ یعنی میں نے ائمہ اہل بیت کو بہت کامل اور بہت اچھی حالت میں دیکھا ہے اور مجھے معلوم

معلوم ہوا ہے کہ ان کا منکر اور ان سے عداوت رکھنے والا بڑے خطرے میں ہے۔"

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔ اہل سنت امامت کو پیشوائی دین کے معنی میں بھی بولتے ہیں۔ اسی سبب سے امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کو کہ پیشوائے فقہ تھے اور امام غزالیؒ اور امام رازی کو کہ عقائد اور کلام میں اور نافع اور عاصم کو کہ قراءت میں امام تھے امام کہتے ہیں۔ اور ائمہ اطہار ان سب فنون میں پیشوا ہوئے ہیں خصوصاً ہدایت باطن اور ارشاد طریقت کہ ان سے مخصوص تھا۔ اسی سبب سے اہل سنت ان کو بے قید امام جانتے ہیں نہ وہ امامت جس سے مراد خلافت ہے" (تحفہ اثنا عشریہ مترجم ص۲۴۶)۔

مذکورہ اکابر محققین کے متعلق کوئی ذی فہم یہ نہیں کہ سکتا کہ وہ شیعی پروپیگنڈے سے متاثر تھے۔ یا وہ لفظ امام کا استعمال نہیں جانتے تھے۔ وہ تو مصلحین امت تھے۔ انہوں نے ان حضرات اہل بیت کی دینی و روحانی عظمتوں کا اس طریق سے تحفظ کیا کہ خارجی اثرات سے بھی اہل السنت والجماعت محفوظ رہیں۔ الخ (خارجی فتنہ حصہ اول ص $\frac{159}{160}$)۔

اگر مؤلف اصل حقیقت میری مندرجہ عبارتیں بھی پیش کر دیتے تو قارئین پر مسئلہ واضح ہو جاتا لیکن انہوں نے یہ عبارتیں نقل نہ کیں اور

شاید اس لئے یہ عبارتیں نقل نہیں کیں کہ اس کے بعد وہ تنہا مجھ پر تبرّا بازی نہیں کر سکتے تھے حالانکہ ان کا مقصد مجھ پر تبرّا بازی کر کے ناواقف قارئین کے سامنے میری کتاب "خارجی فتنہ" کی افادیت کا اثر زائل کرنا ہے۔ بہرحال حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے تو ان حضرات اہل بیت کو امام کہنے کے جواز میں ایک جامع عبارت تحریر فرما دی ہے۔ اگر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اور مولانا مفتی رشید احمد صاحب ان محققین اہل سنّت کی مندرجہ عبارتوں کو پیش نظر رکھتے اور صرف ایک پہلو کے بجائے دوسرے پہلوؤں پر بھی غور فرماتے تو ان حضرات اہل بیت کیلئے لفظ امام کے استعمال کو نادرست نہ قرار دیتے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین وغیرہ اکابر اہل سنّت ہمارے دینی اور روحانی پیشوا و مقتداء ہیں اگر ہم ان کے نام کے سامنے لفظ امام بالکل استعمال نہ کریں اور بلا توقف ان سے کم درجہ والے اکابر کو عموماً امام غزالیؒ اور امام رازیؒ کے الفاظ سے یاد کریں۔ تو اس کی کوئی شرعی وجہ پیش نہیں کی جاسکتی اور پھر جب اہل السنّت والجماعت یہ دیکھتے ہیں کہ وہ حضرات جو اپنے اپنے دور میں مجددین اور مصلحین امت گزرے ہیں عموماً ان حضرات اہل بیت کے ساتھ لفظ امام استعمال کرتے ہیں۔ تو ان کے تلامذہ کے تلامذہ میں سے اگر گنتی کے دو تین علماء اگر لفظ امام کے استعمال سے منع بھی کریں تو اس کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا بلکہ وہ اسوجہ

بدظن ہوجائینگے۔ کہ کیا یہ علماء کسی درجہ میں بھی ان حضرات کو اپنا دینی اور روحانی پیشوا نہیں مانتے اور شیعوں کو بھی اس پروپیگنڈے کا موقع مل جائیگا کہ دیکھو جی یہ لوگ مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی اور محمود احمد صاحب عباسی وغیرہ کو تو امام اہل سنت کہتے اور لکھتے ہیں لیکن حضرت حسن اور حضرت حسین کے ناموں کے ساتھ لفظ امام استعمال کرنا ناجائز قرار دیتے ہیں۔ یہ عقیدت کی علامت ہے یا بغض کی۔ تو شیعوں کے اس اعتراض کا تسلی بخش جواب کون سمجھا سکیگا۔ صحیح المسلک بعض علماء نے تو شیعی عقیدۂ امامت کے پیش نظر ان حضرات کیلئے لفظ امام نہ استعمال کرنے کی ایک رائے پیش کردی ہے لیکن خارجی اور ناصبی لوگوں کا مقصد تو صرف یہی ہے کہ ان حضرات کی دینی اور روحانی عظمت اہل السنت والجماعت کے دلوں سے بالکل نکال دی جائے۔ واللہ الہادی۔

لَولَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعمَان صحیح ہے

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی لکھتے ہیں۔ بعض سنی علماء نے بھی امام اعظمؒ کی طرف یہ بات منسوب کردی کہ اگر میں دو سال تک حضرت جعفر صادقؒ کے ساتھ نہ رہتا تو ہلاک ہو جاتا۔ یہ امام اعظمؒ

پر افترا ہے اس کے غلط ہونے کے لئے اتنا ہی ثبوت کافی ہے کہ آں محترمؒ اور حضرت جعفر کا ساتھ کبھی چند روز سے زیادہ نہ رہا۔ دو سال تو کیا سال چھ ماہ بھی کبھی دونوں کا ساتھ نہ رہا (اہل السنّت اور نظریہ امامت ص۲۴ و ندائے سنّت لکھنو اکتوبر نومبر ۱۹۸۲ء ص۲۳)۔

تبصرہ مولانا سندیلوی نے اس بات کی کوئی دلیل کسی کتاب سے پیش نہیں کی کہ امام اعظمؒ اور امام جعفر صادقؒ کا ساتھ کبھی چند روز سے زیادہ نہ رہا۔ حالانکہ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کو اگرچہ ان درسگاہوں سے حدیث کا بڑا ذخیرہ ہاتھ آیا تاہم تکمیل کی سند حاصل کرنے کے لئے حرمین جانا ضروری تھا۔ جو علوم مذہبی کے اصلی مرکز تھے۔ تاریخوں سے پتہ نہیں چلتا کہ امام کا پہلا سفر کس سن میں واقع ہوا تاہم ظن غالب ہے کہ جب انہوں نے حرمین (یعنی مکہ و مدینہ) کا سفر کیا تو تحصیل کا آغاز تھا۔" (سیرت النعمان ص۵۲)۔

(ب) امام ابوحنیفہؒ کی طالب العلمی کی مسافت اگرچہ مدینہ تک محدود ہے تاہم تعلیم کا سلسلہ اخیر زندگی تک قائم رہا۔ اکثر حرمین جاتے اور مہینوں قیام کرتے۔ حج کی تقریب میں ممالک اسلامی کے ہر گوشہ سے بڑے بڑے اہل کمال مکہ آکر جمع ہو جاتے تھے جن کا مقصد حج کے ساتھ افادہ و استفادہ بھی ہوتا تھا۔ امام صاحب اکثر

ان لوگوں سے ملتے اور مستفید ہوتے الخ (ایضاً ص۵۴)۔
(ج) حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش پیش آیا۔ امام ابوحنیفہ دوسری بار مدینہ گئے تو امام موصوف کیخدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ایک ساتھی نے پہچنوایا کہ یہ امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ انہوں نے ابوحنیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "ہاں تم ہی قیاس کی بنا پر ہمارے دادا کی حدیثوں سے مخالفت کرتے ہو" انہوں نے نہایت ادب سے کہا "عیاذاً باللہ حدیث کی کون مخالفت کرسکتا ہے آپ تشریف رکھیں تو کچھ عرض کروں"۔ پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی۔ امام محمد باقر اس قدر خوش ہوئے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔ ابوحنیفہؒ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔ شیعہ و سنی دونوں نے مانا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا۔ امام صاحب نے انکے فرزند رشید حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں بھی پایا جاتا ہے الخ (ایضاً ص۶)
یہاں یہ ملحوظ رہے کہ امام باقر، ۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی۔ امام جعفر صادقؒ کی ولادت ۸۰ھ اور وفات ۱۴۸ھ میں اور امام اعظم ابوحنیفہ کی ولادت ۸۰ھ اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور جب امام اعظمؒ حرمین شریفین میں محدثین

سے استفادہ کے لئے اور حج کے لئے بھی جاتے رہے ہیں اور مدینہ منورہ میں بھی حاضری نصیب ہوتی رہی ہے تو اگر امام محمد باقر سے فقہ و حدیث کا اور امام جعفر صادق سے تزکیہ باطن کا فیض حاصل ہوا ہے تو یہ باعث تعجب کیوں ہے؟ جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنے اپنے وقت میں باطنی کمالات کے لحاظ سے قطب وقت تھے۔

(۲) شیخ الاسلام و المسلمین حضرت مولانا السید حسین احمد محدث مدنی قدس سرہٗ نے دار العلوم دیوبند کے درس حدیث میں ایک دفعہ یہ فرمایا تھا کہ امام اعظم حضرت ابو حنیفہ نے امام جعفر صادقؒ سے روحانی استفادہ کیا ہے اور اس بنا پر امام صاحب نے فرمایا تھا لَوْ لَا السَّنَتَان لَهَلكَ النعمان (اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو گیا تھا) اور یہ ضروری نہیں کہ امام صاحب امام جعفر صادقؒ کے پاس مسلسل دو سال رہے ہوں۔ بلکہ دو سال میں آپ استفادہ کرتے رہے اور یہ کوئی مستبعد نہیں ہے کہ امام ابو حنیفہ فقہ و اجتہاد میں امام اعظم ہونے کے باوجود امام جعفر صادق سے روحانی فائدہ حاصل کرتے رہے ہیں۔ ہمارے دور کی ایک مثال یہ ہے کہ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اصطلاحی عالم نہ تھے لیکن آپ سے بڑے بڑے جبال علم (علم کے پہاڑوں) نے روحانی فیضان حاصل کیا ہے۔ مثلاً قطب الارشاد حضرت

مولانا رشید احمد گنگوہی۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت گو حضرت گنگوہی قدس سرہ سے ہے اور مجاز طریقت بھی آپ سے ہیں لیکن مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحب سے بھی فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔
لکل فن رجال مشہور مقولہ ہے۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سنی مذہب کے پیشوا تھے۔ موجودہ فقہ جعفری امام جعفر صادق کی طرف منسوب ہے۔ یہ زیادہ تر وضعی ہے بلکہ جو عقائد تقیہ وغیرہ حضرت علی المرتضیٰ کی طرف منسوب ہیں یہ سب من گھڑت ہیں۔ شیعہ فرقہ نے ان حضرات کے نام کو استعمال کیا ہے۔ اور دور حاضر کے خارجی ان حضرات کو بھی عموماً شیعہ قرار دیتے ہیں مگر اہل السنت و الجماعت کے دلوں میں درجہ بدرجہ ان کی محبت و عظمت ہے۔

حسن بصری نے حضرت علی سے استفادہ کیا ہے
مولانا سندیلوی اور مفتی رشید احمد کا اختلاف

مولینا سندیلوی لکھتے ہیں مشہور کیا گیا ہے کہ سلوک و تصوف کے سب سلسلے حضرت حسنؒ بصری رحمۃ اللہ علیہ پر منتہی ہوتے ہیں اور وہ حضرت علیؓ کے مرید تھے۔ اس کے علاوہ حضرت حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے استفادہ کرنا بھی ثابت نہیں۔ تہذیب التہذیب میں موصوف کا تذکرہ دیکھئے تو

معلوم ہوگا کہ موصوف نے حضرت علیؓ کو اپنے بچپن میں دیکھا تھا مگر مصاحبت اور استفادہ کا موقعہ نہیں ملا کیونکہ آں محترم کوفہ تشریف لے گئے الخ (اہل سنّت اور نظریہ امامت صـ۲۱ وندائے سنّت لکھنو اکتوبر نومبر ۱۹۸۲ء صـ۳۱) لیکن جناب مولانا مفتی رشید احمد صاحب کراچی) اس کے برعکس مختلف روایات میں تطبیق دینے کے بعد فرماتے ہیں کہ :۔ آپ (یعنی حضرت حسن بصریؒ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے دو سال قبل پیدا ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال الی الکوفہ کے زمانہ میں آپ بالغ یا مُراھق (یعنی قریب بالغ ہونے کے) ہو نگے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۴ھ میں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۵ھ میں شہید ہوئے اور ۳۶ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے کوفہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اس حساب سے اس وقت حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر چودہ برس تھی۔ حریص علی الخیر ہونے کے باوجود اتنی عمر تک ایک ہی مقام میں ہوتے ہوئے عدم لقاء و عدم سماع بہت بعید ہے۔ غرضیکہ آپ کو صحبت طویلہ حاصل نہیں ہوئی۔ استفادہ باطنی کے لئے اگرچہ بالعموم صحبت طویلہ ضروری ہے مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ اگر بالفرض عدم سماع بھی تسلیم کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ بالواسطہ کیا ہوگا۔ اس میں کیا اشکال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۵ جمادی الاخریٰ

۱۳۹۶ھ)۔ (احسن الفتاوے جلد اوّل ص۵۵۲)۔ اور مشائخ چشتیہ کے ہاں حضرت علی المرتضیٰ سے حضرت حسن بصری کا فیض حاصل کرنا ثابت ہے۔ حضرات مشائخ دیوبند کے شجرہ میں بھی یہی ہے۔ خدا جانے مولانا سندیلوی اس کا کیوں انکار کرتے ہیں۔

علیہ السلام کا استعمال مؤلف مذکور نے لفظ امام کے استعمال کی بحث میں احسن الفتاوی جلد اول ص۳۹ سے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب (کراچی) کی عبارت بھی پیش کی ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ:۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم امام ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں کہتے امام عمر رضی اللہ عنہ نہیں کہتے امام حسنؓ اور امام حسینؓ کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ اثر جو ہمارے اندر کہیں غیر سے آیا ہے یہ تشیّع کا اثر ہے جو ہم میں سرایت کر گیا ہے۔ اگر اہل حق علماء میں سے کسی نے ان حضرات کو امام کہدیا ہے۔ تو انہوں نے اس کے صحیح معنی میں ان کو امام کہا ہے مگر اس سے مغالطہ ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے۔ حضرت مہدی کو امام مہدی علیہ السلام کہنا بھی تشیّع کا اثر ہے

تبصرہ اگر یہ سارا تشیّع کا اثر ہے تو پھر یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ خواص و عوام اہل سنت امام علیؓ کیوں نہیں کہتے جبکہ ابو الائمہ حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں (۲) امام ابو بکرؓ اور امام عمرؓ کہنے میں کونسی خصوصیت ہے جبکہ ہم امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ

وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ اور ان ائمہ مجتہدین سے بھی کم درجہ کے بزرگوں کو ہم امام کہتے ہیں اور خلفائے راشدین کا اصل عظیم منصب تو خلافت ہے بوجہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے موعودہ جانشین ہونے کے۔ بہرحال یہ اصاغر علماء کی رائے ہے۔ ہم ان کے اور اپنے سب کے اکابر علماء حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور اکابر دیوبند اور مولانا لکھنوی کی بصیرت کو ترجیح دیتے ہیں جو سنی شیعی نزاعی مسائل خلافت و امامت میں اجتہادی شان رکھتے تھے امام بمعنی دینی و روحانی پیشوا ان حضرات کے لئے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہم ان مقبولان بارگاہ سے اپنا اعتقادی و دینی تعلق منقطع نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضرات صحابہ و اہل بیت دونوں کی محبت ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ ولو کرہ الخارجیون۔ البتہ مولانا اعظمی یا مفتی رشید احمد صاحب نہ خارجی ہیں نہ ناصبی ان کی رائے کا پہلو دوسرا ہے۔

(۲) مؤلف مذکور بعنوان "علیہ السلام کا اطلاق" احسن الفتاویٰ کی حسب ذیل عبارت پیش کرتے ہیں کہ:۔ ایسے ہی ان کو علیہ السلام بھی وہی لوگ کہتے ہیں جو انہیں انبیاء علیہم السلام کا درجہ دیتے ہیں اس سے بھی احتراز لازم ہے۔ جس طرح دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کیا جاتا ہے وہی معاملہ ان حضرات کے ساتھ بھی رکھنا چاہیے۔ جس طرح حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ

اور دیگر صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے دعائیہ کلمات لکھے اور کہے جاتے ہیں۔ ایسے ہی دعائیہ کلمات حضرت حسین رضؓ کے ساتھ بھی کہے جائیں" (اصل حقیقت صفحہ ۹۷)۔

تبصرہ گو لغوی معنی میں تو علیہ السلام بزرگوں کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن اصطلاحاً انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے یہ الفاظ مستعمل ہوتے ہیں اس لئے غیر انبیاء کے لئے ان کا استعمال مناسب نہیں (اور محدثین کے درمیان اس میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے) اور بندہ کا اپنا معمول یہ ہے کہ غیر انبیاء کے لئے علیہ السلام کے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ لیکن مؤلف صاحب کے امام اہل السنت مولینا سندیلوی تو مفتی رشید احمد صاحب موصوف کے فتوی کے خلاف لکھتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب تو فرماتے ہیں کہ جس طرح دوسرے صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت حسین رضؓ کیلئے بھی کہا جائے۔ ٹھیک ہے۔ لیکن مولانا سندیلوی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے لئے لکھتے ہیں:۔ ام المومنین صلوات اللہ علیہا (اظہار حقیقت جلد دوم صفحہ ۲۶۲)۔ (ایضاً خارجی فتنہ حصہ اول صفحہ ۱۵۵)۔

فرمائیے! ام المومنین کے لئے نہ صرف علیہا السلام بلکہ صلوات (درود) کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس میں بھی سندیلوی صاحب اور مفتی صاحب کا نظریہ مختلف ہوگیا۔ پھر اس عبارت سے مؤلف کو کیا فائدہ ہوا ؟۔

مسلمانوں کے ناموں میں اہل تشیع کا اثر

مؤلف مذکور اس عنوان کے تحت مولانا مفتی رشید احمد صاحب کی حسب ذیل عبارت پیش کرتے ہیں کہ:۔
مسلمانوں کے ناموں پر بھی اہل تشیع کا اثر پایا جاتا ہے مثلاً اصل نام کے ساتھ جس طرح محض تبرک کے لئے محمد اور احمد ملانے کا دستور ہے۔ اسی طرح علی۔ حسن۔ حسین ملایا جاتا ہے۔ صدیق۔ فاروق عثمان یا اور کسی صحابی کا نام بطور تبرک اصل نام کے ساتھ ملانے کا دستور نہیں۔ نسبت غلامی بھی علی۔ حسن۔ حسین کی طرف تو کیجاتی ہے مگر اور کسی صحابی کی غلامی کو گوارا نہیں کیا جاتا۔ عورتوں میں کنیز فاطمہ کا نام تو پایا جاتا ہے مگر خدیجہ۔ عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کی کنیز نہیں سنائی دیتی۔ اس سے بھی بڑھ کر مسلمانوں میں الطاف حسین۔ فضل حسین اور فیض الحسن جیسے شرکیہ نام بھی بکثرت پائے جاتے ہیں"۔ اصل حقیقت ص۸ بحوالہ احسن الفتادی جلد اول ص۳۹۱) حاشیہ ص۹، میں مؤلف صاحب نے یہ اضافہ کیا ہے کہ مثلاً مظہر حسین اور مظہر علی اظہر قسم کے نام تو رکھے جاتے ہیں مگر مظہر عثمان یا مظہر صدیق یا مظہر معاویہ طرز کے نام کوئی سُنی نہیں رکھتا۔"

تبصرہ یہ صحیح ہے کہ دوسرے خلفائے راشدین اور صحابہ کے ناموں پر نام رکھنے میں عموماً اہل سنت نے غفلت

کی ہے لیکن مؤلف صاحب پریشان نہ ہوں۔ اپنے علاقہ میں خدام اہل سنت کی تبلیغ سے خلفائے ثلاثہ کے ناموں پر اب بکثرت نام پائے جاتے ہیں۔ محمد ابوبکر۔ محمد عمر۔ عمر احمد۔ محمد عثمان اور غلام عمر۔ محمد صدیق۔ محمد بلال وغیرہ اور محمد خالد یا خالد محمود نام بھی بکثرت ہیں اور حضرت معاویہؓ کا نام بھی چل پڑا ہے۔ محمد معاویہ۔ حسن معاویہ۔ ابو معاویہ۔ نثار معاویہ نام بھی ہیں۔ تحریک خدام اہل سنت ضلع ملتان کے امیر حضرت مولانا محمد امین شاہ صاحب خطیب (مخدوم پور) کے صاحبزادہ کا نام بھی محمد معاویہ ہے جو آئندہ سال دورہ حدیث میں داخلہ لینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ علم نافع اور عمل صالح نصیب فرمائیں۔ آمین۔ اسی طرح عائشہ۔ غلام عائشہ حفصہ۔ غلام حفصہ۔ میمونہ۔ ام حبیبہ۔ زینب۔ غلام زینب۔ رقیہ غلام رقیہ۔ ام کلثوم۔ غلام کلثوم وغیرہ بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اور اگر اہل سنت میں علی، حسن، حسین اور غلام علی۔ غلام حسن اور غلام حسین وغیرہ نام پائے جاتے ہیں تو اس سے آپ اتنے بیزار کیوں ہوتے ہیں۔ اگر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کے نام حسن اور حسین خود رکھے ہیں اور ان کیلئے یہ بشارت سنائی ہے الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ (حسنؓ اور حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہونگے)۔ تو اگر کوئی سُنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ ناموں کو

اپنے بچوں کے ناموں میں شامل کرلے تو اس پر جبیں بر جبین کیوں ہوتے ہیں۔ ان حضرات مقبولین سے اتنا تکدر تو نہ چاہیے۔
(۲) حکیم الامت حضرت تھانوی کا نام اشرف علی ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مدنی کا نام حسین احمد ہے۔ شیخ الاسلام پاکستان علامہ عثمانی کا نام شبیر احمد ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ رئیس المتکلمین مؤلف منتہی الکلام کا نام حیدر علی ہے۔ شیخ الہند اسیر مالٹا محدث کا نام محمود حسن ہے اور آپ کے والد ماجد کا نام (حضرت مولانا) ذوالفقار علی ہے۔
شیخ الادب والفقہ استاذ الاساتذہ دارالعلوم دیوبند کا نام اعزاز علی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے ہمعصر ادیب علامہ کا نام فیض الحسن ہے۔ حضرت نانوتوی کے ارشد تلامذہ کا نام مولانا، فخر الحسن ہے۔ نہ اس قسم کے ناموں میں اکابر حضرات نے شیعیت کی بو سونگھی اور نہ ان کو ان میں شرک کے جراثیم نظر آئے۔ فرمائیے! خادم اہل سنت کے نام "مظہر حسین" کے اضافہ کی حاشیہ میں کیا ضرورت پڑی۔ (اور بعض شیعہ کے تو میرے پاس خطوط آئے ہیں کہ تو مظہر حسین نہیں مظہر یزید ہے) مفتی رشید احمد صاحب موصوف نے تو کسی رنگ میں مندرجہ ناموں پر تبصرہ کر دیا۔ لیکن مؤلف "اصل حقیقت" اور اس کے ہمنوا تو چاہتے ہیں کہ علیؓ، حسنؓ، حسینؓ اور فاطمہؓ کے نام سنی مسلمان بھول

جائیں۔ اور اسکے برعکس شیعہ مشن یہ ہے کہ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ کے نام بھی سننے میں نہ آئیں لیکن اہل السنت والجماعت حضرات صحابہ اور اہل بیت دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔ دونوں ایک ہی جنتی جماعت کے افراد ہیں۔ اسلئے سب کے اسمائے مبارکہ باقی اور قائم رہنے چاہئیں

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

آخری گزارش

مؤلف اصل حقیقت نے اپنے ۸۰ صفحات کے مختصر کتابچے میں ۲۷ واضح جھوٹ بولے ہیں جن کی نشاندہی میں نے کردی ہے اور تبرا بازیاں ان کے علاوہ ہیں۔ ان کا یہ کتابچہ "خارجی فتنہ حصہ اول کا جواب نہیں بلکہ جھوٹ کا مربہ اور خارجیت کا شاہکار ہے مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی سے میرا اختلاف مشاجرات صحابہ اور یزیدیت کے مسئلہ میں ہے مشاجرات صحابہ کی مکمل و مدلل بحث خارجی فتنہ حصہ اوّل میں کر دی گئی ہے جس کی علمائے اہل السنت والجماعت نے مکمل تائید کی ہے۔ الحمد للہ بندہ نے سرِ مو مسلک اہل السنت والجماعت سے انحراف نہیں کیا۔ اگر مؤلف اصل حقیقت میں کچھ بھی دیانتداری ہوتی تو وہ بجائے تبرا بازی کے اصل مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے۔ میں نے جہاں جہاں مولانا سندیلوی کی علمی خیانتیں اور

تضاد بیانیاں ثابت کی ہیں اور انکے دلائل کا جس طرح پر زور رد کیا ہے اس کا جواب دیتے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف صاحب مولانا سندیلوی کی سادہ لوحی اور بھولے پن سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ یہ دراصل جدید خارجیت کے منادہیں جو حضرت علی المرتضیٰ کی موعودہ خلافت قرآنی کی عظمت کو برداشت نہیں کرسکتے۔ ان کے لئے اتنی بات بھی گوارا نہیں ہے کہ قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد کے مقابلہ میں حضرت معاویہ کی اجتہادی غلطی کا قول بھی اختیار کیا جائے۔ یہ حضرت معاویہ کی خطائے اجتہادی کے قول کو (جو جمہور اہل سنت کا مسلک ہے) بغض معاویہ پر مبنی قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک خطائے اجتہادی کا قائل گلابی شیعہ بلکہ شیعہ ہے یہ لوگ اہل السنت والجماعت کی مسلکی تاریخ کو مٹانا چاہتے ہیں۔ یہ اتنی جرأت تو نہیں کرسکتے کہ ان تمام اکابر متقدمین و متاخرین اہل سنت کو شیعہ یا گلابی شیعہ کا طعنہ دے سکیں۔ (گو ان کا اصل مقصد یہی ہے کہ حقیقی مسلک اہل سنت کو سنی بھول جائیں) انہوں نے تیرا بازی کی مشق کے لئے اس خادم اہل سنت کو چن لیا ہے (کیونکہ خارجی فتنہ حصہ اوّل نے جدید خارجیت کی دھجیاں اڑا کر رکھدی ہیں) اور میں پوری طرح مطمئن ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اکابر اہل حق کے لئے وقایہ (ڈھال) بننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خلوص و استقامت عطا فرمائیں۔ آمین۔

خواب میں حضرت معاویہؓ کی زیارت

بندہ نے اپنی کتاب "دفاع حضرت معاویہ" صفحات ۱۸۸ کے آخر میں اپنا خواب لکھا ہے جو انہی الفاظ کے ساتھ درج ذیل ہے :۔ گزشتہ سال ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ ہجری میں بندہ کو بفضلہ تعالیٰ چوتھی مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ مقدسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ منیٰ میں شب جمعہ ۹ رذی الحجہ نماز عشاء پڑھ کر جلدی سو گیا تو خواب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے بندہ ناکارہ سے معانقہ فرمایا۔ اسکے بعد بندہ نے عرض کیا کہ :۔ حضرت بندہ نے کتاب "خارجی فتنہ" لکھی ہے۔ اگر اس میں آپ کے متعلق تنقیص و توہین پائی جاتی ہے تو معاف فرمائیں۔ اسکے بعد آنکھ کھل گئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ باوقار اور سفید نورانی تھا اور بندہ کی معافی کی درخواست پر آپ کے چہرہ پر کوئی ملال ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ حسب سابق شفقت کی نگاہ تھی"۔ خواب گو شرعی حجت نہیں ہے لیکن حسب ارشاد رسالت اچھے خواب مبشرات میں سے ہوتے ہیں۔ شرعی دلائل کی بنا پر بندہ اپنی کتاب "خارجی فتنہ حصہ اول" سے مطمئن ہے۔ علمائے اہل السنت والجماعت نے اصل مسئلہ مشاجرات صحابہ میں اس کی تائید و

تصویب بھی کر دی ہے۔ البتہ منیٰ کے مقدس مقام میں ایام حج کے دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت و معانقہ بندہ کے لئے ایک بڑی سعادت ہے جس سے مزید اطمینان نصیب ہو گیا ہے الخ (دفاع حضرت معاویہ ۱۸۶ / ۱۸۷) حق تعالیٰ کتابچہ "اصل حقیقت" کے جواب میں بندہ کی اس کتاب "کشف خارجیت" کو قبول فرمائیں جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرعی عظمت کو محفوظ رکھتے ہوئے قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کے دفاع کا فریضہ سر انجام دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور مؤلف "اصل حقیقت" کی تلبیسات اور مکذوبات کا پردہ چاک کر کے اہل السنت والجماعت کے سامنے اپنا بے غبار مسلک حق پیش کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جماعت صحابہ و اہل بیت کی کما حقہ محبت و عظمت نصیب فرمائیں اور اس جنتی جماعت مقدسہ کے ہر ہر فرد کے متعلق ہر قسم کی تنقیص و توہین اور عناد و تکدر سے ہمارے دلوں کو پاک صاف رکھیں اور مسلمانان اہل السنت والجماعت کو ہر مقام اور ہر مرحلہ پر کامرانی و غلبہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔ بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ مہتمم مدرسہ اظہار الاسلام مدنی جامع مسجد چکوال و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۲۷ صفر ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۸۴ء

ضمیمہ

کتاب تاریخ نواصب حصہ اوّل

اس کتاب کی تاریخ اشاعت اکتوبر ۱۹۸۴ء ہے۔ اس کتاب کے مؤلف مولوی عبدالقیوم علوی بی اے فاضل وفاق المدارس و دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ہیں۔ یہ بنڈ سنگریال۔ ڈاکخانہ گولڑہ شریف تحصیل اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ کتاب انہوں نے مجھے خود بھیجی ہے۔ اس کتاب کے مصنف موصوف گو اپنے آپ کو اہل السنت والجماعت میں شمار کرتے ہیں اور کتاب کے خاتمہ (ص۲۶۲) پر انہوں نے اپنے نام کے ساتھ خادم اہل سنت کے الفاظ بھی لکھے ہیں۔ لیکن یہ ان کا تقیہ ہے۔ ان کا مشن کچھ اور ہے اور وہ ہے "بغض معاویہ" جو انکی حسب ذیل عبارتوں سے واضح ہوتا ہے۔

(۱) بغض علی۔ خلافت علی کا انکار اور علی علیہ السلام پر سب و شتم کرنا شعائر نواصب میں سے ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کا مبتدی اور بانی کون ہے۔ اس کا تفصیلی جواب تو حصہ دوم میں آئیگا سردست اتنا بتا دیتا ہوں کہ ان سب افعال شنیعہ اور عقائد قبیحہ کا بانی معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ جسے اہل سنت غیر شعوری طور پر جلیل القدر صحابی سمجھ بیٹھے ہیں الخ (ص۱۵)۔

(۲) مروان ملعون گروہ نواصب کا ایک نمایاں فرد ہے۔ اس فرقہ کا بانی ہونے کا شرف معاویہؓ کو حاصل ہے الخ (ص۱۵)۔

(۳) اور یہ بھی معلوم ہے کہ ناصبیت کا موجد و بانی معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ تمام نواصب کا گناہ بانی ہونے کی حیثیت سے معاویہ پر بھی جاتا ہے الخ (ص ۲۵۷)۔

(۴) معلوم ہوا کہ اہل سنّت کے نزدیک نواصب کتّے اور خنزیر کے برابر ہیں" (ص ۱۶)۔

(۵) اہل سنت کے نزدیک خارجی اور ناصبی دونوں کافر ہیں" (ص ۱۸)

نتیجہ جب مصنف مذکور کے نزدیک حضرت معاویہؓ ناصبی بلکہ بانی ناصبیت ہیں اور ناصبی کتّے اور خنزیر کے برابر اور کافر ہیں تو اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ مصنف کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کتّے، خنزیر کے برابر اور کافر ہیں۔ العیاذ باللہ — حالانکہ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور حبر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کو فقیہ (مجتہد) قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری باب ذکر معاویہؓ)۔ البتہ جمہور اہل سنّت کا قول ہے کہ قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ قتال کرنے میں حضرت معاویہؓ سے اجتہادی خطا ہو گئی تھی اس کے متعلق بھی مولوی عبدالقیوم مذکور نے لکھا ہے کہ:۔

ناصبیت کے بہت سے اجزا ہیں۔ ایک عام جزو جو تقریباً تمام اہل سنت میں پایا جاتا ہے معاویہ کو مولائے کائنات امیرالمومنین

علی علیہ التسلیمات کے مقابلہ میں مجتہد مخطی سمجھتا ہے الخ (ص۲۴)
مصنف کے نزدیک گویا کہ کوئی سُنّی بھی صحیح العقیدہ سنّی نہیں
کیونکہ ان میں ناصبیت کی یہ جزو ضرور پائی جاتی ہے۔ اسی
لئے مصنف کے نزدیک امام غزالیؒ وغیرہ اکابر اہل سنت بھی
ناصبی ہیں چنانچہ لکھا ہے:۔ حجۃ الاسلام النواصب امام
غزالیؒ (ص۲۸) امام النواصب غزالیؒ الخ (ص۲۹) یہ کہنا بیجا
نہ ہوگا کہ امام مالک میں بھی ناصبیت کے چند اجزاء پائے جاتے
تھے" (ص۴۵) علاوہ ازیں ابن حزم۔ قاضی ابوبکر بن العربی
اور ابن تیمیہ رحمہم اللہ تعالیٰ بھی مصنف کے نزدیک ناصبی ہیں
مصنف نے کوئی ایسی عینک چڑھائی ہوئی ہے کہ اس کو ہر طرف
ناصبی ہی ناصبی نظر آتے ہیں۔

تقیہ کی وسعت

مصنف مذکور نے مذہب شیعہ کے عقیدہ
تقیہ کی کھل کر تائید کی ہے۔ چنانچہ لکھا
ہے:۔ اگر کوئی شخص تقیہ کے وجوب کا قائل ہو اسے ملامت
کرنا اچھا نہیں الخ (ص۷) تقیہ اہل سنت کے نزدیک جائز
ہے اور اس رخصت الٰہیہ کو حرام و ناجائز کہنا خوارج کا مذہب
ہے (ص۵)

حضرت ابراہیم اور امام الانبیا نے بھی تقیہ کیا

مثلاً:۔ ابراہیم
علیہ السلام نے

تین مقامات پر تقیہ کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض مقامات پر تقیہ کی بعض انواع پر عمل کیا ہے الخ (ص۹۴)۔ (۲) حضرت ھارون علیہ السلام کو بھی بنو اسرائیل کی نافرمانی و طغیانی کے سامنے تقیہ کرنا پڑا۔ (ص۹۵)۔ (۳) حضرت علی المرتضیٰ کی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیعت کے متعلق لکھا ہے کہ:۔ معلوم ہوا ہے کہ بیعت تقیہ لوگوں کے متغیر رویے کو دیکھ اور محسوس کر کے کی گئی ہے۔ (ص۹۷)۔ (۴) مولانا و مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے ایک دوسرے مقام پر تقیہ کو استعمال کیا۔ صفین کے میدان میں جنگ اپنے آخری مرحلوں میں تھی۔ الخ (ص۹۸)۔ (۵) امام حسن نے تقیہ کیا۔ بالآخر تقیہ کر کے صلح کر لی"۔ (ص ۹۹/۱۰۰)۔ (۶) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے تقیہ کیا (ص۱۰۲)۔ (۷) (ام المومنین حضرت) ام سلمہؓ معلم تقیہ تھیں (ص۱۰۳) (۸) حضرت حذیفہؓ نے بھی تقیہ کیا۔ (ص۱۰۹)(۹) حضرت سعید بن جبیر نے تقیہ کیا۔ (ص۱۱۰)۔ (۱۰) اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کو علی العموم اور اصحاب کو علی الخصوص تقیہ کی تعلیم دی"۔

امام شافعیؒ کا تقیہ

امام شافعیؒ تو تقیہ کی وجہ سے حب اہل بیت کو بھی مخفی رکھتے تھے آخر تنگ آکر کچھ کہنا پڑا"۔ (ص۲۶۲)۔

(ب) اور امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے ربیع کو خفیہ طور پر کہا کہ چار صحابیوں کی شہادت قبول نہیں کی جاتی اور وہ چار معاویہ۔ عمرو بن عاص، مغیرہ اور زیاد ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک یہ چاروں دوست اپنی بدکرداری اور عداوت اہل بیت علیہم السلام کی وجہ سے غیر عادل ہیں۔" (ص ۲۶۱)۔

امام بخاریؒ بھی ناصبی

بخاریؒ اور اسکے مدح سراؤں کے نزدیک علی علیہ السلام پر لعنت کرنے والے چاہے معاویہ یا اس کے ساتھی ہوں یا بعد کے ناصبی ثقہ اور عادل ہیں لیکن علیؓ کا محب صحابی ہو تو بھی متروک مجروح ہے اگر یہ ناصبیت نہیں تو شاید دنیا میں ناصبیت کا کہیں وجود ہی نہ تھا نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ دوسری طرف جب ناصبیوں سے علم نہیں ملا تو ناچار شیعوں سے روایات لینی شروع کر دیں۔ دین کا علم تو تھا ہی علیؓ کے ملنگوں کے پاس۔ ناصبی ہر دور میں کور باطن ہی رہے ہیں الخ (ص ۲۵۹)

بخوف تطویل صرف مذکورہ عبارات پر ہی اکتفا کرتا ہوں جو واضح ہیں کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ مصنف مذکور نے اہل سنت بنکر حضرت معاویہؓ وغیرہ بعض صحابہ کے خلاف جو زہر اگلا اور انبیائے کرام بلکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تقیہ باز قرار دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے بھی اس کے نزدیک رضامندی سے

حضرت ابوبکر صدیق (قرآن کے اوّل خلیفہ موعود) کی بیعت نہیں کی بلکہ وہ تقیہ پر عمل پیرا تھے تو اس مصنف کو کون اہل علم وفن اہل السنت والجماعت میں شمار کر سکتا ہے؟ مصنف صاحب نے اہل سنت اور خادم اہل سنت بنکر جو مسموم نظریات پیش کئے ہیں یہ بھی ان کا مخصوص تقیہ ہے اور اسی حربہ سے روافض ہر دور میں کام لیتے رہے ہیں۔

مصنّف کی گرفتاری

حضرت مولانا عبداللہ صاحب خطیب مرکزی جامع مسجد اہل سنّت، اسلام آباد نے مجھے بذریعہ عنایت نامہ اطلاع دی ہے کہ صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے نافذ کردہ تحفظ صحابہ آرڈیننس کے تحت یہ زیر بحث کتاب ضبط کر لی گئی ہے۔ اس دریدہ دہن مصنف کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ خبر تمام سُنی مسلمانوں کے لئے مسرّت کا باعث ہے۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ نہ صرف اس مصنّف کو بلکہ اس قسم کے دیگر مصنفین کو بھی گرفتار کر لیا جائے جن کی تصانیف میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی ایک کی بھی توہین پائی جاتی ہے اور ان کو سنگین سزا دیکر عظمت صحابہ کرام کا تحفظ کیا جائے۔

علماءِ حق توجہ فرمائیں

مسلک اہل السنّت والجماعت مسلک اعتدال اور مسلک حق ہے

جسکی بنا پر صحابہ کرام ہوں یا اہل بیت عظام - امہات المومنین (ازواج مطہرات) ہوں یا بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب کی تعظیم واجب ہے۔ ان حضرات میں سے کسی کی طرف کسی ایسے امر کی نسبت کرنا جسمیں انکی توہین پائی جاتی ہو ناجائز ہے (اور خطائے اجتہادی کی نسبت کرنے میں نہ کوئی تنقیص ہے نہ توہین)۔

علمائے اہل السنت والجماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ افراط و تفریط کے ان گوناگوں فتنوں سے امت مسلمہ کو بچائیں اور مسلک حق کا ہر پہلو سے تحفظ کر کے پرچم خلافت راشدہ (حق چار یار) بلند کریں۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت کو کامیابی عطا فرمائیں آمین بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ ۱۰ رجب ۱۴۰۵

مولانا عبید اللہ انور کا سانحہ وفات

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کے صاحبزادہ اور جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ جگر کا اپریشن کرانے پر قریبًا ایک ہفتہ میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج رہ کر ۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء مطابق ۷ شعبان ۱۴۰۵ھ (قریبًا صبح ۸ بجے) انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور جنت الفردوس نصیب ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولانا مرحوم طبعًا شریف نرم مزاج تھے اور چشم پوشی کرنیوالے بزرگ تھے۔ سالہا سال کی علالت کے دوران آپ خدام الدین کی پوری نگرانی نہ کر سکے اور آپکی نرم مزاجی سے بعض اہل قلم نے ناجائز فائدہ اٹھایا کہ خدام الدین میں ایسے قابل گرفت مضامین شائع ہو گئے جن کی نشاندہی کتاب ہذا میں کی گئی ہے۔ حالانکہ مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ

مسلکاً اکابر دیوبند کے متبع تھے۔ اب صاحبزادہ مولانا محمد اجمل صاحب قادری سلمہٗ کو سخت نگرانی کرنی چاہیئے تاکہ مسلک حق کے خلاف کوئی مضمون خدام الدین میں شائع نہ ہوسکے۔ چونکہ پریس میں کتاب جانے سے پہلے مولانا مرحوم کی وفات کا سانحہ پیش آچکا ہے اس لئے مولانا مرحوم کی وفات کا ذکر اور خدام الدین کے متعلق یہ اصلاحی نوٹ شامل کتاب کر دیا گیا ہے۔

خادم اہل سنّت مظہر حسین غفرلہٗ
یکم رمضان المبارک
۱۴۰۵ھ

محمد اعظم خوشنویس
۶۔ شاہین مارکیٹ ڈی اے وی کالج روڈ۔ راولپنڈی
۲۲ جون ۱۹۸۵ء۔

ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ برحق امام

ازقلم :- خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہٗ

ہے اُسی کے نام سے میرے سخن کی ابتدا
قادرِ مطلق ہے جو دی جس نے توفیق کلام
بعد اس کے سرورِ کون و مکاں کی ذات پر
گنبد خضرا میں پہنچے صد درود و صد سلام
مسئلہ ختم نبوت کا ہے ایماں کا مدار
سب مسائل سے بلند و بالا ہے اسکا مقام
اور ہیں آل نبیؐ۔ ازواج بھی سب جنتی !
ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ۔ عثمانؓ علیؓ برحق امام
اور صحابہ کی جماعت بھی ہے سب معیارِ حق
مل چکی قرآں میں ہے ان کو رضوانِ دوام
آگئے خدام اہل سنت آخر جوش میں
بت شکن جب آگئے تو بت گرے اوندھے تمام
جھوٹ اور بہتان کے بھی ہو گئے بت پاش پاش
سامنے حق کے نہیں باطل کو رہ سکتا قیام

دولت و عزت ہے دنیا کی یہ فانی بے وفا
اقتدار دنیوی کو ہے نہیں حاصل دوام
سرورِ کونین کی سنّت پہ رہ ثابت قدم
کر رضائے حق کی خاطر خدمت ملک و عوام
مظہرؔ ناکارہ اب آخر میں کرتا ہے دعا
ملک پاکستان میں نافذ ہو بس شرعی نظام

(نوٹ) ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں خدام اہل سنت کے تعاون سے بھٹو پارٹی کے امیدوار کے مقابلہ میں فضل حق صاحب آف ملہال کو صوبائی سیٹ پر نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ فریق مخالف کو مرزائیوں کا تعاون بھی حاصل تھا۔ اس عظیم کامیابی کے موقع پر یہ نظم لکھی گئی تھی۔ جس میں اپنے امیدوار موصوف کو مبارکباد کے ساتھ دینی نصیحت بھی کی گئی تھی۔ اور مسلکِ حق اور خدام کی تحریک کا مقصد بھی اس میں واضح کر دیا تھا۔ بعض اشعار حذف کر کے باقی نظم اہل سنت کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ ہم نے ۱۹۷۰ء میں جس مسلک کا اعلان کیا تھا آج بھی ہمارا وہی اعلان ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل السنت والجماعت کو ہر مقام اور ہر مرحلہ پہ کامیابی نصیب فرمائیں۔ آمین
بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (خادم اہل سنت)

عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی

از قلم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

قیمت -/۲ روپے صفحات ۳۲

اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں مودودی افکار و نظریات پیش کرکے ان پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ چند عنوانات یہ ہیں مودودی عقائد و افکار کی حقیقت • عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی • انبیاء کا ایمان بالتوحید وہبی نہیں کسبی ہوتا ہے (مودودی) • حضرت نوح میں جاہلیت کا جذبہ تھا (مودودی) • حضرت موسیٰ سے ایک بہت بڑا گناہ ہوگیا تھا۔ (مودودی) • عصمت انبیاء کا تحقیقی مسلک۔ • حضرت آدم کی خلافت مستقل نہیں تھی (مودودی) • حضرت یونس سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہوئیں۔ (مودودی) • امام الانبیاء نے بھی فرائض رسالت میں کوتاہیاں کی ہیں (مودودی) • امام الانبیاء بھی شک میں رہے۔ (مودودی) • قرآن سے حضرت عیسیٰ کے رفع جسمانی کا انکار (مودودی) • اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے خود غلطیاں کرائیں (مودودی) • مودودی صاحب کی پاکدامنی مودودی صاحب کی زبانی • اس کتاب میں مودودی صاحب کے بعض ایسے عقائد و نظریات ان کی تصانیف سے پیش کرکے تبصرہ کیا گیا ہے جو اہل السنت والجماعت کے عقیدہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہیں۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ خدام اہل السنت چکوال ضلع چکوال پاکستان

صحابہ کرامؓ اور مودودی

از قلم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

قیمت ۵/- روپے سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۲۱۱

اس کتاب میں صحابہ کرامؓ کے متعلق مودودی افکار و نظریات پیش کر کے تبصرہ کیا گیا ہے۔ چند عنوانات یہ ہیں:- • صحابہ کرامؓ کے متعلق عقیدہ اہل سنت • دستور جماعت اسلامی اور تنقید • اتباع سنت خلفائے راشدین لازم ہے • صحابہ کرامؓ پر مودودی صاحب کی تنقیدیں۔ اصحاب احد کی توہین • تیر انداز صحابہؓ کا اجتہادی اختلاف • مودودی صاحب کی غلط بیانی۔ آیت غلول کا مطلب • مودودی صاحب کی زبان درازی • کیا حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ زبان دراز تھیں۔ (مودودی نظریہ) • حضرت عثمانؓ ذوالنورین پر مودودی تنقید • ہے یہ گنبد کی صدا (فاروق مودودی کیا کہتے ہیں؟) • حضرت عمروؓ بن العاص کی تنقیص • مودودی صاحب خود بے داغ ہیں • حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی تنقیص • حضرت معاویہؓ کی توہین صریح • افراط و تفریط • صحابہ کرامؓ اور قرآن • آیت استخلاف آیت تمکین • تحریک حق چار یارؓ • مودودیت ملوکیت کے قدموں پر • شاہ فیصل ایوارڈ • ارشادات رسالت • صحابہ کرامؓ اور محققین اہل سنت • معیار حق کا مطلب • مودودی صاحب کا غلط استدلال۔

تبصرہ ماہنامہ البلاغ کراچی محرم ۱۴۰۴ھ جلد ۱۸ شمارہ ۱، اکتوبر نومبر ۱۹۸۳ء



(عکس)

نام کتاب ... مولانا محمد اسحٰق سندیلوی (کراچی) کا مسلک اور خارجی فتنہ (حصہ اول)

تالیف ... حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم۔ سائز: ۲۰×۳۰/۱۶

کل صفحات ۶۶۴ قیمت: ۲۵/ روپے۔ ناشر: تحریک خدام اہل سنت

چکوال ضلع جہلم پاکستان۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ، دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں باطل کی سرکوبی کا عظیم جذبہ پیدا فرمایا ہے۔ اور آپ کا قلم حقیقت نگاری کے سلسلے میں شہرت کا حامل ہے۔

زیر تبصرہ کتاب خارجیت اور ناصبیت کے فتنہ کا تریاق ہے۔ موصوف نے مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی (کراچی) کا مسلک بیان کرنے کے بعد اس پر تبصرہ فرمایا ہے اور ان کے خیالات پر تنقید کی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت ہے اور اصحاب رسول سے بیزاری اور ان کی مخالفت رفض و شیعیت ہے اور محبت اہل بیتؓ کے باوجود اصحاب کرامؓ کی تعظیم و توقیر سنت ہے۔

مولانا سندیلوی صاحب کی بعض تحریریں ناصبیت کی حمایت اور خارجیت کی تائید میں موجود ہیں مولانا مظہر حسین صاحب نے دو حصوں میں ان کے خیالات پر تنقید کی ہے اور پہلے حصہ میں مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں اکابر علماء حق کے اقوال و ان کے تحریری اقتباسات پیش کئے ہیں اور ہر طرح مسلک اہل سنت کی ترجمانی فرمائی ہے۔ یہ کتاب محض تحفظ مسلک حق کی خاطر تحریر کی گئی ہے اس کی اشاعت سے کسی کی توہین یا دل آزاری مقصود نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو صحیح اہل سنت و جماعت کے مسلک کا پابند بنائے جو افراط و تفریط سے پاک اور غلو سے مبرا ہے۔ کتاب بہترین کتابت و طباعت کے علاوہ خوبصورت جلد سے مزین ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی محنت کو قبول فرمائے اور لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

(ا۔ ا۔ خ۔ س)

بسلسلہ رد مودودیت مفتی محمد یوسف صاحب کے علمی جائزہ کا جواب

علمی محاسبہ

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

مفتی محمد یوسف صاحب سابق مدرس اکوڑہ خٹک نے ایک کتاب مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ شائع کی ہے جس میں انہوں نے کتاب "مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر" کے اعتراضات کا بھی جواب دیا ہے۔ جواب الجواب میں حضرت قاضی صاحب کا ایک مضمون مفتی محمد یوسف صاحب کے علمی جائزہ کی حقیقت ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور میں متعدد قسطوں میں شائع ہو چکا ہے جو کتابی شکل میں علمی محاسبہ کے نام سے شائع ہوا ہے۔ چند عنوانات درج ذیل ہیں:
مسئلہ اتمام حجت، مسئلہ دجال، دجال کے بارے میں قادیانی اور مودودی نظریات مسئلہ معیار حق، انبیائے کرام پر مودودی تنقید، صحابہ کرام کا معیار حق ہونا، توہین صحابہ مودودی قلم سے، حضرت معاویہؓ اور اکابرین امت، حضرت امیر معاویہ کے باغی ہونے کا مطلب، ابطال حجت بجواب اتمام حجت، لفظ ھویٰ کا مفہوم، صدر الشریعت اور مودودی، مفتی محمد یوسف صاحب کی علمی غلطیاں۔ مودودی صاحب پر علامہ بنوری کی تنقید، مودودی تحریرات جن میں بشری کمزوریوں سے مراد عیوب و قبائح ہیں تفسیر آیت میں مودودی صاحب کی کج فہمی، عصمت کے ارتفاع کی بحث، تبلیغ رسالت میں کوتاہیاں ماننے والا واجب القتل ہے (قاضی عیاض محدث)، مفتی محمد یوسف کے نزدیک امام الانبیاء نے بھی فریضہ رسالت میں کوتاہیاں کی ہیں، ضلالت اور غوایت کا فرق۔ عصمت انبیاء کی حقیقت، عصمت انبیاء کا ثبوت قرآن مجید سے، مودودی صاحب کی تضاد بیانیاں۔ لعن معاویہؓ علیؓ کا افسانہ، اضطراری حالت میں متعہ حلال ہے (مودودی) و دیگر اہم موضوعات پر علمی بحث کی گئی ہے۔ (۴۰۰ صفحات $\frac{20\times30}{16}$ قیمت ۱۲/۰۰ روپے)

مودودی مذہب

تصنیف: حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان

اس کتاب میں بانی جماعت اسلامی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی تصانیف میں سے ان اصولی عقائد و مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے جو مذہب اہل السنت والجماعت کے خلاف ہیں خصوصاً مسئلہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام اور خلفاء و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معیار حق ہونے کے خلاف مودودی صاحب کی وہ تحریرات درج کی گئی ہیں جن سے معصوم انبیائے عظام اور صحابہ کرام کی تنقیص و توہین ہوتی ہے مثلاً مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا دخل تھا نبوت سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں کیں۔ حضرت نوح علیہ السلام میں جاہلیت کا جذبہ تھا اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے غلطیاں خود کرائی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو توحید میں شک رہا۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ نے زبان درازی کی۔ حضرت عثمان خلیفہ راشد کی خلافت میں ملوکیت آگئی تھی۔ حضرت امیر معاویہ نے سیاسی اغراض کے لئے کتاب و سنت کی خلاف ورزی کی۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص مخلص نہ تھے۔ توحید و رسالت وغیرہ کے سوا اسلامی اصولوں کیخلاف عمل جائز ہے۔ احادیث رسولؐ قابل یقین نہیں۔ موجودہ حالات میں چور دل اور زانیوں کو شرعی سزائیں دینا ظلم ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کتاب مودودی مذہب کے مطالعے سے واضح ہو جاتا ہے کہ مودودی صاحب اور انکی جماعت کے عقائد و نظریات حقیقی اسلام کیخلاف ہیں اور انہوں نے درحقیقت چودہ سو سال کے متفقہ اسلام میں بداعتمادی پیدا کرنے کے لئے اپنے خود ساختہ مذہب کی بنیاد رکھی ہے جس میں بضرورت متعہ کر لینا بھی جائز ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ کتاب مودودی مذہب میں سب حوالجات صحیح ہیں۔ (قیمت ۱۰/ روپیے)۔

دفاعِ حضرت معاویہ رض

ازقلم:۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
قیمت ۰۰/۷ روپے صفحات ۱۸۸

اس کتاب میں مولوی مہر حسین شاہ بخاری کی کھلی چٹھی کا جواب دیا گیا ہے۔ چند عنوان یہ ہیں:۔ • مولوی مہر حسین شاہ صاحب کا اہل سنت پر افترا، • کیا علامہ وحید الزمان شیعہ تھے؟ • مولوی وحید الزمان اور بغض معاویہ رض • حضرت معاویہ از روئے حدیث جنتی ہیں • صحابہ کرام اور مسلک اہل السنت والجماعت • سنی شیعہ اور خارجی کون ہیں؟ • خواب میں حضرت معاویہ رض کی زیارت و دیگر عنوانات • کتاب خارجی فتنہ پر علماء کے تبصرے • ماہنامہ بینات کراچی • ماہنامہ البلاغ کراچی • ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک • ماہنامہ ضیائے حرم لاہور • ہفت روزہ لولاک فیصل آباد • ماہنامہ الخیر ملتان • کھلی چٹھی کے اعتراضات کا جواب • کیا حضرت معاویہ رض کی خطاء عنادی تھی؟ • جورِ معاویہ رض کی مراد (حضرت مجدد الف ثانی) • مولانا لعل شاہ بخاری اور خادم اہل سنت کے مسلک کا فرق • صحابہ کرام کا اختلاف نفسانیت پر مبنی نہ تھا (حضرت مجدد) • مشاجرات صحابہ رحماء بینہم کے خلاف نہیں • فتاوی عزیزی کی الحاقیات • حضرت معاویہ رض عادل ہیں • تمام صحابہ عادل ہیں • خطاء اجتہادی عدالت کے منافی نہیں • عدالت صحابہ کے بارے میں اہم سوال • شیعہ مجتہد ڈھکو کے اعتراض کا جواب • مولوی مہر حسین شاہ کی علمی خیانت و کذب بیانی • حضرت معاویہ رض صاحب فضائل ہیں۔ •

میاں طفیل محمد کی دعوتِ اتحاد کا جائزہ

از قلم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

قیمت ۔/۵ روپے صفحات ۱۱۰

کتاب "میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ" میں شیعہ مذہب کے ان عقائد پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ جو اسلام کے اصولی اور بنیادی عقائد سے متصادم ہیں اور ضمناً اس میں بعض دوسرے مسائل و نظریات کا تذکرہ بھی آگیا ہے۔ چند عنوانات یہ ہیں:۔ • وجہ تالیف کتاب • ایام حج میں ایرانی حجاج کا کردار • خمینی صاحب کا عقیدۂ امامت • ابوبکر و عمر نے قرآن کی مخالفت کی (خمینی) • رسولِ خدا بھی تبلیغ امامت میں ڈرتے تھے (خمینی) • خمینی اور تقیہ • عقیدہ متعہ • مودودی اور متعہ • عقیدہ تبرا و تولا • کلمہ و اذان • تحریف قرآن اور امامت • عقیدہ خلافت راشدہ کیضرورت • اہل سنت کے عنوان سے نفرت کیوں • فرقہ اسمٰعیلیہ و فرقہ بوہرہ • پاکستان کا خارجی گروہ • تحفظ ناموس صحابہ آرڈیننس • خمینی مودودی مماثلت • ہے یہ گنبد کی صدا • حسین فاروق مودودی کیا کہتے ہیں • سنی شیعہ اتحاد کی صورت • میاں طفیل محمد خمینی صاحب سے تو منوائیں۔ • شیعہ بحق مودودی • حرمت متعہ بارشاد رسالت • رسول خدا کامیاب نہیں ہوئے (خمینی) • رسول خدا مہدی کی بیعت کرینگے۔ (شیعہ عقیدہ) • مہدی حضرت عائشہ رضؓ پر حد جاری کرینگے (شیعہ عقیدہ) و دیگر عقائد شیعہ

پر بحث کر کے اہل السنت والجماعت اور شیعہ عقائد کا اصولی فرق دلائل سے واضح کیا گیا ہے